جدید تصحیح شدہ ایڈیشن

ھدیۃ العاشقین

فی معاد ابوی سید المرسلین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین شریفین کی آخرت

ترتیب

حضرت مولانا مجیب الرحمن صاحب مدظلہ

مدیر دار العلوم ماہڑہ، ڈیرہ اسماعیل خان

ناشر

مدرسہ عربیہ دار العلوم ماہڑہ

مسعود آباد میانی روڈ ماہڑہ تحصیل پروآ، ڈیرہ اسماعیل خان

هدیۃ العاشقین

فی

معاد ابوی سید المرسلین

یعنی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین شریفین کی آخرت

ترتیب

حضرت مولانا مجیب الرحمن صاحب مدظلہ

مدیر دار العلوم ماہڑہ، ڈیرہ اسماعیل خان

ناشر

مدرسہ عربیہ دار العلوم ماہڑہ

مسعود آباد میالی روڈ ماہڑہ تحصیل پروآ، ڈیرہ اسماعیل خان

فہرست ابواب

تقریظ وتائید 1
مناظر اسلام ترجمان اہلِ حق حضرت علامہ مولانا عبدالحمید صاحب تونسوی دامت برکاتہم 1
تقریظ،وتائید.. 4
حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب دامت برکاتہم 4
تقریظ،وتائید.. 7
(مولانا) محمد اسماعیل شجاع آبادی خادم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان.. 7
تمہید: 11
مفتی رضوان خان کی چند باتیں اور ہماری گزارشات: 16
غالی اور غلو: 16
ابوین شریفین کی آخرت کا عنوان:.. 18
فاضل اور غیر فاضل سنی اور غیر سنی:.. 18
موضوع کی حساسیت اور مفتی صاحب کی بے باکی: 19
باب اول.. 22
توقف اور سکوت کے قائلین:.. 22
جب احادیث میں منفی تصریحات ہیں،تو توقف کیوں؟ 31
باب دوم 34
نجات کے قائل اکابرین.. 34
حضرت عبد اللہ وحضرت آمنہ کے مومن وموحد ہونے کے بعض دلائل: 58
پہلی دلیل: 58
دوسری دلیل:.. 67

تیسری دلیل: 79
فائدہ: 83
چوتھی دلیل: 90
پانچویں دلیل: 93
چھٹی دلیل: 96
ساتویں دلیل: 99
آٹھویں دلیل: 102
نویں دلیل: 104
حضور ﷺ کے والدین کے ذاتی حالات: 104
نبی کریم ﷺ کے والدین حضرت عبد اللہ اور حضرت آمنہ کا مذہب: 105
حضرت آمنہ کا خواب یا بیداری کا قصہ: 107
نبی کریم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کا جسم شریف بعد دفن صحیح سالم: 111
حضور ﷺ کے دادا جان جناب شیبہ عبد المطلب: 112
جناب عبد المطلب اور بت پرستی: 114
فائدہ: 115
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مربی آزر سے متعلق: 124
نتیجہ: 131
باب سوم 133
ابوین شریفین زمانہ فترت کے لوگ تھے 133
زمانہ فترت والوں کی مختلف حالتیں اور حکم: 134
زمانۂ فترت والوں کی نجات کے قائل علماء کے بعض دلائل: 169
مفتی رضوان صاحب کی چڑھائی، اور مطالبہ: 172

باب چہارم:........................ 174
نبی کریم ﷺ کے والدین کے زندہ کئے جانے کا موقف:.............. 174
فائدہ: 177
نبی کریم ﷺ کے والدَین کریمَین کے زندہ کئے جانے کی روایات:............ 215
حدیث کی سند پر بحث: 221
پہلا حوالہ: 221
دوسرا حوالہ: 227
تیسرا حوالہ: 229
مفتی رضوان صاحب کا تبصرہ: 231
چوتھا حوالہ: 233
کتبِ موضوعات اوران سے متعلق اسلاف کی آراء: 235
علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ (م597ھ) اوران کی موضوعات:.................. 235
امام حسین بن ابراہیم جوزقانی(م543ھ) اوراُن کی اباطیل: 240
علامہ الحسن بن محمد بن الحسن صغانی(م650ھ) اور موضوعات: 243
الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة، قاضي محمد بن علي شوكاني: 246
نبی کریم ﷺ کی والدہ کے احیاء والی حدیث اور جارحین کی جرح: 249
امام حسین بن ابراہیم جوزقانی کی جرح، اور جواب:.................... 249
علامہ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن علی ابن جوزی کی جرح:.............. 252
امام ابن عساکر(م571ھ) کا تبصرہ اور جواب:.......................... 258
علامہ ابن تیمیہ(م728ھ) کی جرح اور جواب: 259
واقعہِ احیاءسے متعلق مفتی رضوان صاحب کی چند باتیں:.................. 269
فائدہ: 269

اگر والدہ مومنہ تھی تو احیاء سے ایمان لانے کا کیا مطلب؟........................ 274

باب پنجم 279

زمانہ فترت والوں کا روزِ قیامت امتحان 279

باب ششم 285

نبی کریم ﷺ کے والدین کے کفر و شرک اور اُس کے ثبوت کی بحث........................ 285

بعض علماء کرام کی عبارات: 285

بت پرستی کے دعوٰی پر کوئی دلیل؟ 290

نبی کریم ﷺ کے والدین کے شرک پر اور اہلِ دوزخ میں سے ہونے پر دلائل، اوران کا جائزہ: . 291

قرآن مجید کی بعض آیات کے شان نزول کی روایات: 291

پہلی آیت: سورہ توبہ کی آیت 113 اور شانِ نزول:........................ 292

نبی کریم ﷺ کی والدہ سے متعلق شانِ نزول: 294

آیات کے نزول میں تکرار نہیں ہوا: 307

دوسری آیت: سورہ توبہ آیت 114 کا شانِ نزول: 311

ایک اشکال اور اس کا حل، اور مفتی رضوان صاحب کی مغالطہ دہی:........................ 316

علامہ ابن حجر کی تطبیق: 319

تیسری آیت: سورہ بقرہ آیت 119 اور شان نزول: 321

احادیث نبویہ سے استدلال:........................ 328

حضور ﷺ کو والدہ کے لئے استغفار سے منع کی روایات:........................ 328

استغفار سے ممانعت کی وجہ!........................ 331

حضور ﷺ والدہ کی قبر پر روئے کیوں؟........................ 335

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت:........................ 337

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث:........................ 340

حضرت عبد اللہ بن عمر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کی حدیث:........ 340
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت:........ 350
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث:........ 353
ملیکہ کے بیٹوں کی روایت:........ 354
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت:........ 356
حضرت ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ کی روایت:........ 357
حضرت حسن بن حسن رحمہ اللہ کا قول، کہ اگر بغیر عمل واطاعت کے حضور ﷺ کی رشتہ داری فائدہ دیتی:........ 359
جواب 1:........ 359
جواب 2:........ 361
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی دربار کا واقعہ:........ 363
مفتی رضوان کی غصے سے بھری ہوئی چند باتیں:........ 365
جمہور کا موقف:........ 368
اِن لوگوں نے فضول محنت کی:........ 371
باب ہفتم........ 372
متفرقات........ 372
فقہ اکبر اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:........ 372
کئی حضرات فقہ اکبر کو امام صاحب کی کتاب نہیں مانتے:........ 372
فقہ اکبر کے دو متن ہیں: ایک متن کا نسخہ:........ 374
فقہ اکبر کے دوسرے متن کا نسخہ:........ 379
حضور ﷺ کے والدین سے متعلق عبارت:........ 383
فقہ اکبر کے نسخوں کی عبارتوں کا تعارض:........ 400

فائدہ1: البیان الازھر اردو شرح فقہ اکبر اور اُس کے مقدمہ سے متعلق گذارشات: 402
فائدہ2: 403
فقہ اکبر سے متعلق ہمارے ایک حوالے پر مفتی رضوان صاحب کا تبصرہ: 404
ملا علی قاری کا رجوع: اور شرح شفا میں غلطی نمبر1: 406
فاضل آلہ رشی کی ایک غلطی: 408
شرح شفا میں غلطی نمبر2: 412
نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین سے متعلق منفی حکم لگانے والے کا حکم: 414
فائدہ: 425
نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین شریفین کو نجات یافتہ ماننے والے اہلِ علم کی فہرست: 425
نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کی نجات پر لکھی جانے والی کتابیں اور تحریرات: 440

تقریظ و تائید

مناظر اسلام ترجمان اہلِ حق حضرت علامہ مولانا عبد الحمید صاحب تونسوی دامت برکاتہم

الحمدلاھلہ والصلوۃ علی اھلھاامابعد!

سید الکونین ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کا مسئلہ ان چند نازک ترین مسائل میں سے ہے جس پر بلا تامل لب کشائی اور بے دریغ خامہ فرسائی خطرے سے خالی نہیں، اس کی ایک وجہ تو اس مسئلہ کی غیر معمولی نزاکت ہے کہ اس میں غیر محتاط رویہ افراط و تفریط میں مبتلا ہونے کا باعث بنتا ہے، اور دوسرے ایسے مسائل کے منفی پرچار سے لوگوں میں ہیجان پیدا ہوتی ہے، بلکہ اس طرز فکر سے ایمان کے نقصان کا قوی اندیشہ ہوتا ہے اور تیسرے یہ کہ جب علماءِ امت نے اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر اس حوالے سے جمہور کے فیصلہ اور معتدل موقف کی نشان دہی فرمادی ہے، تو اس کے بعد جدید تحقیق کے نام پر اس نازک مسئلہ کو چھیڑنا ایک نیا فتنہ بر آمد کرنے کے مترادف ہے۔

یہ موضوع ہرگز ایسا نہیں تھا کہ اسے بحث و تمحیص اور تشنت و تنقید کا ہدف بنایا جاتا، اس لئے کہ اس کی نسبت عالی رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ ہے، اور یہاں تو "نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا" والا معاملہ ہے، لیکن دور حاضر میں بعض لوگوں نے اشاعتِ دین کے نام پر محض اپنی شہرت کے حصول اور جذبہ ہوی کی تسکین کے لئے والدین کریمین کے ایمان کے انکار پر بڑی بے باکی سے سینکڑوں صفحات سیاہ کر ڈالے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں میں اضطراب و بے چینی کی لہر دوڑ گئی، فرقہ بندی کی راہ ہموار ہوئی اور امت کی وحدت کو شدید نقصان پہنچنے لگا، یہاں تک کہ نوبت بایں جا رسید کہ بعض شاذ اور متفردانہ

اقوال کے سہارے والدین کریمین کے ایمان کی نفی کا طرزِ عمل اسلاف واکابر کے موقف کی تغلیط اوراُن کے دلائل کی تکذیب کے علاوہ گستاخانہ تعبیرات اور خیالات تک بھی پہنچنے لگا، اناللہ۔۔یوں لگتاہے کہ ایسے لوگ قبر وحشر کی جواب دہی سے بھی بے پرواہ ہو چکے ہیں۔

فَسَوْفَ تَرٰی اِذَاانْکَشَفَ الْغُبَارُ   اَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِکَ اَمْ حِمَارٌ

نیز منکرین کے مزعومہ اجتہادات کا ایک کرشمہ یہ بھی ہے کہ اُن کے ہاں کبھی تو رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے والدین کو مشرک، کافر اور جہنمی بتلایا جاتا ہے، اور کبھی تواُن کی طرف سے امامیہ جیسے کھلے معاندین کو اسلام وایمان کا سرٹیفکیٹ تھمایا جاتا ہے۔تِلْکَ اِذًاقِسْمَۃٌ ضِیْزٰی ۔

خدا جانے تشدد اور توسع کا یہ نرالہ امتزاج کون سے اجتہادی اصولوں سے ماخوذ ہے؟ علمی دنیا میں کسی نے ایسا انوکھا اجتہاد، منفی سوچ اور فکری انتشار نہیں دیکھا ہو گا۔

ہر شخص کے کردار سے تو اس کو پرکھ لے   خود اپنی کسوٹی پہ وہ کھوٹا کہ کھرا ہے

ان پر آشوب حالات میں شدید ضرورت تھی کہ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی عظمت کے پیش نظر آپ کی عالی نسبت اور مطہر نسب کے تحفظ کے لئے کچھ ضرور لکھا جائے، تاکہ اہلِ اسلام کی بے چینی کا مداوا ہو، اوراکابر اہل السنۃ کے موقف کی صحیح ترجمانی کے ساتھ ساتھ منکرین وزائغین کی نرالی فکر کی قباحت بھی آشکارا ہو۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فاضل جلیل حضرت مولانا مجیب الرحمن صاحب اطال اللہ بقاءہ کو بروقت بیدار کر دیا، جنہوں نے اس اہم مسئلہ پر فوراً دفاعی قلم اٹھایا، اور مسئلہ ہذا کی اصل حقیقت کو واضح کرکے منکرین کے اشکالات کو مدلل ومحقق طریقے سے رفع دفع کر دیا۔

ماشاء اللہ محترم مؤلف مؤقر کی یہ کتاب اس موضوع پر لکھی گئی عربی کتب کا خلاصہ ہے، اور اردو زبان میں اپنے موضوع پر دائرۃ المعارف ہے، جہاں یہ کتاب غلامانِ رسول ﷺ کے لئے تسکین کا باعث ہے، وہاں منکرین پر اتمام حجت بلکہ ان کے لئے سرمہ بصیرت ہے، اہل ذوق اس کو ضرور پڑھیں کہ پڑھنے کی چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ محترم مؤلف کو اس فرض کفایہ کی ادائیگی پر جزائے خیر عطا فرمائے، اور اُن کی کتاب کو شرفِ قبولیت سے نوازے، آمین۔

محمد عبد الحمید تونسوی عفا اللہ عنہ

مرکز رحماء بینھم، ملتان

7 جون 2023ء / 16 ذوالقعدہ 1444ھ

تقریظ، وتائید

حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب دامت برکاتہم

مصدقہ حضرت مولانا خواجہ عزیز احمد وخواجہ خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم

جامعہ عربیہ سعدیہ، خانقاہ سراجیہ کندیاں، میانوالی:

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَعَلٰی آلِہِ الْمُجْتَبٰی وَعَلٰی اَصْحَابِہِ الْاَصْفِیَاءِ،اَمَّابَعْدُ

مفخر موجودات، منبع فیوضات، سید الاولین والآخرین، حضرت محمد کریم ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ ہر امتی کا رشتہ ایمان کا، اطاعت کا، محبت کا، اور عظمت کا ہے، ان چاروں میں اس قدر اپنائیت اور تلازم ہے کہ ایک دوسرے سے علیحدگی برداشت نہیں کرتے، ہر مومن کے ایمان میں یہ چاروں اکٹھے پائے جاتے ہیں، آپ علیہ السلام کی محبت اور عظمت کا تقاضا ہے کہ جس طرح میری ذات پاک محبوب اور معظم ہے، اسی طرح میری آل واولاد اور میرے اصحاب، مہاجرین وانصار علیہم الرضوان بھی محبوب ومعظم ہوں، بلکہ ان کے متبعین تا قیام قیامت محبوب ومعظم ہوں، اس لئے توحُبُّ الْاَنْصَارِمِنَ الْاِیْمَانِاور مَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْارشاد فرمایا گیا، بس یہی محبت عظمت وتوقیر آپ علیہ السلام کے اصول یعنی آباء واجداد اور امہات علیہم الرضوان کے بارے میں موجزن ہونا چاہیئے، چوں کہ ان شخصیات مقدسہ نے آپ ﷺ کا زمانہ نبوت نہیں پایا، پہلے ہی راہی آخرت ہوگئے، ان کی اس حالت کو بہانہ بنا کر ان پر سوائے خیر کے کسی لحاظ سے بھی انگلی نہ اٹھائی جائے گی، بالخصوص آپ ﷺ کے پیارے والدین مکرمین سیدنا حضرت عبد اللہ اور سیدتنا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں، لہٰذا یہ بات حضور پاک

صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی عظمت وتوقیر کے خلاف ہے کہ آپ علیہ السلام کے والدین کو یہ کہہ کر جہنمی قرار دیا جائے کہ نعوذ باللہ اُن کی موت حالتِ کفر وشرک پر ہوئی ہے، جو کہ کسی انسان کی ایسی حالت ہے جو ساقط الاعتبار ہے، کیوں کہ جہنمی ہونے سے بدتر حالت اور کیا ہو سکتی ہے؟

واضح رہے کہ ہر چیز سے متعلق چار حالتیں ہوتی ہیں (۱) ساقط الاعتبار حالت (۲) ادنی حالت (۳) متوسط حالت (۴) اعلی حالت، امت مسلمہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ پاک نے جو کچھ بھی حضور پاک صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو عطا فرمایا ہے اعلی حالت کا عطا فرمایا، آپ کی ذات گرامی آپ کے اخلاق، آپ کی اوصاف، آپ کی نبوت اور رسالت، سب اعلی حالت کی ہیں، اسی طرح آپ کا نور نبوت اعلی واطیب واسطوں سے منتقل ہوتا ہوا سیدنا حضرت عبد اللہ اور پھر سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کی طرف منتقل ہوا، تو یہ بھی اعلی وارفع قرار پائیں گے، اور اعلی حالت حالتِ ایمان ہے، اس لئے امت کے مقتدر، مقتدٰی، ائمہ متبوعین کا جم غفیر اور جمہور رحمہم اللہ اس بات پر ہیں کہ آپ علیہ السلام کے والدین مکرمین حالتِ ایمان میں دنیا سے تشریف لے گئے، اور جنتی ہیں، لیکن محرومی قسمت کہ مفتی رضوان خان صاحب نے حضور علیہ السلام کے والدین کے کفر وشرک پر مرنے اور جہنمی ہونے سے متعلق 600 سے زائد صفحات پر مشتمل ایک کتاب لکھ ماری العیاذ باللہ، جس کی تردید اور مسکت جواب لاجواب دینے کے لئے صاحب التحقیق والتدقیق شیخ مکرم حضرت مولانا مجیب الرحمن صاحب دامت برکاتہم نے قلم اٹھایا، اور یہ کتاب مرتب فرمائی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

راقم الحروف نے اس عظیم کتاب کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا، ماشاء اللہ ائمہ متبوعین کے مبارک اقوال آپ علیہ السلام کے والدین مکرمین کے ایمان سے متعلق بڑی حسنِ ترتیب کے ساتھ مذکور ہیں، کتاب کے ہر صفحہ وورق سے عظمت وتوقیر اور محبت ٹپکتی ہے، پھر آخرِ کتاب میں انہی

ائمہ کرام کی اجمالی فہرست بھی درج کردی ہے، مزے کی بات یہ ہے کہ فریق مخالف کے دلائل کے مسکت وشافی جواب بھی درج فرمائے ہیں۔

الغرض یہ مبارک کتاب اپنے موضوع پر لاجواب ہے، اس کا لطف اور ذائقہ اُسی کو حاصل ہوگا جو توجہ اور یکسوئی کے ساتھ اس کا مطالعہ کرے گا، اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف زید مجدہم کو جزائے خیر بخشے، اور خیر وعافیت کے ساتھ زندگی دراز فرمائے آمین۔

مرکز رشد وہدایت خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیوخ کرام، قائد تحریک ختم نبوت، مخدوم العلماء، حضرت مولانا خواجہ عزیز احمد صاحب دامت برکاتہم اور پیر طریقت جانشینِ خواجہ خواجگان، شیخنا المکرم حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم، سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ بھی حضرت مؤلف کے موقف کی بھرپور تائید کرتے ہیں، آخر میں بندہ ہر خاص وعام سے ملتمس ہے کہ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ نفع رسانی کے لئے عام کیا جائے، اللہ تعالیٰ توفیق بخشے، آمین، وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

والسلام

العبد الاثیم ابو محمد عبد الرحیم عفا اللہ عنہ

خادم الحدیث الشریف بجامعہ عربیہ سعدیہ،

خانقاہ سراجیہ کندیاں، میانوالی (جمادی الاخریٰ سنہ 1444ھ)

تقریظ، وتائید

(مولانا) محمد اسماعیل شجاع آبادی خادم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

سرور دو عالم ﷺ کے والدین جناب عبد اللہ، حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے اسلام سے متعلق امت میں اسلاف کے زمانہ سے اختلاف چلا آرہا ہے کہ آپ کے والدین ماجدین اہل توحید اور ملت ابراہیمی پر تھے یا نہیں اور کسی معتبر کتاب سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے فترت کے زمانہ میں (آپ کی تشریف آوری سے قبل) بتوں کی پوجا کی ہو۔

سرور دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَنْقُلُنِیْ مِنْ الْاَصْلَابِ الطَّيِّبَةِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاہِرَةِ مُصَفًّی مُھَذَّبًا لَاتَنْشَعِبُ شُعْبَتَانِ اِلَّاكُنْتُ فِیْ خَيْرِھِمَا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم)

مجھے اللہ تعالیٰ مسلسل طیب پیٹھوں سے طاہر رحموں کی طرف پاک صاف کیا ہوا کر کے منتقل فرماتے رہے ہیں۔ جب بھی دو شاخیں ہوتیں میں ان میں سے بہترین شاخ میں ہوتا تھا۔

آپ کا یہ فرمان تسلیم کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والدین کافر و مشرک نہ تھے بلکہ مومن و موحد تھے۔ آپ کے والدین ماجدین کے متعلق امت میں تین موقف چلے آرہے ہیں۔

(۱) **توقف اور سکوت:** اس سلسلہ میں خاموشی اختیار کی جائے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل حضرات توقف اور سکوت کے قائل ہیں۔ علامہ شمس الدین سخاوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 902ھ، علامہ عمر ابن علی ابن سالم مالکی 734ھ، علامہ احمد ابن عبد العزیز ابن مقرن مصری، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی موقف ہے۔

اہل علم کا دوسرا موقف یہ ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ زمانہ فترت میں تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رحمت دو عالم ﷺ کے درمیان کا زمانہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں کوئی نبی نہیں ہوا۔ نیز آپ کے والدین کے مشرک ہونے کا بھی کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا ان سے متعلق کوئی فتویٰ نہیں لگایا جاسکتا۔

اہل علم کا تیسرا موقف یہ ہے کہ آپ کے والدین کریمین نجات یافتہ بندوں میں شامل ہیں۔ اس طبقہ کے پاس بھی بے شمار دلائل ہیں، اس طبقہ میں سینکڑوں علماء کرام شامل ہیں، ان کے اسماء گرامی تفصیل کے ساتھ آپ کو کتاب میں ملیں گے، دسیوں علماء کرام نے تحریر فرمایا کہ سرور دو عالم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد آپ کے والدین کریمین کو زندہ کیا گیا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔

امام قرطبی نے خطیب اور ابن شاہین کے حوالہ سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت تحریر کی ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے اور آپ کے لئے باعث کرامت ہے، زندہ کئے جانے کی روایات کئی کتابوں میں موجود ہیں، مثلاً

(1) امام ابن شاہین ؒ کی کتاب ناسخ الحدیث ومنسوختہ میں،

(2) امام ابو بکر خطیب بغدادی کی السابق واللاحق میں،

(3) علامہ محب الدین طبری ؒ کی خلاصہ سیرت سید البشر میں۔

اس سلسلہ میں جمہور اہلسنت والجماعت کے موقف (رسول اللہ ﷺ کے والدین ناجی ہیں) کے بارہ میں کئی ایک دلائل موجود ہیں، مثلاً

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلَّذِیْ یَرَاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ۔(الشعراء:219،218)

اللہ تعالیٰ سجدہ کرنے والوں کے درمیان تمہاری آمد ورفت کو دیکھتا رہا ہے۔

سجدہ کرنے والوں سے مرد آپ کے آباء واجدادوامہات ہیں۔ جن کے پشتوں اور رحموں میں آپ منتقل ہوتے رہے، بقول ابن عباسؓ آپ نبی سے نبی کی طرف منتقل ہوتے رہے یہاں تک نبی ہونے کی حالت میں دنیامیں تشریف لائے۔(تفسیر ابن ابی حاتم جلد9ص28)

حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ آپ پاک اور اللہ تعالیٰ کا سجدہ کرنے والوں کی پشتوں سے اور سجدہ کرنے والی ماؤں کے رحموں سے پاک آباء کی طرف یعنی عقیدہ توحید رکھنے والے آباء وامہات کی طرف منتقل ہوتے رہے۔(مظہری ج7ص98)

ایک دلیل آپ کے والدین کے جنتی ہونے کی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْہُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا۔(الاسراء:42)

ترجمہ ”اور یہ دعا کرو کہ اے اللہ میرے والدین کے ساتھ رحم کا معاملہ فرما جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی“۔

اس حکم کی تعمیل میں یقیناً آپ دعا فرماتے ہوں گے اور اللہ پاک آپ کی دعا کو رد نہیں فرماتے۔

اللہ پاک فرماتے ہیں

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی۔(الضحیٰ:5)

”اور اللہ پاک آپ کو عنقریب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں“۔

کیا اس کی امید کی جاسکتی ہے کہ آپ اپنے والدین کو جنت میں داخل نہ کرکے راضی ہو جائیں گے؟

اللہ پاک حضرت مولانا مجیب الرحمن مدظلہ کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ آپ نے علماء کرام کے تینوں موقف بیان کرکے آپ کے والدین کے جنتی ہونے کو قرآن، احادیث اور علماء کرام کے اقوال سے ثابت کیا، یقیناً سعادت کی بات ہے۔

مجاہد ختم نبوت حافظ سید اللہ بخش شاہ مدظلہ نے حکم فرمایا کہ آپ اس سلسلہ میں چند سطور تحریر فرما دیں جیسا کیسا لکھنے کی توفیق ہوئی، چند سطور تحریر کردیں۔

اللہ پاک مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے گمراہ کن عقائد کی تردید فرما کر عامۃ المسلمین کی رشد و ہدایت پر مزید متمکن ہونے کا سامان پیدا فرمادیا۔

(مولانا) محمد اسماعیل شجاع آبادی

خادم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان 11/نومبر 2023ء۔

تمہید:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ،وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَفْضَلِ المُرْسَلِين،وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ ،وَعَلَينَاوَعَلٰى مَن تَبِعَهُم بِاِحسَانٍ اِلٰى يَومِ الدِينِ اَمَابَعدُ!

اس نازک دور میں جس میں باطل قوتوں اور ذرائع کا سارازور امتِ ضعیفہ میں ارتداد والحاد پھیلانے پر صرف ہورہاہے، فکری جنگ مسلط کر دی گئی ہے ، موبائل ،فیس بک، انٹرنیٹ وغیرہ مختلف ذرائع اسلام اوراہلِ اسلام کی تذلیل میں استعمال ہو رہے ہیں،اسلاف صحابہ تابعین تبع تابعین،ائمہ دین مجتہدین کے خلاف بداعتمادی کی فضاہموار ہو رہی ہے،ترکِ تقلید اور آزادیِ رائے کادوردورہ ہے، کئی لوگ اہلِ علم کے روپ میں بلاضرورت اپنے تفردات پھیلانے کی کوشش میں ہیں، دین کی ایک ایک بات پر شبہات اٹھائے جارہے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیشین گوئی کے مطابق فتنے بارش کے قطروں کی طرح اور اس طرح پھیل رہے ہیں جس طرح دھاگوں کی لڑی ٹوٹنے پر پروئے ہوئے موتی تیزی سے بکھر جاتے ہیں،ایسے نازک دور میں کئی اشخاص تحریر وتقریر کی صورت میں ایسی بحثوں میں بھی مشغول ہیں جن کا خاص فائدہ نہیں ہے ، اور ہمارے اسلاف اُن سے منع فرماتے رہے ہیں، چنانچہ فقیہ امام یوسف بن علی بن محمد جرجانی(م بعد 522ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَيَنْبَغِي أَنْ لَا يُسْأَلَ عَمَّا لَا حَاجَةَ إِلَيْهِ نَحْوُاَنْ يُّقَالَ: كَيْفَ هَبَطَ جِبْرِيلُ وَكَيْفَ هُوَ،وَعَلَى أَيِّ صُورَةٍ رَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى الله عليه وَآلہٖ وَسَلَّمَ،وَحِين رَآهُ عَلَى صُورَةِ الْبَشَرِ هَلْ بَقِيَ مَلَكًا أَمْ هُوَمَلَكٌ بَدَّلَ صُوْرَتَہٗ؟ وَأَيْنَ الْجَنَّةُ وَاَيْنَ النَّارُ وَمَتَى السَّاعَةُ الَّتِیْ نَنْتَظِرُ هَا؟

وَيُكْرَهُ الْجَدْلُ فِيْ اَنَّ لُقْمَانَ وَذَاالْقَرْنَيْنِ وَذَاالْكِفْلِ اَنْبِيَاءٌ اَمْ لَا؟وَاَنَّ إِسْمَاعِيلَ أَفْضَلُ أَمْ إِسْحَاقَ وَأَيُّهُمَا الذَّبِيحُ مِنْهُمَا؟وَآزَرَ اَبُوْاِبْرَاهِيْمَ كَانَ اَمْ لَا؟وَاَنَّ فَاطِمَةَ أَفْضَلُ اَمْ عَائِشَةَ ؟ وَاَنَّ أَبَوَىِ النَّبِيِّ عَلٰى أَيِّ دِيْنٍ كَانَا؟ وَمَا دِينُ أَبِي طَالِبٍ؟ وَمَنِ الْمَهْدِيُّ؟ إِلٰى غَيْرِ ذَالِكَ مِمَّا لَا يَجِبُ مَعْرِفَتُهٗ، وَلَمْ يَرِدِ التَّكْلِيْفُ بِهٖ۔

(خزانۃ الاکمل ج3ص488، دارالکتب العلمیہ، ردالمحتار ج10ص485، امدادیہ ملتان، حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار ج12، ص441، دارالکتب العلمیۃ)

مناسب یہ ہے کہ جس بات کی ضرورت نہ ہو آدمی اُس سے متعلق نہ پوچھے مثلاً یہ کہ جبریل علیہ السلام کس طرح نیچے اترے؟اوروہ کس کیفیت کے ہیں ؟اورآپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جب اُس کو انسانی شکل میں دیکھاتووہ کس آدمی کی شکل میں تھے؟کیاوہ فرشتہ ہوکر باقی رہے تھے یاوہ ایسے فرشتے ہیں جس نے شکل بدل لی تھی؟اورجنت ودوزخ کہاں ہے؟اور قیامت جس کی ہم انتظار کرتے ہیں کب ہوگی ؟ اور یہ بحثیں مکروہ ہیں کہ حضرت لقمان اورذوالقرنین اورذوالکفل رحمھم اللہ انبیاء ہیں یانہیں؟ اوراسماعیل علیہ السلام افضل ہیں یااسحاق علیہ السلام؟اوراِن میں سے ذبح کاواقعہ کس کا ہے ؟ اورآزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدتھے یانہیں؟ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یاام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا؟اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کس دین پر تھے؟اور ابوطالب کادین کیا تھا؟ اور مہدی کون ہیں ؟ وغیرہ جن کا جاننا ضروری نہیں، اور نہ اِن باتوں کا مکلف ہونامنقول ہے۔

حکیم الامت مولانااشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م1362ھ) فرماتے ہیں،

”آج کل ایسے فضول سوالات بہت کئے جاتے ہیں جن پر دین کاکوئی مقصود موقوف نہیں، مثلاًسوال کیاجاتاہے کہ فلاں بڑاگناہ ہے یاچھوٹاگناہ ہے؟میں جواب دیاکرتاہوں کہ اگر

چھوٹا گناہ ہو اتو کیا ارتکاب کا قصد ہے؟ اگر کہے ہاں! تو میں کہتاں ہوں کہ کیا کبھی اپنے چھپر میں چنگاری لگانے سے متعلق بھی یہ سوال کیا ہے کہ یہ چنگاری چھوٹی ہے یا بڑا انگارہ ہے؟ اور اگر یہ معلوم ہو کہ چھوٹی چنگاری ہے تو کیا اس کو چھپر میں لگانے کی جرأت کروگے ؟۔۔ اسی طرح یہ سوال کیا جاتا ہے کہ چند مُردوں کو ثواب بخشا جائے تو تقسیم ہو کر پہنچے گا یا بلا تقسیم کے سب کو برابر پہنچے گا؟۔۔۔ اب علماء بھی ان مسائل کی تحقیق کے درپئے ہو جاتے ہیں، اور ہم نے بھی لڑکپن میں ایسی تحقیق کی ہے، مگر اب معلوم ہوا کہ یہ مشغلہ فضول تھا، پس عوام کو چاہیئے کہ فضولیات کی تحقیق نہ کریں، اور علماء کو چاہیئے کہ ان فضولیات کا جواب نہ دیں"۔

مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی رحمہ اللہ (م غالبًا1318ھ) سے ایک شخص نے حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے متعلق سوال کیا، مولانا نے سائل سے پوچھا کہ یہ سوال کس کا ہے؟ اور وہ اور تم کیا کام کرتے ہو؟ کہا کہ سوال فلاں حافظ صاحب کا ہے، اور وہ رنگریز ہیں، اور میں درزی ہوں، فرمایا کہ تم کپڑے سیتے رہو اور اُن حافظ صاحب سے کہہ دو کہ وہ کپڑے رنگتے رہیں، علی جانیں اور معاویہ جانیں رضی اللہ عنہم، تم سے ان کے معاملہ کا کیا تعلق؟ میں اطمینان دلاتا ہوں کہ قیامت کے دن ان کا مقدمہ تمہارے اجلاس میں نہ آئے گا۔

اِسی طرح ایک شخص نے میرٹھ میں ایک عالم سے سوال کیا کہ "حضور ﷺ کے والدَین شریفین مومن تھے یا نہیں؟" عالم نے کہا کہ "آپ نماز پڑھتے ہیں یا نہیں؟" کہا "ہاں پڑھتا ہوں"، کہا "اچھا بتلاؤ نماز کے اندر کتنے فرض ہیں؟" اب وہ خاموش ہیں، فرمایا "جاؤ تم کو نماز کے فرائض کی خبر نہیں، جس کا سب سے اول قیامت میں حساب ہو گا، اور زائد باتوں کی تحقیق کے درپے ہو"۔الخ

(خطبات حکیم الامت ج9، فضائل صبر و شکر ص222 ,221، ط تالیفات اشرفیہ سنہ1430ھ)

آج کے دور کی وباؤں میں سے ہر طرح کے مسائل کی تحقیق میں پڑنا ہے چاہے فضول کا ارتکاب ہو، دونوں حوالوں سے واضح ہے کہ اصل یہ ہے کہ ہمارے اکابرین اسلاف نبی کریم ﷺ کے والدین سے متعلق مثبت یا منفی ہر طرح کی بحث کرنے سے منع فرماتے ہیں، اہلِ علم میں سے کسی نے نبی کریم ﷺ کے والدین شریفین سے متعلق ایک پہلو سے بحث کی تو دوسرے نے دوسرے پہلو سے بحث کر دی، مناسب تھا کہ بادِی (ابتداء کرنے والے) ابتداء نہ کرتے، تاکہ دوسرے کو نہ لکھنا پڑتا، لیکن اگر بادِی نے کوئی مصلحت سمجھی تو دوسرے کے ذہن میں بھی کوئی مصلحت ہی ہو گی، جس کی وجہ سے اُنہیں بھی اپنے قلم کو حرکت دینی پڑی۔

نبی کریم ﷺ کے والدین شریفین سے متعلق بحث خصوصاً منفی جانب کی چھیڑنا ہماری سوچ میں نامناسب ہے، ہمارے اکابرین علماء اہل سنّت والجماعت دیوبند زیادہ تر توقف اور سکوت کا فرماتے ہیں، اور اگر دوسرے درجہ میں میلان ظاہر کریں، تو نجات کے قول کی جانب مائل معلوم ہوتے ہیں، جیسا کہ یہ سب آگے تفصیل سے ذکر ہو گا۔

اکابرین کی تصریحات سے ہمارے اکابرین کا مزاج یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مسئلہ میں کسی طرح کی بحث (خصوصًا منفی انداز کی بحث) نہ کی جائے۔

مفتی رضوان خان صاحب (راولپنڈی) نے منفی پہلو اختیار کرتے ہوئے 600 صفحات سے زائد صفحات پر مشتمل کتاب شفاعۃ النبی لابوی النبی ﷺ لکھی ہے، ہمارے ایک دوست کی طرف سے ناصحانہ خط ارسالِ خدمت ہوا جن کا مقصود محض یہ تھا کہ ایسی تحریر و تحقیق روک دینی چاہیئے، جواب ہر گز مقصود نہیں تھا، مگر مفتی صاحب نے اُن کے چند صفحات کے خط کے جواب میں مزید 800 سے اوپر صفحات کا مضمون لکھ ڈالا، بندہ نے مثبت حوالہ جات کی ایک تحریری کاپی بھیجی، مقصود یہ تھا کہ جناب عالی کی خدمت میں کچھ مثبت حوالے پیشِ خدمت ہو جائیں، ممکن

ہے کہ قلم رُک جائے، مگر عالی جناب نے اُس کے جواب میں مزید سوادوسو سے زائد صفحات کی تحریر لکھ دی، جس کا نام رکھا "ایک غالیانہ تحریر کا علمی محاسبہ"

اِس تفصیلی مضمون میں مفتی رضوان صاحب کی جن بعض باتوں پر تبصرہ مناسب لگا، وہی ذکر کر دی گئی ہیں، باقی باتوں سے صرفِ نظر کر دی گئی ہے، کیوں کہ آج کل کے طرز کا مناظرہ ومباحثہ بہتر طرز نہیں ہے۔

مفتی رضوان صاحب سے پہلے حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر میں بحث کی اور مستقل رسالہ ادلۃ معتقد ابی حنیفۃ فی ابوی الرسول ﷺ لکھا، اور فقیہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی نے 40 صفحات کا رسالۃ فی حق ابوی الرسول ﷺ لکھا، اور زمانہ حاضر میں شیخ احمد بن صالح زہرانی نے نقض مسالک السیوطی اور امین محمد سلام اردنی نے تحقیق القول فی حق ابوی الرسول ﷺ لکھی، شیخ نضال آلہ رشی صاحب نے شرح فقہ اکبر میں تفصیلی بحث کر دی، جو علیحدہ سے بھی شائع کی گئی ہے، درء الحزن کے نام سے شیخ عبد اللہ بن محمد الحوالی الشمرانی نے تازہ کتاب لکھی ہے، جو اول الذکر کتابوں کی بہ نسبت بہتر طرز کی ہے، تاہم کچھ درجے میں منفی پہلو کی کتاب ہے۔

ایسی منفی کتابیں پڑھنا اور شائع کرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا، کیوں کہ اِس سے ایمانی جذبات مجروح ہوتے ہیں، اور دل میں عجیب سی بے چینی کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے، بندہ طرح طرح کے شکوک وشبہات میں پڑتا اور اندر ہی اندر پیچ وتاب کھانے لگتا ہے۔

اس مسئلہ سے متعلق اسلاف واخلاف کے تین موقف سامنے آئے ہیں۔

(1)۔ ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کے ایمان اور اُن کی آخرت سے متعلق مثبت یا منفی کسی طرح بحث نہ کی جائے، بلکہ سکوت اور توقف اختیار کیا جائے۔

(2)۔ دوسرا یہ کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین آخرت میں جنّتی اور کامیاب ہیں، البتہ کامیابی کے سبب میں کئی قول ہیں، اوراِس کو تعارض نہیں کہہ سکتے جیسا کہ بعض نے سمجھا ہے بلکہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ ایک مسبب کے کئی سبب ہوسکتے ہیں، ہر قول میں کوئی ایک یا دو سبب بیان ہوئے ہیں۔

نجات کے سبب میں کئی قول ہیں، ایک یہ ہے کہ وہ ملتِ ابراہیمی پر تھے، اور اُن سے بت پرستی ثابت نہیں، دوسرے یہ کہ وہ زمانہ فترت کے لوگ تھے جن تک دعوت نہیں پہنچی تھی ، تیسرے یہ کہ اُن کو وفات کے بعد زندہ کیا گیا اور وہ ایمان لائے، اور اُن کا یہ ایمان خصوصیت کی بناء پر قبول ہے، اِن سب اقوال کا تفصیلی ذکر آگے آتا ہے ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔

(3)۔ تیسرا قول آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کی آخرت سے متعلق منفی ہے کہ وہ نجات یافتہ نہیں ہیں، اسلاف واخلاف میں کافی تعداد مثبت کلام کرنے والے ہیں، ہمارے علم میں ہمارے اکابر کا زیادہ رجحان یہ ہے کہ اول تو اس بارے میں سکوت کیا جائے، اور اگر سکوت نہ اختیار کیا جائے تو مثبت کلام کی جائے، اِس دور میں اس مسئلہ سے متعلق منفی کلام بہت اور تازہ ہونے کی وجہ سے ہمیں یہ محنت کرنی پڑی، ہمارا مقصود مثبت نظریہ پر اصرار سے زیادہ منفی نظریہ کی تقریر وتحریر سے خاموشی اختیار کرنے کی خواہش ہے۔

مفتی رضوان خان کی چند باتیں اور ہماری گزارشات:

آگے چلنے سے پہلے مفتی محمد رضوان صاحب کی جوابی تحریر کی چند باتیں اور اُن سے متعلق چند گذارشات عرض کی جاتی ہیں، اور کچھ باتیں اپنے موقع ومقام پر ہوں گی۔

غالی اور غلو:

مفتی رضوان صاحب نے ہماری تحریر کے جواب میں جو مضمون لکھا اس کا نام رکھا ”ایک غالیانہ تحریر کا علمی محاسبہ “جس کا مطلب ہے کہ ہماری تحریر میں غلو ہے، اور ہم غالی ہیں، جس سے یہ

بھی واضح ہے کہ ہماری طرح جو بھی نبی کریم ﷺ کے والدین سے متعلق دلائل سے (چاہے وہ اِن لوگوں کے نزدیک دلائل نہ قرار پائیں) مثبت سوچ رکھتے ہیں، اور مثبت سوچ کو مناسب سمجھتے ہیں، اور کم از کم سکوت کو ترجیح دیتے ہیں، اور منفی نظریہ کو مناسب نہیں جانتے، یہ سب غلو کا شکار اور غالی ہیں، اِن غالیوں کی فہرست دیکھنا چاہیں تو بندہ کے اِس مضمون میں اکابر اسلاف واخلاف کی فہرست دے دی گئی ہے، یہ ناخلف اِن سب کو غالی گروہ سمجھتے ہیں، کیا ایسے مسئلہ میں ایک نظریہ رکھ کر اُس پر بضد ہو کر اُس نظریہ کے مخالفین کو غالی سمجھنا اور لکھنا خود یہ غلو نہیں ہے؟

جنابِ عالی کو ایسے مسئلہ کے لئے لفظ غلو اور غالی غیر مقلدوں سے عطیہ ہوا ہے، چنانچہ علامہ ناصر الدین البانی مرحوم لکھتے ہیں،

[276] بَابُ مِنْ صُوَرِ الْغُلُوِّفِيْ ذَاتِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ - إِنْكَارُ كَوْنِ أَبَوَاهُ فِي النَّارِ (الی ان قال بعدذکر بعض الاحادیث)وَأَنَا حِيْنَ أَكْتُبُ هٰذَا أَعْلَمُ أَنَّ بَعْضَ الَّذِيْنَ يُنْكِرُوْنَ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثَ أَوْ يَتَأَوَّلُوْنَهَا تَأْوِيْلًا بَاطِلًا كَمَا فَعَلَ السُّيُوْطِيْ- عَفَا اللهُ عَنَّا وَعَنْهُ- فِيْ بَعْضِ رَسَائِلِهٖ، إِنَّمَا يَحْمِلُهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ غُلُوُّهُمْ فِيْ تَعْظِيْمِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ - وَحُبِّهِمْ إِيَّاهُ۔

(موسوعۃ الالبانی فی العقیدۃ، ج3، ص808 الی 810، ط مرکز النعمان، یمن،)

”باب اس کے بیان میں کہ غلو کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کے دوزخی ہونے کا انکار کیا جائے۔۔۔اور میں جس وقت یہ لکھ رہا ہوں جانتا ہوں کہ جو اِن احادیث کا انکار کرتے ہیں، یا باطل تاویل کرتے ہیں جیسا کہ علامہ سیوطی نے ایسا کیا اللہ تعالیٰ ہمیں اور اُس کو معاف کرے، اُن کو نبی کریم ﷺ کی تعظیم میں اور محبت میں غلو نے اِس پر مجبور کیا ہے“۔

ابوین شریفین کی آخرت کا عنوان:

بندہ نے اپنے اُس مختصر مضمون کا عنوان دیا تھا" حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کی آخرت" ہمارے اِس عنوان سے متعلق مفتی رضوان صاحب جذبات میں اپنی سمجھ سے باہر ہو کر لکھتے ہیں،

"معترض صاحب نے اپنے مضمون کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے، "حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کی آخرت "معترض صاحب کو مندرجہ بالا عنوان قائم کرتے ہوئے ذرہ برابر آخرت کا خوف لاحق نہیں ہوا، اور یہ سوچنا گوارانہ کیا کہ کسی کی آخرت کے متعلق فیصلہ صرف نصوص کی بنیاد پر ہو سکتا ہے"۔ (علمی رسائل ج21، ص591)

جواب: تعجب ہے کہ ہمارے عنوان "حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کی آخرت" کے کسی لفظ میں فیصلہ ذکر ہی نہیں، پھر جناب عالی اورآپ کی ٹیم کو ان لفظوں میں فیصلہ کہاں سے نظر آگیا؟ اندر کے صفحات میں تو تمام موقف ذکر کئے گئے ہیں، نجات کا بھی اور عدمِ نجات کا بھی، اور نجات کے موقف میں اپنا موقف دینے کے بجائے علماء اسلاف کی عبارات ذکر ہوئی ہیں، تو یوں کہیئے کہ "اُن علماءِ اسلاف کو ذرہ برابر آخرت کا خوف لاحق نہیں ہوا، اور یہ سوچنا گوارانہ کیا کہ کسی کی آخرت کے متعلق فیصلہ صرف نصوص کی بنیاد پر ہو سکتا ہے"۔

فاضل اور غیر فاضل سنی اور غیر سنی:

اور لکھتے ہیں،

"اس تحریر کو اہل السنۃ والجماعۃ کے کسی مدرسہ کے فاضل عالم کی طرف نسبت کرتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے، اور مذکورہ اور ان جیسے مولویوں کا وجود اہل السنۃ والجماعۃ کے علماء اور وارثین انبیاء کے لئے ایک بد نما داغ معلوم ہوا"۔(علمی رسائل ج21، ص590)

جواب: اندازہ لگائیں کیا علمی محاسبہ کی زبان یہی ہے؟ اگر جناب نے منفی موقف اختیار کیا تو آپ اہل السنۃ والجماعۃ کے مدرسہ کے عالم فاضل ہیں، اور ہم نے آپ کے مخالف موقف اختیار کیا تو

غیر اہل السنۃ والجماعۃ کے مدرسہ کے فاضل نظر آنے لگے ہیں، کیااِس کانام بھی غلو نہیں ہے ؟ تو پھر ہماری دی ہوئی فہرست بھی ایسے ہی علماءِ اسلاف واخلاف کی ہے، کیااُن کو بھی غیر اہل السنۃ والجماعۃ کہنا پسند فرمائیں گے ؟ کیااُن کی تربیت شیعہ مدارس میں ہوئی ہے ؟

اگر منفی موقف کے خلاف موقف والا اہل السنۃ والجماعت کے علماء اورورا ثینِ انبیاء کے لئے بدنماداغ ہے توکیاہمارے مضمون میں مذکور اہلِ علم سے متعلق یہی خیالِ عالی ہے ؟

آپ ذراپنڈی کے حجرے سے نکل کرباہر آئیں اور ملک کے اہلِ علم سے مل کر ذرا اپنی زبان فیض ترجمان سے والدینِ نبی ﷺ سے متعلق اپناموقف بیان کریں ناں! تومعلوم ہو جائے گا کہ اہلِ علم کس کوبدنماداغ سمجھتے ہیں؟

مزید لکھتے ہیں،

"چوں کہ اس مضمون میں اختیار کردہ موقف موجودہ زمانہ کے ایک ایسے طبقہ کے خلاف تھا جن کا موقف اس سلسلہ میں کافی حدتک غالیانہ اورانتہاء پسندانہ ہوچکاہے، یہاں تک کہ ایک طبقہ نے اس مسئلہ کوعوام کے سامنے اسٹیج کی زینت بنالیاہے"

(علمی رسائل ج21، ص589)

جواب: ظاہر یہ ہے کہ ابتداء جناب عالی سے ہوئی، اسٹیج کی زینت بنانے والوں نے بعد میں اسٹیج کی زینت بنایاہو گا، پہلے نہیں، اگر بندہ سے پوچھیں توبندہ نے نہ اب سے پہلے سٹیج کی زینت بنایا تھا، نہ اب بنالیاہے، بلکہ سوائے اِن تحریروں کے خاموشی ہے، اوراِن تحریروں میں خاموش شور بھی آپ کی تحریر کے بعد ہی ہوا ہے، جس کا سبب خود جناب عالی ہیں، ورنہ توہم توقف کوہی لئے ہوئے اور توقف ہی کئے ہوئے تھے۔

موضوع کی حساسیت اور مفتی صاحب کی بے باکی:

مفتی صاحب لکھتے ہیں،

"معترض صاحب نے اپنی تحریر کے صفحہ 2 پر ہمارے مضمون کے متعلق یہ الزام عائد کیاہے کہ جتنا یہ موضوع حسّاس ہے اس کو اُتنی ہی جرأت وبیباکی سے چھیڑنے کی کوشش کی گئی ہے، جیسا کہ پہلے ملا علی قاری اوران جیسوں نے بھی یہی کوشش کی تھی، اور اس میں ملا علی قاری کے نظریئے کی وکالت کا پوراپوراحق اداکیاگیاہے"۔انتھی۔

معترض صاحب کی اس بات کے جواب میں عرض ہے کہ یہ موضوع شرعی نصوص کے پیش نظر ہرگز حساس نہ تھا، معترض صاحب جیسے غالی حضرات کی کاوشوں سے یہ موضوع کم علم یاغلط فہمی میں مبتلاحضرات کی نظروں میں حساس بنا، جس میں معتبر نصوص میں بے جاتاویلات کی گئیں، بلکہ معتبر نصوص کو نظر انداز کیاگیا، اور کمزور نظریہ اختیار کیاگیا، اور پھراس کی عوام کالانعام میں تحریرًاوتقریرًابر سرعام تبلیغ وتشہیر کی جانے لگی"

(علمی رسائل ج21، ص594، 593)

جواب:

(1) یقینًاموضوع حساس تھا، مگر آپ کے دماغ پر شاید اثرات کے سبب حس ختم یاکمزور ہوگئی ہو جس سے جناب عالی کو حساس معلوم نہ ہوتاہو تو ممکن ہے، ورنہ حس رکھنے والے ہمارے اکابرین اس کو حساس لکھ گئے ہیں۔

(2) اورغالیوں کی ابتداء آپ کے فتوی میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ سے ہوئی، اور اب تواُن کے بعد غالیوں کی بڑی تعداد ہوگئی ہے۔

(3) ہمارے حلقہ میں کبھی کسی کی طرف سے اس مسئلہ میں کوئی کاوش نہیں ہوئی، نہ عوام یا خواص میں اس موضوع کو چھیڑاگیا، نہ نصوص کو نظر انداز کیاگیا، نہ بے جاتاویلات بولی یالکھی گئیں، یہ توجناب عالی کی عالی کاوشیں ہیں جنہوں نے اِس حساس موضوع کو پھر سے چھیڑ دیاہے، اور ہم نے تو نہیں لیکن شاید آپ کی کاوشوں (چھ سوصفحات سے

زائد تحریر) کو پڑھنے والے بعض نے عوام کالانعام میں تشہیر و تبلیغ شروع کی ہو گی، مگر اِس کا گلہ ہم سے نہیں خود آپ سے ہے، ظاہر ہے کہ عمل کا ردِّ عمل آتا ہی ہے، اور اَلْبادِیْ اَظْلَمُ(ابتداء کرنے والے کا زیادہ قصور ہے)۔

باب اول

توقف اور سکوت کے قائلین:

بہت سے حضرات حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین شریفین سے متعلق توقف اور سکوت کا فرماتے ہیں،

توقف اور سکوت کا یہ مطلب نہیں کہ اُنہیں جنّتی نہ کہو اور غیر ناجی اور جہنّمی کہتے اور لکھتے رہو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ مثبت و منفی ہر طرح گفتگو سے باز رہو۔

ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ دلائل اور اقوال دونوں طرح کے ہیں، اور نصوص متعارض ہیں، اس لئے کسی طرح کا فیصلہ نہ دیا جائے۔

علامہ عمر بن علی بن سالم لخمی اسکندری فاکہانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م 731ھ، یا 734ھ،) درود شریف سے متعلق اپنی کتاب میں جناب ابو طالب سے متعلق حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت کی حدیث ذکر کرکے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین سے متعلق فرماتے ہیں،

اللهُ أَعْلَمُ بِحَالِ أَبَوَيْهِ۔

(الفجر المنیر فی الصلاۃ علی البشیر النذیر مخطوطۃ ص 11، ومسالک الحنفا للسیوطی درج فی الحاوی ج 2 ص 231، ط دار الکتب العلمیہ)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کا حال اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں۔

علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م 902ھ) اِس بارے میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

وَمَااَحسَنَ قَولُ حَافِظِ الشَامِ اِبنِ نَاصِرِ الدِين : حَبَا اللهُ النَّبِيَّ مَزِيدَ فَضْلٍ۔۔۔ عَلَى فَضْلٍ وَكَانَ بِهِ رَؤُوفَا:فَأَحْيَا أُمَّهُ وَكَذَا أَبَاهُ۔۔لِإِيمَانٍ بِهِ فَضْلًا لَطِيفَا:

فَسَلِّمْ فَالْقَدِيمُ بِذَا قَدِيرٌ۔۔وَإِنْ كَانَ الْحَدِيثُ بِهِ ضَعِيفًا:وَقَدكَتَبْتُ فِيْهِ جُزْأً، وَالَذِىْ اَرَاهُ الْكَفَّ عَنِ التَّعَرُضِ لِهٰذَااِثبَاتًاوَنَفيًا۔

(المقاصد الحسنۃ ص37،ح37،ط دارالکتاب العربی بیروت)

"ملکِ شام کے حافظ ابن ناصر الدین نے کیا ہی خوب فرمایا ہے، اللّٰہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فضل پر فضل عطا فرمایا، اور اللّٰہ تعالیٰ آپ ﷺ پر مہربان رحمت فرمانے والے ہیں، کہ لطف و فضل فرماتے ہوئے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا، اِس کو مانو کیوں کہ اللّٰہ تعالیٰ اِس پر قادر ہیں اگرچہ اِس بارے میں حدیث ضعیف ہے، اور میں نے اِس بارے میں جزء تحریر کیا ہے، اور میری رائے اِس مسئلہ کو مثبت و منفی ہر طرح چھیڑنے سے باز رہنے کی ہے"۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس عبارت میں یہ ظاہر کیا کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کے ایمان اور نجات سے متعلق سکوت کرنا مناسب ہے، لیکن علامہ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کو بھی اچھا بتایا، جن میں ذکر ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے والدین زندہ کئے گئے اور آپ ﷺ پر ایمان لائے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات کا ایک مجموعہ ہے الاجوبۃ المرضیۃ، اُس میں مسئلہ نمبر 275 نبی کریم ﷺ کے والدین سے متعلق ہے، اُس میں اول نبی کریم ﷺ کے والد کے غیر جنّت میں ہونے کی روایات اور بعض اقوال بیان کئے، پھر آپ ﷺ کے والدین کے زندہ کئے جانے کی روایت پر بحث کی، اور رد و قبول دونوں قسم کے اقوال بیان کئے، آخر کے قریب فرمایا،

وَلِذَاكَانَ الاَولٰى عِنْدِى عَدْمُ اِشَاعَةِ الكَلَامِ فِىْ ذَالِكَ وَتَرْكُ الخَوْضِ فِيْهِ اِلَّاآنْ دَعَتِ الضَرُوْرَةُ اِلَيْهِ۔ (الاجوبۃ المرضیۃ ج3،ص975،ش)

''اس لئے میرے نزدیک اولی یہ ہے کہ اِس بارے میں گفتگو عام نہ کی جائے، اوراِس میں نہ پڑا جائے، سوائے اِس کے کہ ضرورت داعی ہو''۔

حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1227ھ،)نے اِس پر تفصیلی بحث فرماتے ہوئے آپ ﷺ کے والدین کی نجات کے قائل علماء کے تین قول ذکر فرمائے، اور دلائل متعارض بتائے، اور نتیجہ کے طور پر فرمایا:

فَالاَوْلٰی فِیْ ھٰذِہِ المَسَائِلِ السُّکُوْتُ (فتاوی عزیزی ص118، ط پشاور)

''لہٰذا اِن مسائل میں اَولیٰ سکوت (خاموشی) ہے''

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی دمشقی حنفی(م1252ھ)اِس مسئلہ میں آپ ﷺ کے والدین کی نجات بیان کرکے فرماتے ہیں:

اِنَہٗ لَایَنْبَغِیْ ذِکْرُ ھٰذِہِ المَسْأَلَۃِ اِلَّامَعَ مَزِیْدِالاَدَبِ وَلَیْسَتْ مِنَ المَسَائِلِ الَّتِیْ یَضُرُّ جَھْلُھَا اَویُسْأَلُ عَنْھَافِی الْقَبْرِ اَوفِی الْمَوْقَفِ فَحِفْظُ اللِّسَانِ عَنِ التَّکَلُّمِ فِیْھَا اِلَا بِخَیْرٍ اَوْلٰی وَاَسْلَمُ۔ (ردالمحتار، ج4، ص348،:)

''اِس مسئلہ کا ذکر بہت ہی ادب سے کرنا مناسب ہے اور یہ ایسے مسائل میں سے نہیں جن کا نہ جاننا مضر ہو، یا قبر یا حشر میں پوچھا جائے، لہٰذا اِس بارے میں خیر کے سوا بولنے سے زبان کی حفاظت بہت بہتر اور بہت سلامتی کی بات ہے۔''

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُن کے حق میں خیر کے بول سے مراد نجات کا قول ہے، یعنی اگر کوئی بات کی جائے تو نجات کی کی جائے، ورنہ خاموشی اختیار کی جائے۔

علامہ مولانا محمد عبدالحی صاحب حنفی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ(م1304ھ)فرماتے ہیں،

''اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف واقع ہے، بعض ایمان بعد الاحیاء کے قائل ہوئے ہیں، اور بعض احادیثِ احیاء کو موضوع کہتے ہیں، اور عدمِ ایمان کے قائل ہیں، اور بوجہ ہونے اُن کے

اربابِ فطرت (فترت) سے نجات کے قائل ہیں، علامہ جلال الدین سیوطی نے اس باب میں سات رسالے تحریر کئے ہیں، اور بشد و مد نجات ثابت کرتے ہیں، اور ملا علی قاری اور ابراہیم حلبی اُن کے بعض رسائل کی رد لکھ چکے، لیکن چونکہ اس باب میں دلائل متعارض ہیں، اس وجہ سے سکوت اسلم ہے، اور یہ کہنا کہ والدین رسول اللہ ﷺ کے کافر ہیں یا فی النار ہیں، بڑی بے ادبی و موجبِ اذیت رسول اللہ ﷺ ہے۔

(مجموعۃ الفتاوی ج 1، ص 249 ط مطبع علوی لکھنو، طبع سنہ 1305ھ)

وَهٰذَاالْمَبْحَثُ كَثِيْرُ النِّزَاعِ وَالْخِلَافِ بَيْنَ اَكَابِرِ الْعُلَمَاءِ وَاَرْبَابِ الْاِنْصَافِ، فَمِنْهُمْ مَنْ نَصَّ عَلٰى عَدَمِ نَجَاةِ الْوَالِدَيْنِ،كَمَابَسَطَہٗ عَلِيٌّ الْقَارِیْ فِیْ شَرْحِ الْفِقْهِ الْاَكْبَرِ وَفِیْ رِسَالَۃٍ مُسْتَقِلَّۃٍ لَہٗ ،وَاِبْرَاهِيْمُ الْحَلْبِیْ فِیْ رِسَالَۃٍ مُسْتَقِلَّۃٍ لَہٗ، وَيَشْهَدُلَہٗ ظَاهِرُ حَدِيْثِ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ وَغَيْرِہٖ،وَمِنْهُمْ مَنْ شَهِدَ لَهُمَا بِالنَّجَاةِ،وَاَثْبَتَ ذَالِکَ بِطُرُقٍ كَثِيْرَۃٍ،كَالسُّيُوْطِیْ،فَاِنَّ لَہٗ فِیْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَۃِ سَبْعُ رَسَائِلٍ،بَسَطَ الْكَلَامَ فِيْهَابِمَا لَامَزِيْدَعَلَيْہِ،وَالْاَسْلَمُ فِیْ هٰذَاالْبَابِ هُوَ التَّوَقُّفُ،وَالْحَذَرِوَالْحَذَرِمِنَ التَّكَلُّمِ بِمَايُؤْذِیْ رُوْحَ الْمُصْطَفٰی ﷺ

(ظفر الامانی ص 424، 423، ط مکتب المطبوعات الاسلامی حلب)

اس بحث سے متعلق اکابر علماء اور ارباب انصاف میں بہت زیادہ اختلاف ہے، کوئی وہ ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کے والدین کی نجات نہ ہونے کی تصریح کی جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر اور اپنے مستقل رسالہ میں تفصیل کی ہے، اور ابراہیم حلبی نے اپنے مستقل رسالے میں تفصیل کی، اور مسلم وغیرہ کی حدیث کا ظاہر اِس کا تائیدی ہے، اور کئی وہ ہیں جنہوں نے اُن کی نجات کی تصریح کی، اور کثیر طریقوں سے ثابت کیا جیسے علامہ سیوطی، اُن کے اس مسئلہ میں سات رسائل ہیں، جن میں مالا مزید علیہ (جس پر مزید کی گنجائش نہیں) تفصیلی کلام فرمائی، اور اس

میں زیادہ سلامتی کی صورت توقف ہے، ایسی گفتگو سے احتیاط اور احتیاط ہو جو نبی کریم ﷺ کی روح کو تکلیف دے۔

اہل حدیث عالم علامہ محمد اشرف بن امیر علی شرف الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م1329ھ) نے حضور ﷺ کے والد سے متعلق حدیث کے بیان کے بعد آپ ﷺ کے والدین کے زندہ کئے جانے کی حدیث پر بحث کی، اور علامہ ابراہیم حلبی اور ملا علی قاری کے ابوین شریفین کے ایمان و نجات کی نفی پر مشتمل رسائل کا ذکر کر کے اِس قول کو قوی بتایا، پھر علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے رسالے کا ذکر فرمایا، اور اُن کی بات کو کمزور بتایا، پھر بعض علماء کا توقف کا قول بیان کرتے ہوئے لکھا،

وَقَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ اَلتَّوَقُّفُ فِی الْبَابِ هُوَالْاَسْلَمُ وَهُوَكَلَامٌ حَسَنٌ وَاللهُ اَعْلَمُ۔ (عون المعبود ج12، ص224، ش،)

"بعض علماء نے فرمایا اِس بارے میں توقف زیادہ سلامتی کی بات ہے، اور یہ بہتر بات ہے، اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں"۔

اس سے سمجھ یہی آتا ہے کہ اگرچہ علامہ عظیم آبادی کے خیال میں آپ ﷺ کے والدین کی نجات نہ ہونے کے دلائل قوی ہیں، لیکن توقف کے قول کو پسند فرماتے ہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م1362ھ) فرماتے ہیں،

دراسلام ابوین جناب سرورکائنات ﷺ علماء رااختلاف ست، تحقیق در چنیں امور توقف کردن ست، زیراکه ایں امور داخل عقائد نیست، نہ جزوِایمان ودین، هر چہ باداباد مارا فکر ضرورت دین باید، ودریں امورلب کشائی نشاید، کهاگرمومن باشند کافر گفتن هم خطاء، وبالعکس هم ناروا۔ (امداد الفتاویٰ ج5 ص393،: ط مکتبہ دارالعلوم)

"حضور ﷺ کے والدین کے اسلام سے متعلق علماء کا اختلاف ہے، ایسی چیزوں میں تحقیق توقف کرنا ہے، اس لئے کہ یہ باتیں نہ عقائد میں داخل ہیں، نہ ایمان و دین کا جزو ہیں، جو کچھ ہو ضروری دین کی فکر ہونی چاہیئے، اوراِن باتوں میں زبان نہ کھولنی چاہیئے، کیوں کہ اگر مومن ہوں تو کافر کہنا غلطی ہے، اور اگر اِس کے خلاف ہوں تو بھی بولنا ناجائز ہے"۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے،

"فرمایا میں ابو طالب کو بلا لفظ حضرت ذکر نہیں کر تا بوجہ تلبس حضور ﷺ، حضرت ﷺ کے والدین کے بارے میں گفتگو کرنے کو بہت خطرناک سمجھتا ہوں"۔

(اصلاحِ دل یعنی مکتوبات وملفوظات اشرفیہ مرتبہ حاجی محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ص184، ط تالیفات اشرفیہ سنہ 1423ھ)

اِس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کے بارے میں منفی گفتگو کرنا خطرناک ہے۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1369ھ) علامہ ابوالحسن سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے تین مسلک اور مسلم شریف کی حدیث کی توجیہہ بیان فرما کر فرماتے ہیں،

وَاَمَّامَسْئَلَۃُ اِیْمَانِ وَالِدَیْہِ ﷺ وَنَجَاتِہِمَا فَالْاَحْوَطُ الْاَسْلَمُ کَفُّ اللِّسَانِ عَنْہَا، وَقَدْ صَنَّفَ السُیُوْطِیْ رَسَائِلَ ثَلَاثَۃً فِیْ نَجَاتِہِمَا وَذَکَرَ الْاَدِلَّۃَ مِنَ الْجَانِبَیْنِ،فَعَلَیْکَ بِہَااِنْ اَرَدْتَّ بَسْطَہَا۔ (فتح الملھم ج2ص511،ط مکتبہ رشیدیہ، کراچی)

"آپ ﷺ کے والدین کے ایمان اور نجات کے مسئلہ میں زیادہ احتیاط اور سلامتی کی بات اِس سے زبان بند کرنا ہے، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کی نجات میں تین (بلکہ 6) رسالے تحریر فرمائے ہیں، اور دونوں طرف کے دلائل ذکر فرمائے ہیں، اگر تمہیں تفصیل چاہیئے تو اُن رسالوں کو پڑھ لو"۔

سورۃ توبہ کی آیت 113، حاشیہ نمبر 130 کے تحت لکھتے ہیں،

تنبیہ: حضور اکرم ﷺ کے والدین کے بارے میں علمائے اسلام کے اقوال بہت مختلف ہیں، بعض نے ان کو مؤمن وناجی ثابت کرنے کیلئے مستقل رسائل لکھے ہیں، اور شراح حدیث نے محدثانہ ومتکلمانہ بحثیں کیں ہیں، احتیاط وسلامت روی کا طریقہ اس مسئلہ میں یہی ہے کہ زبان بند رکھی جائے اور ایسے نازک مباحث میں خوض کرنے سے احتراز کیا جائے، حقیقت حال خدا ہی جانتا ہے اور وہ ہی ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے۔

(تفسیر عثمانی ج1 ص583، ط دار الاشاعت کراچی؛ وص266، ط حاجی محمد صدیق اینڈ سنز، اردو بازار لاہور)

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1394ھ) اِسی مسئلہ سے متعلق سوال کے جواب میں فرماتے ہیں،

"کیونکہ ایمان ابوین شریفین میں روایات مختلف ہیں، ایک صحیح روایت میں وہ مضمون بھی ہے جو بکر کہتا ہے، اور جمہور علماءِ اِسی طرف ہیں (کہ آپ ﷺ کے والدین ایمان والے اور نجات پانے والے ہیں) اور بعض صحیح روایات سے اس کے خلاف بھی ثابت ہوتا ہے، اس لئے اسلم مسئلہ میں سکوت وتوقف ہے، مگر اس میں شک نہیں کہ زید کے اس قول سے سیدنا رسول اللہ ﷺ (روحی فداہ وقلبی فداہ) کو اذیت ہوتی ہے (کہ آپ ﷺ کے والدین غیر مومن غیر موحد اور نجات نہ پانے والے ہیں)۔۔۔ پس زید اپنی زبان کو روکے، ورنہ اُس کے ابتلاء بکفر کا اندیشہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم"۔ 8 جمادی الاولی، سنہ 48ھ، تھانہ بھون۔

(امداد الاحکام: ج1 ص341، ط مکتبہ دار العلوم کراچی)

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت وتوقف کو سلامتی کی بات فرمایا، تو جمہور کا مسلک اُن کے ایمان اور نجات کا بتایا ہے، اور منفی بات کرنے کے شدید خطرہ سے آگاہ کیا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ (م1402ھ) فرماتے ہیں،

وَفِيْ وَشْيِ الدِّيْبَاجِ (ص 130)صَنَّفْتُ سَبْعَةَ رَسَائِلٍ فِيْ ذٰلِكَ، وَتَكَلَّمَ عَلٰى حَدِيْثِ الْبَابِ بِأَنَّهٗ لَمْ يُوْجَدْ فِيْ بَعْضِ نُسُخِ مُسْلِمٍ، وَلَوْ صَحَّ فَهُوَ مَنْسُوْخٌ، وَتَكَلَّمَ عَلَى الْمَسْأَلَةِ فِيْ مَبْدَأِ تَرْجَمَةِ سُرُوْرِ الْمَحْزُوْنِ وَقَالَ مَذْهَبُ الْقُدَمَاءِ الْكُفْرُ وَالْمُتَأَخِّرِيْنَ إِسْلَامُهُمَا، وَالْأَحْوَطُ التَّوَقُّفُ، وَبَسَطَ فِي الدَّلَائِلِ، وَأَجْمَلَ الْكَلَامَ عَلَيْهِ فِيْ تَارِيْخِ الْخَمِيْسِ(1/ 330) وَبَسَطَ عَلَيْهِ الشَّامِيْ (4/ 347) بِأَشَدِّ الْبَسْطِ، وَمِنْ رَسَائِلِ السُّيُوْطِيْ: مَسَالِكُ الْحُنَفَاءِ فِيْ وَالِدِي الْمُصْطَفٰى.

(تعلیقات علی بذل المجھود ج4ص214، حاشیۃ6، مکتبۃ الشیخ کراچی،)

وشی الدیباج (ص130) میں ہے کہ (علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ) میں نے اس بارے میں سات رسائل لکھے، اور باب کی حدیث سے متعلق یہ کلام کی کہ مسلم کے بعض نسخوں میں یہ حدیث موجود نہیں، اور اگر صحیح ہو تو منسوخ ہے، سرورالمحزون کے ترجمہ کی ابتداء میں مصنف نے مسئلہ سے متعلق گفتگو کی ہے، اور فرمایا متقدمین کا قول آپ کے والدین کے غیر اسلام کا ہے، اور متاخرین کا قول اُن کے اسلام کا ہے، اور زیادہ احتیاط کی بات توقف ہے، تاریخ خمیس (1/ 330) میں کھل کر بحث کی ہے، اور عمدہ گفتگو کی ہے، اور شامی نے اِس پر مزید تفصیل کی ہے اور علامہ سیوطی کے رسائل میں سے مسالک الحنفاء فی والدی المصطفی ہے۔

اس عبارت میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ متقدمین کا قول اُن کے غیر اسلام کا ذکر کیا، لیکن تاریخ خمیس اور علامہ شامی کی بحث کو سراہا ہے، اور شروع اور آخر حاشیہ میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالوں کا ذکر بھی فرمایا ہے، بظاہر اول توقف کو اور پھر ثانوی درجہ میں نجات کے قول کی ترجیح ظاہر فرمائی ہے۔

مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م 1417ھ) اس مسئلہ پر بحث میں دونوں طرح کے اقوال ذکر کرکے فرماتے ہیں،

"احتیاط اور سلامتی کا راستہ ہمارے اور آپ کے لئے یہ ہے کہ اس مسئلہ میں خاموشی اختیار کریں، آپ خود غور کریں کہ آپ کے والد کے متعلق بحث کی جائے کہ وہ دوزخ میں ہیں یا نجات پاگئے تو آپ کو کس قدر یہ بحث گراں گذرے گی فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم"۔

(فتاوی محمودیہ: ج 1 ص 407، ط دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م 1444ھ) فرماتے ہیں،

"عوام میں ایسے مسائل چھیڑنا جن پر نہ کسی عقیدے کا مدار ہے اور نہ ان پر کوئی عمل موقوف ہے اور وہ عوام میں انتشار پھیلنے کا موجب بھی ہوسکتے ہیں نادانی کی بات ہے، آنحضرت ﷺ کے والدین کے بارے میں توقف ہی کرنا چاہیے، محققین نے اسی کو ترجیح دی ہے"۔

واللہ اعلم (5/7/1395ھ، فتوی نمبر 25، 2، 2884ح)

(فتاوی دارالعلوم کراچی، ج 1، ص 113، 112، ط ادارۃ المعارف)۔

حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے فتاوی میں ہے،

سوال: (36) یہ حضرات (آپ ﷺ کے والدین) مسلمان ہیں یا نہیں؟

الجواب: اس میں اختلاف ہے، بہتر یہ ہے کہ اس میں سکوت اختیار کیا جائے، اس نازک بحث میں پڑنا نہیں چاہیئے، اس کا عقیدہ سے تعلق نہیں اس لئے سکوت بہتر ہے فقط واللہ اعلم بالصواب

(فتاوی رحیمیہ ج 3 ص 52، ط دارالاشاعت کراچی)

اکوڑہ خٹک کے عظیم مفتی مولانا محمد فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی میں ہے،

"تحقیق یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے والدین کے متعلق متعارض نصوص آئے ہیں، لہٰذا اُن کے حق میں توقف بہتر ہے"۔ (فتاوی فریدیہ ج 1 ص 460،)

دارالعلوم (وقف) دیوبند کے مفتی مولانا خورشید عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور نائب مفتی مولانا محمد احسان صاحب فرماتے ہیں،

"حضور ﷺ کے والدین کے ایمان وعدم ایمان کے بارے میں رجحانات مختلف ہیں، نیز کوئی صحیح روایت اس مسئلہ میں نہیں ملتی، اس لئے مختار مسلک توقف کا ہے کہ یہ مسئلہ ایمانیات واعمال سے متعلق نہیں ہے، آخرت میں اس کے بارے میں کسی سے کوئی سوال نہ ہو گا، اس لئے اس کی تحقیق نہ کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی جائے"۔

(فتاوی دارالعلوم وقف دیوبند ج 1 ص 197، حجۃ الاسلام اکیڈمی دارالعلوم وقف دیوبند)

اِن عبارتوں میں اور ایسی ہی دوسری عبارات میں توقف وسکوت کو ترجیح دینا ظاہر ہے، اِن حضرات کے اقوال کا حاصل یہ ہے کہ اِس بارے میں دلائل دونوں طرف ہیں، اور علماء کے اقوال بھی دونوں قسم کے ہیں، لہٰذا توقف اور خاموشی اختیار کرنی بہتر ہے، کہ آپ ﷺ کے والدین کو اگر مؤمن نہیں کہتے تو غیر مؤمن کہنے لکھنے سے بھی زبان وقلم کو روکا جائے، اگر جنتی نہیں کہتے تو غیر جنتی کہنے، لکھنے سے بھی پرہیز کیا جائے، اسی میں عافیت ہے، آخرت میں جو ہو گا سب کُھل جائے گا، ہمارے اکابر دیوبند کا زیادہ مزاج اِسی موقف (یعنی توقف) کے موافق ہے، ان حضرات کی عبارات میں کس قدر احتیاط کا پہلو نمایاں ہے، کہ کسی ایک طرف میلان ہے، تو دوسرے پہلو کے صحیح ہونے کے امکان کا لحاظ رکھتے ہیں، اور نسبتِ پیغمبر کا لحاظ بہر صورت ضروری ہے، تاکہ کہیں پیغمبر کی اذیت کا باعث نہ ہو۔

جب احادیث میں منفی تصریحات ہیں، تو توقف کیوں؟

ایک اشکال: کیا اس چیز کے بارے میں توقف وسکوت جائز ہے، جس کی نبی ﷺ نے خبر دی ہو؟ اس صورت میں نبی ﷺ پر ایمان لانے کے معنی کیا ہوں گے؟ (کیوں کہ نبی ﷺ پر ایمان لانے میں آپ کی لائی ہوئی تمام باتوں کی تصدیق کرنا داخل ہے) (نقض مسالک السیوطی)

جواب: بہت سے مسائل اور عقائد ہیں جن میں دو متعارض نصوص آئیں، جن کی وجہ سے بڑے بڑے ائمہ جب کسی ایک جانب کو مضبوط وجہ سے ترجیح نہ دے سکے، تو توقف اختیار کیا، تو کیا اُن کا مختلف مسائل و عقائد میں توقف ایمان کے خلاف کہلائے گا؟ کیا اِس توقف سے ایک جانب کی یا دونوں جانبوں کی نصوص کی تکذیب لازم آئے گی؟ حالاں کہ اِسی تکذیب سے بچنے کے لئے وہ حضرات توقف پر مجبور ہوئے ہیں۔

کسی حدیث کے کسی راوی سے متعلق دو رائے سامنے آئیں، ایک کا مقتضا اُس کی روایت کی تصدیق ہے، اور دوسری کا مقتضا اُس کو قبول نہ کرنا ہے، ایسے موقع میں کئی محدثین فرمادیتے ہیں کہ اِس حدیث سے متعلق ہم توقف کرتے ہیں، تو کیا اُس سے حدیث کی تکذیب لازم آتی ہے؟ اور کیا وہاں توقف آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لانے کے خلاف ہے؟

علامہ شیخ عبد الکریم بن محمد بن عبد الکریم، أبو القاسم الرافعي القزویني (المتوفی: 623ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

فَعَنْ حَنَشٍ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ تَكُوْنُ لَهٗ جَارِيَتَانِ أُخْتَانِ فَيَطَأُ إِحْدَيْهِمَا، أَيَطَأُ الْأُخْرٰى؟ فَقَالَ: أَحْلَتْهُمَا آيَةٌ وَحَرَّمَتْهُمَا آيَةٌ، وَأَنَا أَنْهٰى نَفْسِيْ عَنْهَا وَوَلَدِيْ، وَاحْتُجَّ بِالْأَثَرِ عَلٰى أَنَّهٗ يَجُوْزُ لِلْمُجْتَهِدُ إِبْدَاءُ التَّوَقُّفِ فِي الْمَسْأَلَةِ عِنْدَ تَعَارُضِ الدَّلِيْلَيْنِ إِلٰى أَنْ يَّتَبَيَّنَ التَّرْجِيْحُ

(شرح مسند الشافعی ج 3، ص 482، 483)

"حنش حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اُن سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی کی دو باندیاں دو بہنیں ہیں، وہ ایک سے ہم بستر ہوتا ہے، تو کیا دوسری سے ہم بستر ہو سکتا ہے؟ تو فرمایا ایک آیت تو اُن کو حرام بتاتی ہے، اور ایک آیت اُن کو حلال بتاتی ہے، اور میں اور میری اولاد

اپنے آپ کو اِس سے روکتے ہیں، اس اثر سے دلیل لی گئی کہ جب کسی مسئلہ میں دو دلیلیں متعارض ہوں تو مجتہد کے لئے ترجیح واضح ہونے تک توقف کا اظہار جائز ہے"۔

بخاری شریف کی حدیث نمبر2964 کے تحت حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی (م852ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

وَيُسْتَفَادُ مِنْهُ التَّوَقُّفُ فِي الْإِفْتَاءِ فِيْمَا أُشْكِلَ مِنَ الْأَمْرِ

(فتح الباری ج6ص170، دارالفکر)

اس حدیث (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عمل) سے یہ بات نکلتی ہے کہ جو معاملہ مشکِل ہو جائے اُس میں فتوی دینے سے توقف کیا جائے۔

بے شمار تصریحات ہیں، جن میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، مفسرین، محدثین، فقہاء، بڑے بڑے اہلِ علم کئی مواقع اور عقائد میں توقف کرتے ہیں (کتبِ حدیث، شروحِ حدیث، تفاسیر، کتبِ فقہ، وغیرہا) اور فرماتے ہیں کہ اِس میں توقف مناسب ہے، توقف واجب ہے، ہم توقف کرتے ہیں، کیوں؟لِتَعَارُضِ الْاَدِلَّۃِ، وجہ یہ ہے کہ دلائل میں تعارض ہے، یہاں صرف ایک مثال اور عبارت ملاحظہ ہو، کہ فقہ حنفی میں گدھے کے جھوٹے کو مشکوک کہا گیا ہے، کیوں؟

وَالْمَشَايِخُ قَالُوْا اَلْمُرَادُ بِالشَّكِّ اَلتَّوَقُّفُ لِتَعَارُضِ الْأَدِلَّةِ --- وَالْقَوْلُ بِالتَّوَقُّفِ عِنْدَ تَعَارُضِ الْأَدِلَّةِ دَلِيْلُ الْعِلْمِ وَغَايَةِ الْوَرْعِ۔

(البحرالرائق ج1ص232ط رشیدیہ کوئٹہ)

مشائخ فرماتے ہیں کہ مشکوک میں شک سے مراد توقف ہے، وجہ یہ ہے کہ دلائل میں تعارض ہے۔۔ اور جہاں دلائل میں تعارض ہو وہاں توقف کا قائل ہونا علم کی اور انتہائی پرہیز گاری کی علامت ہے۔

باب دوم

نجات کے قائل اکابرین

بہت سے اکابرین اسلاف فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین نجات یافتہ بندوں میں شامل ہیں، پھر اُن کے نجات یافتہ ہونے کی وجہ اور سبب کیا ہے؟

اِس بارے میں کئی قول ہیں، ایک یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین مومن و موحد، اور شرک سے بیزار تھے۔

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی مصری رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ،) التعظیم والمنۃ فی ان ابوی رسول اللہ ﷺ فی الجنۃ میں حمد وسلام کے بعد فرماتے ہیں،

اَلْمُخْتَارُ اَنَّ اُمَّ النَّبِیِّ ﷺ مُوَحِّدَۃٌ وَحُکْمُھَا حُکْمُ مَنْ تَحَنَّفَ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَکَانَ عَلٰی دِیْنِ اِبْرَاھِیْمَ الْخَلِیلِ وَتَرَکَ عِبَادَۃَ الأَصْنَامِ کَزَیْدِبْنِ عَمْرِوبْنِ نُفَیْلِ وَاَضْرَابِہٖ۔

(کتاب ھل ابوی الرسول فی الجنۃ دراسۃ وتحقیق التعظیم والمنۃ فی ان ابوی رسول اللہ ﷺ فی الجنۃ: ص92، دارالایمان اسکندریۃ، وص95، ومطبوعۃ مع مسالک الحنفا، دارالامین، القاہرہ)

مختار یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ عقیدہ توحید رکھنے والی تھیں، اوراُس کا حکم اُس آدمی کا ہے جس نے دورِ جاہلیت میں ملتِ حنیفیہ کو اختیار کیا ہو اور دینِ ابراہیم پر ہو اور بت پرستی چھوڑ دی ہو جیسے زید بن عمرو بن نفیل وغیرہ۔

علامہ ابن الخطیب محمد بن قاسم بن یعقوب آماسی رومی حنفی (م 940ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَھَلْ یُنْسَبُ اِلَیْھِمَاشِرْکٌ وَقَدْاُخْبِرَاعَنْ وَلَدِھِمَابِاَنَّہٗ یُبْعَثُ رَسُوْلًاعَنِ اللہ بِالتَّوْحِیْدِ وَکَسْرِالْاَصْنَامِ وَصَدَّقَابِذَالِکَ وَھَلِ الاِسْلَامُ شَیْءٌ مِنْ غَیْرِ ھٰذَا

التَّصْدِیْقِ؟ بَلْ نَدَّعِیْ اَنَّھُمَاکَانَامِنْ اَوَّلِ اَمْرِ ھِمَاعَلَی الْحَنَفِیَۃِ دِیْنِ اِبْرَاھِیْمَ وَاَنَّھُمَالَمْ یَعْبُدَاصَنَمًاقَطُّ (انباء الاصطفا فی حق آباء المصطفٰی مخطوطۃ:ص23،22)

"کیا حضور ﷺ کے والدین کی طرف شرک منسوب ہو سکتا ہے جب کہ اُنہیں اُن کے بچے سے متعلق خبر دی گئی تھی کہ وہ اللہ کی طرف سے توحید اور بت توڑنے کے حکم کے ساتھ رسول ہو کر مبعوث ہوں گے، اور اُنہوں نے اِس کی تصدیق کی تھی، کیا اسلام اِس تصدیق کے سوا کچھ ہے؟ بلکہ ہم دعوی کرتے ہیں کہ وہ دونوں ابتداء سے ہی دین ابراہیم دینِ حنیف پر تھے، اور اُنہوں نے کبھی بت پرستی نہیں کی"۔

علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن حمزہ رملی مصری شافعی (م1004ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں

كَثُرَ الْاِخْتِلَافُ عِنْدَالنَّاسِ فِیْ اَبَوَیْہِ ﷺ ھَلْ ھُمَامُوْمِنَانِ فِی الْجَنَّۃِ اَوْ لَا؟ وَالَّذِیْ عَلَیْہِ جَمَاعَۃٌ مُّحَقِّقُوْنَ مُحَدِّثُوْنَ جَامِعُوْنَ بَیْنَ الْمَعْقُوْلِ وَالْمَنْقُوْلِ اَنَّھُمَانَاجِیَانِ۔ (بلوغ المآرب فی نجاۃ آبائہ ﷺ ص82، ط زہراء اکیڈمی)

"لوگوں کے ہاں نبی کریم ﷺ کے والدین کے بارے میں بہت اختلاف ہو گیا کہ وہ مومن اور جنتی ہیں یا نہیں؟ جس بات پر محققین محدثین معقول و منقول کے جامع علماء کی جماعت ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے والدین نجات پانے والے ہیں"۔

حضرت شیخ عبد الحق بن سیف الدین حنفی محدث دہلوی (م1052ھ) رحمۃ اللہ علیہ تفصیل سے اِس مسئلہ پر گفتگو فرماتے ہوئے فرماتے ہیں،

وامامتاخرین پس تحقیق اثبات کردہ انداسلام والدین بلکہ تمامہِ آباء وامہات آنحضرت ﷺ را تاآدم علیہ السلام وایشاں رادر اثبات آں سہ طریقہ است یاایشاں بردینِ ابراھیم بودہ اند۔

(اشعۃ اللمعات: ج1، ص765، رشیدیہ کوئٹہ)

"لیکن متأخرین نے حضور ﷺ کے والدین کا بلکہ آدم علیہ السلام تک سارے آباء و امہات کا اسلام ثابت کیا ہے، اور اُن کے اثبات کے تین طریقے ہیں ایک یہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے"۔

عارف باللہ مولانا عبد اللہ عبدی بن محمد بوسنوی رومی رحمہ اللہ (م1054ھ) فرماتے ہیں

فَالَذِیْ یُعْطِیْہِ الْفَھْمُ عَنِ اللہ فِی الْقُرْآنِ وَالْحَدِیْثِ فِیْ حَقِّ اَبَوَیِ النَّبِیِّ ﷺ هُوَ الاِسْلَامُ وَالتَّوْحِیْدُ،فَاِنَّ اللہ تَعَالٰی اَخْبَرَفِی الْقُرْآنِ عَنْ دَعْوَۃِ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ حَقِّ ذُرِّیَّتِہٖ وَبَقَاءِ مِلَّتِہٖ فِیْھِمْ وَبَعْثِ الرَّسُوْلِ ﷺ فِیْھِمْ مِنْھُمْ بِالْکِتَابِ وَالحِکْمَۃِ، وَشَھِدَبِبَقَاءِ کَلِمَۃِ التَّوْحِیْدِفِیْ ذُرِّیَّتِہٖ اِلٰی مَبْعَثِ الرَّسُوْلِ ﷺ فَتَقَبَّلَ اللہ دَعْوَتَہٗ فَاَبْقٰی مِلَّتَہ فِیْ ذُرِّیَّتِہٖ وَاَثْبَتَ ذُرِّیَّتَہ عَلَیْھَا وَلَاسِیَّمَاذُرِّیَّۃَ الَّذِیْنَ کَانَ ﷺ یَنْقَلِبُ فِیْ صُوَرِھِمْ وَیَنْقَلِبُ مِنْ اَصْلَابِھِمُ الطَّاھِرَۃِ اِلَی الاَرْحَامِ الطَّاھِرَۃِ وَمِنَ الاَرْحَامِ الطَّاھِرَۃِ اِلَی الاَصْلَابِ الطَّاھِرَۃِ ۔

(القول الجلی یا مطالع النور السنی ص127، دار جواہر الکلم قاہرہ)

"تو اللہ تعالی کی طرف سے قرآن و حدیث میں حضور ﷺ کے والدین کے حق میں جو کچھ سمجھ آئی ہے وہ اُن کا اسلام و توحید ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے حق میں اُن کا دعا کرنا (رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِی (ابراھیم: 40) اور ملتِ ابراہیم کا اُن میں رہنا اور اُنہی میں اُن میں سے حضور ﷺ کا کتاب وحکمت کے ساتھ مبعوث ہونا (وَابْعَثْ فِیْہِمْ رَسُوْلًامِّنْ اَنْفُسِہِمْ (البقرۃ:129) اور رسول کریم ﷺ کی بعثت تک ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں کلمہ توحید باقی رہنا بیان فرمایا (وَجَعَلَھَا کَلِمَۃً بَاقِیَۃً فِیْ عَقِبِہٖ (الزخرف:28) اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں قبول

فرمائیں، اوراُن کی ملت کو اُن کی اولاد میں باقی رکھا، اور اُن کی اولاد کو اُس ملت پر ثابت رکھا، خصوصًا وہ اولاد جن کی صورتوں میں آپ ﷺ چلے آئے، اور پاک صلبوں سے پاک رحموں میں اور پاک رحموں سے پاک پیٹھوں میں چلے آئے“۔

علامہ علی بن احمد بن محمد عزیزی مصری شافعی (م1070ھ) رحمۃ اللہ علیہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو لیتے ہوئے فرماتے ہیں،

وَلَمْ يُعْرَفْ لِوَالِدِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَالَةُ شِرْكٍ مَعَ صِغْرِ سِنِّهِ جِدًّا فَإِنَّهُ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ سِتَّ عَشْرَةَ سَنَةً وَقَدْ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالَى حِكَايَةً عَنِ السَّيِّدِ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ مَا عَبَدَ أَحَدٌ مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيْلَ صَنَمًا قَطُّ۔

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر: ج3، ص99)

”حضور ﷺ کے والد کا شرک کرنا معروف نہیں پھر وہ بہت چھوٹے تھے کہ 16 سال کی عمر میں وفات پائی، اور حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اولادِ اسماعیل میں سے کسی نے بت پرستی نہیں کی“۔

علامہ ابو العباس احمد بن محمد مکی حموی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1098ھ) فرماتے ہیں،

إِذَا تَقَرَّرَ هَذَا فَحَقُّ الْمُسْلِمِ أَنْ يُمْسِكَ لِسَانَهُ عَمَّا يُخِلُّ بِشَرَفِ نَبِيِّهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِوَجْهٍ مِنْ الْوُجُوهِ وَلَا خِفَاءَ فِي أَنَّ إِثْبَاتَ الشِّرْكِ فِي أَبَوَيْهِ إِخْلَالٌ ظَاهِرٌ بِشَرَفِ نَسَبِ نَبِيِّهِ الطَّاهِرِ۔

(غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر ج3 ص241، دار الکتب العلمیہ)

”جب یہ بات ثابت ہو گئی تو مسلمان پر حق (اور لازم) ہے کہ اپنی زبان ایسی بات سے روک رکھے جو کسی بھی طرح نبی کریم ﷺ کے شرف و عزت کو نقصان دے، اور یہ بات واضح

ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کو مشرک ثابت کرنا آپ ﷺ کے پاک نسب کے شرف وعزت میں واضح نقص ہے"۔

علامہ ابو مدین احمد بن محمد بن عبد القادر بن علی الفاسی (م بعد 1132ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَنَقَلَ الشَّامِیْ عَن اِبْنِ حَبِیْب بِسَنَدٍجَیِّدٍعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ الله عَنْہُمَامَاتَ خُزَیْمَۃَ عَلٰی مِلَۃِ اِبْرَاھِیْمَ وَقَدااَلَّف الْحَافِظُ شَیْخُ الْحَدِیْثِ جَلَالُ الدِّیْنِ السُّیُوطِیْ رَحِمَہُ الله سِتَّۃَ تَوَالِیْفٍ فِیْ اِیْمَانِ اَبَوَیْہِ ﷺ وَ اَجْدَادِہٖ وَ نَجَاتِہِمْ وَوَرَدَتْ اَحَادِیْثٌ بِالتَّنْصِیْصِ عَلٰی اِیْمَانِ بَعْضِہِمْ وَاَنَّہُمْ کَانُوْاعَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَخُزَیْمَۃَ ھٰذَاوَاِلیَاسَ وَمُضَر وَمَعْدِ وَعَدْنَانَ اُنْظُرْ مَسَالِکَ الحُنَفَا لِلسُّیُوطِیْ فَقَدجَلَبَ تِلْکَ الْاَحَادِیْثَ وَاَجَادَفِیْ تَقْرِیْرِ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ غَایَۃَ الْاِجَادَۃِ ۔ (مستعذب الاخبار باطیب الاخبار ص65 ,64)

"علامہ شامی محمد بن یوسف صالحی نے ابن حبیب سے عمدہ سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت خزیمہ ملتِ ابراہیم پر فوت ہوئے (جو رسول اللہ ﷺ کے سولہویں دادا ہیں) اور حافظ شیخ الحدیث علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کے والدین اور دادوں کے ایمان اور اُن کی نجات سے متعلق چھ رسالے لکھے ہیں، اور بعض کے مؤمن ہونے پر اور یہ کہ وہ ملتِ ابراہیم علیہ السلام پر تھے احادیث صاف آئی ہیں۔ جیسے خزیمہ، الیاس، مضر، معد، عدنان، امام سیوطی کا مسالک الحنفاء دیکھو، اُنہوں نے ایسی سب احادیث اکٹھی کیں اور بے حد عمدہ طریقے سے اِس مسئلہ کو ثابت کیا ہے"۔

علامہ عطاء اللہ بن احمد بن عطاء اللہ بن احمد ازہری مصری مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م بعد 1170ھ) فرماتے ہیں،

اَفْهَمَتْ هٰذِهِ الاَخْبَارُوَنَظَائِرُهَاالَّتِی اِستَنَدَاِلَیہَاالنَّاظِمُ وَکَادَتْ تَبْلُغُ حَدَّ التَّوَاتُرِ المَعْنَوِیْ اَنَّ آبَاءَ النَّبِیِّ ﷺوَاُمَّهَاتِہٖ مِنْ لَّدُنْ آدَمَ وَحَوَاءَ اِلٰی عَبْدِاللہ وَآمِنَۃِ لَیْسَ فِیْهِمْ کَافِر۔۔عَلٰی اِنَّ قَوْلَہٗ تَعَالٰی وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ عَلٰی اَحَدِ التَفَاسِیرِمِنْ اَنَّ المُرَادَ تَنَقُّلُ نُوْرِہٖ ﷺمِن سَاجِدٍاِلٰی سَاجِدٍاَی مِن مُسْلِمٍ اِلٰی مُسْلِمٍ صَرِیحٌ فِیْ اِسْلَامِ آبَائِہٖ وَاُمَّهَاتِہٖ حَتّٰی عَبْدِاللہ وَآمِنَۃَ لِاَنَّهُمَااَقْرَبُ المُخْتَارِیْنَ اِلَیْہِ وَلَابِدَعَ اَن یُلْهِمَ اللہ تَعَالٰی مَنْ لَمْ تَبْلُغْہُ دَعْوَۃُ نَبِیٍّ مِنْ آبَائِہٖ وَاُمَّهَاتِہٖ مَعْنَی الْاِیْمَانِ وَالاِسْلَامِ بَلْ اَحْکَامِ شَرِیْعَۃٍ بِاَسَرِهَااِلَانَّ الْعَقْلَ اِذَاخَلٰی وَنَفْسَہ لَم یَحْکُمْ بِاِمْتِنَاعِ ذَالِکَ وَهٰذَاهُوَالْحَقُّ۔

(شرح القصیدۃ الھمزیۃ مخطوطہ:ص8)

”ان حدیثوں نے اوراِن جیسی دوسری حدیثوں نے جن کو قصیدہ ہمزیہ والے نے دلیل بنایااور یہ تواتر معنوی تک پہنچی ہوئی ہیں، سمجھایا کہ حضور ﷺ کے آباء اورامہات حضرت آدم وحواء سے حضرت عبد اللہ و آمنہ تک اُن میں کوئی کافرنہیں۔۔۔علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کافرمان ہے ”اور آپ کا سجدے کرنے والوں میں پلٹنا“ ایک تفسیر کے مطابق اس سے مرادیہ ہے آپ کا نور سجدہ کرنے والے سے سجدہ کرنے والے کی طرف یعنی مسلمان سے مسلمان کی طرف منتقل ہوتارہاہے، یہ صریح ہے کہ حضرت عبد اللہ و آمنہ تک آپ کے آباءوامہات مسلمان تھے، کیوں کہ مختارین (پسندیدہ آباء وامہات) میں آخری حضرت عبد اللہ و آمنہ ہیں،اور یہ بات بھی عجیب نہیں کہ جن آباء وامہات تک کسی نبی کی دعوت نہ پہنچی ہو اللہ تعالیٰ نے اُن کوایمان واسلام بلکہ سارے شرعی احکام سمجھا دیئے ہوں، کیوں کہ عقل جب تنہاہو تووہ اِس کے ممتنع ہونے کا فیصلہ نہیں دیتا، یہی حق ہے“۔

علامہ محمد بن اسماعیل بن صلاح کحلانی صنعانی (م1182ھ) رحمۃ اللہ علیہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کو لے کر فرماتے ہیں،

وَلَمْ يُعْرَفْ لِوَالِدِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَالَةُ شِرْكٍ مَعَ صِغَرِ سِنِّهِ جِدًّا فَإِنَّهُ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ سِتَّ عَشْرَةَ سَنَةً ۔

(التنویر شرح الجامع الصغیر ج5، ص319، ح3753،)

"حضور ﷺ کے والد کے لئے شرک کی حالت معلوم نہیں ہوئی، نیز وہ بہت چھوٹی عمر کے تھے کہ 16 سال کی عمر میں وفات پائی"۔

علامہ محمد بن قاسم بن محمد بن قاسم بن احمد جسوس فاسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م1182ھ) فرماتے ہیں،

وَمُعْتَقَدُنَااَنَّ اللهَ تَعَالٰی حَفِظَ آبَاءَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الشِّرکِ وَالنَّقَائِصِ مِنْ اَجَلِ حَمْلِهِمْ لِنُوْرِهٖ ،قَالَ فَخْرُالدِّيْنِ الرَّازِیْ آبَاءُ النَبِيِّ ﷺ کُلُّهُم اِلٰی آدَمَ عَلَی التَوْحِيْدِ لَمْ يَکُنْ فِيْهِمْ شِرْکٌ يَدُلُّ عَلٰی ذَالِکَ قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ لَم اَزَلْ اُتَنَقَّلُ مِن اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اِلٰی اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ،وَقَالَ تَعَالٰی إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَوَجَبَ اَنْ لَّايَکُونَ اَحَدٌمِّنْ اَجْدَادِهٖ مُشْرِکًا،لِهٰذَاقَالَ البُوصِيْرِیْ لَم تَزَلْ فِیْ ضَمَائِرِالْکَوْنِ تُخْتَارُلَکَ الأُمَّهَاتُ وَالْآبَاءُ۔

(الفوائد الجلیۃ البھیۃ فی شرح الشمائل المحمدیۃ: ص11،10، مکتبہ جمالیہ مصر سنہ1330ھ)

"ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے سب آباء کو شرک اور نقائص سے محفوظ رکھا کیوں کہ انہوں نے آپ کے نور کو اٹھایا ہوا تھا، فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے کل آباء آدم علیہ السلام تک توحید پر تھے، اُن میں شرک نہ تھا، جس کی دلیل آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ میں پاک لوگوں کی پیٹھوں سے پاک عورتوں کے رحموں میں منتقل

ہوتا آیا ہوں، جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مشرکین نجس ہیں، تولازمی ہے کہ آپ کے اجداد میں کوئی مشرک نہ ہو، اس لئے امام بوصیری فرماتے ہیں کہ جہان کی پوشیدگیوں میں آپ کے لئے امہات اور آباء چنے جاتے رہے ہیں"۔

نقل مطابقِ اصل ہے، صحیح یہ ہے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سارے آباء کا موحد ہونا شیعہ سے نقل کیا ہے، ہاں لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ موقف صرف شیعہ کا نہیں، بہت سے اہلِ سنّت کا بھی ہے جیسا کہ اِس ساری بحث کے حوالہ جات میں ذکر ہے، یہ بات دوسرے حوالہ جات میں بھی پیش نظر رہے۔

علامہ احمد بن محمد بن علی سحیمی شافعی (م1187ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

قَالَ الْعَلَّامَۃُ السُّحَيْمِیْ فِیْ شَرْحٍ عَلٰی عَبْدِالسَّلَامِ اَنَّہٗ يَجِبُ اِعْتِقَادُ اَنَّ جَمِيْعَ آبَاءِالْاَنْبِيَاءِ وَاُمَّهَاتِهِمْ مُؤمِنُوْنَ وَاَنَّهُمْ فِی الْجَنَّۃِ مُخَلَّدُوْنَ وَهٰذَا هُوَالَّذِیْ نَعْتَقِدُہ وَنَلْقَی اللہ اِنْ شَاءَ اللہ تَعَالٰی۔

(المزید علی اتحاف المرید، بحوالہ المنہل العذب المورود شرح سنن ابی داوٗد ج9، ص100 ,101)

"کہ یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے کہ انبیاء کے سب آباء اور امہات مؤمنین اور ہمیشہ کے جنتی ہیں، ہم اسی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اِسی عقیدے پر اللہ سے ملیں گے ان شاء اللہ"۔

الشیخ عبد الرحمٰن بن عبد المنعم خیاط مالکی (م1200ھ) فرماتے ہیں،

وَالَذِیْ عَلَيْہِ الْمُعَوَّلُ وَالْاِعْتِمَادُفِیْ اَبَوَیْ سَيِّدِالْعِبَادِاَنَّهُمَامِنَ النَّاجِيْنَ بَلْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ كَمَاوَرَدَذَالِکَ فِیْ حَدِيْثٍ حَسَنٍ عِنْدَقَوْمٍ صَحِيْحٍ عِنْدَآخَرِيْنَ بَلْ وَجَمِيْعُ آبَاءِہٖ مِنَ الْمُوَحِّدِيْنَ كَمَاقَالَ تَعَالٰی وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ الخ ۔

(مولد النبی ﷺ: ص93، 94، دار الآفاق العربیۃ قاہرہ،)

”جو بات قابل اعتماد اور قابل بھروسہ ہے وہ یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین نجات پانے والے ہیں، بلکہ مومنین میں سے ہیں، جیسا کہ یہ بات ایک حدیث میں ہے جو کچھ علماء کے نزدیک حسن ہے، تو کچھ دوسرے علماء کے ہاں صحیح ہے، بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سب آباء موحد تھے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے اور ہم دیکھتے رہے آپ کا منتقل ہونا سجدہ کرنے والوں میں“۔

علامہ محمد بن محمد بن احمد السنباوی الازہری مالکی (م1223ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

اِذَاکَانَ ھٰذَافِیْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ عُمُوْمًافَاَوْلٰی نَجَاۃُ وَالِدَیْہِ ﷺ فَاِنَّہٗ لَایَحُلُّ اِلَّافِیْ شَرِیْفٍ عِنْدَاللہ تَعَالٰی وَالشَّرَفُ لَایُجَامِعُ کُفْرًا، قَالَ الْمُحَقِّقُوْنَ لَیْسَ لَہٗ اَبٌ کَافِرٌ۔

(حاشیۃ ابن الامیر علی اتحاف المرید فی شرح جوہرۃ التوحید :ص59 دار الکتب العلمیۃ، سنہ 1422ھ)

”جب زمانہ فترت کے لوگ نجات یافتہ ہوں گے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین اِس کے زیادہ مستحق ہیں، کیوں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایسے ہی لوگوں میں آئے ہیں جو اللہ کے ہاں معزز تھے، اور کفر کے ساتھ عزت جمع نہیں ہوتی، محققین کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کوئی باپ (دادا) کافر نہیں“۔

مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی (م1225ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

اِنَّ آبَاءَ النَّبِیِّ ﷺ مِنْ لَّدُنْ آدَمَ اِلٰی عَبْدِاللہ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ کُلَّھُم کَانُوْا مُوْمِنِیْنَ وَمَایَدُلُّ عَلٰی خِلَافِ ذَالِکَ یَجِبُ رَدُّہٗ اِنْ کَانَ ضَعِیْفًا،وَیَجِبُ تَاوِیْلُہٗ اِنْ کَانَ صَحِیْحًا۔ (تقدیس والدی المصطفٰی ص144۔ لاہور)

”بیشک نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آباء آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے عبد اللہ بن عبد المطلب تک سارے کے سارے مومنین تھے، اور جو روایتیں اِس کے خلاف دلالت کریں، اگر ضعیف ہوں تو اُن کو قبول نہ کرنا ضروری ہے، اور اگر صحیح ہوں تو اُن کی تاویل کرنا ضروری ہے“۔

علامہ عبد العلی محمد بن نظام الدین سہالوی لکھنوی حنفی المعروف بحر العلوم (م1225ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَفِیْ بَعْضِ الْمُعْتَبَرَاتِ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ مَعْصُوْمُوْنَ عَنْ حَقِیْقَۃِ الْکُفْرِ وَعَنْ حُکْمِہٖ بِتَبْعِیَۃِ آبَاءِ هِمْ وَعَلٰی هٰذَافَلَابُدَّمِنْ اَنْ یَّکُوْنَ تَوَلُّدُالْاَنْبِیَاءِ بَیْنَ اَبَوَیْنِ مُسْلِمَیْنِ اَوْیَکُوْنَ مَوتُهُمَاقَبْلَ تَوَلُّدِهِمْ لٰکِنَّ الشِّقَّ الثَّانِیْ قَلَّمَا یُوْجَدُفِی اْلآبَاءِ لَایُمْکِنُ فِی الْاُمَّهَاتِ وَمِنْ هٰهُنَابَطَلَ مَانَسَبَ بَعْضُهُم مِنَ الْکُفْرِ اِلٰی اُمِّ سَیِّدِاْلعَالَمِ مَفْخَرِبَنِیْ آدَمَ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ وَذَالِکَ لِاَنَّہٗ حِیْنَئِذٍ یَلْزَمُ نِسْبَۃُ الْکُفْرِ بِالتَّبْعِ وَهُوَ خِلَافُ الْاِجْمَاعِ بَلِ الْحَقُ الرَّاجِحُ هُوَ الْاَوَّلُ--(الی قولہ)وَیَنْبَغِیْ اَنْ یُّعْتَقَدَاَنَّ آباءَ سَیِّدِ الْعَالَمِ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ مِنْ لَّدُنْ اَبِیْہِ اِلٰی آدَمَ کُلَّهُمْ مُؤْمِنُوْنَ، وَقَدْ بَیَّنَہُ السُّیُوْطِیْ بِوَجْہٍ اَتَمّ۔ (فواتح الرحموت ج2ص118،119،دارالکتب العلمیۃ)

"بعض معتبر کتابوں میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کفر حقیقی ہو یا کفر حکمی کہ آباء کے تابع ہو کر کافر ہوں، ان دونوں سے معصوم ہیں، اسی بناء پر ضروری ہے کہ انبیاء کی پیدائش مسلمان والدین کے درمیان ہو، یا پھر اُن کے والدین کی وفات اُن کی ولادت سے پہلے ہو، لیکن یہ بات انبیاء کے آباء میں بہت کم ہے، اور اُن کی ماؤں میں ممکن ہی نہیں، اسی سے نبی کریم ﷺ کی والدہ کی طرف کفر کی نسبت کرنا باطل ہوا، اس لئے کہ پھر آپ ﷺ کی طرف بالتبع کفر کی نسبت لازم آئے گی اور یہ اجماع کے خلاف ہے، حق اور راجح پہلی بات ہی ہے۔۔۔۔۔ اور یہی عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ نبی کریم ﷺ کے آباء حضرت عبد اللہ سے حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب مؤمن ہیں، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اِس کو پوری طرح واضح فرمایا ہے"۔

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی (م1231ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

(قَالَ صَاحِبُ الدُّرِّالْمُخْتَارِ،کُلُّ نِکَاحٍ صَحِیْحٍ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَھُوَصَحِیْحٌ بَیْنَ اَھْلِ الْکُفْرِ۔ الی قولہ وَقَولِہٖ ﷺوُلِدْتُّ مِنْ نِکَاحٍ)قَوْلُہٗ وُلِدْتُّ مِنْ نِکَاحِ اَلْاِسْتِدْلَالُ بِہٖ لَیْسَ بِجَیِّدٍ، لِاِقْتِضَائِہٖ کُفْرَالْوَالِدَیْنِ،وَفِیْہِ اِسَاءَۃُ اَدَبٍ ، وَالَّذِیْ یَنْبَغِیْ اِعْتِقَادُہٗ حِفْظُھُمَامِنَ الْکُفْرِ، وَاِنَّ اللہ تَعَالٰی اَحْیَاھُمَا وَآمَنَا بِہٖ ، کَمَا وَرَدَ الحَدِیْثِ لِیَنَالَاالفَضِیْلَۃَ الصُّحْبَۃِ الخ

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج4، ص378، 377، دار الکتب العلمیہ، وج2، ص80، دار الطباعۃ العامرۃ بولاق مصر)

”در مختار والے نے جو ذکر کیا کہ ہر وہ نکاح جو مسلمانوں میں صحیح ہے، وہ کفر والوں کے درمیان بھی صحیح ہے، اور دلیل میں حضور ﷺ کی حدیث پیش کی کہ فرمایا میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں (جس کا مطلب ہوا کہ آپ ﷺ کے والدین معاذ اللہ کفر والے تھے، اور اُن کے نکاح کو نکاح فرمایا) حضور ﷺ کی اِس حدیث کو دلیل بنانا اچھی بات نہیں، کیوں کہ یہ استدلال حضور ﷺ کے والدَین کے کفر کو مقتضِی ہے، اور اِس میں بے ادبی ہے، مناسب یہ ہے کہ یہ عقیدہ ہو کہ آپ ﷺ کے والدَین کفر سے محفوظ ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو زندہ فرمایا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے، جیسا کہ حدیث میں نقل ہے، تاکہ وہ حضور ﷺ کی صحابیت کی فضیلت حاصل کر لیں“۔

علامہ محمود بن عبد اللہ حسینی آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م1270ھ) فرماتے ہیں،

وَالَّذِيْ أَدِیْنُ اللہَ تَعَالٰی بِہٖ اَنَااَنَّھُمَامَاتَاموَحِّدَیْنِ فِیْ زَمَنِ الْکُفْرِوَعَلَیْہِ یُحْمَلُ کَلَامُ الْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ اِنْ صَحَّ بَلْ اَکَادُاَقُوْلُ اَنَّھُمَااَفْضَلُ مِنْ عَلِیِّ الْقَارِیْ وَاَضْرَابِہٖ۔ (روح المعانی ج1 ص369، ط امدادیہ)

"میں اللہ تعالیٰ سے اِس اعتقاد کا اظہار کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کے والدین کفر کے زمانہ میں عقیدہ توحید رکھتے ہوئے فوت ہوئے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اگر (بالفرض) صحیح ثابت ہو تو اُن کی بات کا بھی یہی مطلب لیا جائے گا (کہ کفر پر فوت ہوئے یعنی زمانہ کفر میں فوت ہوئے) بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ حضور ﷺ کے والدین ملا علی قاری اوراِن جیسوں سے افضل ہیں"۔

وَاسْتُدِلَّ بِالْآيَةِ عَلٰى اِيْمَانِ اَبَوَيْهِ ﷺ كَمَاذَهَبَ اِلَيْهِ كَثِيْرٌ مِنْ اَجِلَّةِ اَهْلِ السَّنَّةِ وَاَنَا اَخْشَى الْكُفْرَ عَلٰى مَنْ يَّقُوْلُ فِيْهِمَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَلٰى رَغْمِ اَنْفِ عَلِيِّ الْقَارِئِ وَاَضْرَابِهٖ بِضِدِّذَالِكَ (روح المعانی ج10،ص135)

"اِس آیت (وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ) کو حضور ﷺ کے والدین کے مؤمن ہونے پر دلیل بنایا گیا جیسا کہ بہت سے جلیل القدر اہل سنت کا یہ مذہب ہے، اور جو اِس کے خلاف کہے ملا علی قاری اور اُن جیسوں کے ناک خاک آلود ہوں مجھے ایسے پر کفر کا خطرہ ہوتا ہے"۔

الشیخ ابراہیم بن محمد بن احمد بیجوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م1277ھ) فرماتے ہیں،

اِنَّ اَبَوَيْهِ ﷺ نَاجِيَانِ لِكَوْنِهِمَامِنْ اَهْلِ الفَتْرَةِ بَلْ جَمِيْعُ آبَائِهٖ وَاُمَّهَاتِهٖ نَاجُوْنَ وَمَحْكُوْمٌ بِاِيْمَانِهِمْ لَمْ يَدْخُلْهُم كُفْرٌ وَلَارِجْسٌ وَلَاعَيْبٌ وَلَاشَيْءٌ مِّمَّاكَانَ عَلَيْهِ الْجَاهِلِيَّةُ بِاَدِلَّةٍ نَقْلِيَةٍ۔

(حاشیۃ البیجوری علی جوھرۃ التوحید:ص69 ,68، ط دارالسلام قاہرہ)

"حضور ﷺ کے والدین نجات پانے والے ہیں کیوں کہ وہ زمانہ فترت کے لوگ ہیں بلکہ آپ ﷺ کے سب آباء اورامہات نجات یافتہ ہوں گے اوراُن کے مؤمن ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اُن میں کفر اور پلیدی، عیب اور جاہلیت کی کوئی بات داخل نہیں ہوئی جس پر دلائل نقلی موجود ہیں"۔

علامہ داؤد بن سلیمان بغدادی حنفی (م1299ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَاَمَّاذِکْرُاِسْلَامِہِمَافَھُوَمِنْ شَمْسِ الظَّھِیْرَۃِ اَظْھَرُوَقَدوَرَدَفِیْہِ مِنَ الْاَدِلَّۃِ مَا لَایُحْصٰی وَلَا یُحْصَرُ

(روض الصفافی مناقب والدی المصطفٰی مخطوطۃ سنہ 1316ھ، بقلم محمد باقی بن سالم الحضرمی (م1316ھ) ص3)

"رہا حضور ﷺ کے والدین کے اسلام کا ذکر تو وہ دوپہر کے سورج سے زیادہ ظاہر ہے، اوراِس بارے میں بے حدو حساب دلائل وارد ہیں"۔

علامہ احمد بن احمد بن اسماعیل حلوانی خلیجی شافعی (م1308ھ) رحمۃ اللہ علیہ تفصیلی بحث کے آخر میں فرماتے ہیں،

وَبِالْجُمْلَۃِ فَالْقَوْلُ بِکُفْرِ ھِمَازَلَّۃُ عَاقِلٍ نَعُوْذُ بِاللہ مِنْ ذَالِکَ،فَمَنْ تَفَوَّہَ بِہٖ فَقَدْ تَعَرَّضَ لِلْکُفْرِ بِاِیْذَائِہٖ ﷺ۔

(مواکب ربیع فی مولد الشفیع: الموکب الثامن: ص152، ط سنہ 1394ھ)

"حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کو کافر کہنا عقلمند کی لغزش ہے، جو ایسی بات منہ سے نکالے وہ حضور ﷺ کو تکلیف دے کر کفر کا سامنا کرتا ہے"۔

علامہ شیخ رضوان بن العدل بن احمد بیبرس جزری شافعی مصری (م بعد 1315ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

اِعْلَمْ ھَدَانِیَ اللہ وَاِیَّاکَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اَنَّ اللہ شَرَّفَ نَسَبَہٗ ﷺ مِنْ لَّدُنْ آدَمَ اِلٰی اَبِیْہِ السَّیِّدِعَبْدِاللہ رَضِیَ اللہ عَنْہُ فَاَجْدَادُہٗ کُلُّھُمْ مُؤْمِنُوْنَ، وَکُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمْ کَانَ خَیْرَاَھْلِ زَمَانِہٖ۔ قَالَ ﷺ اَنَااَنْفَسُکُمْ نَسَبًا وَصِھْرًا وَحَسَبًا... فَاَجْدَادُہ ﷺ کُلُّھُمْ مُوْمِنُوْنَ عَلٰی اِنَّ اَھْلَ الْفَتْرَۃِ نَاجُوْنَ --- وَاَبَوَاہُ عَلَیْہِ

الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ مُؤْمِنَانِ كَمَادَلَّتْ عَلَيْهِ الْاَحَادِيْثُ وَاَمَّامَنْ قَالَ غَيْرَذَالِکَ فَهُوَمُخْطِیءٌ وَيُخْشٰى عَلَيْهِ اَنْ تَشْمُلَهٗ آيَةُ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللهُ فِی الدُّنْيَاوَالْآخِرَةِ وَلَااَذًى اَعْظَمُ مِنْ اَنْ يُّقَالَ اَبَوَاهُ ﷺ فِی النَّارِوَاِذَالَمْ يَرْ ضَ عِكْرَمَةُ بْنُ اَبِیْ جَهْلٍ بِنِسْبَةِ اَبِيْهِ اِلَى النَّارِوَتَأَذّٰى بِذَالِکَ مَعَ اِنَهٗ جَازِمٌ بِاَنَهٗ فِيْهَا فَاَوْلٰى اَنْ يَتَأَذّٰى الْمُصْطَفٰى ﷺ بِنِسْبَةِ الطَّاهِرِيْنَ اِلَى الكُفْرِالَّذِیْ هُوَاَخْبَثُ الْاَشْيَاءِ۔

(خلاصۃ الکلام فی مولد المصطفیٰ: ص23 ,22، ط المطبعۃ الامیریۃ بولاق، مصر، سنہ 1313ھ)

"جان لیں اللہ مجھے آپ کو صراط مستقیم کی ہدایت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے نسب کو حضرت آدم سے حضرت عبد اللہ تک معزز بنایاہے، تو آپ کے سب آباء مومنین ہیں، اوراُن میں سے ہر ایک اپنے زمانے کا افضل آدمی ہے، آپ ﷺ نے فرمایامیں تم میں سے نسب، وصہر وحسب میں عمدہ ترین ہوں۔۔۔لہٰذا آپ کے اجداد سب مؤمنین تھے، پھر زمانہ فترت والے نجات یافتہ ہوں گے۔۔۔اور آپ ﷺ کے والدین بھی مؤمنین ہیں جیسا کہ احادیث دلیل ہیں، جواِس کے خلاف کہے وہ غلطی کرنے والاہے، اور خطرہ ہے کہ اِس آیت کی وعید میں آتا ہو کہ جو اللہ اور رسول ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں اُن پر اللہ تعالیٰ دنیاوآخرت میں لعنت کرتے ہیں، اوراِس سے زیادہ تکلیف دینا کیاہے کہ کہاجائے کہ آپ ﷺ کے والدین دوزخ میں ہوں گے، جب حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اپنے والد ابو جہل کے جہنّمی کہنے سے خوش نہیں اوراُنہیں تکلیف ہوتی ہے باوجودے کہ ان کو یقین تھا کہ وہ جہنّمی ہیں (خود رسول اللہ ﷺ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اُن کے والد کوبرا کہنے سے منع فرمایا۔ اسد الغابۃ ج2 ص282) تو آپ ﷺ کے پاک والدین کو کفر سے منسوب کیا جائے جو سب سے خبیث چیز ہے، اِس سے آپ کو بطریق اولیٰ

تکلیف ہو گی (کیونکہ آپ کے والدین کے غیر ناجی ہونے کی روایت اگر ضعیف ہے تو لائقِ احتجاج نہیں، اور اگر صحیح ہے تو لائق تاویل ہے)"۔

علامہ سید جعفر بن اسماعیل بن زین العابدین بن محمد برزنجی حسینی شافعی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م1317ھ) فرماتے ہیں،

اِعْلَمْ اَنَّہٗ لَمْ یَثْبُتْ لَامِنَ الْکِتَابِ وَلَامِنَ السُّنَّۃِ وَلَامِنَ الْاِجْمَاعِ وَلَامِنَ الْقِیَاسِ دَلِیْلٌ عَلٰی اِنَّ الْاَبَوَیْنِ الشَّرِیْفَیْنِ فِی النَّارِ،وَلَمْ یَذْکُرْ ذَالِکَ اَحَدٌمِنَ الْاَئِمَّۃِ الْمُجْتَہِدِیْنَ الْمَتْبُوْعِیْنَ مِنَ الْاَرْبَعَۃِ وَلَامِنْ غَیْرِھِمْ،وَلَیْسَ ھٰذَامِنَ الْمَسَائِلِ الَّتِیْ تَتَعَلَّقُ بِالْاِعْتِقَادِالْوَاجِبِ فِی الشَّرْعِ،بَلِ الَّذِیْ یَجِبُ اِعْتِمَادُہٗ وَاِعْتِقَادُہٗ وَھُوَالَّذِیْ ثَبَتَتْ بِالْاَدِلَّۃِ وَنَدِیْنُ اللہ وَ نَلقَاہُ بِہٖ اَنَّ وَالِدَیِ النَّبِیِّ ﷺ مِنْ اَھْلِ التَّوْحِیْدِ، وَاَنَّھُمَانَاجِیَانِ غَیْرُ مُعَذَّبَیْنَ وَاَنَّھُمَامِنْ خِیَارِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔

(الکوکب الانور علی عقد الجوھر فی مولد النبی الازھر: ص113، ط مرکز بن العطار، مصر)

"جان لیں کہ نہ کتابُ اللہ سے نہ سنّت سے نہ اجماع سے اور نہ قیاس سے کوئی دلیل اِس پر ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین شریفین دوزخ میں ہوں گے، اور چاروں ائمہ مجتہدین اور دوسرے ائمہ مجتہدین نے بھی ذکر نہیں کیا، اور یہ ایسے مسائل میں سے بھی نہیں جو عقائد کے اعتبار سے واجب شرعی ہوں، بلکہ جس پر اعتماد واعتقاد ضروری ہے اور جو دلائل سے ثابت ہے اور اُسی کے ساتھ ہم اللہ سے ملنا چاہتے اور اپنا دین ظاہر کرتے ہیں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین موحدین میں سے تھے، اور وہ نجات یافتہ ہوں گے، اُنہیں عذاب نہ ہو گا، اور وہ افضل اہلِ جنّت میں سے ہیں"۔

علامہ محمد الفضیل بن محمد فاطمی حسنی ادریسی شبیہی زرہونی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م1318ھ) فرماتے ہیں،

رَوٰی اَبُوْجَعْفَرُبْنُ حَبِیْبٍ فِیْ تَارِیْخِہٖ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ عَدْنَانُ وَ رَبِیْعَۃُ وَمُضَرُ وَخُزَیْمَۃُ وَاَسَدُعَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ فَلَاتَذْکُرُوْھُمْ اِلَّا بِخَیْرٍ وَ رَوَی الزُّبَیْرُ مَرْفُوْعًا لَاتَسُبُّوْا مُضَرَوَلَارَبِیْعَۃَ فَاِنَّھُمَاکَانَامُسْلِمَیْنِ۔۔ بَلِ الَّذِیْ یَجِبُ الْجَزْمُ بِہٖ وَاِعْتِقَادُہٗ اَنَّ جَمِیْعَ آبَاءِہٖﷺ وَاَجْدَادِہٖ مِنْ وَالِدِہٖ عَبْدِاللہ اِلٰی آدَمَ کُلَّھُمْ کَانُوْاعَلَی التَّوْحِیْدِوَلَمْ یَکُنْ فِیْھِمْ مُشْرِکٌ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ، اِذْمَعْنَاہُ عَلٰی اَحَدِالتَّفَاسِیرِاَنَّہٗﷺ کَانَ یَنْقُلُ نُوْرُہ مِنْ سَاجِدٍ اِلٰی سَاجِدٍ، وَقَوْلِہٖ ﷺلَمْ اَزَلْ اُنْتَقَلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاھِرِیْنَ اِلٰی اَرْحَامِ الطَّاھِرَاتِ، وَالمُشْرِکُ نَجَسٌ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ، فَوَجَبَ اَلَّایَکُوْنَ اَحَدٌمِنْ آبَاءِہٖ ﷺ مُشْرِکًا، کَذَا قَرَّرَہُ الاِمَامُ الفَخْرُالرَّازِیْ وَاَیَّدَہُ الْحَافِظُ السُّیُوطِیْ بِاٰیَاتٍ وَاَحَادِیْثٍ فَشَفَاوَکَفٰی،اُنْظُرْمَسَالِکَ الْحُنَفَاءِ وَغَیْرَہٗ مِنْ تَاَلِیْفِ السُّیُوطِی السَّبْعَۃِ الَّتِیْ وَضَعَھَافِیْ نَجَاۃِ اَبَوَیْہِ ﷺ عَبْدِاللہ وَآمِنَۃِ رِضْوَانُ اللہ عَلَیْھِمَا، فَقَدْ اَبْدٰی فِیْھَاوَاَعَادَوَاَحسَنَ وَاَجَادَ، وَابنُ حَجَرِ الْھَیْثَمِیْ فِیْ قَوْلِ صَاحِبِ الھَمْزِیَّۃِ لَمْ تَزَلْ فِیْ ضَمَائِرِالْکَوْنِ تُخْتَارُلَکَ الْاُمَّھَاتُ وَالْآبَاءُ۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع، باب المبعث، ج9، ص146 ,145، ط مکتبۃ الرشد)

"ابو جعفر بن حبیب نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور ﷺ کے داداعدنان، معد، ربیعہ، مضر، خزیمہ، اسد دینِ ابراہیم پر تھے، اس لئے اِن کا تذکرہ صرف خیر سے کیا کرو، اورزبیر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کیاہے کہ مضر اور ربیعہ کو بُرا نہ کہا کرو وہ مسلمان تھے۔۔ بلکہ یہ یقین واعتقاد ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے تمام آباء و اجداد حضرت عبد اللہ سے آدم علیہ السلام تک عقیدہ توحید پر تھے، اُن میں کوئی مشرک نہ تھا، کیوں کہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "آپ ﷺ کا سجدہ کرنے والوں میں پلٹنا اللہ دیکھتے رہے" کیوں کہ ایک تفسیر کے مطابق اس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ کا نور سجدہ کرنے والے سے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتا رہا، اور آپ ﷺ کا فرمان ہے "میں پاک آباء کی پیٹھوں سے پاک ماؤں کے رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں" جب کہ مشرک تو ناپاک ہوتا ہے کہ اللہ کا فرمان ہے "بس مشرک تو ناپاک ہیں" تو ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے آباء میں کوئی مشرک نہ ہو، امام فخر رازی نے یہی واضح کیا، اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آیات واحادیث سے اُس کو تقویت دی، سو تسکین پہنچائی اور کفایت کی، امام سیوطی کی اُن سات کتابوں میں سے جو آپ ﷺ کے والدین حضرت عبد اللہ و آمنہ رضوان اللہ علیہما کی نجات میں لکھیں مسالک الحنفاء وغیرہ دیکھو، اُنہوں نے کھولا اور خوب واضح کیا، اور بہترین اور عمدہ کام کیا، ایسے ہی ابن حجر ہیثمی نے ہمزیہ والے کے اِس قول کی تشریح میں واضح کیا "آپ ﷺ کے لئے آباء وامہات کائنات کی مخفی مقامات سے مسلسل چنے جاتے رہے ہیں"۔

علامہ محمد بن عبد اللہ الجردانی دمیاطی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (م 1331ھ) فرماتے ہیں،

وَبِمَاتَقَرَّرَتَعْلَمُ اَنَّ اَبَوَیْہِ ﷺ نَاجِیَانِ لِاَنَّھُمَامِنْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ بَلْ جَمِیْعُ اُصُوْلِہٖ ﷺ نَاجُوْنَ مَحْکُوْمٌ بِاِیْمَانِھِمْ لَمْ یَدْخُلْھُمْ کُفْرٌ وَ لَارِجْسٌ وَ لَاعَیْبٌ وَلَاشَیْءٌ مِّمَّاکَانَ عَلَیْہِ الْجَاھِلِیَّۃِ بِاَدِلَّۃٍ نَقْلِیَّۃٍ وَعَقْلِیَّۃٍ۔ وَلِاَنَّہٗ ﷺ اَشْرَفُ المَخْلُوْقَاتِ فَلَایَحُلُّ اِلَّافِیْ شَرِیْفٍ عِنْدَاللہ تَعَالٰی وَالشَّرْفُ لَایُجَامِعُ الْکُفْرَ۔ عَلٰی اِنَّہٗ قِیْلَ اَنَّ اَبَوَیْہِ ﷺ مِنْ اَھْلِ الْاِیْمَانِ حَقِیْقَۃً لِاَنَّ اللہ تَعَالٰی اَحْیَاھُمَا تَعْظِیْمًا وَ تَشْرِیْفًالَہٗ ﷺ حَتّٰی آمَنَابِہٖ ثُمَّ اَمَاتَھُمَا الخ ۔

(فتح العلام بشرح مرشد الانام ج1 ص33 ,32، دار ابن حزم)

"گزشتہ تقریر سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین نجات پانے والے ہیں کیوں کہ وہ زمانہ فترت کے لوگ ہیں، بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تمام اصول نجات پائیں گے اُن پر مومن ہونے کا حکم لگایا جائے گا نہ اُن میں کفر نہ پلیدی نہ عیب نہ جاہلیت کی کوئی بات داخل ہوئی، اِس پر عقلی نقلی دلائل ہیں۔۔۔ نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اشرف المخلوقات ہیں اس لئے اللہ کے ہاں سے آپ شرف والے میں ہی اترے اور شرف کفر کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔۔۔ نیز کہا گیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین حقیقتاً مومنین میں سے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعظیم و تشریف کے لئے اُن کو زندہ فرمایا وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لائے پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کو وفات دے دی"۔

علامہ عبدالقادر بن محمد بن محمد سالم مالکی اشعری الشنقیطی رحمۃ اللہ علیہ (م1337ھ) فرماتے ہیں،

وَقَالَ الْعَلَّامَۃُ الْمُحَقِّقُ السَّنُوسِیْ وَالتِّلْمَسَانِیْ مُحَشِّی الشِّفَاءِ لَمْ یَتَقَدَّمْ لِوَالِدَیہِ صلی اللہ علیہ وسلم شِرْکٌ وَکَانَا مُسْلِمَیْنِ (نزھۃ الافکار فی شرح قرۃ الابصار ج1 ص91،)

"علامہ محقق سنوسی اور تلمسانی شفاء کے محشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کے لئے شرک ثابت نہیں ہو سکا اور وہ دونوں مسلمان تھے"۔

علامہ تلمسانی سے کون مراد ہیں؟ یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتا، اندازہ یہ ہے کہ شاید اس سے مراد محمد بن علی بن ابی الشرف حسینی (م بعد 917ھ) ہوں، ویسے شفا کے محشی و شارح تلمسانی محمد بن احمد بن محمد بن مرزوق (م781ھ) اور محمد بن الحسن بابرکان (م868ھ) بھی تلمسانی ہیں۔

اور محقق سنوسی بھی بالتعیین معلوم نہیں ہو سکے، سنوس کی طرف منسوب بہت سے اہلِ علم ہیں، بندہ کو شفا کے شارحین اور محشین میں بالتعیین اس نسبت کے بزرگ نہیں مل سکے۔

علامہ محمد بن جعفر الکتانی حسنی فاسی رحمۃ اللہ علیہ (م1345ھ) فرماتے ہیں،

وَطَهَّرَاللّٰه نَسَبَهُ الشَّرِيفَ اُمًّاوَاَبًامِنْ سَفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ وَدَنَسِهِمْ وَمَذَامِّهِمُ الْعَظِيْمَةِ وَنَجَسِهِمْ لِحَمْلِهِمُ النُّوْرَ الْمُحَمَّدِى الَّذِىْ بِهٖ كُلُّ مُوَفَّقٍ مُهتَدًى بَلْ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعِزَّتِهٖ عَلٰى خَالِقِهٖ وَرَفْعَتِهٖ عِنْدَمَوْلَاهُ وَرَازِقِهٖ لَايَنْتَقِلُ اِلَّامِنْ كَامِلٍ اِلٰى كَامِلٍ وَمِنْ مُخْتَارٍ اِلٰى مُخْتَارٍ يُسْتَجَابُ عِنْدَهُ الدُّعَاءُ وَ تُسْتَنْزَلُ بِبَرَكَاتِهِ الْاَمْطَارُ،وَمَامِنْ وَاحِدٍمِّنْ اُمَّهَاتِهٖ وَآبَائِهٖ اِلَّاوَهُوَمُوْمِنٌ بِاللّٰه وَرُسُلِهٖ وَاَنْبِيَائِهٖ وَهُوَ اَفْضَلُ اَومِنْ اَفْضَلِ اَهْلِ زَمَانِهٖ وَسَيِّدُاَوْمِنْ سَادَاتِ اَهْلِ وَقْتِهٖ۔

(الیمن والاسعاد بمولد خیر العباد: ص8 ,9، ط المطبعۃ الاھلیۃ الرباط، سن طبع 1345ھ،)

"اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف کوماں اورباپ دونوں کے اعتبارسے جاہلیت کی برائی اور میل اوربڑی برائیوں سے اور نجاست سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس نور محمدی کے اٹھانے کے سبب پاک کیاجس سے ہر صاحبِ توفیق کوہدایت ملتی ہے، بلکہ خالق کے ہاں آپ کے معزز ہونے اور مولااوررازق کے ہاں آپ کے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے آپ بس ایسے کامل سے کامل کی طرف اورایسے پسندیدہ سے پسندیدہ کی طرف منتقل ہوتے رہے جس کے پاس دعاقبول ہوتی اور جس کی برکت سے بارشیں مانگی جاتیں، اورجو بھی آپ کے امہات اورآباء میں سے ہے وہ اللہ اوراُس کے رسولوں اور نبیوں پر ایمان رکھنے والے ہیں، اورخودافضل ہیں یااہلِ زمانہ کے افضل بندوں میں سے ہیں، اوراپنے وقت کے سید(سردار)ہیں یاسادات میں سے ہیں"۔

مزید فرماتے ہیں،

اِنَّ جَمِيْعَ آبَاءِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاُمَّهَاتِهٖ كَانُوْاعَلَى التَّوْحِيْدِ،لَمْ يَدْخُلْهُم كُفْرٌ وَلَاعَيْبٌ وَلَارِجْسٌ وَلَاشَىْءٌ مِّمَّاكَانَ عَلَيْهِ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ ،ذَكَرَ البَاجُوْرِىْ فِىْ حَاشِيَتِهٖ عَلٰى جَوْهَرَةِ التَّوْحِيْدِاَنَّهَابَالِغَةٌ مَبْلَغَ التَّوَاتُرِيَعْنِى الْمَعنَوِىّ ۔

(نظم المتناثر کتاب المناقب ص 121 ط دار المعارف حلب سنہ 1328ھ)

"نبی کریم ﷺ کے تمام آباء وامہات عقیدہ توحید پر تھے، نہ اُن میں کفر داخل ہوا نہ عیب نہ پلیدی، نہ جاہلیت کی کوئی اور برائی، امام بیجوری رحمۃ اللہ علیہ نے جوہرۃ التوحید کے حاشیہ میں ذکر فرمایا کہ اس بارے میں روایات تواتر معنوی تک پہنچی ہوئی ہیں"۔

علامہ محمود بن محمد بن احمد بن خطاب سبکی ازہری (م1352ھ) علامہ احمد بن محمد بن علی سحیمی شافعی (م1187ھ) کی بات لیتے ہوئے فرماتے ہیں،

اَنَّہٗ یَجِبُ اِعْتِقَادُ اَنَّ جَمِیْعَ آبَاءِالْاَنْبِیَاءِ وَاُمَّھَاتِھِمْ مُؤمِنُوْنَ وَاَنَّھُمْ فِی الْجَنَّۃِ مُخَلَّدُوْنَ وَھٰذَا ھُوَالَّذِیْ نَعْتَقِدُہ وَنَلْقَی اللہ اِنْ شَاءَ اللہ تَعَالٰی۔

(المنہل العذب المورود شرح سنن ابی داؤد ج9، ص100, 101، ش)

"کہ یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے کہ انبیاء کے سب آباء اور امہات مؤمنین اور ہمیشہ کے جنتی ہیں، ہم اسی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اِسی عقیدے پر اللہ سے ملیں گے ان شاء اللہ"۔

الشیخ علامہ سید ابو العزائم محمد ماضی مصری شافعی (م 1356ھ) رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی والدہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں،

وَھِیَ رَضِیَ اللہ عَنْھَا مِنْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ النَّاجِیَاتِ،اِلَّااَنَّہٗ ثَبَتَ اِسْلَامُھَا بِمَا ثَبَتَ فِیْ اَخْبَارِ النُبُوَّاتِ۔

(بشائر الاخبار فی مولد المختار ص27، ط دار المدینۃ المنورۃ، القاہرہ طبع رابع 1405ھ)

"حضرت آمنہ زمانہ فترت کی نجات پانے والی عورتوں میں سے ہیں، ہاں مگر اُن کا اسلام بھی اُن روایات سے ثابت ہوا جو نبوات (واقعاتِ نبوت) کی روایات میں ہیں"۔

علامہ عبد الرحمن بن محمد عوض جزیری (م1360ھ) رحمۃ اللہ علیہ کافی بحث کرتے ہوئے نتیجہ کے طور پر فرماتے ہیں،

فَلَمْ يَثْبُتْ اَنَّ آبَاءَ النَّبِيِّ ﷺ كَانُوْا مُشْرِكِيْنَ بَلْ ثَبَتَ اَنَّهُم كَانُوا مُوَحِّدِيْنَ فَهُمْ اَطْهَارٌ مُقَرَّبُوْنَ لَايَجُوْزُ اَنْ يُّقَالَ اَنَّ اَبَوَيِ النَّبِيِّ ﷺ كَافِرَانِ عَلٰى اَيِّ حَالٍ بَلْ هُمَافِيْ اَعْلٰى فَرَادِيْسِ الْجَنَّاتِ ۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: ج4 ص190)

"یہ ثابت نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے آباء مشرکین تھے، بلکہ ثابت یہ ہے کہ وہ موحد تھے وہ پاک اور مقرّب لوگ تھے، اور یہ کسی طرح جائز نہیں کہ کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ کے والدَین کافر تھے بلکہ وہ اعلیٰ فردوس جنّتوں میں ہیں"۔

علامہ معین الدین ابو الحسن عطاء اللہ بن محمد قورصاوی رحمۃ اللہ علیہ (م مابین 1300 و 1400ھ) فرماتے ہیں،

نَقَلَ الْعَلَّامَۃُ مُحَمَّدُ اَمِيْنُ عَنْ بَعْضِ الْمُحَقِّقِيْنَ اَنَّہٗ لَايَنْبَغِيْ ذِكْرُ هٰذِهِ الْمَسْئَلَۃِ اِلَّامَعَ مَزِيْدِالاَدَبِ،وَلَيْسَتْ مِنَ الْمَسَائِلِ الَّتِيْ يَضُرُّ جَهْلُهَا اَوْ يُسْأَلُ عَنْهَا فِى الْقَبْرِ اَوْفِى الْمَوْقِفِ فَحِفْظُ اللِّسَانِ عَنِ التَّكَلُّمِ فِيْهَااِلَّابِخَيْرٍ اَوْلٰى وَاَسْلَمُ انتهى، وَلِاَنَّ فِيْہِ مِنَ الْخَطَرِ مَا لَا يَخْفٰى مِنْ سُوْءِ الْاَدَبِ فِيْ حَقِّ النَّبِيِّ ﷺ،قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَاتُؤْذُواالْاَحْيَاءَ بِسَبِّ الْاَمْوَاتِ،وَاَيُّ اِيْذَاءٍ اَعْظَمُ مِنْ نِسْبَۃِ اَبَوَيِ النَّبِيِّ ﷺ اِلَى الْكُفْرِالصَّرِيْحِ، وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ،وَقَدْكَانَافِيْ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ وَمَاتَافِى زَمَانٍ عَمَّ فِيْہِ الْجَهْلُ وَلَمْ يَبْلُغْهُمَاالدَّعْوَةُ،قَالَ فِى التَمْهِيْدِفِيْ اَهْلِ الْفَتْرَةِ قَالَ اَهْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ اِنْ لَمْ يُؤْمِنُوْافَلَايُحْكَمُ بِكُفْرِهِمْ بِتَرْكِهِمُ الْاِيْمَانَ، لِاَنَّ الْاِيْمَانَ مَاكَانَ وَاجِبًاعَلَيْهِمْ بِدَلِيْلِ قَوْلِہٖ تَعَالٰیٰ وَما

كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا (الإِسْرَاءِ:15) وَاِنْ كَفَرُوْا فَلَايَكُوْنُوْنَ مَعْذُوْرِيْنَ،لِاَنَّ مَنْ عَرَفَ الْكُفْرَ لَاَنْ يَّعْرِفَ الْاِيْمَانَ اَوْلٰى انتهى ، وَاَبَوَا رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لَمْ يَثْبُتْ عَنْهُمَا التَّقْصِيْرُ فِيْ اِعْتِقَادِالْوَحْدَةِ فَضْلًا عَنِ الْكُفْرِ الصَّرِيْحِ بَلِ الظَّاهِرُعَنِ الْاَخْبَارِ طَهَارَةُ اُصُوْلِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ كُلِّهَاعَنِ الْاَرْجَاثِ ... فَالطَّعْنُ فِيْهِم بِالْكُفْرِ طَعْنٌ فِيْ حَقِّ اَوْلِيَائِہٖ تَعَالٰى نَعُوْذُبِاللهِ تَعَالٰى مِنْ ذَالِكَ، وَكَوْنُهُمَافِيْ عَصْرِاَهْلِ الشِّرْكِ لَايَدُلُّ عَلٰى اِنَّهُمَا مُطَاوِعَانِ فِى هٰذِهِ الْاَفْعَالِ، بَلِ الْاَخْبَارُ الَّتِيْ مَرَّ بَعْضُهَا يَدُلُّ عَلٰى اِنَّهُمَابَلْ آبَائُهُمَاوَ اَجْدَادُهُمَابُرَاءُوْنَ عَنِ الشِّرْكِ وَعَنْ اَفْعَالِ الشِّركِ۔

(مختصر المقال علی شرح الفقہ الاکبر ص172 تا174، ط مطبع الویچیسلاوی سنہ 1307ھ)

"علامہ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ نے بعض محققین سے نقل کیاہے کہ اس مسئلہ کا ذکر مناسب نہیں مگر بہت زیادہ ادب کے ساتھ،اورایسے ضروری مسائل میں سے نہیں جن کا علم نہ ہونا نقصان دے یااِس سے متعلق قبر میں یاحشر میں پوچھاجائے، لہٰذااِس مسئلہ میں سوائے خیر کے گفتگو سے زبان بچاناہی بہتر اور سلامتی کی بات ہے،اس لئے بھی کہ حضور ﷺ کے حق میں بے ادبی ہونے کا خطرہ ہے جیساکہ ظاہرہے،رسول اللہ ﷺ کاارشادہے مُردوں کوبراکہہ کر زندوں کوتکلیف نہ دو، حضور ﷺ کے والدین کی طرف صاف کفر کی نسبت کرنے سے بڑھ کر کونسی ایذاءہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بیشک جو اللہ اوراُس کے رسول ﷺ کوایذاء پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیااور آخرت میں اُن پر لعنت فرماتے ہیں،اورآپ ﷺ کے والدَین تورسولوں کے وقفہ کے زمانہ میں تھے،اُس زمانہ میں فوت ہوئے جس میں جہالت عام تھی،اوراُن تک دعوت نہیں پہنچی، تمہید میں مصنف زمانہ فترت والوں سے متعلق فرماتے ہیں کہ اہلِ سنت والجماعت کہتے ہیں کہ زمانہ فترت والے اگر ایمان نہ رکھتے ہوں اُن کے ایمان چھوڑنے پر اُن

پر کفر کا حکم نہیں لگے گا کیوں کہ اُن پر ایمان واجب نہیں تھا، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ رسول بھیج دیں" اگر وہ لوگ کفر کرتے تو معذور نہ ہوتے کیوں کہ جو کفر جانتا ہو وہ ایمان کو بطریقِ اولی جانتا ہو گا، جبکہ رسول اللہ ﷺ کے والدَین سے عقیدہِ توحید میں کوتاہی ثابت نہیں ہے چہ جائیکہ صریح کفر ثابت ہو، بلکہ احادیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کُل اصول پلیدیوں سے پاک تھے۔۔ لہٰذا اُن میں کفر کا طعن کرنا اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں طعن ہے نعوذ باللہ، اور اُن کا مشرکین کے زمانہ میں ہونا اِس کی دلیل نہیں کہ آپ ﷺ کے والدَین بھی ان کاموں میں اُن مشرکین کی پیروی کرتے تھے، بلکہ جو احادیث ابھی گذریں وہ دلیل ہیں کہ آپ ﷺ کے والدَین بلکہ اُن کے آباء واجداد بھی شرک سے اور شرک کے کاموں سے بری تھے"۔

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی حنفی تھانوی رحمہ اللہ (م1394ھ) کی امداد الاحکام میں ہے،

سوال: زید اور بکر کا باہم تنازع اس مسئلہ پر ہو رہا ہے، زید کہتا ہے کہ نعوذ باللہ والدین رسول اللہ ﷺ بحالت کفر فوت ہوئے ہیں، ان کے لئے احادیث سے مغفرت ثابت نہیں ہے، اور بکر کہتا ہے کہ نہیں، ان کو حضور ﷺ نے دوبارہ زندہ کیا تھا، اور ان کے واسطے دعاء مغفرت کی جو کہ قبول ہوئی، زید اس فتوی دینے پر اسلام سے خارج ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: زید پر کفر کا فتوی تو نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ ایمان ابوین شریفین میں روایات مختلف ہیں، ایک صحیح روایت میں وہ مضمون بھی ہے جو بکر کہتا ہے، اور جمہور علماء اِسی طرف ہیں الخ۔

(امداد الاحکام: ج1، ص341، : ط مکتبہ دار العلوم کراچی)

اس میں فرمایا کہ جمہور علماء آپ ﷺ کے والدَین کی نجات کے قائل ہیں، کتاب کے آخر میں اسلاف واخلاف کی ایک تفصیلی فہرست ذکر ہے جس میں ڈیڑھ سو سے زائد علماء کے نام

آئے ہیں، جس سے واضح ہے کہ واقعی جمہور اہلِ علم اسلاف واخلاف اُن کی نجات کے قائل ہیں، جس سے اُن حضرات کے دعوی کی حقیقت کھل جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ جمہور علماء نجات نہ ہونے کے قائل ہیں یا کہتے ہیں کہ اُن کی نجات نہ ہونے پر اجماع ہے۔

صدر المدرسین مظاہر علوم، تلمیذ لئیق حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد عاقل صاحب فرماتے ہیں،

”یہ احقر اپنے سبق میں یہ کہا کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں تحقیق تو چاہے جو ہو لیکن سچی بات یہ ہے کہ آپ کے امتی کے دل میں خواہش یہی ہونی چاہیئے کہ (آپ ﷺ کے والدین جو ہیں) کسی طرح ان کا ایمان اور اسلام ہی ثابت ہو تو بہتر ہے، یعنی جب کبھی اُن کا ذکر یا خیال آئے، آپ کے والدین کے بارے میں تفصیل جلد سادس ص 503 پر آرہی ہے“۔

(الدر المنضود ج5 ص223، ط مکتبۃ الشیخ کراچی)

مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں،

”نبی کریم ﷺ کے والدین کے ایمان کے بارے میں علماء کرام فقہاء عظام اور شارحین حدیث کے مختلف اقوال ہیں، لیکن خلاصہ اور نچوڑ کو اگر دیکھا جائے تو کل تین آراء اور تین اقوال ہیں، آنحضرت کے والدین کے بارے میں پہلا قول یہ ہے کہ اُن کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا۔ دوسرا قول اس طرح ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔۔۔ علامہ سیوطی نے آنحضرت کے والدین کے ایمان پر ایک کتاب لکھی ہے، راقم الحروف کہتا ہے کہ میں بھی آنحضرت کے والدین کی نجات کا قائل ہوں، بندہ کے دل کے اندر جھانک کر دیکھو تو وہاں آنحضرت ﷺ کے والدین کے ایمان پر خاتمے کا جذبہ نظر آئے گا“۔

(تحفۃ المنعم اردو شرح صحیح مسلم ج1 ص694 تا695، ط مکتبہ اویس القرنی، کراچی)

حضرت عبد اللہ و حضرت آمنہ کے مومن و موحد ہونے کے بعض دلائل:

اِن حضرات نے نبی کریم ﷺ کے والدین کا مومن و موحّد ہونا بیان کیا ہے، اُن کے مومن و موحّد ہونے کی دلیل کیا ہے؟ اِن حضرات نے آپ ﷺ کے والدین کے مومن و موحّد ہونے کے کئی دلائل پیش فرمائے، مثلاً،

پہلی دلیل:

قرآن مجید میں ہے،

اِنَّہٗ یَرَاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ، وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ (الشعراء:218:219)

”بیشک اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں آپ کو جب آپ کھڑے ہوتے ہیں، اور اُس وقت بھی جب آپ سجدہ کرنے والوں میں پلٹتے رہے ہیں“۔

سجدہ کرنے والوں سے کون مراد ہیں؟ اِس میں کئی تفسیریں ہیں، ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ مراد وہ آباء اور امہات ہیں جن کی پیٹھوں اور رحموں میں آپ ﷺ منتقل ہوتے رہے ہیں، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل ہے،

عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ (الشعراء: 219) قَالَ: مِنْ نَبِيٍّ إِلٰى نَبِيٍّ حَتّٰى أُخْرِجْتَ نَبِيًّا،

(المعجم الکبیر ج11، ص362، ح12021، ط مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ، الاحادیث المختارۃ ج12، ص101:102، ح118 تا 120 باسانید صحیحۃ او حسنۃ)

سجدہ کرنے والوں میں آپ ﷺ کے پلٹتے رہنے سے مراد یہ ہے کہ آپ نبی سے نبی کی طرف منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ نبی ہونے کی حالت میں دنیا میں لائے گئے۔

عَطَاءٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ (الشعراء:219) قَالَ: مَازَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَلَّبُ فِي أَصْلَابِ الْأَنْبِيَاءِ حَتَّى وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔

(تفسیر ابن ابی حاتم ج9ص2828، ح16029ش، تفسیر الثعلبی ج7ص184ش، الدر المنثور ج6 ص332، عن ابن مردویہ، ط دارالفکر، و(مختصر) دلائل النبوۃ لابی نعیم ص28، ح17، ط المکتبۃ العصریۃ صیدا بیروت)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسلسل انبیاء علیہم السلام کی پیٹھوں میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو والدہ نے جنا۔

مفسر مجاہد بن جبر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے بھی ایسی ہی تفسیر نقل ہے۔ (الدر المنثور ج6 ص332 بحوالہ مسند ابن ابی عمر عدنی، مسند بزار، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ، دلائل بیہقی)

آیت کی یہ تفسیر متعدد صحیح یا حسن سندوں سے نقل ہے، ملا علی قاری فرماتے ہیں،

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَافِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ--- كَمَارَوَاهُ ابْنُ سَعْدٍوَالْبَزَّارِوَاَبُوْنُعَيْمٍ فِیْ دَلَائِلِہٖ بِسَنَدٍصَحِيْحٍ الخ

(شرح الشفاعلی حواشی نسیم الریاض ج1ص96 تالیفات اشرفیہ)

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت کی یہ تفسیر ابن سعد، بزار، ابونعیم نے صحیح سند سے روایت کی ہے۔

اس تفسیر سے واضح ہے کہ مراد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا تسلسل کے ساتھ مختلف آباء کی پیٹھوں (اورماؤں کے رِحموں) میں منتقل ہونا ہے، البتہ آباء کی انبیاء کے ساتھ تخصیص اکثری طور پر ہے، کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم زیادہ تر انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی پیٹھوں میں منتقل ہوتے آئے ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے غیر انبیاء آباء انبیاء آباء کی بنسبت کم ہیں۔

لیکن اِس پر اشکال ہوتا ہے کہ ایسے تو کئی غیر مسلم بھی ہوں گے جن کے سلسلہ نسب میں انبیاء علیہم السلام واسطہ ہوں گے، تو اس بارے میں اہلِ علم فرماتے ہیں کہ اگرچہ اِن روایتوں میں انبیاء کی تخصیص ہے، لیکن لفظ ساجدین انبیاء اور عام مومنین سب کو شامل ہے۔

امام ابوالحسن علی بن محمد بغدادی ماوردی شافعی (م450ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَاَمَّاطَهَارَةُ مَوْلَدِهٖ ﷺ فَاِنَّ اللہ تَعَالٰی اِسْتَخْلَصَ رَسُوْلَہٗ مِنْ اَطْیَبِ الْمَنَاكِحِ وَحَمَاهُ مِنْ دَنَسِ الْفَوَاحِشِ وَنَقَلَہٗ مِنْ اَصْلَابٍ طَاهِرَةٍ اِلٰی اَرْحَامٍ طَاهِرَةٍ، وَقَدقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فِیْ تَاوِیْلِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ، تَقَلُّبُكَ مِنْ أَصْلَابٍ طَاهِرَةٍ مِنْ أَبٍ بَعْدَ أَبٍ إِلَى أَنْ جَعَلْتُکَ نَبِيًّا، وَكَانَ نُورُ النُّبُوَّةِ فِي آبَائِهِ ظَاهِرًا۔

(اعلام النبوۃ ص201، مکتبۃ الھلال، بیروت)

"رہی حضور ﷺ کی ولادت کی پاکیزگی! تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو خالص بنایا نکاح کے پاکیزہ مواقع میں سے لاکر، اور بے حیائیوں کی میل سے محفوظ کیا، اور پاک پیٹھوں سے پاک رِحموں کی طرف منتقل کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "اور آپ کا منتقل ہونا سجدہ کرنے والوں میں" یعنی آپ ﷺ پاک پیٹھوں میں منتقل ہوتے رہے ایک باپ کے بعد دوسرے باپ سے، یہاں تک کہ آپ کو نبی بنادیا، اور آپ ﷺ کا نورِ نبوت آپ کے آباء میں ظاہر تھا"۔

علامہ احمد بن محمد بن علی ابن حجر مکی ہیتمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م974ھ) فرماتے ہیں،

وَاَیْضًاقَالَ اللہ تَعَالٰی وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ عَلٰی اَحَدِ التَفَاسِیْرِ فِیْہِ اَنَّ الْمُرَادَ تَنَقُّلُ نُوْرِہٖ مِنْ سَاجِدٍ إِلَى سَاجِدٍ، وَ حِیْنَئِذٍ فَھٰذَاصَرِیْحٌ فِیْ اَنَّ اَبَوَیِ النَّبِیِّ ﷺ آمِنَۃَ وَعَبْدَاللہ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ

(المنح المکیہ ص 100:101، ط دار المنهاج بیروت)

"اللّٰہ تعالیٰ کے اِس فرمان کی مراد ایک تفسیر کے مطابق یہ ہے کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا نور سجدہ کرنے والے سے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتا رہا، تب یہ صریح دلیل ہوگی کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے والدین آمنہ وعبد اللّٰہ جنّتی ہیں"۔

علامہ عطاء اللّٰہ بن احمد بن عطاء اللّٰہ بن احمد ازہری مصری مکی شافعی رحمۃ اللّٰہ علیہ (م بعد 1170ھ) فرماتے ہیں:

عَلٰی اِنَّ قَوْلَہٗ تَعَالَی وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ عَلٰی اَحَدِالتَّفَاسِیرِمِن اَنَّ المُرَادَتَنَقُّلُ نُورِہٖ ﷺمِن سَاجِدٍاِلٰی سَاجِدٍاَیْ مِنْ مُسْلِمٍ اِلٰی مُسْلِمٍ صَرِیْحٌ فِیْ اِسْلَامِ آبَائِہٖ وَاُمَّھَاتِہٖ حَتّٰی عَبْدِاللہ وَآمِنَۃَ (شرح القصیدۃ الھمزیۃ مخطوطۃ:ص8)

"علاوہ ازیں اللّٰہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اورآپ کا سجدے کرنے والوں میں پلٹنا" ایک تفسیر کے مطابق اس سے مراد یہ ہے آپ کا نور سجدہ کرنے والے سے سجدہ کرنے والے کی طرف یعنی مسلمان سے مسلمان کی طرف منتقل ہوتا رہاہے، یہ صریح ہے کہ حضرت عبد اللّٰہ وآمنہ تک آپ کے آباءوامہات مسلمان تھے۔

علامہ علی بن صادق داغستانی حنفی رحمۃ اللّٰہ علیہ (م1199ھ) اِس بارے میں دلائل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

اَلثَّالِثُ قَوْلُہُ تَعَالَی: وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِیْنَ اَی مِنْ سَاجِدٍ إِلَی سَاجِدٍ مِنْ لَدُنْ آدَمَ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ اِلٰی عَبْدِاللہ کَمَارُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَاسٍ رِضْوَانُ اللہ تَعَالٰی عَنْھُمَا۔ (رسالۃ فی اثبات النجاۃ والایمان لوالدی سید الاکوان ص2)

”تیسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ یعنی آدم علیہ السلام سے حضرت عبد اللہ تک آپ منتقل ہوتے رہے ہیں سجدہ کرنے والے سے سجدہ کرنے والے کی طرف جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی نقل ہے“۔

الشیخ عبد الرحمن بن عبد المنعم خیاط مالکی (م1200ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَالَّذِیْ عَلَیْهِ الْمُعَوَّلُ وَالْاِعْتِمَادُفِیْ اَبَوَیِ سَیِّدِالْعِبَادِاَنَّهُمَامِنَ النَّاجِیْنَ بَلْ مِنَ الْمُؤمِنِیْنَ كَمَاوَرَدَذَالِكَ فِی حَدِیْثٍ حَسَنٍ عِنْدَقَوْمٍ صَحِیْحٍ عِنْدَآخَرِینَ بَل وَجَمِیْعُ آبَاءِهٖ مِنَ الْمُوَحِّدِیْنَ كَمَاقَالَ تَعَالَی:”وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ “الخ ۔

(مولد النبی ﷺ: ص94:93، دار الآفاق العربیۃ قاہرہ)

”جو بات قابل اعتماد اور قابل بھروسہ ہے وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے والدین نجات پانے والے ہیں، بلکہ مومنین میں سے ہیں، جیسا کہ یہ بات ایک حدیث میں ہے جو کچھ علماء کے نزدیک حسن ہے، تو کچھ دوسرے علماء کے ہاں صحیح ہے، بلکہ آپ ﷺ کے سب آباء موحد تھے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے اور ہم دیکھتے رہے آپ کا منتقل ہونا سجدہ کرنے والوں میں“۔

الشیخ عبد اللہ شاذلی بحری رحمۃ اللہ علیہ (م بعد 1203ھ) فرماتے ہیں،

قَالَ بَعْضُ الْمُفَسِّرِیْنَ فِیْ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ اَلْمُرَادُتَنَقُّلُ نُوْرِهٖ مِن سَاجِدٍاِلٰی سَاجِدٍ، وَهٰذَا صَرِیْحٌ فِیْ اِیْمَانِ اَبَوَیْهِ ﷺ

(الجواہر السنیۃ فی شرح الھمزیۃ مخطوطہ ص14)

”بعض مفسرین نے آیت وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ میں فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کا نور سجدہ کرنے والے سے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے، اور یہ آپ ﷺ کے والدین کے مومن ہونے میں صریح ہے"۔

مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1225ھ) فرماتے ہیں،

اَلْاَوْلٰی اَنْ یُّقَالَ اَلمُرَادُمِنْہُ تَقَلُّبَکَ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاھِرِیْنَ السَّاجِدِیْنَ لِلّٰہِ اِلٰی اَرْحَامِ الطَّاھِرَاتِ السَّاجِدَاتِ وَمِنْ اَرْحَامِ السَّاجِدَاتِ اِلٰی اَصْلَابِ الطَّاھِرِیْنَ اَیِ الْمُوَحِّدِیْنَ وَالْمُوَحِّدَاتِ حَتّٰی یَدُلَّ عَلٰی اِنَّ اٰبَاءَ النَّبِیِّ ﷺ کُلَّھُمْ کَانُوا مُؤمِنِیْنَ الخ۔ (التفسیر المظھری ج7ص89، ط رشیدیہ کوئٹہ)

"اولی یہ ہے کہ کہا جائے کہ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ پاک اور اللہ کا سجدہ کرنے والے آباء کی پیٹھوں سے پاک اور سجدہ کرنے والی ماؤں کے رحموں کی طرف اور سجدہ کرنے والی ماؤں کے رحموں سے پاک آباء کی طرف یعنی عقیدہ توحید رکھنے والے آباء اورامہات کی طرف منتقل ہوتے رہے ہیں یہاں تک کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کے تمام آباء مؤمنین تھے"۔

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی (م1231ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَاللّٰہُ تَعَالٰی یَقُوْلُ فِی کَلَامِہِ الْعَزِیْزِوَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ وَالْمُرَادُ بِالسَّاجِدِیْنَ مَایَعُمُّ السَّاجِدَاتِ،اَی اِنْتِقَالُکَ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاھِرِیْنَ اِلٰی اَرْحَامِ الطَّاھِرَاتِ۔ (حاشیۃ علی الدرالمختار ج2، ص80، ط مصر)

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "آپ ﷺ کا سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہونا" مراد سجدہ کرنے والوں سے عام ہے سجدہ کرنے والیوں کو بھی، یعنی آپ ﷺ کا پاک پیٹھوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہونا اللہ تعالیٰ دیکھتے رہے ہیں"۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1372ھ) کی نگرانی میں لکھی جانے والی تفسیر کشف الرحمن میں حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی حنفی (م1277ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

"وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ کی تفسیر میں بعض سلف نے اس طرح تفسیر کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنے آباء کی پشت در پشت گذرنے کو جانتا ہے، اور ایک پیغمبر کی پشت سے دوسرے پیغمبر کی پشت میں آنے کو دیکھتا ہے، پھر یہ استدلال کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی غیر مسلم کی پشت میں نہیں رہے، اسی سلسلے میں اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے والدین کو مسلمان بتایا ہے واللہ اعلم"۔ (کشف الرحمن ج2ص599، مع ضمیمہ، رشیدیہ کراچی)

علامہ محمد یحیی بن محمد المختار بن الطالب عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م1314ھ) فرماتے ہیں،

فَقِيْلَ مَعْنَاهُ اَنَّ رُوْحَهٗ كَانَ يَنْتَقِلُ مِنْ سَاجِدٍاِلٰی سَاجِدٍوَبِهٰذَاالتَّقْرِيْرِفَالْاٰيَةُ دَالَّةٌعَلٰی اِنَّ آبَاءَ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍﷺ كَانُوا مُسْلِمِيْنَ۔

(خلاصۃ الوفا علی نخبۃ الاصطفاص41:42، طبعہ اولیٰ مطبعۃ رسمیہ تونسیۃ سنہ1314ھ)

"آیت کی تفسیر میں یہ قول بھی ہے کہ اس کا معنی ہے کہ آپ ﷺ کی روح سجدہ کرنے والے سے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتی رہی ہے، اس تقریر سے آیت دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کے آباء مسلمان تھے"۔

علامہ محمد بن عمر نووی جاوی حجازی رحمۃ اللہ علیہ (م1316ھ) فرماتے ہیں،

وَيُقَالُ وَيَرَاكَ مُنْتَقِلًافِيْ اَصْلَابِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَرْحَامِ الْمُؤْمِنَاتِ مِنْ لَدُنْ آدَمَ وَحَوَاءَ اِلٰی عَبْدِاللهِ وَآمِنَةَ فَجَمِيْعُ اُصُوْلِ سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍﷺ رِجَالًا وَنِسَاءً مُؤْمِنُوْنَ۔ (تفسیر مراح لبید ج2ص119، ط داراحیاء الکتب العربیۃ مصر)

"آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت آدم وحواء سے حضرت عبد اللہ وآمنہ تک مومنین کی پیٹھوں اور مومنات کے رحموں میں آپ کا منتقل ہونا اللہ تعالیٰ دیکھتے رہے ہیں، اِس تفسیر پر آپ ﷺ کے تمام اصول مرد ہوں یا عورتیں مومن ہیں"۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1369ھ) فرماتے ہیں،

"اور بعض سلف نے کہا کہ ساجدین سے آپ ﷺ کے آباء مراد ہیں یعنی آپ کے نور کا نبی کی صلب سے دوسرے نبی کی صلب تک منتقل ہونا اور آخر میں نبی ہو کر تشریف لانا، بلکہ بعض مفسرین نے اس لفظ سے حضور ﷺ کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے واللہ اعلم"۔

(تفسیر عثمانی ص487، ط حاجی محمد صدیق اینڈ سنز، لاہور)

علامہ احمد بن عبد الرحمن بن محمد البنا الساعاتی رحمۃ اللہ علیہ (م1378ھ) فرماتے ہیں،

مِنْهَا قَوْلُهٗ تَعَالیٰ: الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ(الشعراء: 218:219) قِيلَ:مَعْنَاهُ أَنَّهُ كَانَ يَنْقُلُ نُورَهُ مِنْ سَاجِدٍ إِلَى سَاجِدٍ،وَبِهَذَا التَّقْدِيرِ فَالْآيَةُ دَالَّةٌ عَلَى اَنَّ جَمِيعَ آبَاءِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا مُسْلِمِينَ۔

(الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی ج8ص168، ط داراحیاء التراث العربی)

"دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو دیکھتے ہیں جب آپ کھڑے ہوتے ہیں، اور جب آپ سجدہ کرنے والوں میں پلٹتے رہے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ آیت کا معنی ہے کہ آپ کا نور سجدہ کرنے والے سے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے، اِس تقریر سے آیت دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے سارے آباء مسلمان تھے"۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (م1394ھ) بھی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں،

"اور بعض سلف یہ کہتے ہیں کہ ساجدین سے حضور پر نور ﷺ کے آباء واجداد مراد ہیں، اور یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حواء سے لے کر حضور ﷺ کے والدین تک آپ کی روح پاک کو ایک ساجد اور موحد سے دوسرے ساجد اور موحد کی طرف منتقل فرمایا، اور آپ کے سلسلہ نسب میں کوئی مشرک نہ تھا، اس پر یہ اعتراض وارد ہوا کہ حضرت ابراہیم کے والد آزر تو بنص قرآن مشرک تھے، بعض نے اس کا یہ جواب دیا کہ آزر ابراہیم علیہ

السلام کے والد نہ تھے، بلکہ چچا تھے، اور مجازاً اچچا پر بھی باپ کا اطلاق کر دیا جاتا ہے، اور بعض نے یہ کہا کہ آزر کے شرک کرنے سے پہلے نور نبوت منتقل ہو چکا تھا"۔

(معارف القرآن ج5ص579:578ط مکتبۃ المعارف شہداد پور سندھ)

علامہ عبد القادر بن ملاحویش السید محمود آل غازی العانی (م1398ھ) آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

وَاعْلَمْ اَنَّ كَلِمَۃَ السَّاجِدِيْنَ تَشْمُلُ الْاَنْبِيَاءَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَتَدُلُّ عَلٰى اِيْمَانِ اَبَوَيْهِ ﷺ كَمَا ذَهَبَ اِلَيْهِ كَثِيْرٌ مِنْ اَجِلَّۃِ الْعُلَمَاءِ (تفسیر بیان المعانی:ج2ص301،)

"جاننا چاہیئے کہ ساجدین کا کلمہ انبیاء اور مؤمنین کو عام ہے اور یہ آپ ﷺ کے والدین کے ایمان پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ بہت سے بڑے علماء اس طرف گئے ہیں"۔

تفسیر ابن ابی حاتم، بغوی، قرطبی، خازن، ابن کثیر، مظہری، اعراب القرآن و بیانہ، سمرقندی، ثعلبی، النکت والعیون، تفسیر الایجی، البحر المدید، تفسیر شوکانی، حدائق الروح والریحان، وغیرہ کئی تفاسیر میں مصنفین نے آیت کی دوسری تفاسیر کے ساتھ یہ تفسیر بھی ذکر کی ہے، قرآن مجید کی آیت کی اس تفسیر سے آپ ﷺ کے آباء وامہات کا غیر مشرک ہونا، صرف اللہ کا سجدہ کرنے والے ہونا ثابت ہو رہا ہے، تواِس کے مقابلہ میں جو تاریخی روایات مروی ہوں مناسب یہی ہو گا کہ اُن روایات کو ناقابلِ اعتماد سمجھا جائے۔

اِس پر شیخ نضال آلہ رشی کہتے ہیں،

وَكَانَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَائِلِيْنَ بِقَوْلِ الشِّيْعَۃِ فِیْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَۃِ قَبْلَ اِدِّعَاءِهِمْ وَاسْتِدْلَالِهِمْ بِهٰذِهِ الْآيَۃِ اَنْ يُّثْبِتُوْا اَوَّلًا اَنَّ آبَاءَهٗ ﷺ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ وَالْاِسْنَادُ مِنَ الدِّيْنِ وَاَنّٰى لَهُمْ ذَالِكَ وَدُوْنَہٗ خَرْطَ الْقَتَادَ، بَلْ لَوْبَلَغُوْا اَسْبَابَ السَّمَاءِ لَنْ يَّجِدُوْا لِذَالِكَ سَبِيْلًا وَلَوْكَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔

(البدر الانور شرح الفقہ الاکبر ص 441، دار النور المبین عمان)

"شیعہ والے قول کے قائل اِن لوگوں کو دعوی کرنے سے پہلے اور آیت سے دلیل پکڑنے سے پہلے لازم ہے کہ پہلے یہ تو ثابت کریں کہ آپ ﷺ کے آباء نماز پڑھتے تھے، اور سند دین کا حصہ ہے، اور اُن کے پاس سند کہاں ہے؟ اور اس کے بجائے تو قتاد کے کانٹوں پر ہاتھ مارنا آسان ہے، بلکہ اگر آسمانوں کی سیڑھیوں تک رسائی حاصل کرلیں تو بھی اِس کا راستہ نہیں پائیں گے چاہے ایک دوسرے کی مدد کریں"۔

آیت کی تفسیر اور وضاحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد بن جبر رحمہ اللہ سے منقول تفسیر کے علاوہ متعدد تفاسیر کے حوالوں سے بیان ہو گئی ہے، تو جب آیت کی یہ تفسیر ہو تو آیت سے ہی ثابت ہے کہ وہ اللہ کو سجدہ کرنے والے تھے، اب چاہیں تو کہہ دیں کہ پھر آیت کی سند پیش کرو؟

دوسری دلیل:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات میں کافر و مشرک بندوں کا شرّ اور اشرار اور مومنین کا خیر اور اخیار ہونا بیان فرمایا ہے،

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ۔۔وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ۔ (البقرۃ:221)

"مومن غلام مشرک سے بہتر ہے چاہے مشرک تمہیں پسند لگے۔۔اور مومنہ باندی مشرکہ عورت سے بہتر ہے چاہے مشرکہ تمہیں پسند لگے"۔

نصوص میں خاص سببِ نزول کا بھی کچھ نہ کچھ دخل ضرور ہوتا ہے، لیکن الفاظ کے عموم کا اعتبار بھی ہوتا ہے، یہ آیت اگرچہ خاص موقع و محل سے متعلق ہے لیکن الفاظ عام ہیں، آیت میں مؤمن غلام کو مشرک سے اور مؤمنہ باندی کو مشرکہ سے بہتر فرمایا گیا ہے، جس سے مؤمن

ومومنہ کا مشرک ومشرکہ سے بہتر ہونا اور موٴمن وموٴمنہ سے مشرک ومشرکہ کا کمتر ہونا واضح ہے، موٴمن وموٴمنہ آزاد کا بھی یہی حال ہے، کہ وہ مشرک ومشرکہ سے بہتر ہیں، جب کہ قرآن مجید نے کافر ومشرک لوگوں کو خیر نہیں شر فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْامِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ وَالْمُشْرِکِیْنَ۔۔اُوْلٰئِکَ ھُمْ شَرُّالْبَرِیَّۃِ:اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْاوَعَمِلُواالصّٰلِحٰتِ اُولٰئِکَ ھُمْ خَیْرُالْبَرِیَّۃِ۔ (البینۃ:6:7)

"بیشک جنہوں نے کفر کیا اہلِ کتاب ہوں یا مشرکین (جہنّم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوں گے، اور) یہ لوگ مخلوق میں سے بدتر ہیں، جو ایمان لائے اور نیک اعمال کے پابند رہے یہ مخلوق میں سے خیر یعنی بہت بہتر ہیں"۔

اِنَّ شَرَّالدَّ وَابِ عِنْدَاللہ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (الانفال:25 ,22)

"بیشک اللہ کے ہاں زمین پر چلنے والے جانداروں میں سے بدتر کفر کرنے والے ہیں"۔

اِس قسم کی آیات سے کافروں مشرکوں کا شرّ ہونا اور ایمان والوں کا خیر ہونا واضح ہے، اور نبی کریم ﷺ جن آباء وامہات سے منتقل ہوتے ہوئے دنیا میں تشریف لائے، آپ ﷺ نے اُن کو خیر فرمایا، تو اگر وہ خیر ہیں تو موٴمنین ہیں، اور اگر موٴمنین نہیں تو خیر نہیں، خیر کا ضد ہیں، اور ہم ایسا گمان نہیں کرسکتے، نبی کریم ﷺ کی احادیث آپ ﷺ کے سلسلہ نسب آباء وامہات کو خیر بتاتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں،

بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِقُرُوْنِ بَنِیْ آدَمَ قَرْنَافَقَرْنًا،حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْہِ

(صحیح بخاری ج1ص503، ط قدیمی، مسند احمد 8857، مسند ابی یعلی ج5 ص490، ح6522، دارالکتب العلمیہ، شعب الایمان ج2ص139، ح1392، دارالکتب العلمیہ، مصابیح السنۃ ج2 ص389، ح2391، دارالکتب العلمیہ)

"میں بھیجا گیاہوں زمانہ درزمانہ اولادِ آدم کی افضل جماعتوں میں سے ہو کر یہاں تک کہ وجود میں آیااُس جماعت میں سے ہو کر جس میں میں تھا"۔

قرون قرن کی جمع ہے، کسی خاص زمانہ کو بھی کہتے ہیں، اورزمانہ والوں کو بھی کہتے ہیں، اِس حدیث میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے دنیامیں آنے تک ہر ہر زمانہ والوں میں سے جس جس کے ذریعے آپ ﷺ منتقل ہوتے چلے آئے ہیں وہ لوگ اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں میں سے افضل اور بہترلوگ تھے، یہاں تک کہ جس ماں باپ سے آپ ﷺ دنیامیں تشریف لائے وہ اپنے زمانہ والوں میں سے افضل و بہتر تھے، اور ظاہر ہے کہ ایمان نہ ہو، شرک وبت پرستی ہو تو ایسے بندے مومن وموحد بندوں سے افضل و بہتر نہیں ہوسکتے۔

حضرت ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے متعلق تبصرہ کیا، اور کہا حضرت محمد ﷺ کی مثال ایسے ہے جیسے کھجور کا درخت کوڑا کرکٹ والی جگہ سے پیدا ہو جائے، آپ ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ غصہ ہوئے، اور فرمایا لوگو!

اِنَّ اللہ خَلَقَ خَلْقَہٗ فَجَعَلَھُمْ فِرْقَتَیْنِ،فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِالْفِرْقَتَیْنِ،ثُمَّ جَعَلَھُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ قَبِیْلًا،ثُمَّ جَعَلَھُمْ بُیُوْتًافَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ بَیْتًا۔۔ اَنَاخَیْرُکُمْ قَبِیْلًاوَخَیْرُکُمْ بَیْتًا۔

(المستدرک ج3ص457،ح5151، قدیمی کتب خانہ، دلائل النبوۃ للبیہقی ج1ص168،ط دارالکتب العلمیہ، الدرالمنثور ج4ص330، ط دارالفکر، وفیہ یزید بن ابي زیادالھاشمی، صدوق

تغیرحفظہ،روی لہ مسلم مقرونابغیرہ،وحسن الترمذی حدیثہ،اقول وللحدیث شواھدکماسیاتی،فلاشک فی کونہ حسنًا)

"بیشک اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی، پھر اُن کو دو جماعتیں بنایا (خیر والے، شر والے) تو مجھے اُن دو میں سے بہتر میں ٹھہرایا، پھر اُن کو قبائل بنایا تو مجھے اُن میں سے بہتر قبیلہ میں ٹھہرایا، پھر اُن کو گھروں والے بنایا تو مجھے اُن میں سے بہتر گھر میں کیا۔۔ میں لوگوں میں سے قبیلے کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں اور گھر کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں"۔

حضرت مطلب بن ابی وداعہ اور عبد المطلب بن ربیعہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا ملتے جُلتے الفاظ کے ساتھ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نقل کرتے ہیں،

اِنَّ اللہ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ ثُمَّ جَعَلَھُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ فِرْقَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ قَبِیْلَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ بَیْتًا وَّخَیْرِھِمْ نَفْسًا۔

(ترمذی حدیث حسن ج2ص201،فاروقی کتب خانہ، الامالی المطلقۃ لابن حجر مختصرًا،ص70،وقال حدیث حسن،المکتب الاسلامی، مسند احمد ح17517، السنۃ لابن ابی عاصم ص341، ح1540، دار ابن حزم، الکنی والاسماء للدولابی ج1ص8،رقم 4،دار الکتب العلمیہ، مجمع الزوائد ح 13824، دار الفکر ، المورد الھنی ص160 الی ص164، جامع الآثار لابن ناصر الدین، ج1 ص403:404،قطر،قال الھیثمی رجال احمدرجال الصحیح)

"بیشک اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمانی چاہی تو مجھے ان میں سے خیر مخلوق میں ٹھہرایا، پھر اُن کو دو گروہ بنایا تو مجھے اُن میں سے خیر والے گروہ میں کیا، پھر اُن کو قبائل بنایا تو مجھے خیر والے قبیلہ میں ٹھہرایا، پھر اُن کو گھروں والے بنایا تو مجھے گھر کے اعتبار سے سب سے خیر والے اور ذات کے اعتبار سے بھی خیر والے میں بنایا"۔

حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی حدیث میں رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان ہے،

اِنَّ اللہ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ مِنْ (فِیْ)خَیْرِ فِرَقِھِمْ وَخَیْرِ الْفَرِیْقَیْنِ ثُمَّ خَیَّرَ الْقَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ مِنْ(فِیْ) خَیْرِ الْقَبِیْلَۃِ ثُمَّ خَیَّرَ الْبُیُوْتَ فَجَعَلَنِیْ مِنْ(فِیْ) خَیْرِ بُیُوْتِھِمْ فَاَنَا خَیْرُ ھُمْ نَفْسًاوَخَیْرُ ھُمْ بَیْتًا

(ترمذی ج2ص201، حدیث حسن، مسند احمد ح 1788، مصابیح السنۃ ج2 ص392، ح2409، ط دارالکتب العلمیہ، المورد الھنی ص 156، مسند البزار ج4ص140، رقم 1316، ط مکتبۃ العلوم والحکم، مناقب الشافعی للبیھقی ج1، ص46:47، ط دارالتراث، المعرفۃ والتاریخ ل یعقوب بن سفیان، ج1، ص497، ط موسسۃ الرسالۃ، جامع الآثار لابن ناصر الدین، ج1، ص402، ط قطر)

”بیشک اللہ تعالیٰ نے مخلوق بنائی تو مجھے اُن میں سے کئی گروہوں میں سے بھی اور دو گروہوں میں سے بھی خیر والے میں کیا، پھر قبائل چنے تو مجھے خیر والے قبیلہ میں ٹھہرایا، پھر گھر چنے تو مجھے اُن میں سے خیر والے گھر میں ٹھہرایا تو میں ذات کے اعتبار سے بھی اور گھر کے اعتبار سے بھی سب سے خیر والا ہوں“۔

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل کرتے ہیں،

مَاافْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَیْنِ اِلَّاجَعَلَنِیَ اللہ فِیْ خَیْرِ ھِمَافَاُخْرِجْتُ مِنْ بَیْنِ اَبَوَیَّ فَلَمْ یُصِبْنِیْ شَیْئٌ مِّنْ عَھْدِالْجَاھِلِیَّۃِ وَخَرَجْتُ مِنْ نِکَاحٍ وَلَمْ اُخْرَجْ مِنَ سِفَاحٍ مِنْ لَّدُنْ آدَمَ حَتّٰی انْتَھَیْتُ اِلٰی اَبِیْ وَاُمِّیْ فَاَنَاخَیْرُکُمْ نَفْسًا وَ خَیْرُکُمْ اَبًا۔

(دلائل النبوۃ للبیھقی ج1ص174، ط دارالکتب العلمیہ، تاریخ دمشق لابن عساکر ج3، ص48، ط دارالفکر، معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ص170، ط دارالکتب العلمیہ، الطیوریات ج1ص210، ط مکتبۃ اضواء السلف، ش، جامع الآثار لابن ناصر الدین ج2ص7:8 ط قطر وعزاہ الی القاضی مُحمد بن سعیدالعسقلانی،و الحاکم)

”جب بھی لوگ دو گروہ ہوئے اللہ تعالیٰ نے مجھے اُن میں سے بہتر میں کیا، تو میں اپنے والدین کے جسم سے باہر آیا تو اس طرح کہ مجھے دورِ جاہلیت کا کوئی نقص نہیں پہنچا، اور میں آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے والدین تک پہنچنے تک نکاح سے ہوا ہوں نہ بدکاری سے ہوا، تو میں تم میں سے بہتر ہوں ذات کے اعتبار سے بھی اور بہتر ہوں باپ کے اعتبار سے بھی“۔

اِن حدیثوں میں آپ ﷺ نے اپنے قبیلے اور گروہ کو سب قبیلوں اور گروہوں سے خیر یعنی بہتر اور افضل بتایا، اور اپنے گھر اور والد کو سب گھروں اور آباء سے خیر یعنی بہتر اور افضل بتایا، قبیلہ سے مراد قریش ہے، اور قریش کا سب قبائل سے بلند درجہ قبیلہ ہونا ظاہر ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ قبیلہ قریش میں دوسرے قبائل کی بہ نسبت قبائح اور برائیاں بہت کم تھیں، اور خوبیاں زیادہ تھیں، قبیلہ قریش میں خیر ہونے سے ظاہر ہے کہ دوسرے قبائل کا اگر ہر ہر آدمی بت پرست، مشرک غیر موحد ہو تو قریش ایسے نہیں ہوسکتے، موحّدین کی زیادہ تعداد قریش میں سے ہو، اور جاہلیت کی دوسری برائیاں اُن میں نہ ہوں، یا کم ہوں، تب ہی وہ خیر یعنی افضل و بہتر ہو گا“۔

اور گھر بھی والدین کا نام ہے، اور والد تو والد ہے، آپ ﷺ کے والدین دونوں موحّد ہوں، بت پرست نہ ہوں تب ہی آپ ﷺ خیر والے اور افضل گھر سے ہوں گے، اور اگر آپ ﷺ کے والدَین بت پرست ہوں تو آپ ﷺ غیر خیر والدین سے ہوئے تو آپ ﷺ کی یہ احادیث بے معنٰی ہیں، اور اگر آپ ﷺ کے والدین دوسروں سے خیر تھے تو پھر مومن و موحد ہوں گے، ورنہ تو مؤمنین موحّدین لوگوں سے کمتر ہوں گے؟ اور کوئی مسلمان و مُحِب حضور ﷺ کے والدَین کو غیر خیر والدَین اور کمتر نہیں کہہ سکتا، تو حضور ﷺ کے والدین کو بہتر و خیر مانیں گے تو مؤمن مؤحد ماننا لازمی ہو گا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رسول کریم ﷺ کی طویل حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان نقل ہے،

ثُمَّ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاخْتَارَمِنَ الْخَلْقِ بَنِیْ آدَمَ وَاخْتَارَمِنْ بَنِیْ آدَمَ الْعَرَبَ وَاخْتَارَ مِنَ الْعَرَبِ مُضَرَوَاخْتَارَمِنْ مُضَرِقُرَیْشًا وَاخْتَارَمِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ هَاشِمٍ، وَاخْتَارَنِیْ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ فَاَنَامِنْ خِیَارٍ اِلٰی خِیَار

(مختصر)دلائل النبوۃ لابی نعیم ص29، ح18، المکتبۃ العصریۃ، المعجم الاوسط ج 6ص199، ح6182، دارالحرمین، والکبیر ج12، ص455، ح13650، مکتبۃ ابن تیمیۃ، شعب الایمان ج2، ص139، ح1393، دارالکتب العلمیہ، مجمع الزوائد ح 13823، ط دارالفکر ، ،المورد الھنی ص 173، 174: المستدرک ج5ص4، رقم1706:1705، قدیمی کتب خانہ، جامع الآثار ج1، ص408:406، ط قطر،قال الهيثمى فيه حماد بن واقد (الصفار)وهو ضعيف يعتبر به،وبقية رجاله وثقوا، اقول حماد تابعہ يزيدبن عوانۃ، وعبدالله بن بكر السهمى ،وفيہ ايضًا مُحمدبن ذكوان وهووان تُكُلِّمَ فيہ فقد وثقه يحيى بن معين وابن حبان ، فحديثه حسن في الجملة لأنه لم يُطعن فيه بقادح،قال ابن حجر حديث حسن(الامالی المطلقۃ ص69:68 المکتب الاسلامی)۔)

”پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی، اور مخلوق میں سے اولادِ آدم کو چُنا، اور اولادِ آدم میں سے عرب کو چُنا، اور عرب میں سے مضر کو اور مضر میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنوہاشم کو اور بنوہاشم میں سے مجھے چُنا، پس میں افضل بندوں میں سے افضل بندوں کی طرف منتقل ہوتا ہوا آیا ہوں“۔

ظاہر ہے کہ انسان بحیثیت انسان سب مخلوق سے افضل اور اشرف المخلوق ہے، اور بحیثیت فرد اِس کی افضلیت اور خیریت دینِ حق کی اتباع کے ساتھ مشروط ہے، اِس حدیث کے مطابق مجموعی حیثیت کے اعتبار سے عجم کی بہ نسبت عرب میں برائیاں اور خرابیاں کم اور خوبیاں زیادہ ہیں، ایسے ہی پھر عرب میں سے مُضر میں پھر مضر میں سے قریش میں اور قریش میں سے

بنوہاشم میں خوبیاں بہت ہیں، اور برائیاں کم ہیں، اخیر کے الفاظ فَاَنَامِنْ خِیَارٍ اِلٰی خِیَار کا تقاضا ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جس جس سے جس جس کی طرف منتقل ہوتے چلے آئے ہوں، اپنے اپنے زمانہ میں اُن سے افضل کوئی نہ ہوں، اور ظاہر ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ایسے آباء اورامہات میں سے کوئی غیر مومن اور مشرک ہوں، تواُن کے زمانہ کے مومن موحداُن سے افضل ہوں گے، اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا غیر افضل بندوں میں منتقل ہونالازم آئے گا،اورلازم باطل ہے، تو ملزوم بھی باطل ہے، جس سے ثابت ہوا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آباء وامہات اپنے اپنے زمانہ میں افضل اور برتر اور مؤمنین و مومنات تھے۔

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ارشادروایت کرتے ہیں

اِنَّ اللہ قَسَّمَ الْخَلْقَ قِسْمَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ ھِمَاقِسْمًا،فَذَالِکَ قَوْلُہٗ وَاَصْحَابُ الْیَمِیْنِ وَاصحَابُ الشِّمَالِ،فَاَنَامِنْ اَصْحَابِ الْیَمِیْنِ، وَاَصْحَابُ الْمَشْأَمَۃِ مَا اَصْحَابُ الْمَشْأَمَۃِ وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ فَاَنَامِنْ خَیْرِالسَّابِقِیْنَ ، ثُمَّ جَعَلَ الْبُیُوْتَ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ ھَاقَبِیْلَۃً فَذَالِکَ قَوْلُہٗ شُعُوْبًا وَقَبَائِلَ ،فَاَنَااَتْقٰی وُلْدِآدَمَ وَاَکْرَمُھُمْ عَلَی اللہ عزوجل وَلَافَخْرَ،ثُمَّ جَعَلَ الْقَبَائِلَ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ ھَابَیْتًافَذَالِکَ قُوْلُہٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔

(المعجم الکبیر ج3 ص56، ح2674، مکتبۃ ابن تیمیۃ، مجمع الزوائدح 13822، الشفابسندہ ج1 ص165، دارالکتب العلمیہ، دلائل النبوۃ للبیہقی ج1، ص170، دارالکتب العلمیہ، الدرالمنثور ج6، ص605، دارالفکر، البدایۃ والنہایۃ نحوہ ج2ص257، ط دارالفکر، وفی المورد الھنی نحوہ ص172:173، حدیث ابی نعیم عن ابی علی الصواف، رقم 7، مکتبۃ الرشد، المنتقی من مسموعات مروللضیاء المقدسی، رقم 323، ، المعرفۃ والتاریخ لیعقوب بن یوسف الفسوی، ج1ص498، ط موسسۃ الرسالۃ، بحرالفوائد ،ج1،

ص205، دارالکتب العلمیہ، ش، جامع الآثار لابن ناصر الدین، ج1ص409، قطر،قال الهيثمی فيہ يحيی بن عبدالحميدالحمانی وعبايۃ بن ربعی وكلاهماضعيف،اقول يحيی وثقہ يحيی بن معين،ومحمدبن ابراہيم البوشنجی،وغيره،وقال ابن عدی ارجوانہ لاباس بہ،وتكلم فيہ الآخرون، وعبايۃ ذكره ابن حبان والقاسم بن قطلوبغا فی الثقات،وتكلم فيہ الآخرون،اقول فهوحديث ضعيف سندًابادنٰی ضعف، وحسن متنًا بشواهده)

"بیشک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی دو قسمیں بنائیں تو مجھے اُن میں سے افضل قسم میں ٹھہرایا، وہ دو قسمیں اللہ کے فرمان میں ذکر ہیں کہ ایک اصحاب الیمین یعنی سعادتمند اور دوسرے اصحاب الشمال یعنی محروم القسمت (جہنّمی) ہیں، میں سعادتمندوں سے ہوں، اور ایک اصحاب المشأمۃ ہیں جو کتنے ہی بدنصیب ہیں، اور دوسرے آگے ہونے والے ہیں جو آگے ہی ہونے والے ہیں، اور میں بہتر آگے ہونے والوں سے ہوں، پھر اللہ تعالیٰ نے گھروں سے قبائل بنائے تو مجھے بہتر قبیلہ میں کیا ۔۔ میں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ تقوٰی والا اور سب سے معزز ہوں، اور یہ بطور فخر نہیں کہتا، پھر قبائل سے گھر بنائے، تو مجھے گھر کے اعتبار سے بہتر میں ٹھہرایا، یہی مطلب ہے اللہ کے اِس فرمان کا کہ اے اہلِ بیت بس اللہ تعالیٰ تم سے پلیدی دور کرنا چاہتے ہیں اور تمہیں خوب پاک کرنا چاہتے ہیں"۔

اِس حدیث کے ہر حصے کے الفاظ پر خوب غور کریں تو اِس میں حضور ﷺ نے اپنی اصل اور نسب سے متعلق بیان فرمایاہے، کہ آپ ﷺ جن سے ہیں وہ اصحاب الیمین اور سابقین میں سے ہیں، اصحاب الشمال اور اصحاب المشائمۃ میں سے نہیں ہیں، اور ایسے خوش قسمت ہیں جو افضل اور جنّت میں سب سے آگے جانے والے ہیں، اور خصوصًا آپ ﷺ کے گھرانے کے افراد جن میں بلاواسطہ پہلے پہل آپ ﷺ کے والدین ہیں ایسے ہیں جو آیتِ تطہیر کا مصداق

ہو کر گناہوں کی پلیدی سے پاک کئے گئے ہیں، یہ روایت آپ ﷺ کے گھرانے کے کفر و شرک سے پاک ہونے کی واضح دلیل ہے، جس کے بعد اُن کے مومن و موحد ہونے میں خفا نہیں رہتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے ارشاد نقل فرماتے ہیں،

اِنَّ الله حِیْنَ خَلَقَ الْخَلْقَ بَعَثَ جِبْرِیْلَ فَقَسَّمَ النَّاسَ قِسْمَیْنِ، فَقَسَّمَ الْعَرَبَ قِسْمًاوَقَسَّمَ الْعَجَمَ قِسْمًا،وَكَانَتْ خِیْرَۃُ الله فِی الْعَرَبِ،ثُمَّ قَسَّمَ الْعَرَبَ قِسْمَیْنِ، فَقَسَّمَ الْیَمَنَ قِسْمًاوَقَسَّمَ مُضَرَقِسْمًا،وَقُرَیْشًاقِسْمًا،وَكَانَتْ خِیْرَۃُ الله فِیْ قُرَیْشٍ،ثُمَّ اَخْرَجَنِیْ مِنْ خَیْرِمَنْ اَنَامِنْہُ۔

(المعجم الاوسط ج4ص135،ح3802، دارالحرمین، مجمع الزوائد ج8، ص399، ح13828، دارالفکر ،و حَسَّن الحافظ ابوالفضل العراقی اسنادہ(یعنی بشواھدہ)(شرح الزرقانی علی المواھب ج1ص132، ش، سبل الھدی والرشاد ج1، ص230)

”بیشک اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق پیدا کرنی چاہی جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا، اُنہوں نے لوگوں کے دو حصے کئے عرب کو ایک اور عجم کو دوسرا حصہ بنایا، اور اللہ کی پسند عرب میں تھی، پھر عرب دو حصے کئے، یمن کو ایک اور مضر کو ایک کیا اور قریش کو مستقل حصہ کیا(یوں تین حصے ہوئے)اور اللہ کی پسند قریش میں تھی، پھر مجھے اُس بہتر سے نکالا جس سے میں ہوں“۔

حدیث کے باقی حصہ کی تشریح وہی ہے جو گذشتہ احادیث کی ہے، اخیر کے لفظ اَخْرَجَنِیْ مِنْ خَیْرِمَنْ اَنَامِنْہُ نبی کریم ﷺ کے والد اور والدہ دونوں کا خیر و افضل ہونا واضح کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ اگر آپ ﷺ کے والدَین مومن موحّد نہیں تو اِس حیثیت سے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ جیسے آپ ﷺ کے صحابی جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں، اُن کے اور اُن جیسوں کے والدین آپ ﷺ کے والدین سے بہتر قرار پاتے ہیں، کیوں کہ حضرت زید بن عمرو مومن موحّد تھے، تو آپ ﷺ اَخْرَجَنِیْ مِنْ خَیْرِمَنْ اَنَامِنْہُ کا

مصداق نہیں بنتے، کیوں کہ مشرک بت پرست خیر وافضل نہیں ہو سکتا، یوں آپ ﷺ کا فرمان غلط ٹھہرتا ہے، لہٰذا احدیث کے مضمون کو تسلیم کرنے کے لئے آپ ﷺ کے والدین کو مومن وموحّد ماننا ضروری ہوگا۔

علامہ حسین بن محمد بن الحسین دیار بکری (م 966ھ) اور علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی (م 942ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَاِذَاقَرَنْتَ بَیْنَ الْمُقَدَّمَتَیْنِ اِنْتَجَّ مِنْهُمَاقَطْعًا اَنَّ آبَاءَ النَّبِیِّ ﷺ لَمْ یَکُنْ فِیْهِمْ مُشْرِکٌ لِاَنَّہٗ قَدْثَبَتَ فِیْ کُلٍّ مِّنْهُمْ اَنَّہٗ خَیْرُقَرْنِہٖ،فَاِنْ کَانَ النَّاسُ الَّذِیْنَ هُمْ عَلَی الْفِطْرَۃِ هُمْ آبَاءُ هُمْ فَهُوَالْمُدَّعٰی،وَاِنْ کَانُوْاغَیْرَهُمْ وَعَلَی الشِّرْکِ لَزِمَ اَحَدُاَمْرَیْنِ اِمَّااَنْ یَّکُوْنَ الْمُشْرِکُ خَیْرًامِنَ الْمُسْلِمِ وَهُوَبَاطِلٌ بِنَصِّ الْقُرْآنِ وَالْاِجْمَاعِ،وَاِمَّااَنْ یَکُوْنَ غَیْرُهُمْ خَیْرًا مِنْهُمْ وَهُوَ بَاطِلٌ لِمُخَالِفَتِہٖ الْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَۃِ فَوَجَبَ قَطْعًااَنْ لَّایَکُوْنَ فِیْهِمْ مُشْرِکٌ لِیَکُوْنُوْا خَیْرَ اَهْلِ الْاَرْضِ کُلٌّ فِیْ قَرْنِہٖ۔

(تاریخ الخمیس ج1 ص235، دار صادر بیروت، شاملہ، سبل الھدی والرشاد ج1 ص256، دارالکتب العلمیہ)

”(علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے استدلال کے مطابق) جب دو مقدمیں ملالو (ایک یہ کہ ہر زمانہ میں کچھ وہ لوگ رہے ہیں جو دینِ فطرت پر رہ کر صرف اللہ کی عبادت کرتے اور توحید کے قائل تھے، دوسرا یہ کہ آپ ﷺ کے آباء میں آدم علیہ السلام سے حضرت عبد اللہ تک ہر ایک اپنے زمانہ کے افضل وخیر لوگ تھے) اُن سے یہ یقینی نتیجہ نکلے گا کہ آپ ﷺ کے آباء میں کوئی مشرک نہ تھا، کیوں کہ اُن میں سے ہر ایک سے متعلق یہ ثابت ہے کہ وہ اپنے زمانے کے افضل خیر لوگ تھے، تو اگر وہ لوگ جو دینِ فطرت پر تھے وہی آپ ﷺ کے آباء ہوں تو یہی ہمارا مدعا

ہے، اور اگر اُن کے سوا ہوں اور وہ شرک پر ہوں تو دو میں سے ایک بات لازم آتی ہے، یا تو مشرک مسلمان سے خیر اور افضل ہو، اور یہ تو نصِ قرآنی اور اجماع سے باطل ہے، اور یا اُن آباء کے غیر اُن سے افضل ہوں اور یہ بھی باطل ہے، کیوں کہ صحیح احادیث کے خلاف ہے، تو قطعی طور پر ضروری ہوا کہ اُن میں کوئی مشرک نہ ہو، تا کہ اُن میں سے ہر ایک اپنے زمانہ میں روئے زمین والوں میں سے افضل آدمی ہو"۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م1052ھ) فرماتے ہیں،

ومعنی خیریت محمول است برخصائل حمیدہ وفضائل شریفہ کہ درمتعارف عقلاء واہل کرم رابداں مدح کنندنہ باعتباردین وایمان کذاقالوا،وایں درقرون است، اماآباء کرام آنحضرتﷺ پس ہمہ ایشاں ازآدم تا عبداللہ طاہر ومطہرانداز دنس کفرورجس شرک چنانکہ فرمودبیروں آمدہ ام ازاصلاب طاہرہ بارحام طاہرہ، ودلائل دیگرکہ متأخرین علماء حدیث آنرا تحریر وتقریر فرمود نموداند۔۔۔اعلم آنکہ آباء واجداد او شریف آنحضرت ہمہ بردین توحیدواسلام بودہ اند۔

(اشعۃ اللمعات ج4ص491، رشیدیہ کوئٹہ)

"شارحین علماء نے تو یہی فرمایا ہے کہ بہتر ہونے سے مراد ایسی اچھی عادات اور عمدہ فضائل کے ساتھ موصوف ہونا ہے، جو عقل منداور معزز لوگوں کے ہاں مشہور ہوں، اور اُن کی وجہ سے تعریف کرتے ہوں، دین وایمان کے اعتبار سے خیریت مراد نہیں (مگر) یہ بات ہر زمانہ کے عام لوگوں سے متعلق ہے، لیکن آپ ﷺ کے آباء کرام سب کے سب آدم علیہ السلام سے عبد اللہ تک کفر کی میل اور شرک کی نجاست سے طاہر ومطہر تھے، جیسا کہ فرمایا میں آیا ہوں پاک پیٹھوں سے پاک رحموں کی طرف، اور دوسرے دلائل بھی ہے جو متاخرین علماء نے لکھے اور بیان فرمائے ہیں، جان لیں کہ آپ ﷺ کے آباء واجداد سب کے سب دینِ توحید اور اسلام پر تھے"۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م1225ھ) فرماتے ہیں،

وَيَدُلُّ هٰذَا عَلٰى اِيْمَانِهٖ فَاِنَّ الْكَافِرَ لَايَكُوْنُ خَيْرًا مِنْ غَيْرِهٖ بَلْ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ شَرًّا مِنْ غَيْرِهٖ اَوْ مِثْلَ غَيْرِهٖ فِى الشَّرِّ وَلَا يَكُوْنُ شَرُّ الدَّوَابِّ خَيْرًا قَطُّ ۔

(تقدیس والدی المصطفٰی (مع رسائل) ص145، ط مرکز اسلامی لاہور)

"یہ حدیثیں حضور ﷺ کے آباء میں سے ہر ایک کے ایمان پر دلیل ہیں کیوں کہ کافر دوسروں سے خیر نہیں ہوتا، بلکہ یا دوسرے سے زیادہ شر ہوتا ہے، یا شر میں دوسرے کے برابر ہوتا ہے، اور سب جانداروں سے بدتر کبھی خیر نہیں ہوتا"۔

تیسری دلیل:

اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں کافر و مشرک اور منافق لوگوں کو خبیث اور نَجَس فرمایا ہے، اور مومن بندوں کو طیّب فرمایا ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبۃ:28)

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ، وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ (النور:26)

لِيَمِيْزَ اللهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (الانفال:37)

مَاكَانَ اللهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (آل عمران:179)

اِن آیتوں میں مؤمن کو طیّب اور کافر، منافق، مشرک کو خبیث، نجس کہا گیا ہے، اگر نبی کریم ﷺ کے والدَین موحّد نہ تھے، کافر و مشرک تھے تو وہ طیّب نہ تھے، اور اُس کے برعکس تھے، جبکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے آباء کو طیبین اور امہات کو طاہرات بتایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول کریم ﷺ سے آپ ﷺ کا ارشاد روایت کرتے ہیں،

لَمْ يَلْتَقِ اَبَوَایَ فِیْ سَفَاحٍ،لَمْ يَزَلِ الله عزوجل يَنْقُلُنِیْ مِنْ اَصْلَابٍ طَيِّبَۃٍ (وفی روایۃ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّاهِرَۃِ)اِلٰی اَرْحَامٍ طَاهِرَۃٍ صَافِيًامُهَذَّبًا(وفی روایۃ اِلَی الْاَرْحَامِ التَّقِيَّۃِ مَهْدِيًّا) لَاتَتَشَعَّبُ شُعْبَتَانِ اِلَّاكُنْتُ فِیْ خَيْرِهِمَا۔

(مختصر)دلائل النبوۃ لابی نعیم ص28،ح15، ط المکتبۃ العصریۃ صیدا، تاریخ دمشق لابن عساکر ج3 ص408:407، ط دارالفکر، ش، جامع الآثار لابن ناصر الدین، ج2، ص309 ,303، ط قطر)

”میرے والدین نے زنا کا سامنا نہیں کیا، مجھے اللّٰہ تعالیٰ مسلسل طیّب (طاہر) پیٹھوں سے طاہر (ستھری پرہیز گار) رحموں کی طرف صاف پاک کیا ہوا (ہدایت کرنے والے بنا) کرکے منتقل فرماتے رہے ہیں، جب بھی دو شاخیں ہوئیں میں اُن میں سے خیر شاخ میں ہوتا تھا“۔

اب آپ ﷺ کا یہ فرمان تسلیم کریں تو آپ ﷺ کے والدین کافرو مشرک نہ تھے، بلکہ مؤمن وموحد تھے، اوراگر مؤمن وموحد نہ مانیں تو آپ ﷺ کے فرمان کا انکار ہے، اور آپ ﷺ کے والدین کا غیر طیّب ہونا لازم آتا ہے، اور کوئی مسلمان آپ ﷺ کے والدین کو غیر طیّب نہیں کہہ سکتا، تو اُن کو مؤمن ماننا لازم ہوا۔

علامہ ابوالفضل مالکی جارحی سعودی رحمۃ اللہ علیہ (م بعد942ھ) فرماتے ہیں،

وَفِی الْحَدِيثِ اَيضًااَنَ رَسُولَ اللهﷺ قَالَ لَمَاخَلَقَ الله آدَمَ اُهْبِطْتُ فِیْ صُلْبِہٖ اِلَی الْاَرْضِ وَجَعَلَنِیْ فِیْ صُلْبِ نُوْحٍ فِی السَّفِيْنَۃِ وَقُذِفَ بِیْ فِی النَّارِفِیْ صُلْبِ اِبْرَاهِيْمَ ثُمَّ لَمْ يَزَل يُنْقِلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الْكَرِيْمَۃِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَۃِ ،حَتّٰی اَخْرَجَنِیْ مِنْ بَيْنِ اَبَوَیَّ لَمْ يَلْتَقِيَاعَلٰی سَفَاحٍ قَطُّ فَقَوْلُہٗ عَلَيْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ مِنَ الْاَصْلَابِ الْكَرِيْمَۃِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَۃِ دَلِيْلٌ عَلٰی اِنَّ آبَاءَہٗ وَاَجْدَادَہٗ لَمْ يَشُبْهُمْ كُفْرٌمِنْ لَّدُنْ آدَمَ اِذْلَاكَرَمَ لِلْاَصْلَابِ مَعَ الْكُفْرِوَلَاطَهَارَۃَ لِلْاَرْحَامِ مَعَ الشِّرْكِ ۔ (شرح القصیدۃ الھمزیۃ مخطوطہ ص7)

”حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا میں اُس کی پیٹھ میں زمین کی طرف اتارا گیا ہوں، اور مجھے کشتی میں نوح علیہ السلام کی پیٹھ میں رکھا، اور ابراہیم علیہ السلام کی پیٹھ میں ہو کر آگ میں ڈالا گیا، پھر اللہ تعالیٰ مجھے معزز پیٹھوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے میرے والدین سے نکالا، مجھے کبھی برائی پیش نہیں آئی (الدر المنثور ج4، ص392، عن مسند ابن ابی عمر العدنی، جامع الآثار ج2 ص304، قطر الشریعۃ للآجری ص346، رقم919 دار الکتب العلمیہ) آپ ﷺ کا اُن پیٹھوں کو معزز فرمانا دلیل ہے کہ آدم علیہ السلام سے آپ ﷺ کے آباء واجداد تک کو کفر پیش نہیں ہوا، کیوں کہ کفر کے ہوتے پیٹھوں کے لئے عزت نہیں، ایسے ہی شرک کے ہوتے رحموں کے لئے طہارت نہیں“۔

علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی (م942ھ) اور علامہ حسین بن محمد بن الحسین دیار بکری (م966ھ) اور علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی (م1122ھ) اور علامہ عبد القادر بن محمد شنقیطی مالکی (م 1337ھ) اور علامہ احمد بن عبد الرحمن بن محمد البنا الساعاتی (م 1378ھ) رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں،

وَمِمَّا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ آبَاءَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانُوا مُشْرِكِينَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَمْ أَزَلْ أُنْقَلُ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ إِلَى أَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ،وَقَالَ تَعَالَى: إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ(التوبۃ:28)فَوَجَبَ أَنْ لَا يَكُونَ أَحَدٌ مِنْ أَجْدَادِهِ مُشْرِكًاالخ۔

(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیۃ ج1ص327، دار الکتب العلمیہ، تاریخ الخمیس ج1 ص234، دار صادر بیروت، نزهۃ الافکار ج1ص92، موریتانیا، الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی ج8ص168، داراحیاء التراث العربی، سبل الهدی والرشاد ج1 ص255:256، دار الکتب العلمیہ)

"اور جواِس پر دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے آباء مشرکین نہ تھے آپ ﷺ کا فرمان ہے جو ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ مَیں مسلسل پاک پیٹھوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کیا گیا ہوں، جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مشرکین تو ناپاک ہیں، اور جب کہا جائے کہ اُن میں کوئی مشرک تھا تو یہ کہنا حدیث کی نفی کرتا ہے، تو ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے اجداد میں کوئی مشرک نہ ہو"۔

علامہ محیی الدین محمد بن بہاء الدین (م956ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

سِيِّمَااِذَا عَارَضَہٗ مُقْتَضٰی شَرْفِ اُبُوَّۃِ اَشَرَفِ الْخَلْقِ وَاُمُوْمَتِہٖ فَاِنَّ اللہ تَعَالٰی طَھَّرَفُرُوْعَہ عَنْ رِجْسِ الْکُفرِبِقَوْلِہٖ اِنَّمَا یُرِیدُ اللہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیرًا۔(الاحزاب:33) فَاِنَّ الْجَمْھُوْرَ عَلٰی اِنَّ الْمُرَادَ مِنَ الرِّجْسِ اَلْکُفرُوَمِنْ اَھلِ البیتِ مَنْ حُرِّمَتْ عَلَیْھِمُ الزَّکَاۃُ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَھُمْ آلُ عَلِیِّ وَالْعَبَّاسِ وَعَقِیلٍ وَجَعْفَرَ فَاِنَّ اَمْثَالَ ھٰذِہِ الْاِعْتِبَارَاتِ تُفِیْدُ الظَّنَ عَلٰی طَھَارَۃِ اَبَوَیْہِ اَیْضًامِنَ الْکُفرِ ۔

(القول الفصل شرح الفقہ الاکبر ص423، ط مکتبۃ الحقیقۃ استنبول)

حدیثِ مسلم بالخصوص اس لئے درست نہیں کہ اِس کے مقابل نبی کریم ﷺ جیسے افضل الخلق کے ماں باپ ہونے کی نسبت ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے فروع کو کفر کی پلیدی سے پاک فرمایا ہے جیسا کہ سورہ احزاب کی آیت میں جمہور کے نزدیک پاک کرنے سے یہی مراد ہے، آیت میں اہلِ بیت سے آل علی، آل عباس، آل عقیل، آلِ جعفر وغیرہ وہ بنو ہاشم مراد ہیں جن پر زکوۃ حرام ہے، اِس قسم کی حیثیات بطور ظن فائدہ دیتی ہیں کہ آپ ﷺ کے والدین بھی کفر کی پلیدی سے پاک ہیں۔

فائدہ: یہاں آل علی، آل عباس، آل عقیل، آلِ جعفر سے اِن حضرات کی وہ اولاد مراد ہے جو براہِ راست اِن سے ہوئی ہے، اگرچہ زکوۃ قیامت تک کے کُل سادات پر حرام ہے۔

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م974ھ) فرماتے ہیں،

لِاَنَّ الْکَافِرَ لَایُقَالُ فِیْ حَقِّہٖ اَنَّہٗ مُخْتَارٌ وَ لَاکَرِیْمٌ وَ لَاطَاھِرٌ بَلْ نَجَسٌ کَمَافِیْ آیَۃِ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ وَقَدْصَرَّحَتِ الْاَحَادِیْثُ السَّابِقَۃُ بِاَنَّھُمْ مُخْتَارُوْنَ وَاَنَّ الْاَبَاءَ کِرَامٌ وَالْاُمَّھَاتِ طَاھِرَاتٌ ۔ (المنح المکیہ ص100، ط دار المنہاج)

"کافر کے حق میں نہیں کہا جاتا کہ وہ مختار یعنی پسند کیا ہوا، معزز اور پاک ہے، بلکہ وہ نجس ہے، جیسے آیت میں ہے کہ مشرک تو ناپاک ہیں، اور گذشتہ احادیث نے صاف بتایا کہ آپ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آباء مختار یعنی پسند کئے ہوئے ہیں، اور آباء معزز اور امہات پاک ہیں"۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م1052ھ) فرماتے ہیں،

وَاَمَّاآبَاءُہُ الْکِرَامُ فَکُلُّھُمْ مِنْ آدَمَ اِلٰی عَبْدِاللہ اَبِیْہِ طَاھِرُوْنَ مُطَھَّرُوْنَ مِنْ دَنْسِ الْکُفْرِوَرِجْسِ الشِّرْکِ لِقَوْلِہٖ ﷺ خَرَجْتُ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّاھِرَۃِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاھِرَاتِ ۔

(لمعات التنقیح ج9ص218، دار النوادر دمشق، اشعۃ اللمعات ج4ص491، رشیدیہ کوئٹہ)

"نبی کریم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آباء حضرت آدم علیہ السلام سے والد حضرت عبد اللہ تک کفر کی میل اور شرک کی پلیدی سے پاک ہیں پاک کئے ہوئے ہیں، کیوں کہ آپ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ میں پاک پیٹھوں سے پاک رحموں کی طرف نکالا گیا ہوں"۔

علامہ عطاء اللہ بن احمد بن عطاء اللہ بن احمد ازہری مصری مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م بعد 1170ھ) فرماتے ہیں،

اَفْهَمَتْ هٰذِهِ الْاَخْبَارُ وَنَظَائِرُهَا الَّتِىْ اِسْتَنَدَ اِلَيْهَاالنَّاظِمُ وَكَادَتْ تَبْلُغُ حَدَّ التَّوَاتُرِ الْمَعْنَوِىْ اَنَّ آبَاءَ النَّبِىِ ﷺ وَاُمَّهَاتِهٖ مِنْ لَّدُنْ آدَمَ وَحَوَّاءَ اِلٰى عَبْدِ اللهِ وَآمِنَةِ لَيْسَ فِيْهِمْ كَافِرٌ لِاَنَّ الْكَافِرَ لَايُوْصَفُ بِالطَّيِّبِ وَلَابِالْكَرَمِ وَلَا بِالطَّهَارَةِ بَلْ يُوْصَفُ بِالنَّجَاسَةِ وَاللُّومِ وَالْخُبْثِ عَلٰى مَادَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ۔ (التوبة: 28) اَى كَالنَّجَسِ فِىْ وُجُوْبِ الْاِجْتِنَابِ اَوِالْمُرَادُ نَجَاسَةُ اِعْتِقَادِهِمْ۔ (شرح القصیدۃ الھمزیۃ مخطوطہ:ص8)

ان حدیثوں نے اوراِن جیسی دوسری حدیثوں نے جن کو قصیدہ ہمزیہ والے نے دلیل بنایا اوروہ تواتر معنوی تک پہنچی ہوئی ہیں سمجھایا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آباء اورامہات حضرت آدم وحواءسے حضرت عبداللہ وآمنہ تک اُن میں کوئی کافر نہیں، کیوں کہ کافر کو طیّب (عمدہ) اور کریم (معزز) اور پاک نہیں کہاجاسکتا، بلکہ اُس کو نجس اور لئیم (گھٹیا) اور خبیث کہاجاتاہے، جیسا کہ یہ فرمان باری دلیل ہے ”بس مشرکین تو نجس ہیں“ یعنی پرہیز واجب ہونے میں نجس کی طرح ہیں یااعتقادی نجاست مراد ہے۔

علامہ محمد بن قاسم بن محمد بن قاسم بن احمد جسوس فاسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م1182) فرماتے ہیں،

وَمُعْتَقَدُنَااَنَّ اللهَ تَعَالٰى حَفِظَ آبَاءَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الشِّرْكِ وَالنَّقَائِصِ مِنْ اَجَلِ حَمْلِهِمْ لِنُوْرِهٖ، قَالَ فَخْرُالدِّيْنِ الرَّازِىْ آبَاءُ النَّبِيِّ ﷺ كُلُّهُمْ اِلٰى آدَمَ عَلَى التَّوْحِيْدِلَمْ يَكُنْ فِيْهِمْ شِرْكٌ يَدُلُّ عَلٰى ذَالِكَ قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ لَمْ اَزَلْ اُتَنَقَّلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اِلٰى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ، وَقَالَ تَعَالٰى إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَوَجَبَ اَنْ لَّايَكُوْنَ اَحَدٌمِنْ اَجْدَادِهٖ مُشْرِكًا، لِهٰذَاقَالَ الْبُوْصِيْرِىْ لَمْ تَزَلْ فِىْ ضَمَائِرِالْكَوْنِ تُخْتَارُلَكَ الْاُمَّهَاتُ وَالْآبَاءُ ۔

(الفوائد الجلیلۃ البھیۃ فی شرح الشمائل المحمدیۃ:ص11:10، مکتبہ جمالیہ مصر سنہ1330ھ)

"ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے سب آباء کو شرک اور نقائص سے محفوظ رکھا کیوں کہ انہوں نے آپ کے نور کو اٹھایا ہوا تھا۔۔۔ حضور ﷺ کے کل آباء آدم علیہ السلام تک توحید پر تھے، اُن میں شرک نہ تھا، جس کی دلیل آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ میں پاک لوگوں کی پیٹھوں سے پاک عورتوں کے رحموں میں منتقل ہوتا آیا ہوں، جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مشرکین نجس ہیں، تو لازمی ہے کہ آپ کے اجداد میں کوئی مشرک نہ ہو، اس لئے امام بوصیری فرماتے ہیں کہ جہان کی پوشیدگیوں میں آپ کے لئے امہات اور آباء چنے جاتے رہے ہیں"۔

علامہ مفسّر سلیمان بن عمر بن منصور عجیلی مصری شافعی معروف بہ جمل (م1204ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَيُؤْخَذُ مِنْ كَلَامِهٖ مَاصَرَّحَتْ بِهِ الْاَحَادِيْثُ اَنَّ آبَاءَ النَّبِيِّ وَاُمَّهَاتِهٖ اِلٰى آدَمَ وَحَوَّاءَ لَيْسَ فِيْهِمْ كَافِرٌ، لِاَنَّ الْكَافِرَ لَايُقَالُ فِيْ حَقِّهٖ اَنَّهٗ مُخْتَار وَلَاكَرِيْمٌ وَلَا طَاهِرٌبَلْ نَجَسٌ، وَهٰذَا صَرِيْحٌ فِيْ اَنَّ اَبَوَيِ النَّبِيِّ ﷺ آمِنَةَ وَعَبْدَاللهِ مِنْ اَهْلِ الجَنَّةِ لِاَنَّهُمَا اَقْرَبُ الْمُخْتَارِيْنَ لَهٗ ﷺ، وَهٰذَا هُوَالْحَقُّ۔

(الفتوحات الاحمدیۃ شرح القصیدۃ الھمزیۃ ص7، ط المطبعۃ الخیریۃ بحوش عطی بجمالیۃ مصر سنہ1303ھ)

"صاحب قصیدہ کی کلام سے وہ بات نکلتی ہے جس کی احادیث میں تصریح ہے کہ نبی ﷺ کے آباء وامہات میں آدم وحواء تک کوئی کافر نہیں، کیوں کہ کافر کو مختار، کریم، طاہر نہیں کہا جاتا، بلکہ وہ نجس ہے، اور یہ اِس بارے میں صریح ہے کہ نبی ﷺ کے والدین حضرت عبد اللہ وآمنہ جنّتی ہیں، کیوں کہ وہ آپ ﷺ کے لئے اقرب چنے ہوئے ہیں، اور یہی بات حق ہے"۔

علامہ محمد بن احمد بنیس فاسی رحمۃ اللہ علیہ (م1213ھ) فرماتے ہیں،

آبَاءُ النَّبِیِّ ﷺ کُلُّھُمْ اِلٰی آدَمَ عَلَی التَّوحِیْدِلَمْ یَکُنْ فِیْھِمْ شِرْکٌ یَدُلُّ عَلٰی ذَالِکَ قَوْلُ النَّبِیِّ ﷺ لَمْ أَزَلْ أُتَنَقَّلُ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاھِرِینَ إِلَی أَرْحَامِ الطَّاھِرَاتِ،وَقَالَ تَعَالیٰ: إِنَّمَا الْمُشْرِکُونَ نَجَسٌ (التوبة: 28) فَوَجَبَ أَنْ لَا یَکُونَ أَحَدٌ مِنْ أَجْدَادِہٖ مُشْرِکًا، لِھٰذَا قَالَ البُوْصِیْرِیْ رَحِمَہُ اللہ لَم تَزَل فِی ضَمَائِرِ الکَونِ تُختَارُ: لَکَ الأُمَھَاتُ وَالآبَاءُ۔

(لوامع انوارالکوکب الدری شرح القصیدۃ الھمزیۃ ص11، مطبعۃ جمالیہ مصر سنہ 1330ھ)

"نبی کریم ﷺ کے سب آباء آدم علیہ السلام تک توحید پر تھے، اُن میں شرک نہ تھا، جس کی دلیل آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ میں پاک آباء کی پیٹھوں سے پاک ماؤں کے رحموں کی طرف منتقل ہوتا آیا ہوں، اور اللہ فرماتے ہیں کہ مشرک تو ناپاک ہیں، تو ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے دادوں میں کوئی مشرک نہ ہو، اس لئے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے لئے دنیا کی پوشیدگیوں میں مسلسل آباء اور مائیں چُنی جاتی رہی ہیں"۔

شیخ عبد اللہ شاذلی بحری رحمۃ اللہ علیہ (م بعد 1203ھ) فرماتے ہیں،

وَمَعْنَی اَنَّ آبَاءَہٗ ﷺ کُلَّھُمْ مُخْتَارُوْنَ مُوْمِنُوْنَ اِذِ الْکَافِرُ لَایُقَالُ فِیْ حَقِّہٖ اَنَّہٗ مُخْتَارٌ وَلَاکَرِیْمٌ وَلَاطَاھِرٌ بَلْ نَجَسٌ بِنَصِّ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ۔

(الجواہر السنیۃ فی شرح الھمزیۃ مخطوطہ ص14)

"امام بوصیری کے شعر کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سب آباء پسند کئے ہوئے مومنین ہیں، کیوں کہ کافر کے حق میں نہیں کہاجاتا کہ وہ مختار (پسند کیا ہوا) ہے، اور کریم (معزّز) ہے اور طاہر (پاک) ہے، بلکہ کافر تو نجس ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے "بس مشرک تو ناپاک ہیں"۔

علامہ علی حرازم بن العربی برادہ مغربی فاسی (م1218ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

اِنَّہٗ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی طَھَّرَ آبَاءَہٗ وَاُمَّھَاتِہٖ مِنْ لَّدُنْ آدَمَ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ اِلٰی اَبَوَیْہِ لَمْ یَقَعْ قَطُّ فِیْ صُلْبِ کَافِرٍ اَوْرَحْمِ مُشْرِکَۃٍ اِلٰی اَنْ خَرَجَ مِنْ بَیْنِ اَبَوَیْہِ ﷺ،یَشْھَدُلَہٗ قَوْلُہٗ ﷺ لَمْ یَزَلِ اللہ یَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّاھِرَۃِ اِلَی الْاَرْحَامِ الزَّکِیَّۃِ وَاَرَادَ بِالطَّاھِرَۃِ اَلطَّاھِرَۃُ مِنَ الْکُفْرِفِیْ آبَاءِہٖ ﷺ وَاَرَادَ بِالزَّکَاءِ فِی الْاَرْحَامِ ھُوَالزَّکَاءُ بِالْاِیْمَانِ فَاِنَّ الزَّکَاءَ فِی الْکُفْرِ مَحَالٌ۔

(الارشادات الربانیۃ بالفیوضات الالھیۃ ص17، طسنہ 1347ھ، مطبعۃ السعادۃ مصر)

”اللہ تعالیٰ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آباء وامہات کو آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین تک پاک کیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کبھی کافر کی پیٹھ میں یا مشرک عورت کے رحم میں نہیں آئے یہاں تک کہ اپنے والدین سے دنیا میں تشریف لائے،اِس کی تائید حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اِس فرمان سے ہوتی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ مجھے مسلسل پاک پیٹھوں سے پاک رحموں میں منتقل کرتے رہے ہیں“ پاک پیٹھوں سے مراد بھی کفر سے پاک ہیں،اور پاک رحموں سے مراد بھی ایمان کے ذریعے پاک ہیں، کیونکہ کفر کے ہوتے پاک صاف ہونا محال ہے“۔

حضرت علامہ محمود آلوسی بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ (م1270ھ) فرماتے ہیں،

وَالَّذِیْ عَوَّلَ عَلَیْہِ الْجَمُّ الْغَفِیْرُمِنْ اَھْلِ السُّنَّۃِ اَنَّ آزَرَلَمْ یَکُنْ وَالِدُاِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ،وَادَّعَوْااَنَّہٗ لَیْسَ فِیْ آبَاءِ النَّبِیِّ ﷺ کَافِرٌاَصْلًا لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ لَمْ أَزَلْ أُنْقَلُ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاھِرِینَ إِلَی أَرْحَامِ الطَّاھِرَاتِ، وَالْمُشْرِکُونَ نَجَسٌ، وَتَخْصِیْصُ الطَّھَارَۃِ مِنَ السَّفَاحِ لَادَلِیْلَ لَہٗ یُعَوَّلُ عَلَیْہِ وَالْعِبْرَۃُ لِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَالِخُصُوْصِ السَّبَبِ وَقَد اَلَّفُوْافِیْ ھٰذَا الْمَطْلَبِ الرَّسَائِلَ وَاسْتَدَلُّوْالَہٗ بِمَااسْتَدَلُّوْابِہٖ، وَالْقَوْلُ بِاَنَّ ذَالِکَ قَوْلُ الشِّیْعَۃِ

كَمَاادَّعَاهُ الْاِمَامُ الرَّازِیْ نَاشِیءٌ مِنْ قِلَّةِ التَّتَبُّعِ وَاَكْثَرُ هٰؤُلَاءِ عَلٰی اِنَّ آزَرَ اِسْمٌ لِعَمِّ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الخ ۔(روح المعانی ج7، ص195:194، امدادیہ)

”اہل سنت کی بڑی تعداد نے جس بات پر اعتماد کیا یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں ہیں، اور دعوی کیا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آباء میں بالکل کوئی بھی کافر نہیں ہے، کیوں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان ہے کہ میں ہمیشہ پاک لوگوں کی پیٹھوں سے پاک عورتوں کے رحموں میں منتقل ہوتا چلا آیا ہوں، اور مشرکین تو نجس ہیں، اور پاک ہونے کو صرف بدکاری سے پاک ہونے سے مخصوص کرنے کی کوئی قابل اعتماد دلیل نہیں ہے، اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے خاص سبب کا نہیں ہوتا، اس بارے میں علماء نے رسائل لکھے ہیں، اور کئی دلائل سے استدلال کیا ہے، اور یہ کہنا کہ یہ شیعہ کا قول ہے جیسا کہ امام رازی نے اِس کا دعوی کیا ہے یہ تلاش کی کمی سے پیدا ہونے والی بات ہے، اور اکثر اہل سنت اس پر ہیں کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے“۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آباء کے مومنین ہونے کو اہلِ سنّت علماء کے جم غفیر کا قول بتایا ہے، اور شیعہ کا قول ہونا رد کیا ہے، بعض صاحبان نے کہا کہ یہ واقعی شیعہ کا قول ہے، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا کہ امام رازی کا دعوی قلتِ تتبع کی وجہ سے ہے، خود آلوسی کی یہ بات قلتِ تتبع کی وجہ سے ہے، اِس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے مضمون کے حوالہ جات، اور آخر میں ذکر ہونے والی فہرست علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے دعوی کی مؤید ہے۔

علامہ شیخ حسن العدوی حمزاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م 1303ھ) فرماتے ہیں،

وَبِذٰالِکَ اِسْتَدَلَّ بَعْضُ الْمُحَقِّقِيْنَ عَلٰی اِنَّ آبَاءَ هٗ ﷺ وَاُمَّهَاتِهٖ اِلٰی آدَمَ وَ حَوَّاءَ لَيْسَ فِيْهِمْ كَافِرٌ وَلَاكَافِرَةٌ لِاَنَّهٗ لَايُوْصَفُ بِالطَّاهِرِ اِلَّاالْمُؤْمِنُ وَالْمُؤْمِنَةُ وَ لِذٰالِکَ قَالَ بَعْضُهُمْ

وَاَجْزِمُ بِاِيْمَانٍ لَّهُمْ مِنْ آدَمٍ ۔۔۔ اِلٰی اَبِيْهِ الْاَقْرَبِ الْاَكْرَمِ
وَالْاُمَّهَاتُ مِثْلُهُمْ دَلِيْلُ ذَا ۔۔۔ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحَدِيْثِ فَخُذَا

كَقَوْلِہٖ فِی السَّاجِدِیْنَ قَدْوَرَدَ   فِیْهِمْ رِوَایَاتٌ عُلْیَۃُ السَّنَدِ
فَلَمْ یَزَلْ مِنْ سَاجِدٍمُنْتَقِلًا   لِسَاجِدٍفَاِنَّهُمْ نِعْمَ الْمَلَا

(النفحات الشاذلیۃ فی شرح البردۃ البوصیریۃ ج1 ص34، دار الکتب العلمیہ)

"اس سے بعض محققین نے استدلال کیا کہ آپ ﷺ کے آباء اور امہات میں حضرت آدم و حوا تک کوئی کافر اور کافرہ نہیں ہے کیونکہ صفت طاہر صرف مومن اور مومنہ کی ہو سکتی ہے ،اس لئے بعض نے فرمایا:

(ترجمہ اشعار) میں ان کیلئے آدم علیہ اسلام سے لے کر قریبی محترم والد تک مومن ہونے کا یقین کرتا ہوں، امہات بھی ایسی ہی ہیں، اسکی دلیل قرآن و حدیث سے لو، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ، اور ان کے بارے میں اونچی سند والی روایات بھی آئیں، کہ آپ ﷺ سجدہ کرنے والے سے، سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتے رہے، تو بے شک وہ اچھے سردار تھے"۔

علامہ عبد القادر بن محمد بن محمد سالم شنقیطی مالکی اشعری (م1337ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَقَالَ الْعَلَّامَۃُ الْمُحَقِّقُ السَّنُوْسِیْ وَالتِّلْمَسَانِیْ مُحَشِّی الشِّفَاءِ لَمْ یَتَقَدَّمْ لِوَالِدَیْہِ ﷺ شِرْکٌ وَکَانَامُسْلِمَیْنِ لِاَنَّہٗ ﷺ اُنْتُقِلَ مِنَ الْاَصْلَابِ الْکَرِیْمَۃِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَۃِ وَلَا یَکُوْنَ ذَالِکَ اِلَّامَعَ الْاِیْمَانِ بِاللہِ تَعَالٰی،وَمَانَقَلَہُ الْمُؤَرِّخُوْنَ قِلَّۃُ حَیَاءٍ وَاَدَبٍ (نزھۃ الافکار فی شرح قرۃ الابصار ج1 ص91، ط موریتانیا،)

"شفاء کے محشی علامہ سنوسی اور (محمد بن علی بن ابی الشرف) تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے والدین سے شرک کا ارتکاب نہیں ہوا اور وہ مسلمان تھے، کیوں کہ آپ ﷺ معزز پیٹھوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوئے ہیں، اور عزت اور طہارت نہیں ہو سکتی مگر اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ، باقی جو کچھ مورخین نے نقل کیا ہے، اُس میں حیاء و ادب کی کمی ہے"۔

چوتھی دلیل:

اللہ تعالیٰ نے اصطفاء یعنی چُننا جن کے لئے ذکر فرمایا وہ یا نبی ورسول ہیں، یا اولیاء ہیں، کم از کم ادنیٰ درجہ کے مسلمان ہیں، کافروں مشرکوں کو اللہ تعالیٰ نہیں چُنتے، نہ اُن کے لئے چُننے کا ذکر ہے، درج ذیل آیات میں انبیاء واولیاء اور مسلمانوں کے لئے اصطفاء یعنی چننا ذکر ہے۔

اِنَّ اللہ اصْطَفٰی آدَمَ وَنُوْحًاوآلَ اِبْرَاھِیْمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ (آل عمران:33)

وَلَقَدِاصْطَفَیْنَاہُ فِی الدُّنْیَا (البقرۃ:130)

اِنَّ اللہ اصْطَفَاکِ (آل عمران:42)

یَامُوْسٰی اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النّاسِ (الاعراف:144)

وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی(النمل:59)

ثُمَّ اَوْرَثْنَاالْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا (الفاطر:32)

اللہ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ رُسُلًاوَّمِنَ النَّاسِ (الحج:75)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم، نوح اور اولادِ ابراہیم اور اولادِ عمران کو چنا علیہم السلام، حضرت ابراہیم اور حضرت مریم اور موسیٰ علیہم السلام اللہ کے چُنے ہوئے ہیں، اور بندوں میں سے اور فرشتوں میں سے اللہ قاصد چُنتا ہے، اور قرآن مجید کا وارث اُن کو بنایا جن کو چُنا۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے آباء وامہات سے متعلق بھی اِس اصطفاء کا ذکر فرمایا ہے، جس کا مطلب ہے کہ وہ بھی خاص اعزازات کے ساتھ چُنے ہوئے تھے، جس سے کم از کم اُن کا مسلمان ہو نا معلوم ہوتا ہے۔

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں،

اِنَّ اللّٰہ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ وُلْدِاِسْمَاعِیْل،وَاصْطَفٰی قُرَیْشًامِنْ کِنَانَۃ، وَاصْطَفٰی ھَاشِمًامِنْ قُرَیْشٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ۔

(سنن الترمذی ج2ص201، ط فاروقی، مسند ابی یعلی ج6ص287،ح7447، ط دارالکتب العلمیہ، السنۃ ابن ابی عاصم ح1537، ط دارابن حزم، ابن حبان ح6242، ط دارالمعرفہ، مسلم ج2ص245، ط قدیمی ،وغیرہ، مصنف ابن ابی شیبۃ، ج7، ص430، باب ما اعطی اللّٰہ محمدًا ﷺ، مسند احمد ح16986 : 16987، المعجم الکبیر ج22، ص66، رقم161)

"بیشک اللّٰہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل میں سے کنانہ کو اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے ہاشم کو اور بنوہاشم میں سے مجھے چنا ہے"۔

اس حدیث کے مطابق کنانہ بن خزیمہ اور قریش یعنی فہر بن مالک اور ہاشم بن عبد مناف اور نبی کریم ﷺ چنے ہوئے ہیں، نبی کریم ﷺ کا چناؤ نبوت کے منصب کے ساتھ ہے، تو باقی تین کا چناؤ ایمان کے ساتھ ہو گا، جن روایتوں میں کنانہ اور ہاشم کے بجائے بنو کنانہ اور بنوہاشم کا ذکر ہے، تو وہ اس اعتبار سے ہے کہ وہ افضل باپوں کی اولاد اور دوسروں کی بہ نسبت اچھے صفات وعادات والے ہیں۔

علامہ ابن الخطیب محمد بن قاسم بن یعقوب آماسی رومی حنفی (م940ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

قَالَ الشَّیْخُ مُحْیِی الدِّیْنِ بْنُ عَرَبِیْ قُدِّسَ سِرُّہٗ اَنَّ اَبَوَیِ الرَّسُوْلِ ﷺ مِنَ الْمُصْطَفِیْنَ الْاَخْیَارِوَمِنْ اَکَابِرِالْاَبْرَارِ، وَسَنَدُہٗ مَاذُکِرَفِیْ مُسْلِمٍ مِنْ حَدِیْثِ الْاِصْطِفَا وَفِی الْبُخَارِیْ مِنْ حَدِیْثِ کَوْنِہٖ مَبْعُوْثًافِیْ خَیْرِالْقُرُوْنِ وَالْخَیْرِیَّۃُ (وَالْاِصْطِفَاءُ) یَتْبَعَانِ الْاِسْلَامَ بَلْ یَدُلَّانِ عَلٰی عَدْمِ صُدُوْرِ الذَّنْبِ ... فَثَبَتَ مِمَّا ذُکِرَاَنَّ اَبَوَیِ الرَّسُوْلِ ﷺ کَانَا مِمَّنْ تَرَکَ الشِّرْکَ وَتَمَسَّکَ بِدِیْنِ اِبْرَاھِیْمَ الخ۔ (انباءالاصطفافی حق آباءالمصطفٰی مخطوطہ:ص25)

"شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ (م638ھ) فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے والدین چنے ہوئے افضل اور نیکوں کے بڑوں میں سے ہیں، جس کی دلیل حضور ﷺ کے چنے ہوئے ہونے سے متعلق مسلم شریف کی حدیث ہے، اور بخاری شریف میں حدیث ہے کہ آپ ﷺ افضل جماعت (آباء وامہات) میں سے مبعوث ہوئے، اور خیریت تب آسکتی ہے جب اسلام ہو، بلکہ یہ دلالت کرتا ہے کہ اُن سے گناہ بھی صادر نہیں ہوا۔۔ اِس بحث سے ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ کے والدین اُن میں سے تھے جنہوں نے شرک چھوڑا ہوا تھا، اور دینِ ابراہیم کو تھامے ہوئے تھے"۔

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1225ھ) فرماتے ہیں،

وَلَاشَکَّ اَنَّ اِطْلَاقَ الْاَفْضَلِ وَالْخَیْرِوَالْاِصْطِفَاءِ وَالطَّاھِرِلَایَجُوْزُعَلَی الْکُفَّارِقَالَ اللہ تَعَالٰی اِنَّمَاالْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ،وَقَالَ اللہ تَعَالٰی اِنَّ شَرَّالدَّوَآبِّ عِنْدَاللہ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَھُمْ لَایُؤْمِنُوْنَ،فَھٰذِہِ الْاَحَادِیْثُ الصَّحَاحُ یَحْکُمُ بِالْقَطْعِ اَنَّ آبَاءَ النَّبِیِّ ﷺ مِنْ لَّدُنْ آدَمَ اِلٰی عَبْدِاللہ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ کُلَّھُمْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ وَمَایَدُلُّ عَلٰی خِلَافِ ذَالِکَ یَجِبُ رَدُّہٗ اِنْ کَانَ ضَعِیْفًا، وَیَجِبُ تَاوِیْلُہٗ اِنْ کَانَ صَحِیْحًا۔

(تقدیس والدی المصطفٰی، ص144، مرکز الادب الاسلامی، لاہور)

"اس میں شک نہیں کہ افضل اور خیر اور چُناہوا ہونا اور طاہر جیسے الفاظ کافروں پر بولنا جائز نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کافرمان ہے کہ مشرکین توبس ناپاک ہیں، اور اللہ تعالیٰ کافرمان ہے کہ بیشک زمین پر چلنے والوں میں بدتر وہ ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا اور وہ ایمان نہیں لاتے، تو یہ صحیح احادیث (جن میں آپ ﷺ کے آباء کے لئے خیر، اصطفاء، طاہر، وغیرہ جیسے الفاظ آئے ہیں) قطعی حکم لگاتی ہیں کہ آپ ﷺ کے آباء آدم علیہ السلام سے عبد اللہ تک سارے مومنین تھے،

اور جو روایتیں اِس کے خلاف دلالت کریں اگر ضعیف ہوں اُن کو رد کرنا واجب ہے، اور صحیح ہوں تو اُن کی تاویل کرنا واجب ہو گا"۔

پانچویں دلیل:

اللّٰہ تعالیٰ قرآن مجید میں براہ راست نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے فرماتے ہیں،

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَاكَمَارَبَّيَانِیْ صَغِيْرًا (الاسراء:24)

"میرے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! دعاء کرتے ہوئے فرمایا کریں کہ اے میرے رب! میرے والدین پر ایسے رحمت فرمائیں جیسے اُنہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے"۔

قُلْ امر کا صیغہ ہے، جس میں اول نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حکم ہے، اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بڑھ کر اللّٰہ کے حکم کی تعمیل کرنے والا کوئی نہیں ہو سکتا، اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ (الانعام:14) لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ (الزمر:12) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حکم ہے کہ پہلے پہل آپ حکم کی تعمیل فرمائیں، تو ظاہر ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِس حکم کی تعمیل کی ہو گی اور اپنے والدین حضرت آمنہ و عبد اللّٰہ سے متعلق اللّٰہ کی رحمت کی دعاء کی ہو گی، اور اللّٰہ کی رحمت بغیر اُن کے ایمان کے نہ اُن کو حاصل ہو سکتی ہے، نہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رحمت کی دعا کر سکتے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ وہ مومنین میں سے تھے۔

علامہ محمد بن عبد الرسول بن عبد السید حسنی برزنجی شافعی (م1103ھ) رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں،

بَلْ اَقُوْلُ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَاكَمَارَبَّيَانِیْ صَغِيْرًافِيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی اَمْرِهٖ ﷺ بِالدُّعَاءِ وَالْاِسْتِغْفَارِلَهُمَافَاِنَّہٗ اَوَّلُ مُخَاطَبٍ بِهٰذِهِ الْآيَةِ وَقَدْخُصَّ فِیْ هٰذِهِ الْآيَةِ بِالْخِطَابِ لِئَلَّا يُظَنُّ اَنَّ الْمُرَادَبِهَاالْاُمَّةُ فَقَطْ بَعْدَاَنْ عَمَّہٗ بِقَوْلِهٖ وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّاتَعْبُدُوْ االَّااِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا، وَالْمَعْلُوْمُ مِنْ اَحْوَالِهٖ ﷺ

اَنَّہٗ قَالَھَالِاَنَّہٗ ﷺ کَانَ مِنْ عَادَتِہٖ اَنَّہٗ اِذَامَرَّبِآیَۃِ رَحْمَۃٍ سَأَلَھَااَوْ آیَۃِ عَذَابٍ اِسْتَعَاذَاَوْ آیَۃِ دُعَاءٍ دَعَاکَمَاثَبَتَ ذَالِکَ فِی الصِّحِیْحِ ۔

(سَدادالدِّین وسِدادالدَّین فی اثبات النجاۃ والدرجات للوالدین ص70)

’’میں کہتاہوں اللہ تعالیٰ کافرمان ہے ’’میرے نبی !کہاکرواے میرے رب !میرے والدین پررحمت فرماؤجیساکہ اُنہوں نے مجھے بچپن میں پالاہے ‘‘اس میں اشارہ ہے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اُن کے لئے دعاءاورمغفرت مانگنے کے حکم کی طرف ،کیوں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سب سے پہلے اِس کے مخاطب ہیں ،بلکہ آیت میں بالخصوص حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مخاطب بنایاگیاہے تاکہ یہ گمان نہ ہوکہ مراد صرف امت ہے جب کہ اِس سے پہلے عام فرمایاکہ ’’تیرے رب نے حکم دیاہے کہ نہ عبادت کرو مگر اللہ کی اوروالدَین کے ساتھ اچھاسلوک کرو‘‘اورآپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حالات سے یہ معلوم ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ دعاء کی ہوگی کیوں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عادت تھی کہ آیتِ رحمت پر پہنچتے تورحمت مانگتے ،آیت عذاب سے گذرتے توپناہ مانگتے ،آیتِ دعاپر گذرتے تودعافرماتے جیساکہ صحیح حدیث میں ثابت ہے ‘‘۔

علامہ حافظ علی انوربن علی اکبربن حیدرعلی حنفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ (م1324ھ)اس آیت کوذکر فرماتے ہوئے فرماتے ہیں،

ھٰذِہِ الْآیَۃُ ظَاھِرَۃٌ مُفَسّرَۃٌ مَنْصُوْصَۃٌ فِیْ اِسْلَامِ وَالِدَیْ رَسُوْلِ اللہ ﷺ اِلٰی آدَمَ اَمَّا قَوْلِیْ ظَاھِرَۃٌ فَلِاَنَّ الظَّاھِرَمَاظَھَرَالْمُرَادُمِنْہٗ بِنَفْسِ الصِّیْغَۃِ کَذَا فِی الْحُسَامِیْ،وَھُوَتَعَالٰی اَمَرَہٗ ﷺ حَقِیْقَۃً بِالْاِحْسَانِ اِلَی الْوَالِدَیْنِ وَ بِالدُّعَاءِ بِالرَّحْمَۃِ لَھُمَاھُوَظَاھِرُلَفْظِ الْآیَۃِ، فَاِنْ قِیْلَ قَدِاخْتُلِفَ فِیْ اِسْلَامِ وَالِدَیْہِ ﷺ اَخْذًامِّمَّاقِیْلَ اَنَّ بَعْضَ الْآیَاتِ وَالْاَحَادِیْثِ تَقْتَضِیْ عَدْمَ اِسْلَامِھِمَافَکَیْفَ تَبْقَی الظَّاھِرُعَلٰی حَقِیْقَتِہٖ؟ اَقُوْلُ مَنْ قَالَ بِکُفْرِھِمَا فَلَا یُعْبَأُبِقَوْلِہٖ لِاَنَّ عِبَارَۃَ

هٰذِهِ الْآيَۃِ تَدُلُّ بِنَفْسِهَاعَلٰی اِسْلَامِهِمَافَمَنْ قَالَ ذَالِکَ بِمُجَرَّدِ الْاِحْتِمَالِ فَلَایُسْمَعُ حَتّٰی یُوْرِدَالدَّلِیْلَ کَمَاهُوَقَاعِدَۃُ الْاُصُوْلِ مِنْ اَنَّ الظَّاهِرَ تُوْجِبُ الْحُکْمَ قَطْعًا وَالدَّلَائِلُ الَّتِیْ ذَکَرُوْهَا مَجْرُوْحَۃٌ مَرْدُوْدَۃٌ۔

(الدرالیتیم فی ایمان آباء النبی الکریم مع ترجمہ اردوص8، المطبع المیمونیۃ رامپور)

"یہ آیت ظاہر مفسر اور منصوص ہے نبی کریم ﷺ کے والدین کے مسلمان ہونے میں، کیوں کہ ظاہر وہ ہے جس کے لفظ سے ہی مراد ظاہر ہو (حسامی) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو والدین سے اچھے سلوک کا اور اُن کے لئے دعاءِ رحمت کرنے کا حکم فرمایا، یہ بات الفاظ سے ایسے ظاہر ہے جس میں کچھ خفاء نہیں ہے، اگر کہا جائے کہ آپ ﷺ کے والدین کے مسلمان ہونے میں اختلاف ہے، اُن بعض آیات واحادیث کو لیتے ہوئے جو اُن کے مسلمان نہ ہونے کا تقاضا کرتی ہیں، تو آیت کا ظاہر اپنی حقیقت پر کیسے باقی رہے گا؟ میں کہتا ہوں جو اُن کے غیر مسلم ہونے کے قائل ہیں اُن کا قول ناقابل اعتبار ہے، کیوں کہ آیت کی عبارت بذاتِ خود اُن کے مسلمان ہونے کی دلیل بنتی ہے، تو جس نے محض احتمال کی وجہ سے ایسا کہا اُس کی بات نہ سنی جائے گی، جب تک دلیل نہ لائے، جیسا کہ اصول کا قاعدہ ہے کہ ظاہر حکم کو قطعی طور پر ثابت کرتا ہے، اور جو دلائل اِن لوگوں نے ذکر کئے وہ مجروح اور مردود ہیں (آگے فرداً فرداً اُن دلائل پر بحث فرمائی ہے، جس پر بحث آگے ہوگی ان شاء اللہ)"۔

علامہ ابو عمر عبد العزیز عبد اللہ عرفہ السلیمانی صاحب لکھتے ہیں،

اُمِرَ ﷺبِالدُّعَاءِ لِوَالِدَیْہِ قَالَ تَعَالٰی وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا،اَیْ بِرَحْمَتِہِ الْبَاقِیَۃِ وَهِیَ رَحْمَۃُ الْآخِرَۃِ۔ (فتح العلیم فی نجاۃ ابوی النبی الکریم ص22، المقاصد)

"نبی کریم ﷺ کو اپنے والدین کے لئے دعاء کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فرمادیں اے میرے رب !میرے والدین پر رحمت فرماؤ، یعنی باقی رحمت جو آخرت کی رحمت ہے"۔

اِس پر جو اشکال ہے کہ بعض مفسّرین نے لکھا ہے کہ والدین کے حق میں یہ دعاء کرنا مسلمان والدین کے ساتھ مخصوص ہے، کیوں کہ دوسری آیت میں مشرکوں کے لئے دعاء و استغفار سے منع کیا گیا ہے، تو یہ بات عام اصول کے درجہ میں درست ہے، واقعی یہ دعاء مسلمان والدین کے حق میں کرنی ہے، مگر جن حضرات کا موقف یہ ہے کہ آپ ﷺ کے والدَین مسلمان وموحد تھے مشرک نہ تھے، وہ آیت سے استدلال کرسکتے ہیں، اُن کا استدلال غلط نہیں، اُن کا استدلال تب توڑا جاسکتا ہے جب نبی کریم ﷺ کے والدین کا شرک کرنا صحیح سند سے ثابت کیا جائے۔

چھٹی دلیل:

نجات کے قائل کئی علماء نے نجات کی ایک دلیل یہ بیان کی ہے کہ یہ بات ایک واضح حقیقت ہے کہ اگر بالفرض حضور ﷺ کے والدَین کا مشرک ہونا مانا جائے تو جہنّم میں اُن کو سب سے ہلکا عذاب ہونا، اور اُن کے مقابلہ میں جناب ابو طالب کو زیادہ عذاب ہونا (چاہے وہ دوسروں کی بہ نسبت ہلکا ہو) قرینِ قیاس ہے، کیوں کہ حضور ﷺ کے والدَین نے نبی کریم ﷺ کا زمانہ نبوت نہیں پایا، جب کہ جناب ابو طالب نے پایا، اور پھر بھی وہ آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے، لیکن نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے ہلکا عذاب جناب ابو طالب کو ہو گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

اَنَّ رَسُوْلَ اللہ ﷺ قَالَ اَھْوَنُ اَھْلِ النَّارِ عَذَابًا اَبُوْطَالِبٌ، وَ ھُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَیْنِ یَغْلِیْ مِنْھُمَا دِمَاغُہٗ ۔ (مسلم ج1 ص115)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہنّم والوں میں ہلکا عذاب ابو طالب کو ہو گا، جن کو آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے، ان جوتوں کی وجہ سے اُن کا دماغ ہانڈی کی طرح کھولے گا"۔

قابلِ غور ہے کہ اگر بالفرض حضور ﷺ کے والدَین کا شرک ثابت مان لیا جائے تو سب سے ہلکے عذاب کے مستحق حضور ﷺ کے والدَین ہیں یا جناب ابو طالب؟ ظاہر ہے کہ اُن کا جرم جنابِ ابو طالب سے زیادہ نہیں ہو گا، اب اگر حضور ﷺ کے والدَین کا عذاب سب سے ہلکا مانیں، تو حدیثِ نبوی کا انکار ہے، اور اگر جناب ابو طالب کا عذاب سب سے ہلکا مانیں، تو ماننا ہو گا کہ حضور ﷺ کے والدَین کو عذاب نہیں ہو گا، اور وہ نجات یافتہ ہوں گے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ) فرماتے ہیں،

قَدْ ثَبَتَ فِي الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ أَنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُوْ طَالِبٍ... وَهٰذَا مِمَّا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ أَبَوَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَا فِي النَّارِ لِأَنَّهُمَا لَوْ كَانَا فِيهَا لَكَانَا أَهْوَنَ عَذَابًا مِنْ أَبِيْ طَالِبٍ، لِأَنَّهُمَا أَقْرَبُ مِنْهُ مَكَانًا وَأَبْسَطُ عُذْرًا، فَإِنَّهُمَا لَمْ يُدْرِكَا الْبَعْثَةَ وَلَا عُرِضَ عَلَيْهِمَا الْإِسْلَامُ فَامْتَنَعَا بِخِلَافِ أَبِيْ طَالِبٍ، وَقَدْ أَخْبَرَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ أَنَّهُ أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا فَلَيْسَ أَبَوَاهُ مِنْ أَهْلِهَا، وَهَذَا يُسَمَّى عِنْدَ أَهْلِ الْأُصُولِ دَلَالَةَ الْإِشَارَةِ۔

(مسالک الحنفا، درج فی الحاوی ج2 ص228، ط دار الکتب العلمیہ)

"صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ جہنمیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کا ہو گا۔۔ یہ دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین دوزخی نہیں، کیوں کہ اگر وہ دوزخ میں ہوتے تو ابو طالب سے زیادہ ہلکے عذاب میں ہوتے، کیوں کہ درجہ میں ابو طالب کی بنسبت حضور ﷺ کے زیادہ قریب ہیں اور اُن سے بڑھ کر معذور ہیں، کیوں کہ اُنہوں نے آپ ﷺ کا زمانہ بعثت نہیں پایا، نہ اُن کے سامنے اسلام پیش کیا گیا کہ پھر اُنہوں نے انکار کیا ہو، بخلاف ابو طالب کے، جبکہ نبی

کریم ﷺ نے خبر دی کہ ابو طالب کو سب سے ہلکا عذاب ہو گا، معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے والدین دوزخی نہیں ہوں گے، اِس دلیل کو علم اصول والوں کے نزدیک دلالتِ اشارہ کہتے ہیں"۔

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی (م1231ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَالَّذِیْ یَنْبَغِیْ اِعْتِقَادُہٗ حِفْظُھُمَامِنَ الْکُفْرِ، وَ اَنَّ اللہ تَعَالٰی اَحْیَاھُمَا وَآمَنَا بِہٖ، کَمَا وَرَدَ الْحَدِیْثُ لِیَنَاالَافَضِیْلَۃَ الصُّحْبَۃِ وَیَدُلُّ عَلٰی ذَالِکَ مَاوَرَدَفِیْ حَقِّ اَبِیْ طَالِبٍ مِنْ قَوْلِہٖ ﷺ اَدْنٰی اَھْلِ النَّارِ عَذَابًامَنِ انْتُعِلَ بِنَعْلَیْنِ یَغْلِیْ مِنْھُمَا دِمَاغُہٗ فَاِنَّہٗ مَحْمُوْلٌ عَلَیْہِ،وَذَالِکَ اِکْرَامٌ لَّہٗ وَلَوْکَانَ وَالِدَاہُ عَلَی الصِّفَۃِ الْمَذْکُوْرَۃِ لَکَانَااَوْلٰی بِھٰذِہِ الْمَزِیَّۃِ مِنْ اَبِیْ طَالِبٍ،لِاَنَّ اِکْرَامَہٗ تَعَالٰی لَہٗ فِیْ وَالِدَیْہِ اَسَرُّلَہٗ، وَاَقَرُّ لِعَیْنِہٖ مِنْ عَمِّہٖ کَمَالَایَخْفٰی۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج4، ص377:378، ط دار الکتب العلمیہ، وج2ص80، ط دار الطباعۃ العامرۃ بولاق مصر)

"مناسب یہ ہے کہ یہ عقیدہ ہو کہ آپ ﷺ کے والدَین کفر سے محفوظ ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو زندہ فرمایااوروہ آپ ﷺ پر ایمان لائے، جیسا کہ حدیث میں نقل ہے، تا کہ وہ حضور ﷺ کی صحابیت کی فضیلت حاصل کر لیں، اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ ابو طالب کے حق میں آیا کہ جہنّمیوں میں سب سے ہلکا عذاب اُس کو ہو گا جس کو جہنم کے دو جوتے پہنائے جائیں گے جن سے اُن کا دماغ کھولے گا، یہ ابو طالب کا حال ہے، اور یہ اُس کا اکرام ہو گا، تو اگر آپ ﷺ کے والدین بھی ایسے ہوتے تو وہ ابو طالب کی بنسبت اس کے زیادہ حقدار ہوتے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے چچا کے بجائے والدین کا یہ اکرام کرتے کہ آپ کو خوشی ہو، اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، جیسا کہ واضح ہے"۔

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی حنفی (م1340ھ) لکھتے ہیں،

وَظَاهِرٌ جِدًّا اَنَّ الْقُرْبَ الَّذِیْ لِلْاَبَوَیْنِ الْکَرِیْمَیْنِ مِنْہُ ﷺ اَیُّ نِسْبَۃٍ لِاَبِیْ طَالِبٍ مِنْ ذَالِکَ؟ ثُمَّ اِنَّ عُذْرَ ھُمَا وَاضِحٌ ، اِذْ لَمْ تَبْلُغْھُمَا الدَّعْوَۃُ وَلَمْ یُدْرِکَا زَمَنَ الْاِسْلَامِ، فَلَوْلَمْ یَکُوْنَامِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَالْعِیَاذُبِاللّٰہ لَکَانَ مِنَ الْوَاجِبِ اَنْ یَّکُوْنَا اَھْوَنَ عَذَابًامِنْ اَبِیْ طَالِبٍ، وَلَکَانَا اَخَفَّ مِنَ الْجَمِیْعِ، وَھٰذَا عَلٰی خِلَافِ الْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ، فَوَجَبَ اَنَّ الْاَبَوَیْنِ الْکَرِیْمَیْنِ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔

(شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام (معرّب) ص26، محمد اسجد رضا قادری)

"یہ بات انتہائی واضح ہے کہ جو قرب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے آپ کے والدین کو ہے ابو طالب کو اُس سے کچھ نسبت نہیں، پھر اُن کا عذر واضح ہے، کیوں کہ اُن تک دعوت نہیں پہنچی، نہ زمانۂ اسلام پایا ہے، تو اگر معاذ اللہ وہ جنتی نہ ہوں تو ضروری ہے کہ اُن کو ابو طالب سے بھی ہلکا عذاب ہو، بلکہ سب اہلِ دوزخ سے ہلکا ہو، اور یہ بات اِس صحیح حدیث کے خلاف ہے، تو ضروری ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدَین کریمین جنتی ہوں"۔

علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ (م942ھ) (سبل الھدی والرشاد ج2ص125) اور شیخ الاسلام الحبر علامہ نورالدین علی بن ابراہیم بن احمد حلبی قاہری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م1044ھ) (السیرۃ الحلبیۃ ج1ص158) وغیرہم نے بھی اِس دلیل کو ذکر کیا ہے۔

بعض نے اِس دلیل کے جواب میں یونہی بے معنی نکمی تقریر کر دی ہے، مگر وہ کوئی معقول جواب نہیں کہا جاسکتا (نقض مسالک السیوطی)

ساتویں دلیل:

ایسی بہت سی روایات ہیں جن میں ذکر ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی والدہ کے لئے استغفار (دُعاءِ مغفرت) کی اجازت مانگی تو اللہ کی طرف سے ممانعت کر دی گئی، اِس بارے میں

حضرت بریدہ، ابوہریرہ، زید بن خطاب، ابوسعید خدری، ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مختلف الفاظ میں روایات مروی ہیں۔

اِسْتَأْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَافَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ

''میں نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ والدہ کے لئے دعاءِ مغفرت کروں، تو مجھے اِس کی اجازت نہیں دی گئی۔'' (علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص213، الخ)

اِس مضمون کی روایات پر بحث اپنے موقع و محل تک مؤخر کرتے ہوئے عرض ہے کہ یہ روایات واضح کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو اپنے والدین کا دوزخ میں جانا پسند نہیں، آپ ﷺ کی چاہت یہ تھی کہ آپ ﷺ کے والدین کی مغفرت کر دی جائے، اور عذاب نہ دیا جائے، یہ ایک مقدمہ ہوا۔

اِس کے ساتھ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایاہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں نبی کریم ﷺ کی چاہتیں پوری کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کو خوش کریں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (الضحیٰ:5)

''اور ضرور ضرور آپ کو آپ کا رب دے گا اور آپ راضی ہو جائیں گے''۔

ہر مسلمان تو یہی پسند کرے گا کہ اُس کے والدین اور وہ جنّت میں ہوں، حتی کہ بچپن میں فوت ہونے والے بچے اور ماں کے پیٹ سے گر جانے والے بچے بھی تب تک جنّت میں جانا نہ چاہیں گے جب تک والدَین کو جنّت میں داخل نہ کروالیں، تو کیا امید کی جا سکتی ہے کہ (جب حضور ﷺ کے والدَین مومن و موحّد ہوں جیسا کہ بہت سے محققین یہی فرمارہے ہیں تو) آپ ﷺ اپنے والدَین کو تو جنّت میں داخلہ دِلوانے کے لئے درخواست نہ کریں، اور باقی امتیوں کو جنّت میں داخل کروانے کے لئے بے قرار ہوں، جب کہ دنیا میں آپ ﷺ والدہ کے لئے اتنے بے

قرار ہوئے ہیں ؟ نہیں ،ایسا نہیں ہو سکتا چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کی تفسیر میں فرماتے ہیں،

قال مِنْ رِضَامُحَمَّدٍ ﷺ اَلَّايَدْخُلَ اَحَدٌمِّنْ اَهْلِ بَيْتِهِ النَّارَ

(تفسیر الطبری ج24، ص487، ط موسسۃ الرسالۃ)

"حضور ﷺ کی رضا میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے اہلِ بیت میں سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہو"۔

اس روایت کی سند میں الحکم بن ظہیر فرازی کوفی راوی ہے جس پر محدثین کو سخت کلام ہے، مگر استدلال کا مدار اِس روایت پر نہیں ہے، بلکہ والدہ کے لئے استغفار کی روایات بھی آپ ﷺ کی یہی خواہش واضح کرتی ہیں۔

علامہ محقق مفسر علی بن صادق داغستانی آفندی شماخی حنفی (م1199ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

اَلثَّانِيْ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى فَاِنَّ كُلَّ عَاقِلٍ يَعْلَمُ بِاَنَّهٗ ﷺ مَعَ كَوْنِهٖ رَاضِيًا بِمَا رَضِيَ بِهِ اللهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى لَايَرْضٰى بِكَوْنِ وَالِدَيْهِ فِي النَّارِ فَاللهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى لَايَرْضٰى بِهٖ لِعَدَمِ رِضٰى حَبِيْبِهٖ الخ۔

(رسالۃ فی اثبات النجاۃ والایمان لوالدی سید الاکوان مخطوطۃ: ص1:2، ومطبوعہ ص1:2، ط علی نفقۃ السید عمر بن السید مصطفٰی الدمشقی)

"دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ "ضرور آپ کو آپ کا رب دے گا اور آپ خوش ہو جائیں گے" ہر عقلمند سمجھتا ہے کہ (اگرچہ) آپ ﷺ اُس پر خوش ہوتے ہیں جس پر اللہ

تعالیٰ خوش ہوتے ہیں (لیکن) آپ ﷺ اِس پر خوش نہ ہوں گے کہ آپ کے والدین دوزخ میں ہوں، تو اللہ تعالیٰ بھی اِس پر خوش نہ ہوں گے، کیوں کہ اُس کے حبیب ﷺ خوش نہ ہوں گے"

اِس دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ کے والدَین کی مغفرت کی امید ہو سکتی ہے، رہی یہ بات کہ روایت میں اہل بیت سے مراد مومنین اہلِ بیت ہو سکتے ہیں غیر مومنین مراد نہیں ، توجو اِس روایت کو مستدل بنا رہے ہیں وہ نبی کریم ﷺ کے والدین کو مومنین سمجھتے ہیں، اس لئے اُن کا استدلال درست ہے"۔

سوال: نبی کریم ﷺ کی خواہش تو جناب ابو طالب کے حق میں بھی یہی تھی، تو پھر اِس دلیل سے ابو طالب کے حق میں بھی مغفرت کی شفاعت ثابت مان لیں، جب کہ اُس کی مغفرت نہ ہونا یقینی ہے؟

جواب: بیشک ابو طالب کے حق میں آپ ﷺ کی خواہش تھی، اور آپ ﷺ نے اپنی خواہش سے اُس کے حق میں بھی شفاعت کرنی ہے، جس سے اُس کو سب جہنمیوں سے ہلکا عذاب ہو گا، اور وہ آپ ﷺ نے صحیح احادیث میں بیان فرما دیا ہے، جب کہ آپ ﷺ کے والدَین کے حق میں شفاعت کی امید کی جا سکتی ہے، کیوں کہ مضبوط دلائل سے اُن کا مستحقِ دوزخ ہونا ثابت نہیں ہے، اُس کے خلاف کے دلائل بھی ہیں، اس لئے اس دلیل سے امکان کے درجہ میں استدلال ہو سکتا ہے۔

آٹھویں دلیل:

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م 1069ھ) ایک قیاسی دلیل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

لَمَّاقَرَأْتُ مَاقَالَہٗ عُلَمَاءُ الْحَدِیْثِ فِی الْخَصَائِصِ النَّبَوِیَّۃِ اَنَّ فُضُلَاتَہٗ... الخ قَالَ بَعْضُ مَنْ کَانَ عِنْدَنَاحَاضِرٌاِذَالَمْ تَلِجِ النَّارَجَوْفٌ فِیْہِ قَطْرَۃٌ مِنْ فُضُلَاتِہٖ کَیْفَ تُعَذَّبُ اَرْحَامٌ حَمَلَتْہُ فَاَعْجَبَنِیْ کَلَامُہٗ وَنَظَمْتُہٗ فِیْ قَوْلِیْ،

لِوَالِدَیْ طٰہٰ مَقَامٌ عُلَا فِیْ جَنَّۃِ الْخُلْدِ وَدَارِ الثَّوَابِ

فَقَطْرَۃٌ مِنْ فُضُلَاتٍ لَہٗ فِی الْجَوْفِ تُنْجِیْ مِنْ اَلِیْمِ الْعَذَابِ

فَکَیْفَ اَرْحَامٌ لَہٗ قَدْ غَدَتْ حَامِلَۃً تَصْلٰی بِنَارِ الْعِقَابِ

(طرازالمجالس، المجلس الخمسون، ص469:468، ط المطبعۃ الوھبیۃ المصریۃ)

"جب میں نے وہ بات پڑھی جو محدثین نے نبی کریم ﷺ کی خصوصیات سے متعلق بیان فرمائی کہ آپ ﷺ کے فضلات جس کے پیٹ میں گئے وہ جہنّم میں نہ جائے گا، تو کوئی صاحب جو ہمارے پاس موجود تھے، کہنے لگے کہ جب وہ پیٹ دوزخ میں نہ جائے گا جس میں آپ ﷺ کے فضلات کا کوئی قطرہ ہو گا، تو اُن رِحموں کو کیسے عذاب ہو گا جنہوں نے آپ ﷺ کو اٹھایا ہے؟ تو مجھے اُن کی یہ بات پسند لگی، اور میں نے اپنے اِس قول میں نظم کر لی۔

(ترجمہ) دائمی جنّت اور دارالثواب میں نبی طہٰ ﷺ کا اونچا مقام ہے، کہ پیٹ میں آپ ﷺ کے فضلات کا قطرہ دردناک عذاب سے بچالیتا ہے، تو وہ رِحم جو آپ ﷺ کو اٹھائے رہے کیسے سزا کی آگ میں داخل ہوں گے؟"

علامہ اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی عجلونی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م1162ھ) نے بھی علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے تردید نہیں کی (کشف الخفاء ج1 ص73، ط المکتبۃ العصریۃ)

یہ دلیل ہے تو قیاسی، لیکن اوپر کے دلائل اور اسلاف کے اقوال سے اِس کی تائید ہے۔

نویں دلیل:

حضور ﷺ کے والدین کے ذاتی حالات:

حضرت عبد اللہ جناب عبد المطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے اور سب بیٹوں میں زیادہ پیارے بیٹے تھے، قریش کے سب سے حسین نوجوان اور سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے، واقعہ اصحابِ فیل کے بعد جب جناب عبد المطلب ستر سال سے اوپر عمر کے تھے، اور حضرت عبد اللہ عمر کے اٹھارہویں سال میں تھے، جناب عبد المطلب نے اُن کی شادی کرنا چاہی تو بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف کی بیٹی حضرت آمنہ کو حضرت عبد اللہ کے لئے پسند کیا، حضرت ورقہ بن نوفل کی بہن نے اپنے بھائی حضرت ورقہ بن نوفل سے سُن رکھا تھا کہ بنو عبد المطلب میں سے نبی آخر الزمان ﷺ مبعوث ہونے ہیں، تو شادی کے لئے جاتے وقت راستے میں اُس نے حضرت عبد اللہ کے چہرے میں چمکتا نورِ نبوت دیکھ کر اُن کو اپنے ساتھ شادی کی دعوت دی، لیکن اُس کے بجائے حضرت عبد اللہ کی شادی حضرت آمنہ بنت وہب کے ساتھ ہوگئی، شادی کو تھوڑا وقت گذرا تھا کہ حضرت عبد اللہ کو تجارتی سفر پر قریش کے قافلہ کے ساتھ غزہ کی طرف سفر کرنا پڑا، سفر سے واپسی کے دوران مدینہ طیبہ سے گذرنے لگے، تو بنو نجار کے ہاں ٹھہر گئے تا کہ مدینہ طیبہ سے کھجوریں خرید کر مکہ مکرمہ کی طرف واپسی کریں، تو بیمار ہوگئے اور بنو نجار کے ہاں ایک مہینہ بیماری میں گزرا، بالآخر فوت ہوگئے، اور صحیح قول کے مطابق مدینہ طیبہ میں دفن ہوگئے۔ (اجداد النبی ﷺ ص 33)

جب حضرت عبد اللہ فوت ہوئے، صحیح قول کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ ماں کے پیٹ میں تھے، حضرت آمنہ نے حضرت عبد اللہ کے ساتھ بس چند مہینے ہی گزارے ہیں کہ حضرت عبد اللہ کی وفات ہوگئی، حضرت عبد اللہ کی وفات کے بعد حضرت آمنہ کبھی کبھی مکہ مکرمہ سے سفر کر کے مدینہ طیبہ تشریف لاتیں، اور حضرت عبد اللہ کی قبر کی زیارت کرتیں، ایک

بار زیارت کو آئیں تو بیمار ہو گئیں، اور مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی طرف واپسی کے دوران ہی ابواء مقام پر وفات پاگئیں، اُس وقت اُن کی عمر بیس سال تھی، اور حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم چھ سال کی عمر کے بچے تھے (اجداد النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ص36)۔

نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے والدین حضرت عبد اللہ اور حضرت آمنہ کا مذہب:

آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی والدہ کے بعض منقول حالات اُن کے موحدہ ہونے کے تائیدی ہیں، چنانچہ امام ابو نعیم کے حوالے سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت آمنہ فوت ہونے لگیں اور اپنے اکلوتے بیٹے کو اِس عمر میں بغیر ماں باپ کے چھوڑنے پر حسرت ہوئی، تب حضرت آمنہ کے اشعار ہیں۔

بَارَك فِيْكَ اللهُ مِنْ غُلَامٍ ... يَا ابْنَ الَّذِىْ مِنْ حَوْمَةِ الْحَمَامِ
نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ ... فَوُدِّىَ غَدَاةَ الضَّرْبِ بِالسِّهَامِ
بِمِائَةٍ مِنْ اِبِلٍ سُوَامِ ... اِنْ صَحَّ مَا أَبْصَرْتُ فِى الْمَنَامِ
فَأَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَى الْاَنَامِ ... مِنْ عِنْدِ ذِى الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ
تُبْعَثُ فِى الْحِلِّ وَفِى الْحَرَامِ ... تُبْعَثُ فِى التَّحْقِيْقِ وَالْاِسْلَامِ
دِيْنِ أَبِيْكَ الْبِرِّ اِبْرَاهَامِ ... فَاللهُ اَنْهَاكَ عَنِ الْاَصْنَامِ
اَنْ لَّا تُوَالِيْهَا مَعَ الْاَقْوَامِ

"اللہ تعالیٰ تجھ بچے میں برکت دے اے اُس کے بیٹے! جو اللہ بادشاہ احسان کرنے والے کی مدد سے موت کے سبب سے بچ گیا تو تیر پھینکنے کی صبح جنگل میں چرنے والے سو اونٹ دیت ادا کی گئی، جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا اگر وہ صحیح ہے تو آپ اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے لوگوں کی طرف بھیجے جانے والے (پیغمبر) ہیں، آپ حِل اور حَرَم میں بھیجے جاؤ گے، حق

اور اسلام کے ساتھ آپ کی بعثت ہو گی، جو آپ کے نیک باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے، پس اللہ نے آپ کو بتوں سے روک دیا تاکہ آپ دوسرے لوگوں کے ساتھ بتوں کی تعظیم نہ کریں"۔

حضرت آمنہ نے اِن اشعار میں بتوں سے نفرت کا اور دینِ ابراہیم سے محبت کا اور حضور ﷺ کے نبی برحق ہو کر مبعوث ہونے کا اظہار کیا، جو اُن کے توحید ورسالت محمدی پر ایمان رکھنے کا ثبوت ہے، اگر یہ ثبوت کافی نہیں تو مشرکہ ہونے کے ثبوت کے لئے بھی تو اِس سے قوی ثبوت چاہیئے؟ اور وہ ندارد۔

یہ روایت تاریخ خمیس، سبل الھدٰی، زرقانی، خصائص کبرٰی وغیرہ کتابوں میں امام ابو نعیم کی دلائل النبوّۃ کے حوالے سے بسند ضعیف درج ہے، مطبوعہ دلائل النبوّۃ لابی نعیم میں یہ روایت نہیں ہے، کیوں کہ جو مطبوعہ دلائل النبوۃ ہے، یہ مختصر دلائل النبوۃ ہے، کامل دلائل النبوۃ نہیں ہے، چنانچہ مطبوعہ دلائل النبوۃ کے مقدمہ میں شیخ نجیب الماجدی لکھتے ہیں، اور بالکل درست لکھتے ہیں،

وَمِنْ هذَاالنَّمْطِ الْاَخِيْرِكِتَابُنَاالَّذِىْ نُقَدِّمُ لَہٗ دَلَائِلُ النُّبُوَّةِ لِلْحَافِظِ اَبِىْ نُعَيْمِ الْاَصْبَهَانِىْ بَلْ مُخْتَصَرُكِتَابِ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ اَمَّاالْكِتَابُ الْكَبِيْرُفَلَمْ يُسْبَقْ اَنْ طُبِعَ، وَلَسْنَاعَلٰى يَقِيْنٍ مِنْ اَنَّہٗ تُوْجَدُلَہٗ نُسْخَۃٌ مَخْطُوْطَۃٌ كَامِلَۃٌ ، فَفِىْ اَيَّامِنَايُطْلَقُ دَلَائِلُ النُّبُوَّةِ لِاَبِىْ نُعَيْمِ عَلٰى هٰذَاالْمُخْتَصَرِ۔

(ص5، المکتبۃ العصریۃ صیدا، بیروت)

"اِسی اخیر طرز کی ہے ہماری وہ کتاب جو ہم پیش کر رہے ہیں یعنی حافظ ابو نعیم اصبہانی کی دلائل النبوۃ، بلکہ یہ مختصر دلائل النبوۃ ہے، رہی بڑی کتاب! تو وہ ابھی طبع نہیں ہوئی، اور ہمیں

یقین نہیں کہ اُس کا کوئی پورا مخطوطہ نسخہ پایا جائے، ہمارے زمانہ میں اِسی مختصر کو ابو نعیم کی دلائل النبوۃ کہا جاتا ہے"۔

محقق دکتور محمد روّاس قلعہ جی اور عبد البر عباس کی تحقیق کے ساتھ جو دلائل النبوۃ شائع ہوئی ہے، یہ محققین اِس دلائل النبوۃ کو منتخب دلائل النبوۃ کہہ رہے ہیں، اور یہ حضرات بھی اصل دلائل النبوۃ کو مفقود بتا رہے ہیں۔ (دلائل النبوۃ ص22، ط دار النفائس بیروت)

ظاہر ہے کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے پاس ایسا کامل نسخہ تھا جس میں یہ روایت درج تھی۔

حضرت آمنہ کا خواب یا بیداری کا قصہ:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے حدیث نقل کرتے ہیں،

وَرُؤْيَا أُمِّيَ الَّتِي رَأَتْ حِينَ وَضَعَتْنِي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهَا مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ (مسند احمد 17163)

"میں اپنی والدہ کا دیکھا ہوا واقعہ ہوں (اُس کا ظہور ہوں) جو اُنہوں نے مجھے جننے کے وقت (کے قریب) دیکھا، اور اُن کے سامنے نور نکلا جس سے شام کے محلات آپ کی والدہ کے لئے روشن ہوئے"۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ اِس میں جیسے یہ احتمال ہے کہ خواب میں یہ دیکھا ہو، یہ بھی احتمال ہے کہ بیداری میں یہ دیکھا ہو (وَقَدْجَاءَتِ الْاَخْبَارُ اَنَّهَا كَانَتْ فِي الْيَقْظَةِ: لمعات التنقیح، اشعۃ اللمعات ج4 ص500:499 ط رشیدیہ) ابن جوزی نے الوفاء میں روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ کی ولادت قریب ہوئی، حضرت آمنہ کے پاس آنے والا آیا اور کہا تو کہے "میں اِس بچے کو اکیلے اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں ہر حاسد کے شر سے، اِس سے پہلے حمل ہو جانے کے بعد یہ دیکھا تھا کہ اُن کے پاس آنے والا آیا اور کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے اِس امت کے سردار اور نبی کو پیٹ میں لیا ہوا ہے"۔

(مرقاۃ المفاتیح ج10، ص440، رشیدیہ کوئٹہ، الوفا لابن الجوزی ج1ص88، المکتبۃ النوریہ الرضویہ فیصل آباد)

جامع صغیر میں یہاں دو روایتیں اکٹھی بیان ہوئیں، ایک حضرت آمنہ سے ایسا نور نکلنا جس سے بصرٰی کے محلات روشن ہو گئے (ابن سعد) دوسری اُن سے ایک نور نکلنا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے (ابن سعد) الشفا کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بصرٰی سرزمینِ شام کا ایک شہر ہے (شرح الشفا علی حواشی نسیم الریاض ج2ص219) یوں یہ ایک ہی واقعہ معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم، جس کی تشریح میں ملا علی قاری ہی اصرار کے ساتھ فرماتے ہیں

(وَرَأَتْ أُمِّيْ) وَفِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ وَرُؤْيَا أُمِّيْ وَلَعَلَّ الْعَدُوْلُ لِئَلَّا يُتَوَهَّمَ أَنَّ الرُّؤْيَا مَنَامِيَّةٌ (حِيْنَ حَمَلَتْ بِيْ) بِالْبَاءِ لِلتَّعْدِيَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ حِيْنَ وَضَعَتْنِيْ وَيُمْكِنُ جَمْعُهُمَا بِالْحَمْلِ عَلٰى مَرَّتَيْنِ وَأَمَّا تَجْوِيْزُ الدَّلَجِيْ كَوْنَ الرُّؤْيَا مَنَامِيَّةٌ فَبَعِيْدٌ جِدًّا مِنْ حَيْثُ اِسْتِدْلَالِهٖ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرُؤْيَتِهَا فَإِنَّ رُؤْيَا غَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ لَيْسَتْ مُعْتَمَدًا عَلَيْهَا حَتّٰى لَا يُعْمَلُ بِمُقْتَضَاهَا ۔ (شرح الشفا علی حواشی نسیم الریاض ج2ص219 ط تالیفات اشرفیہ)

(اور میری والدہ نے دیکھا) بعض روایات میں لفظ ہیں کہ میں والدہ کا دیکھا ہوا ہوں، یہاں جو لفظ ہیں (وَرَأَتْ أمِّيْ) ان میں لفظ رویا سے عدول شاید اس لئے ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ یہ دیکھنا نیند کی حالت کا ہے (جب مجھے پیٹ میں لیا) ایک روایت میں ہے جب مجھے جنا، یہ دیکھنا دوبار پر محمول ہو سکتا ہے، دلجی نے جو اس دیکھنے کو منامی (نیند میں) قرار دیا یہ بہت ہی بعید ہے، کیوں کہ حضور ﷺ والدہ کے اس دیکھنے کو دلیل بنا رہے ہیں، اور غیر نبی کا خواب اس قدر قابل اعتماد نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اُس کے مقتضا پر عمل نہیں کیا جاتا۔

اِس صورت میں (جب بیداری میں دیکھا ہو، جیسا کہ ملا علی قاری کا اصرار ہے) یہ حضرت آمنہ کی کرامت ہو گی، اور کرامت ولی سے ظاہر ہوتی ہے، کیا ممکن نہیں کہ اِس سے حضرت آمنہ کا ولیہ ہونا ثابت مانا جائے جو سوائے ایمان کے متصور نہیں؟

اور خواب میں یا بیداری میں یہ آنے والا فرشتہ ہے، اور فرشتہ خوشخبری لے کر نیکوں کے پاس آتا ہے نہ کہ کافروں مشرکوں کے پاس، جب فرشتے نے اللہ کو واحد بتایا تو ظاہر ہے کہ حضرت آمنہ اللہ کو واحد مانتی ہوں گی، اور اُنہوں نے اللہ واحد کی پناہ میں دیا ہو گا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ موحدہ تھیں، اور ظاہر ہے کہ یہ دیکھنے سننے کے بعد حضرت آمنہ نے اپنے بیٹے کے نبی ہونے کو مانا ہو گا، تو ورقہ بن نوفل وغیرہ کی طرح حضرت آمنہ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے حضور ﷺ کو نبی ماننے والی ہوئیں۔

اگر بالفرض یہ دلیلیں ناکافی اور ناقابلِ تسلیم ہیں تو صاف صریح ایسی ایک روایت چاہیئے جس میں ذکر ہو کہ حضور ﷺ کی والدہ نے جاکر بتوں کی پوجا کی ہے، مگر کھینچ تان کر کے اُنہیں بت پرست نہ بنایا جائے اور رسول کریم ﷺ کے والد حضرت عبد اللہ سے متعلق بھی منقول نہیں کہ اُنہوں نے بتوں کی عبادت کی ہو۔

شیخ احمد عمر عبد بیلی صومالی شافعی فرماتے ہیں،

بَرِئَ وَالِدُالْمُصْطَفٰی ﷺمِنَ الشِّرْکِ وَالْکُفْرِوَکُلِّ مَایَفْعَلُہٗ اَھْلُ مَکَّۃَ مِنَ الْقَبَائِحِ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَلَمْ یُشْرِکْ بِاللہ طَرْفَۃَ عَیْنٍ لِاَنَّہٗ طَاھِرٌ مُطَھَّرٌ کَمَا دَلَّتِ النُّصُوْصُ وَالْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ وَلَیْسُوْابِاَطْھَارٍاَوْاَبْرَارٍاَوْسَادَۃٍ اَوْ اَخْیَارٍوَھُوَمَعَ آبَاءِہِ الْاَطْھَارِ اَھْلِ الْفَضْلِ وَالْعِزِّوَالْکَرَامَۃِ وَالْفَخَارِ قَد تَنَقَّلَ فِیْھِمْ نُوْرُ سَیِّدِنَا رَسُوْلِ اللہ ﷺالَّذِیْ کَانَ اَضْوَءَ مِنْ نُوْرِ الْقَمَرِ اِذَا اسْتَدَارَ

وَلَمْ یُنْقَلْ عَنْہُ اَبَدًاالَافِیْ حَدِیْثٍ صَحِیْحٍ اَوْ ضَعِیْفٍ وَحَتّٰی مَوْضُوْعٍ اَنَّہٗ سَجَدَ لِلْاَصْنَامِ کَعُزّٰی اَوْھُبُل اَوْنَحْوِھِمَاکَمَایَفْعَلُ اَقْرَانُہٗ مِنْ اَھْلِ مَکَّۃَ ۔

(انباء الاتقیاء فی حق آباء المصطفٰی ص106، ط مکتبۃ دارالحنین)

"نبی کریم ﷺ کے والد شرک و کفر سے اور دور جاہلیت کے اہلِ مکہ کی برائیوں سے بری تھے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک پلک جھپکنے کے بقدر بھی نہیں کیا، کیوں کہ وہ طاہر و مطہر تھے، جیسا کہ نصوص دلیل ہیں، اور مشرک تو ناپاک ہیں اطہار، ابرار، سادات اوراخیار نہیں، اس کے ساتھ حضرت عبد اللہ اوران کے آباء اطہار فضیلت عزت و شرافت والے تھے، جن میں آپ ﷺ کا نور جو چاند کے نور سے زیادہ روشن تھا منتقل ہوا، اور حضرت عبد اللہ سے متعلق نہ صحیح نہ ضعیف نہ موضوع کسی روایت میں نقل نہیں ہے کہ اُنہوں نے بتوں عزی ہبل وغیرہ کا سجدہ کیا ہو جیسا کہ اُن کے اہلِ زمانہ مکہ والے کرتے تھے"۔

علامہ احمد احمد غلوش تفصیل سے لکھتے ہیں،

ثَبَتَ بِالْاَدِلَّۃِ وَالْبَرَاھِیْنِ الْعَدِیْدَۃِ اَنَّ اُصُوْلَ النَّبِیِّ ﷺوَآبَاءَ ہٗ مِنْ لَّدُنْ آدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلٰی وَالِدِہِ الْمُبَاشِرِ عَبْدِاللہ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ کَانُوْا جَمِیْعًابَعِیْدِیْنَ عَنِ الشِّرْکِ وَعِبَادَۃِ الْاَصْنَامِ۔

(السیرۃ النبویۃ والدعوۃ فی العھد المکی ص133، ط موسسۃ الرسالۃ)

"متعدد دلائل سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصول اورآباء آدم علیہ السلام سے لے کر براہ راست والد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب تک سارے شرک سے اور بت پرستی سے دور تھے"۔

بہر حال اس سب سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدَین موحّد مومن تھے، عقیدہ شرکیہ نہ رکھتے تھے اور نہ شرک کرتے تھے، اس لئے بہت سے اسلاف اُن کو نجات یافتہ مانتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کا جسم شریف بعد دفن صحیح سالم:

حضرت مولانا عبد المعبود صاحب رحمہ اللہ (م1445ھ) لکھتے ہیں،

"آپ کی قبر مبارک مدینہ منورہ ہی میں چودہ سو سال سے مرجع خلائق بنی رہی گذشتہ سال جب سعودی حکومت نے مسجد نبوی شریف کے توسیعی پروگرام کے باعث آپ کی قبر اکھاڑی تو میت بالکل تروتازہ اور صحیح سالم تھی، آپ کی قبر کے قریب ہی دو صحابہ کی قبریں بھی تھیں، ان کی میتیں بھی بالکل محفوظ نکلیں، ان میتوں کو جنت البقیع میں سپرد خاک کر دیا گیا، جنوری 1978ء میں پاکستانی اخبارات میں یہ خبر شہ سرخیوں سے شائع ہوئی تھی"۔

(تاریخ المکۃ المکرمۃ ج1 ص182، ط مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مولانا مفتی محمد رضاء المصطفٰی ظریف قادری اور مولانا یسین قصوری صاحب لکھتے ہیں،

"مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں کی جانے والی کھدائی کے دوران آنحضرت ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کا جسد مبارک جس کو دفن کئے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے، بالکل صحیح سالم حالت میں بر آمد ہوا، علاوہ ازیں صحابی رسول ﷺ حضرت مالک بن سنان کے علاوہ دیگر چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجساد مبارکہ بھی اصلی حالت میں پائے گئے، جنہیں جنت البقیع میں نہایت عزت واحترام کے ساتھ دفن کیا گیا، جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا، ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کے چہرے نہایت تروتازہ اور اجسام اصلی حالت میں تھے"۔

(والدینِ مصطفی ﷺ کا ایمان ص7 ط مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ اشاعت اول ذی الحجہ سنہ 1419ھ، بحوالہ نوائے وقت، امروز، مغربی پاکستان 11 صفر سنہ 1398ھ، 21 جنوری سنہ 1978ء، ایمانِ والدین مصطفی ص31، ط ادارہ علم وادب لاہور بحوالہ نوائے وقت کراچی 20 جنوری 1978ء)

مؤرخ اسلام حضرت مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب لکھتے ہیں،

"بعض ذرائع سے سنا ہے کہ حضرت عبد اللہ کی قبر کئی سال پہلے مسجد نبوی شریف کی توسیع کے دوران کھدائی میں دریافت ہوئی تھی، مگر عوام کے فتنہ میں پڑ جانے کے خوف سے قبر کے مقام کو مخفی رکھا گیا (واللہ اعلم)"۔ (تاریخ امت مسلمہ ج1 ص131)

حضرت مفتی اعظم مفتی محمد رفیع عثمانی رحمہ اللہ (م1444ھ) کے فتاوی میں سائل کے سوال میں یہ واقعہ بحوالہ اخبار روزنامہ اعلان کراچی جلد 17، اتوار 12 صفر 1398ھ، 22 جنوری 1978ء شمارہ 22 کے حوالے سے ذکر ہوا ہے۔

جس پر حضرت مفتی اعظم نے تصدیق وتکذیب سے اجتناب فرمایا، اور ساتھ سیرت حلبیہ کے حوالے سے ذکر فرمایا کہ حضرت عبد اللہ کو بنو نجار کے ایک شخص التابعہ کے گھر میں دفن کیا گیا تھا۔ (فتاوی دار العلوم کراچی، امداد السائلین ج1 ص496، 495 ادارۃ المعارف)

حضور ﷺ کے داداجان جناب شیبہ عبد المطلب:

عبد المطلب کا نام شیبہ ہے، شیبہ کا معنی ہے سفید بالوں والا، جب پیدا ہوئے تو سر کے بالوں میں تھوڑے سے بال سفید تھے، اُسی سے شیبہ نام ہو گیا، شیبہ نے اپنی ابتدائی عمر والدہ سلمی کے ساتھ مدینہ طیبہ میں گذاری، ہاشم کے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں مکہ مکرمہ میں تھے، جناب شیبہ اور ہاشم کے یہ بیٹے اور بیٹیاں جو شیبہ کے باپ شریک بھائی بہنیں ہیں، ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے تھے، ایک بار حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے والد ثابت بن المنذر مکہ مکرمہ عمرہ کرنے آئے، یہاں شیبہ کے چچا مطلب کو ملے، مطلب اُن کے دوست تھے، اور بتایا کہ آپ کا

بھتیجا شیبہ حسن وجمال میں بے مثال ہے، شیبہ کی بہترین تیر اندازی کا تذکرہ بھی کیا، تو مطلب نے ثابت سے کہا کہ میں مدینہ طیبہ جا کر ضرور اپنے بھتیجے کو لے آؤں گا، ثابت نے کہا اُن کی ماں سلمی اور اُن کے ماموں آپ کے حوالے نہیں کریں گے، وہ اُس سے بہت محبت کرتے ہیں، ہاں شیبہ خود آنا چاہیں تو بات ہے، چنانچہ مطلب مدینہ طیبہ آئے، یہاں اپنے بھتیجے شیبہ سے متعلق معلومات کیں، بالآخر شیبہ مل گئے، ہاشم کے ہم شکل دیکھ کر اُن کو پہچان لیا، تو آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے، گلے لگایا، ایک یمنی جوڑا مکہ مکرمہ سے لائے تھے، وہ پہنایا، سلمی کو اُن کی غرض معلوم ہو گئی، اُنہوں نے مطلب کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارے ہاں مہمان بنو، مطلب سلمی کے ہاں تین دن مہمان رہے، اُس کے بعد اپنے بھتیجے شیبہ کو لے کر مکہ مکرمہ پہنچے،، جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، تو شیبہ کے چہرے پر نورِ نبوت کے آثار خوب چمکتے تھے، تولوگ ہر طرف سے جمع ہو گئے، اور کہنے لگے کہ یہ مطلب کا غلام ہے، مطلب نے بتایا کہ میرا بھتیجا ہے، مگر عبد المطلب یعنی مطلب کے غلام کا آوازہ اس قدر رہا کہ بس شیبہ سے عبد المطلب ہی مشہور ہو گئے۔

(اجداد النبی ﷺ، مدارج الصعود)

مکہ مکرمہ میں جو منصب مطلب کے حوالے تھے، یعنی حاجیوں کو کھانا کھلانا، آب زمزم پلانا وغیرہ، مطلب کی نگرانی میں اُن کی دیکھ بھال شیبہ نے سیکھی، بالآخر مطلب یمن تجارت کی غرض سے گئے، اور یمن کے علاقے ردمان میں وفات پائی، چچا مطلب کی وفات کے بعد مطلب کے یہ منصب شیبہ نے سنبھالے۔ (اجداد النبی ﷺ)

جناب عبد المطلب کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں ہوئیں، بیٹوں کے نام عباس، حمزہ، عبد اللہ، عبد مناف یعنی ابو طالب، زبیر، حارث، جحل، مقوِّم، ضِرار، عبد العزی یعنی ابو لہب ہیں، اور بیٹیوں کے نام صفیہ، ام حکیم بیضاء، عاتکہ، اُمیمہ، اروٰی، برّہ ہیں، حضرت عبد اللہ وابو طالب وزبیر کی ماں فاطمہ بنت عمرو بن عائذ ہے، باقی بیٹوں کی دوسری مائیں ہیں۔

جناب عبد المطلب اور بت پرستی:

حضور ﷺ کے دادا جناب عبد المطلب سے متعلق علماء کے دونوں قول ہیں، ایک قول اُن کے شرک پر ہونے کا ہے، اور ایک قول توحید اور ملتِ ابراہیم پر ہونے کا بھی ہے، وہ ایسا دور تھا جس میں لوگوں میں شرک و بت پرستی عام تھی، لیکن اُس دور کی شرک و بت پرستی سے کئی لوگ بیزار بھی تھے، اب کون بیزار تھے ؟ کئی نام ملتے ہیں ، امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے چند نام ذکر کئے۔

حضرت ابو بکر صدیق، زید بن عمرو بن نفیل، عبید اللہ بن جحش، عثمان بن الحویرث، ورقہ بن نوفل، رباب بن البراء، اسعد بن کریب حمیری، قس بن ساعدہ ایادی، ابو قیس بن صرمہ، ھشام بن خلف، عمرو بن عبسۃ سلمی، ابو ذر، وغیرہ۔

علامہ محمد بن قاسم بن یعقوب آماسی رومی حنفی (م940ھ) فرماتے ہیں،

وَقَدْکَانَ فِی الْجَاهِلِيَّةِ (زَيْدُبْنُ) عَمْرِوبْنِ نُفَيْلٍ وَقِسُّ بْنُ سَاعِدَةِ وَعَبْدُ الْمُطَّلِبِ جَدُّ رَسُوْلِ الله ﷺ وَعَمْرُوبْنُ الطَّرْبِ کَانُوْا عَلٰی دِيْنِ الْإِسْلَامِ يُقِرُّوْنَ بِالْإِبْدَاءِ وَالْإِعَادَةِ وَالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ وَيُوَحِّدُوْنَ الله تَعَالٰی وَلَايَأْكُلُوْنَ الْمَيْتَةَ وَلَايَعْبُدُوْنَ الْأَوْثَانَ۔

(انباء الاصطفا فی حق آباء المصطفی: مخطوطہ: ص7:8)

"دورِ جاہلیت میں (زید بن) عمرو بن نفیل، قس بن ساعدہ، رسول کریم ﷺ کے دادا عبد المطلب، عمرو بن الطرب دینِ اسلام کے اقراری تھے، پہلی بار پیدا ہونے اور پھر دوبارہ پیدا ہونے کے اور ثواب و سزا کے قائل تھے، اور اللہ تعالیٰ کی توحید مانتے تھے، اور مردار نہیں کھاتے تھے، اور بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے"۔

علامہ محمد بن عمر بالی مدنی حنفی رحمہ اللہ (م بعد 1285ھ) فرماتے ہیں،

اِنَّ اَهْلَ الْفَتْرَةِ سِتَّۃُ اَقْسَامٍ،قِسْمٌ وَحَّدَاللہ تَعَالٰی بِعَقْلِہٖ بِسَبَبِ نُوْرٍوَجَدَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ۔ فَمِنَ الْقِسْمِ الْاَوَّلِ قِسُّ بْنُ سَاعِدَةِ الْاَیَادِیْ وَزَیْدُبْنُ عَمْرِوبْنِ نُفَیْلٍ وَالِدُ سَعِیْدٍ اَحَدِ الْعَشَرَةِ وَھُوَعَمُّ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللہ عَنْھُمْ وَعَبْدُ الْمُطَّلِبِ جَدُّالنَّبِیِّ ﷺ ۔ (سبل السلام فی حکم آباء النبی الکرام ص55)

"اہلِ فترت کی چھ قسمیں ہیں، پہلی قسم ایسے آدمی ہیں جنہوں نے اپنے دل میں موجود نور کے سبب اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانا۔۔۔اِسی قسم سے قس بن ساعدہ ایادی، زید بن عمرو بن نفیل جو عشرہ مبشرہ میں سے حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے والد اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں، اور نبی کریم ﷺ کے دادا جناب عبد المطلب ہیں"۔

امام قفال شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَقَدْکَانَ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ عَمْرُوبْنُ نُفَیْلٍ وَقِسُّ بْنُ سَاعِدَةِ وَعَبْدُالْمُطَّلِبِ جَدُّ رَسُوْلِ اللہ ﷺ وَعَمْرُوبْنُ الطَّرَبِ کَانُوْاعَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ یُقِرُّوْنَ بِالْبِدَاءِ وَالْاِعَادَةِ وَالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ وَیُوَحِّدُوْنَ اللہ تَعَالٰی وَلَایَأْکُلُوْنَ الْمَیْتَۃِ وَلَا یَعْبُدُوْنَ الْاَصْنَامَ۔۔(انباء الاصفیاء فی حق آباء المصطفٰی مخطوطہ ص8، تفسیر الرازی، ج4،55)

"دورِ جاہلیت میں عمرو بن نفیل، قس بن ساعدہ، حضور ﷺ کے دادا عبد المطلب، عمرو بن الطرب دینِ اسلام پر تھے، ابتداءِ خلق واعادہ کے اور ثواب وسزا کے اقراری تھے، اور اللہ تعالیٰ کی توحید مانتے تھے، نہ مردار کھاتے نہ بت پرستی کرتے تھے"۔

فائدہ: یہ قفال اگر قفال کبیر ہوں تو وہ محمد بن احمد بن عمر شاشی شافعی (م507ھ) ہیں، اور اگر قفال صغیر ہوں تو وہ عبد اللہ بن احمد مروزی شافعی (م417ھ) ہیں رحمھم اللہ۔

مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م1225ھ) فرماتے ہیں،

فَاِنْ قِیْلَ مَاوَرَدَمِنْ حَدِیْثِ الصَّحِیْحَیْنِ فِیْ قِصَّۃِ مَوْتِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ اَبُوْجَھْلٍ اَتَرْغَبُ عَنْ مِّلَّۃِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ؟ وَقَوْل اَبِیْ طَالِبٍ اَنَا عَلٰی مِلَّۃِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ یَدُلُّ عَلٰی کَوْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ مُشْرِکًا؟ قُلْنَا لَانُسَلِّمُ ذَالِکَ بَلْ کَانَ مُوْمِنًا مُوَحِّدًا وَقَدْ ذَکَرَابْنُ سَعْدٍفِی الطَّبَقَاتِ بِاَسَانِیْدِہٖ اَنَّ عَبْدَالْمُطَّلِبِ قَالَ لِاُمِّ اَیْمَنَ وَکَانَتْ تَحْضُنُ رَسُوْلَ اللہ ﷺ یَا بَرْکَۃُ! لَاتَغْفُلِیْ عَنِ ابْنِیْ۔۔وَاِنَّ اَھْلَ الْکِتَابِ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَانَبِیُّ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ، لٰکِنْ لَمَّا کَانَ ھُوَفِیْ زَمَنِ الْجَاھِلِیَّۃِ جَاھِلًا بِالشَّرَائِعِ وَبِمَاجَاءَ بِہِ النَّبِیُّ ﷺوَاِنْ کَانَ التَّوْحِیْدُ کَافِیًالَہٗ فِیْ زَمَنِ الْفَتْرَۃِ زَعَمَ اَبُوْجَھْلٍ وَاَبُوْ طَالِبٍ اَنَّ مُحَمَّدًا ﷺجَاءَ بِشَیْءٍ مُنْکَرٍوَ حَکَمَابِکَوْنِ مِلَّۃِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ مُخَالِفًالِمَاجَاءَ بِہِ النَّبِیُّ ﷺ۔ (التفسیر المظھری ج4ص307،ط رشیدیہ کوئٹہ)

"(حضور ﷺ کے والدین اور آباء وامہات آدم علیہ السلام تک سب مومنین تھے) اگر اشکال ہو کہ ابو طالب کی وفات کے وقت ابو جہل نے اُن کو کہا تھا کہ کیا آپ عبد المطلب کے دین سے منہ موڑتے ہیں اور ابو طالب نے کہا تھا کہ میں عبد المطلب کے دین پر ہوں، یہ دلیل ہے کہ عبد المطلب مشرک تھے ؟ ہم کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات تسلیم نہیں ہے، بلکہ عبد المطلب مؤمن موحد تھے، طبقات ابن سعد میں کئی سندوں سے ذکر ہے کہ عبد المطلب نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا برکہ ! میرے بیٹے سے غافل نہ ہونا۔۔اہل کتاب کہتے ہیں کہ میرا یہ بیٹا اِس امت کا نبی ہو گا (المنتظم: ج2ص274) لیکن چوں کہ وہ دورِ جاہلیت میں تھے، احکام سے اور حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین سے ناواقف تھے (اگرچہ زمانہ فترت میں ہونے کے وقت عقیدہ توحید ان کو کافی تھا) ابو جہل وابو طالب نے سمجھا کہ حضور ﷺ ناپسندیدہ چیز لائے ہیں اور

وہ حکم لائے ہیں جو عبد المطلب کے دین کے خلاف ہے (اس لئے دونوں نے ایسی بات کہہ دی)"۔

علامہ احمد بن محمد ابن المظفر رازی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م بعد 630ھ) فرماتے ہیں،

وَالَّذِيْ نُقِلَ عَنْهُ أَنَّهٗ قَالَ بَلْ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَيْسَ فِيْهِ مَا يَدُلُّ عَلٰى كُفْرِهٖ؛ لِأَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ مَاتَ فِي الْفَتْرَةِ، وَلَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ، وَلَمْ يَكْفُرْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَلْ نُقِلَ عَنْهُ مَا يَدُلُّ عَلٰى إِيْمَانِهٖ وَهُوَ حُبُّهٗ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَرْبِيَّتُهٗ لَهٗ، وَقَوْلُهٗ: إِنَّ لِهٰذَا الْبَيْتِ رَبًّا يَنْصُرُهٗ لِأَبْرَهَة، وَدُعَاؤُهٗ وَإِجَابَةُ اللهِ دُعَاءَهٗ فِيْ وِجْدَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ فَقَدَهٗ، وَفِي الْإِسْتِسْقَاءِ وَغَيْرِهَا، فَمَا نُقِلَ مِنْهُ شَيْءٌ يَدُلُّ عَلَى الْكُفْرِ بِاللهِ،وَلَا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا يَكُوْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، أَمَّا الْكِتَابُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا،أَمَّا السُّنَّةُ فَقَدْ جَاءَ فِي الْحَدِيْثِ: ثَلَاثَةٌ يَأْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحُجَّةٍ وَعُذْرٍ مِّنْهُمْ رَجُلٌ مَاتَ فِي الْفَتْرَةِ (مباحث التفسیر ص145:144)

"اور وہ جو جناب ابو طالب سے نقل ہے کہ میں عبد المطلب کے دین پر ہوں، اُس میں ایسی بات نہیں جو اُس (عبد المطلب) کے کفر پر دلیل ہو کیونکہ عبد المطلب زمانہ فترت میں فوت ہوئے، اور اُن تک دعوت نہیں پہنچی، اور نہ نبی ﷺ کا انکار کیا، بلکہ ایسی باتیں نقل ہیں جو اُس کے ایمان پر دلیل ہیں، اُس کی نبی ﷺ سے محبت اور تربیت، اور ابرہہ کو کہنا کہ بیتُ اللہ کا ایک رب ہے جو اُس کی مدد کرے گا، اور جب نبی کریم ﷺ بچپن میں اُن سے گم ہوئے تب اُن کا اللہ سے دعاء کرنا اور اللہ کا دعاء کو قبول کرنا، اور استسقاء وغیرہ موقعوں میں دعاء، تو کوئی ایسی بات نقل نہیں جو اللہ کے یا نبی ﷺ کے انکار کی دلیل ہو، اس لئے عبد المطلب دوزخی نہ ہوں گے قرآن وسنت

کی روسے، قرآن مجید میں آیت ہے ”اور ہم عذاب نہیں دینے والے یہاں تک کہ رسول بھیجیں“ اور حدیث وہ ہے جو آئی کہ تین آدمی قیامت کے دن آئیں گے تو اُن کے پاس اپنی حجت و عذر ہو گا، ایک وہ آدمی جو زمانہ فترت میں فوت ہوا“۔

ابو جہل کا قول اور پھر ابو طالب کا بول دو ایمان نہ رکھنے والوں کی بات اور فہم ہے، اور حضور ﷺ کا سکوت اِس کی دلیل نہیں، نہ آپ ﷺ کا بولنا ضروری تھا، آپ ﷺ اِس غم سے بھرے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کی دعوت پہنچنے کے باوجود ابو طالب آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے بغیر دنیا سے جارہے ہیں۔

علامہ محمد بن عمر بن مبارک حمیری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م930ھ) نے ذکر فرمایا ہے کہ سیف بن ذی یزن حمیری حاکم نے اور کاہنوں نے جناب عبد المطلب کو حضور ﷺ کا نبی ہونا بتایا تھا۔

(حدائق الانوار: ص60، دار المنہاج)

دورِ جدید کے محققین میں سے شیخ مروان بن احمد حمدان لکھتے ہیں کہ اُس دورِ جاہلیت میں درج ذیل لوگ دینِ حنیف پر تھے۔

قس بن ساعدہ، زید بن عمرو بن نفیل، امیہ بن ابی الصلت، ورقہ بن نوفل، ارباب بن رشاب، سوید بن عامر، اسعد بن کرب حمیری، وکیع بن زہیر ایادی، عمیر بن جندب، عدی بن زید، ابو قیس صرمہ بن ابی انس، سیف بن ذی یزن، عامر بن الظرب، عبد المطلب بن ہاشم، علاف بن شہاب، ملتمس بن امیہ، زہیر بن ابی سلمی، خالد بن سنان عبسی، عبد اللہ قضاعی، عبید بن ابرص، کعب بن لؤی بن غالب، حنظلہ بن صفوان، عداس مولی عتبہ، عبید اللہ بن جحش، بحیرا راہب، ابو بکر صدیق، وغیرہم (الآیات والاحادیث الواردۃ فی اہل الفترۃ ومن فی حکمہم: ص۴۲)

اِن میں جناب عبد المطلب کا نام بھی موجود ہے۔

علامہ محمود محمد خطاب سبکی (م1352ھ) رحمۃ اللہ علیہ جناب عبد المطلب سے متعلق فرماتے ہیں،

وَاَمَّاجَدُّهٗ عَبْدُالْمُطَّلِبِ فَكَانَ عَلَى الْحَنِيْفِيَّةِ وَالتَّوْحِيْدِوَصَدَّقَ بِالنَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ بَعْثَتِہٖ لِمَارَاٰهُ مِنَ الْاَدِلَّةِ الدَّالَةِ عَلٰى رِسَالَتِہٖ ،قَالَ السُّهَيْلِیْ اِنَّ عَبْدَالْمُطَّلِبِ لَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ وَجَاءَتْ اَدِلَّةٌ كَثِيْرَةٌ تَشْهَدُبِاَنَّ عَبْدَالْمُطَّلِبِ كَانَ عَلَى الْحَنِيْفِيَّةِ وَالتَّوْحِيْدِ۔ (المنهل العذب المورود شرح سنن ابی داؤد: ج9ص98،)

"حضور ﷺ کے دادا عبد المطلب دینِ حنیف پر اور توحید پر تھے، اور حضور ﷺ کی رسالت کے دلائل دیکھ کر آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کی تصدیق کر چکے تھے، امام سہیلی فرماتے ہیں کہ عبد المطلب تک دعوت نہیں پہنچی تھی، اور بکثرت دلائل بتاتے ہیں کہ جناب عبد المطلب دینِ حنیف پر اور توحید پر تھے"۔

شیخ رفاعہ رافع بن بدوی بن علی طہطاوی (م1290ھ) فرماتے ہیں،

كَانَ مُجَابَ الدَّعْوَةِ مُحَرِّمَ الْخَمْرِعَلٰى نَفْسِہٖ وَاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ تَحَنَّثَ بِحِرَاءٍ وَكَانَ اِذَااسْتَهَلَّ رَمَضَانَ صَعِدَهٗ وَاَطْعَمَ الْمَسَاكِيْنَ ۔

(نهاية الايجاز فی سيرة ساكن الحجاز: ص41، دار الزخائر، قاہرہ)

جناب عبد المطلب مستجاب الدعوات تھے، اپنے اوپر شراب حرام کی تھی، یہ پہلے شخص ہیں جس نے بتوں سے بیزاری کر کے غار حراء میں عبادت کے لئے علیحدگی اختیار کی تھی، جب رمضان کا چاند نکلتا حراء پر چڑھ جاتے، اور محتاجوں کو کھانا کھلاتے تھے۔

اور کچھ مؤرخین نے یہ لکھاہے کہ جناب عبد المطلب نے آخر عمر میں بت پرستی چھوڑ دی تھی، امام سبط بن الجوزی (م654ھ) اور علی بن ابراہیم حلبی (م1044ھ) اور ڈاکٹر جواد علی (م1408ھ) رحمہم اللہ لکھتے ہیں،

وَرَفَضَ فِیْ آخِرِعُمْرِہٖ عِبَادَةَ الْاَصْنَامِ وَوَحَّدَ اللهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى...كَذَافِیْ كَلَامِ سَبْطِ ابْنِ الْجَوْزِیْ۔

(السیرۃ الحلبیۃ ج1ص10، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج7ص75، مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان ج3ص67)

آخر عمر میں بت پرستی چھوڑ کر اللہ کی توحید کا عقیدہ اختیار کر لیا تھا۔

سید محمود شکری آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (م1342ھ) فرماتے ہیں،

وَكَانَ عَبْدُالْمُطَّلِبِ يَأْمُرُاَوْلَادَہٗ بِتَرْكِ الظُّلْمِ وَالْبَغْيِ وَيُحِثُّهُمْ عَلٰى مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ، وَيَنْهَاهُمْ عَنْ دَنِيْئَاتِ الْاُمُوْرِ،وَيَقُوْلُ لَنْ يَّخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا ظَلُوْمٌ حَتّٰى يُنْتَقَمَ مِنْہُ وَتُصِيْبُہٗ عَقُوْبَۃٌ۔۔وَاللهِ اِنَّ وَرَاءَ هٰذِهِ الدَّارِ دَارًايُجْزٰى فِيْهَا الْمُحْسِنُ بِاِحْسَانِہٖ وَيُعَاقَبُ الْمُسِیْءُ بِاِسَاءَ تِہٖ ۔۔۔ وَرَفَضَ فِیْ آخِرِ عُمْرِہٖ عِبَادَةَ الْاَصْنَامِ وَوَحَّدَاللهَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰى وَ تُوْثَرُ عَنْہُ سُنَنٌ جَاءَ الْقُرْآنُ بِاَكْثَرِهَا وَجَاءَتِ السُّنَّۃُ بِهَا، مِنْهَا الْوَفَاءُ بِالنَّذْرِوَالْمَنْعُ مِنْ نِكَاحِ الْمَحَارِمِ وَقَطْعُ يَدِ السَّارِقِ وَالنَّهْیُ عَنْ قَتْلِ الْمَوءُوْدَةِ وَتَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَالزِّنَا وَاَنْ لَّايَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ۔

(بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب ج1، ص324، دارالکتب العلمیۃ)

"جناب عبد المطلب اپنے بچوں کو حکم فرماتے تھے ظلم وزیادتی چھوڑنے کا اور اچھے اخلاق کی ترغیب دیتے، اور گھٹیا کاموں سے منع فرماتے، اور فرماتے ظالم دنیا سے تب تک نہ جائے گا جب تک اُس سے انتقام نہ لیا گیا ہو اور اُس کو کوئی سزا نہ پہنچی ہو۔۔۔ اور فرماتے اللہ کی قسم اِس جہان کے بعد ایک اور جہان ہے، جس میں نیک کو اُس کی نیکی کا بدلہ اور برے کو اُس کی برائی کی سزا ہو گی۔۔۔ اور اُنہوں نے آخر عمر میں بت پرستی چھوڑ دی تھی، اور اللہ کی توحید کے قائل تھے، اور اُن سے ایسے طریقے منقول ہیں جن میں سے اکثر قرآن مجید اور حدیث میں آئے ہیں، مثلاً نذر

پوری کرنا، محارم کے ساتھ نکاح سے ممانعت، چور کا ہاتھ کاٹنا، لڑکیوں کو زندہ در گور کرنے سے ممانعت، شراب اور زنا کی حرمت، اور یہ کہ کوئی ننگا بیت اُللہ کا طواف نہ کرے"۔

شیخ محمد احمد درنیقہ نے اپنی کتاب معجم اعلام شعراء المدح النبوی میں جناب عبد المطلب سے متعلق لکھا ہے،

فِیْ آخِرِ عُمْرِہٖ رَفَضَ عِبَادَةَ الْاَصْنَامِ وَوَحَّدَاللّٰہ تَعَالٰی کَمَاحَرَّمَ ا لْخَمْرَ وَالزِّنَاوَاَنْ لَّایَطُوْفَ بِالْکَعْبَةِ عُرْیَانٌ تُوُفِّیَ 579م لَہٗ عِدَةُ اَبْیَاتٌ فِی الْاِشَادَةِ بِالْمُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ وسلم (معجم اعلام شعراء المدح النبوی ص246، مکتبۃ الھلال)

"آخر عمر میں جناب عبد المطلب نے بت پرستی چھوڑ کر اللہ کی توحید کا عقیدہ اختیار کر لیا تھا جیسے شراب اور زنا حرام قرار دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ بیت اُللہ کا طواف کوئی ننگے حال میں نہ کرے، سنہ 579م کو فوت ہوئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بلند تعریف میں اُن کے کئی اشعار ہیں"۔

شیخ احمد احمد غلوش فرماتے ہیں،

کَانَ یَأْمُرُ اَوْلَادَہٗ بِتَرْکِ الظُّلْمِ وَالْبَغْیِ وَیُحِثُّھُمْ عَلٰی مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ - - - وَرَفَضَ فِیْ آخِرِ عُمْرِہٖ عِبَادَةَ الْاَصْنَامِ وَنَھٰی عَنْ قَتْلِ الْمَوْءُ وْدَةِ وَنِکَاحِ الْمَحَارِمِ وَاَمَرَاَنْ لَّایَطُوْفَ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ۔

(السیرۃ النبویۃ والدعوۃ فی العھد المکی: ص116، موسسۃ الرسالۃ)

اپنی اولاد کو حکم فرماتے تھے کہ ظلم وزیادتی نہ کرنا اور اخلاق کریمانہ کی ترغیب دیتے، آخر عمر میں بت پرستی چھوڑ دی تھی، اور لڑکیوں کو زندہ در گور کرنے سے اور محارم کے ساتھ نکاح سے روک دیا تھا، اور حکم دیا تھا کہ بیت اللہ کا طواف ننگے حال میں نہ کریں۔

اِس کا سبب کچھ بھی ہو سکتا ہے، **ممکن** ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جیسے عظیم بچے کی صفاتِ خاصہ اور اُس موقع پر نقل اور مشاہدہ ہونے والے حالات وواقعات کا مشاہدہ کرنے سے سمجھ آئی ہو، اِس سلسلہ میں مختلف واقعات منقول ہیں۔

یزید بن عبد اللہ بن وہب بن زمعہ اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت آمنہ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جنا، جناب عبد المطلب کو خبر بھیجی، جناب عبد المطلب خوش ہوئے اور حضرت آمنہ کے پاس آئے،

فَأَخْبَرَتْهُ بِكُلِّ مَا رَأَتْ وَمَا قِيْلَ لَهَا وَمَا أُمِرَتْ بِهِ فَأَخَذَهُ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ فَأَدْخَلَهُ الْكَعْبَةَ وَقَامَ عِنْدَهَا يَدْعُو اللهَ وَيَشْكُرُ مَا أَعْطَاهُ ۔

”تو حضرت آمنہ نے جو کچھ دیکھا اور (خوابوں میں) جو کچھ حضرت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے متعلق کہا گیا اور جس کا حکم دیا گیا وہ سب جناب عبد المطلب کو بتایا جناب عبد المطلب نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو لیا اور کعبہ شریف میں داخل ہو کر کھڑے ہوئے، اللہ سے دعاء کر رہے تھے اور جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اس پر شکر کر رہے تھے، اور اُس دن یہ اشعار پڑھ رہے تھے“۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعْطَانِیْ : هٰذَا الْغُلَامَ الطَّيِّبَ الْاَرْدَانِ

قَدْ سَادَ فِی الْمَهْدِ عَلَی الْغِلْمَانِ : اُعِیْذُهٗ بِالْبَيْتِ ذِی الْاَرْكَانِ

حَتّٰی اَرَاهُ بَالَغَ الْبُنْيَانَ : اُعِیْذُهٗ مِنْ شَرِّذِیْ شَنْئَانِ

مِنْ حَاسِدٍمُضْطَرِبِ الْعِنَانِ

(المنتظم ج2ص249)

”شکر ہے اُس اللہ کا جس نے مجھے یہ پاکیزہ خوبصورت شکل کا بیٹا عطا فرمایا، ماں کی گود میں ہی بچوں کا سردار ہوا ہے، میں اِس کو بلند ستونوں کے (یعنی بلند درجہ) بیتُ اللہ (والے) کی پناہ میں

دیتاہوں، جس بیتُ اللہ کو سب عمارتوں سے بلند دیکھتاہوں، ہر دشمن کے شر سے اوراخلاق سے عاری حاسد سے اِس کو پناہ میں دیتاہوں"۔

عَنْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ كُنْتُ فِى الْكَعْبَةِ فَرَئَيْتُ الْاَصْنَامَ سَقَطَتْ مِنْ اَمَاكِنِهَا وَ خَرَّتْ سُجَّدًاوَسَمِعْتُ صَوْتًامِنْ جِدَارِ الْكَعْبَةِ يَقُوْلُ وُلِدَالْمُصْطَفَى الْمُخْتَارُ الَّذِىْ تَهْلِكُ بِيَدِهِ الْكُفَّارُوَيُطَهِّرُمِنْ عِبَادَةِ الْاَصْنَامِ وَيَأْمُرُبِعِبَادَةِ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ۔ (السیرۃ الحلبیۃ: ج1ص103، دارالکتب العلمیہ)

"جناب عبد المطلب بتاتے ہیں کہ میں کعبہ شریف میں تھا، میں نے دیکھا کہ بت اپنی جگہوں سے گر کر سجدے میں گئے، اور کعبہ شریف کی دیوار سے میں نے سنا کہہ رہی تھی مصطفیٰ مختار پیدا ہوگئے جن کے ہاتھوں کافر ہلاک ہونے ہیں اور وہ بت پرستی سے پاک کریں گے، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم فرمائیں گے"۔

ممکن ہے کہ اس قسم کے کئی حالات وواقعات کے مشاہدہ کے بعد اُن کی سوچ بدلی ہو۔

بہر حال جناب عبد المطلب سے متعلق اسلاف کی مذکورہ عبارات اور اُن کے علاوہ دوسری کافی عبارات اُن کا عقیدہ توحید پر ہونا ظاہر کرتی ہیں (چاہے شروع سے یا آخر عمر میں)۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۴ھ) فائدہ جلیلہ کا عنوان دے کر لکھتے ہیں،

قَالَ الْمَاوَرْدِىْ فِىْ كِتَابِ اَعْلَامِ النُّبُوَّةِ وَاِذَاخُبِّرْتَ حَالَ نَسَبِهٖ ﷺ وَعَرَفْتَ طَهَارَةَ مَوْلَدِهٖ عَلِمْتَ اَنَّهٗ سُلَالَةُ آبَاءٍ كِرَامٍ لَيْسَ فِيْهِمْ مُسْتَرْذَلٌ بَلْ كُلُّهُمْ سَادَةٌ قَادَةٌ وَشَرْفُ النَّسَبِ وَطَهَارَةُ الْمَوْلَدِمِنْ شُرُوْطِ النُّبُوَّةِ۔

(اعلام النبوۃ للماوردی ص202، مکتبۃ الھلال، بیروت)

"ماوردی (م450ھ) اپنی کتاب اعلام النبوہ میں فرماتے ہیں کہ اے مخاطب جب تونے آنحضرت ﷺ کے نسب مطیب کا حال معلوم کرلیااورآپ کی طہارتِ نسب کو خوب پہچان لیا، تو

ضرور اس بات کا یقین کر لے گا کہ حضور پر نور ﷺ آباء کرام اور اجداد عظام کا سلالہ (جوہر) اور خلاصہ ہیں، اور کوئی شخص بھی آپ کے سلسلہ آباء میں رذیل اور کمینہ نہیں، سب کے سب سردار، سید اور قائد ہیں، اور شرافت نسب اور طہارت ولادت شرائطِ نبوت میں سے ہے“۔

(پھر مولانا ادریس فرماتے ہیں) حضور ﷺ کے تمام آباء واجداد اپنے اپنے زمانہ کے عقلاء، اور حکماء اور ساداتِ عظام اور قائدینِ کرام تھے، فہم وفراست، حسن صورت اور حسن سیرت، مکارم اخلاق اور محاسن اعمال، حلم، بردباری اور جود وکرم ومہمان نوازی میں یکتائے زمانہ تھے، ہر عزت ورفعت اور سیادت ووجاہت کے ماوی اور ملجا تھے، اور سلسلہ نسب کے آباء کرام میں بہت سوں سے متعلق تو احادیث مرفوعہ اور اقوال صحابہ سے معلوم ہو چکا کہ ملتِ ابراہیمی پر تھے، اور جن آباء واجداد کے ملتِ ابراہیمی پر ہونے کی احادیث میں تصریح نہیں اُن کے احوال اُن کے صحیح الفطرت اور سلیم الطبیعت ہونے پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں۔

(سیرۃ المصطفٰی ج1ص44:45، طبع اول مکتبہ عثمانیہ لاہور)

اور ظاہر ہے کہ کفر وشرک میں پڑا ہوا صحیح الفطرت وسلیم الطبیعت نہیں کہلا سکتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مربی آزر سے متعلق:

فائدہ: جو حضرات نبی کریم ﷺ کے تمام آباء کے عقیدہ توحید رکھنے کے قائل ہیں، اُن پر ایک بہت بڑا اشکال پڑتا ہے کہ قرآن واحادیث حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ آزر کا شرک میں مبتلا ہونا بیان کرتے ہیں، تو پھر سارے آباء کے عقیدہ توحید پر ہونے کے کیسے قائل ہیں؟ تو آزر کے بارے میں علماء کے دونوں قول ہیں، ایک یہ کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی باپ ہیں، اور وہ واقعی مشرک تھے، اِس کے قائل علماء کافی تعداد میں ہیں۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ وَالضَّحَّاكُ وَالْكَلْبِيُّ: آزَرُ اسْمُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ تَارِخُ أَيْضًا مِثْلُ إِسْرَائِيلَ وَيَعْقُوبَ ۔ (تفسیر البغوی ج2ص136)

"محمد بن اسحاق، ضحاک اور کلبی کہتے ہیں آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے باپ کا نام ہے اور یہی آزر تارخ بھی ہے جیسے اسرائیل اور یعقوب ایک ہیں"۔

وَقَالَ مُقَاتِلُ بْنُ حَيَّانَ وَغَيْرُهُ: آزَرُ لَقَبٌ لِأَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَاسْمُهُ تَارِخُ
(البغوی)

"مقاتل بن حیان وغیرہ کہتے ہیں آزر ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے باپ کا لقب ہے اور نام تارخ ہے"۔

اس قول کے مطابق آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے باپ کا نام ہے، اس قول کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

وَاِذْقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ آزَرَ (الانعام:74)

"جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو فرمایا"۔

آیت میں آزر کو ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا اب فرمایا، اور اب باپ کو کہتے ہیں، ایسے ہی وہ سب آیات واحادیث بھی دلیل ہیں جن میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات اور اُن کا اپنے اب کو سمجھانا، نصیحت و خیر خواہی کا وعظ کہنا، اور آخرت کا انجام ذکر ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے باپ نہیں ہیں، بلکہ اُن کے چچا کا نام ہے۔

۱. شیخ عبد الحق محدث دہلوی (لمعات ج9ص23)
۲. حسن بن محمد بن الحسن دیار بکری (السیرۃ الحلبیۃ ج1ص235)
۳. علامہ جلال الدین سیوطی (مسالک الحنفا)
۴. ابن حجر ہیتمی شافعی (المنح المکیۃ ص101 دار المنہاج بیروت)
۵. قاضی ثناء اللہ پانی پتی (تفسیر مظہری)
۶. شیخ محمد متولی شعراوی شافعی (تفسیر الشعراوی)
۷. محمد المنتصر باللہ بن محمد الزمزمی کتانی حسنی (تفسیر المنتصر الکتانی)

۸. شیخ سلیمان بن عمر بن منصور مصری شافعی (بلوغ المآرب ص66,87، زہراء اکیڈمی)

۹. محمد بن عمر بالی حنفی (سبل السلام فی حکم آباء سید الانام ص82:83، مطبعۃ عامرۃ)

۱۰. نورالدین علی بن الجزار (تحقیق آمال الراجین فی ان والدی النبی ﷺ من الناجین ص188)

۱۱. احمد عمر عبد بیلی بکری شافعی صومالی (انباء الاتقیاء فی حق آباء المصطفیٰ ص72:73، مکتبہ دارالحنین)

۱۲. سید محمد بن عبدالرسول برزنجی (سَدادالدِین و سِدادالدَّین ص235 دارالکتب العلمیہ)

۱۳. ابن الخطیب محمدبن قاسم بن یعقوب اماسی (انباء الاصطفافی حق آباء المصطفی مخطوطۃ ص22)

۱۴. سید محمد یحیی بن محمد مختار بن الطالب (خلاصۃ الوفا علی نخبۃ الاصطفا ص42:43، المطبعۃ الرسمیۃ التونسیۃ سنہ 1314ھ)

۱۵. شیخ عمران بن احمد بن عمران مالکی شاذلی مصری (غایۃ الوصول فی نجاۃ ابوی الرسول ﷺ ص5، ط سنہ 1352ھ)

۱۶. محمد بن ابی بکر مرعشی حنفی (م1145ھ) (السرور والفرح فی ابوی الرسول ﷺ مخطوطہ ص2)

۱۷. علامہ محمد بن قاسم بن محمد بن قاسم بن احمد جسوس فاسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م1182ھ) (الفوائدالجلیلۃ البہیۃ ص11 المطبعۃ الجمالیۃ مصر سنہ 1330ھ)

۱۸. بحر العلوم علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین سہالوی لکھنوی حنفی (م1225ھ) (فواتح الرحموت ج2 ص118، دارالکتب العلمیہ)

۱۹. علامہ شیخ رضوان بن العدل بن احمد بیبرس جزری شافعی مصری (م بعد 1315ھ) (خلاصۃ الکلام فی مولد المصطفٰی ص23، المطبعۃ الامیریۃ بولاق مصر سنۃ 1313ھ)

۲۰. علامہ محمد بن محمد بن احمد السنباوی الازہری مالکی (م1223ھ) (حاشیۃ ابن الامیر علی اتحاف المریدفی شرح جوہرۃ التوحید ص59، دارالکتب العلمیہ)

۲۱. علامہ احمد بن احمد بن اسماعیل حلوانی خلیجی شافعی (م1308ھ) (مواکب ربیع فی مولدالشفیع ص148، ط المطبعۃ الوھبیۃ 1294ھ)

۲۲. علامہ محمد عبداللہ الجردانی الشافعی (فتح العلام بشرح مرشد الانام ج1 ص32، دارابن حزم)

۲۳. علی بن ابراہیم بن احمد حلبی (السیرۃ الحلبیۃ ج1 ص45، دارالکتب العلمیہ)

۲۴. محمود بن محمد بن احمد بن خطاب سبکی (المنھل العذب شرح ابوداود ج9 ص94، المطبعۃ الاستقامۃ قاہرہ)

۲۵. علامہ عطاء اللہ بن احمد بن عطاء اللہ بن احمد ازہری مصری مکی شافعی (شرح القصیدۃ الھمزیۃ مخطوطہ ص9)

۲۶. علامہ محمود آلوسی بغدادی (روح المعانی ج7، ص195:194، امدادیہ) وغیرہم آزر کو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا چچا بتارہے ہیں۔

پہلے قول والے کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں صاف صاف آزر کے لئے اب ہونے کا ذکر ہے وَاِذْقَالَ اِبْرَاهِیمُ لِاَبِیْهِ آزَرَ ؟

دوسرے قول والے کئی طرح جواب دیتے ہیں۔

شیخ محمد متولی شعراوی (م1418ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَهُمْ حِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْاَبَ الْحَقِيْقِیْ يَقُوْلُوْنَ لَہٗ اَبٌ وَلَايَاْتُوْنَ بِاِسْمِہٖ الشَّخْصِیْ، فَاِذَا جَاءَ لَکَ اِنْسَانٌ وَقَالَ لَکَ اَبُوْکَ مَوْجُوْدٌ؟ وَلَمْ يَنْطِقْ بِاسْمِ الْوَالِدِ فَهُوَ يَقْصُدُوَالِدَکَ فِعْلًا، لٰکِنْ اَفْرُضْ اَنَّ لَکَ عَمًّا،فَيَقُوْلُ لَکَ السَّائِلُ اَبُوْکَ مُحَمَّدٌ مَوْجُوْدٌ؟ لَقَدْ جَاءَهُنَا بِتَحْدِيْدِ الْاِسْمِ الْعَلَمِ حَتّٰی يَنْصَرِفَ الذِّهْنُ اِلَی السُّوَالِ عَنِ الْعَمِّ لِاَنَّہٗ لَوْاَرَادَ الْاَبَ الْحَقِيْقِیْ لَمَا ذَکَرَاسْمَہٗ وَاکْتَفٰی بِالسُّوَالِ عَنْہُ بِالْاُبُوَّةِ فَقَطْ،اِذَنْ فَلَوْقَالَ الْحَقُّ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَلَمْ يُحَدِّدِ الْعَلَمَ لَقُلْنَا اَنَّ آزَرَ هُوَ وَالِدُ اِبْرَاهِيْمَ وَلَيْسَ عَمُّہٗ، وَبِذَالِکَ يَکُوْنُ هُوَ جَدُّ رَسُوْلِنَا،وَلٰکِنَّ الْقُرْآنَ حَدَّدَالْاِسْمَ وَ قَالَ لِاَبِيْہِ آزَرَاَیْ مَيَّزَاِسْمَ الشَّخْصِ لِيَخْرُجَ الْاَبُ الْحَقِيْقِیْ مِنْ کَلِمَۃِ اَبٍ۔ (تفسیر الشعراوی ج6ص3734)

”عرب جب حقیقی باپ کا ارادہ کرتے ہیں تو مخاطب کے سامنے محض اب بولتے ہیں، اور شخصی نام نہیں بولتے، چنانچہ جب آپ کے پاس کوئی آدمی آئے اور کہے ابوک موجود؟ اور نام نہ لے تو اُس کی مراد آپ کا حقیقی باپ ہے، لیکن فرض کرو کہ اگر آپ کا چچا ہو، تو پوچھنے والا کہے گا ابوک مُحمّد موجود؟ وہ یہاں نام لے گا تا کہ ذہن چچا کی طرف پھرے، کیوں کہ اگر حقیقی باپ مراد ہوتا وہ نام ذکر نہ کرتا، اور صرف باپ کا پوچھتا، ایسے ہی اگر اللہ تعالیٰ وَ اِذْقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْہِ فرماتے اور نام متعین نہ کرتے تو ہم کہتے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہے چچا نہیں، اور یوں وہ ہمارے نبی ﷺ کا دادا بنتا، لیکن قرآن مجید نے نام لیا وَ اِذْقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْہِ آزَرَ شخصی نام سے تمیز کر دی تا کہ لفظ اب سے حقیقی باپ خارج ہو جائے“۔

اس قول والوں کے سامنے بھی ایک آیتِ قرآنی ہے، جس سے اِن حضرات نے استدلال کیا، وہ آیت سورہ ابراہیم کی ہے، جب کافی عرصہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچے

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اور اُن کی والدہ حضرت ہاجرہ کو مکہ مکرمہ کے بے آب و گیاہ جنگل میں چھوڑا ، اور مکہ مکرمہ کے علاقہ سے اوٹ میں ہو گئے ، تب کئی دعائیں کیں ، اُن میں سے ایک دعاء ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ (ابراہیم:41)

"اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بخش دے"۔

اس دعاء میں اُنہوں نے اپنے ماں باپ دونوں کے لئے مغفرت کی دعاء کی ہے ، پہلے قول والے کہتے ہیں کہ یہ دعاء اُس وقت کی جب اُنہیں باپ کے غیر مسلم ہو کر مرنے کا علم نہیں ہوا تھا ، اور دعاءِ مغفرت سے ممانعت نہیں ہوئی تھی ، تو باپ سے کئے ہوئے اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے یہ دعاء مانگی ، دوسرے قول والے کہتے ہیں کہ آیت کے سیاق و سباق میں اِس کا کوئی قرینہ معلوم نہیں ہوتا ، جب کہ باپ کے مرنے اور اُس سے جدا ہونے کو عرصہ گذر چکا ہے ، اور اب وہ دعاءِ مغفرت کر رہے ہیں ، شاید یہی وجہ ہے کہ اِس دعاء کو دیکھتے ہوئے بہت سے مفسّرین یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ مومنہ تھی (تفسیر السمرقندی ، ابن عطیۃ ، تفسیر الرازی ، البحر المحیط ، الثعالبی ، المراغی ، التفسیر المنیر زحیلی ، وغیرہ) سوال یہ ہے کہ اگر والدہ کا مومنہ ہونا معلوم ہوتا ہے تو والد کا مومن ہونا کیوں نہیں معلوم ہوتا؟

پہلے قول والے کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی دوسری آیات سے والد کا مشرک بت پرست ہونا معلوم ہوتا ہے ، دوسرے قول والے کہتے ہیں کہ اُن سب ہی آیات میں لفظ اب آیا ہے جو باپ پر بھی بولا جاتا ہے ، اور چچا پر بھی اور دادا اور نانا پر بھی ، لیکن اِس آیت میں جو لفظ والد بولا گیا ہے ، وہ سوائے حقیقی باپ کے جس کے نطفہ سے انسان ہو کسی اور پر نہیں بولا جاتا ، جب کہ اُن آیات میں کہا جا سکتا ہے کہ اب سے چچا مراد ہے یا نانا؟

شیخ محمد المنتصر باللہ بن محمد زمزمی کتانی ادریسی حسینی (م1419ھ) رحمہ اللہ اِس بحث کو تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فَاِذَاوَجَدْنَاہُ فِیْ اُخْرَیَاتِ اَیَّامِہٖ وَعِنْدَقُرْبِ مَوْتِہٖ یَقُوْلُ رَبِّ (رَبَّنَا)اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ فَھٰذَا یَعْنِیْ اَنَّ آزَرَلَمْ یَکُنْ اَبًا،بَلْ کَانَ عَمًّا، وَ قَدْثَبَتَ اَنَّ ھٰذَاالْعَمَّ قَالَ لَمَّااَنْجَی اللہ اِبْرَاھِیْمَ مِنْ نَارِنِمْرُوْدَقَالَ لَہٗ ھٰذَاالْعَمَّ لَوْلَمْ یَکُنْ اَنَا لَمَا اُنْجِیْتَ وَاِذًّابِالشَّرَارِمِنَ النَّارِ یُصِیْبُ ھٰذَا الْعَمَّ فَیَحْتَرِقُ، لِاَنَّہٗ تَرَفَّعَ عَلَی اللہ وَادَّعٰی مَقَامًا لَیْسَ لَہٗ۔۔فَبِھٰذَایَتَأَکَّدُاَنَّ آزَرَلَیْسَ الْاَبُ وَاِنَّمَا ھُوَالْعَمُّ۔

(تفسیر القرآن الکریم للمنتصر الکتانی ج2ص261،ش)

"جب ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے آخری ایام میں اور موت کے قریب پاتے ہیں کہ وہ دعاء کررہے ہیں اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدَین کو بخش دیں، تو اِس کا مطلب ہے کہ آزر اُن کا باپ نہیں تھا بلکہ چچا تھا، اور یہ بات ثابت ہے کہ اِس چچا نے تو اُس وقت کہا تھا جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچایا تھا، کہ اگر میں نہ ہوتا تو تُو نمرود کی آگ سے نہ بچتا، تب اُس آگ میں سے ایک شعلہ اٹھا جس نے اِس چچا کو جلا دیا تھا، کیوں کہ اُس نے اللہ کے سامنے اپنے کو بلند درجہ ظاہر کیا، اور ایسے مقام کا دعوی کیا جو اُس کو حاصل نہیں تھا۔۔اس سے یہ بات تاکیدی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ آزر باپ نہیں تھا، وہ تو چچا تھا"۔

مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1225ھ) اِسی آیت (رَبَّنَااغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ) کے تحت فرماتے ہیں،

ھٰذِہِ الْآیَۃُ تَدُلُّ عَلٰی اِنَّ وَالِدَیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَامُسْلِمَیْنِ وَاِنَّمَاکَانَ آزَرُ عَمًّا لَہٗ،وَکَانَ اِسْمُ اَبِ اِبْرَاھِیْمَ تَارُخَ۔۔۔وَلِاَجَلِ دَفْعِ تَوَھُّمِ آزَرَقَالَ وَالِدَیَّ یَعْنِیْ مَنْ وَلَدَانِیْ حَقِیْقَۃً وَلَمْ یَقُلْ اَبَوَیَّ فَاِنَّ الْاَبَ یُطْلَقُ عَلَی الْعَمِّ مَجَازًا۔

(التفسیر المظہری ج5ص279،رشیدیہ کوئٹہ)

یہ آیت دلیل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین مسلمان تھے،اورآزرتواُن کا چچا تھا،باپ کانام تارخ تھا۔۔۔اورآزرمرادہونے کے وہم کودورکرنے کے لئےوَالِدَیَّ فرمایا،یعنی وہ جنہوں نے مجھے حقیقۃً جناہے،اَبَوَیَّ نہیں فرمایا،کیوں کہ اب مجازی طورپرچچاکوبھی کہا جاتا ہے۔

شیخ احمد احمد غلوش تفصیلی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

وَاَیْضًافَلَقَدْدَعَااِبْرَاهِیْمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِاَبِیْہِ بَعْدَهَلَاکِ عَمِّہٖ بِمُدَّۃٍ طَوِیْلَۃٍ (کذا فی مسالک الحنفاص54) وَلَوْکَانَ مُشْرِکًا مَادَعَا لَہٗ،یَقُوْلُ اللہ تَعَالٰی عَلٰی لِسَانِ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ رَبَّنَااغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (السیرۃ النبویۃ والدعوۃ فی العہد المکی ج1ص137،موسسۃ الرسالۃ)

”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچاکی عرصہ پہلے ہلاکت کے بعدباپ کے لئے دعاء کی ہے(مسالک الحنفاص54)اگرباپ مشرک ہوتے تواُن کے لئے دعاء نہ کرتے،اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعاء فرمائی رَبَّنَااغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَاب “۔

نتیجہ:

قول دونوں ہیں،ہرقول پراوراُس کے دلائل پرکوئی نہ کوئی اشکال پڑتاہے،اس لئے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م911ھ)فرماتے ہیں،

فَإِنْ کَانَ آزر وَالِدَ إِبْرَاهِیمَ فَیُسْتَثْنَی مِنْ سِلْسِلَۃِ النَّسَبِ،وَإِنْ کَانَ عَمَّہُ فَلَا اسْتِثْنَاءَ، وَهَذَا الْقَوْلُ أَعْنِي أَنَّ آزَرَ لَیْسَ أَبَا إِبْرَاهِیمَ وَرَدَ عَنْ جَمَاعَۃٍ مِنَ السَّلَفِ۔ (مسالک الحنفاص51،ط دارالامین قاہرہ،سنہ1993ھ)

"اگر آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد ہو تب تو وہ سلسلہ نسب (کی اس فضیلت) سے مستثنیٰ ہو گا، اور اگر چچا ہو جیسا کہ یہ قول اسلاف کی ایک جماعت سے منقول ہے تو اس قول میں استثناء ماننے کی ضرورت نہیں"۔

علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی (م942ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

آزَرَ فَاِنَّہٗ مُخْتَلَفٌ فِیْہِ فَاِنْ کَانَ وَالِدُاِبْرَاھِیْمَ فَاِنَّہٗ مُسْتَثْنًی وَاِنْ کَانَ عَمَّہٗ کَمَا ھُوَ اَحَدُ الْقَوْلَیْنِ فَھُوَخَارِجٌ عَنِ الْاَجْدَادِوَسَلِمَتْ سِلْسِلَۃُ النَّسَبِ۔

(سبل الھدی والرشاد ج1 ص257)

"آزر سے متعلق اختلاف ہے تو اگر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد ہو تو وہ اِس شرف سے مستثنیٰ ہے، اور اگر چچا ہو جیسا کہ یہ ایک قول ہے، تو وہ آپ ﷺ کے اجداد سے خارج ہے، اور یوں سلسلہ نسب سالم رہے گا"۔

اس صورت میں لِلاَکثرِ حُکمُ الکُل کے مطابق ممکن ہے کہ اکثر آباء مومنین موحدین ہوں اس لئے بلا استثناء سب آباء کو مومنین موحدین کہا گیا ہو، اور یہاں اصل بحث قریبی والدین کی ہے، اُن سے متعلق نجات کا قول ہی اولیٰ معلوم ہوتا ہے چاہے نجات کی وجہ کوئی ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب سوم

ابوین شریفین زمانہ فترت کے لوگ تھے

نبی کریم ﷺ کے والدین کی نجات کے قائل کئی علماء نے کی ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ حضرات زمانہ فترت کے لوگ تھے، اوراِن علماء کے نزدیک زمانہ فترت کے لوگوں کے پاس نبی ورسول نہ بھیجے جانے کے سبب وہ معذور ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوْا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيْرٌ وَنَذِيْرٌ (المائدۃ:19)

”اے اہلِ کتاب (یہود ونصارٰی) تحقیق تمہارے پاس ہمارے رسول آ گئے ہیں رسولوں کی بندش کے بعد تاکہ یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشیر ونذیر (نبی ورسول) نہیں آیا، سو اب تمہارے پاس بشیر ونذیر رسول آ چکے ہیں“۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور حضور نبی کریم ﷺ کے درمیان 500 سال سے زیادہ کا زمانہ گذرا ہے، اِس درمیان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نبی ورسول نہیں آیا، آیت سے ظاہر ہے کہ جس زمانہ میں کوئی نبی ورسول نہ آئے وہ زمانہ زمانہِ فترت کہلاتا ہے، اور اُس زمانہ کے لوگ اہلِ فترت یا زمانہ فترت کے لوگ کہلاتے ہیں، سورہ مائدہ بالاجماع مدنی ہے، یعنی آیت کے نزول کے وقت آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں سکونت پذیر تھے، اور مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ کے مخاطبین میں اہلِ مدینہ کے ساتھ یہود ونصارٰی بھی تھے، یہود ونصارٰی کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے رسول کریم ﷺ تک کوئی نبی ورسول نہیں آیا، اس لئے اِس دور کو زمانہ فترت فرمایا، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اترنے والی کتاب انجیل کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اترنے والی کتاب تورات کے علماء بڑی تعداد میں موجود تھے، تو لغوی معنی کے اعتبار سے بشیر ونذیر موجود تھے، یعنی نائبینِ انبیاء ورسل، لیکن اصطلاحی بشیر ونذیر یعنی نبی ورسول نہیں تھے، تو یہ زمانہ زمانہِ

فترت کہلایا، اور جب یہود و نصاریٰ کے پاس اہلِ علم کے ہوتے ہوئے نبی ورسول نہ آنے کے سبب یہ زمانہ زمانۂ فترت کہلایا، اور اہلِ مکہ کے پاس تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد سے نبی کریم ﷺ تک عرصۂ دراز میں کوئی نبی ورسول نہیں آیا (گو توحید اور دینِ ابراہیمی کی بہت سی جزئیات کا علم رکھنے والے لغوی بشیر ونذیر موجود تھے) تو اہلِ مکہ کے حق میں بھی یہ زمانہ زمانۂ فترت ہے، اور اہلِ مکہ بھی اہل فترت ہیں۔

زمانہ فترت والوں کی مختلف حالتیں اور حکم:

علماء نے زمانۂ فترت والوں کی کئی صورتیں لکھی ہیں، جن کے احکام بھی مختلف ہیں،

۱. وہ جو اپنے دلوں میں خاص نور پا کر اُس کے سبب اللہ کی توحید کے قائل تھے، جیسے قس بن ساعدہ، زید بن عمرو بن نفیل، وغیرہم ایسوں کے نجات یافتہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

(الیواقیت والجواہر للشعرانی ص 409، النوریۃ الرضویۃ، مسالک الحنفا، درج فی الحاوی ج2، ص209، دارالکتب العلمیہ)

۲. جو زمانہ فترت سے پہلے کے نبی پر ایمان رکھتے، جیسے وہ لوگ جنہوں نے نبی کریم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کے زمانہ میں عقیدہ توحید کے ساتھ عیسائیت اختیار کی ہوئی تھی، اور اُنہی کی شریعت کے معلوم احکام پر عمل کرتے تھے، یا دینِ ابراہیم پر تھے اور آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا سے چلے گئے، ایسے ہی ہر دو نبیوں کے درمیانی زمانہ کے لوگ جو ایسے ہی ہوں (الیواقیت والجواھر ص410)

اِن کے نجات یافتہ ہونے میں بھی اختلاف نہیں، نجات کے قائل اہلِ علم آپ ﷺ کے والدین کو اہلِ فترت کی ان دو قسموں میں سے کسی ایک قسم سے سمجھتے ہیں۔

۳. وہ جن تک نبی کی دعوت پہنچی اور پھر بھی وہ شرک وکفر میں مبتلا رہے، ایسوں سے متعلق اتفاق ہے کہ نجات نہیں پائیں گے۔(مسالک الحنفا، درج فی الحاوی ج2ص209)۔
اس قسم کو اور اِس کے حکم کو ضرور پیشِ نظر رکھا جائے، تاکہ مغالطہ نہ رہے۔

۴. وہ جن تک کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی، اور وہ ہر طرح سے غفلت میں تھے، نہ کفر کے قائل نہ ایمان کے، نہ شرک تھا نہ توحید، نہ دینِ ابراہیم پر تھے نہ کسی اور نبی کے دین پر، حق وباطل کچھ نہ جانتے تھے۔(مسالک الحنفا، درج فی الحاوی ج2، ص209)۔

۵. وہ جن تک کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی، اور وہ شرک وکفر میں مبتلا تھے۔

(مسالک الحنفا، درج فی الحاوی ج2ص209)

اہلِ فترت کی مؤخر الذکر اِن دونوں قسموں میں اسلاف کا اختلاف ہے، دو رائے ہیں، ایک یہ کہ زمانہ فترت کے یہ لوگ بچوں، پاگلوں کی طرح بالکل غیر مکلّف ہیں، لہٰذا توحید کے قائل ہوں تب بھی اور کفر وشرک میں مبتلا ہوں تب بھی بہر حال نجات پائیں گے، دوسری رائے یہ ہے کہ اگر کفر وشرک کرتے ہوں تو عذاب میں ہوں گے۔

آگے جو عبارات نقل ہونے والی ہیں، بظاہر تمام اہلِ فترت کی نجات ظاہر کرتی ہیں، لیکن صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اِن عبارات میں اہلِ فترت اور نجات یافتہ کہا ہی اُن کو گیا ہے جن کے پاس نہ نبی ورسول پہنچے، نہ کسی نبی ورسول کی دعوت پہنچی ہے۔

علامہ احمد بن محمد ابن المظفر رازی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م بعد630ھ) جناب عبد المطلب سے متعلق بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

فَلَایَکُوْنُ عَبْدُالْمُطَّلِبِ مِنْ اَهْلِ النَّارِبِالْكِتَابِ وَالسُّنَّۃِ، اَمَّاالْكِتَابُ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا،اَمَّا السُّنَّۃُ فَقَدْجَاءَ فِی الْحَدِيْثِ ثَلَاثَۃٌ يَأْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَۃِ بِحُجَّۃٍ وَعُذْرٍمِّنْهُمْ رَجُلٌ مَاتَ فِیْ الْفَتْرَۃِ۔

(مباحث التفسیر ص144:145، ط سعودیہ)

"جناب عبد المطلب دوزخی نہیں ہیں قرآن وسنّت کی رُو سے، قرآن مجید میں فرمان ہے "اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ رسول بھیجیں" اور حدیث میں آیا ہے کہ تین آدمی روزِ قیامت حجت اور عذر لائیں گے، ایک وہ آدمی جو زمانہ فترت میں فوت ہوا"۔

امام ابن المظفر حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت ظاہر کرتی ہے کہ وہ اس مسئلہ میں اشاعرہ کے تائیدی ہیں، کہ زمانہ فترت کے آدمیوں کو نبی ورسول کی دعوت نہ پہنچنے کے سبب عذاب نہ ہو گا۔

امام ابوعبداللہ محمد بن خلفہ الاُبّیَ مالکی تیونسی (م828ھ) اورامام محمد بن محمد بن یوسف سنوسی (م895ھ) اپنی اپنی شروح مسلم میں فرماتے ہیں،

(قَالَ النَّوَوِیْ)وَفِیْہِ اَنَّ مَنْ مَاتَ فِی الْفَتْرَۃِ عَلٰی مَاکَانَ عَلَیْہِ الْعَرَبُ مِنْ عِبَادَۃِ الْاَوْثَانِ فِی النَّارِ،وَلَیْسَ ھٰذَامِنَ التَّعْذِیْبِ قَبْلَ بُلُوْغِ الدَّعْوَۃِ لِاَنَّہٗ بَلَغَتْھُمْ دَعْوَۃُ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامِ وَغَیْرِہٖ مِنَ الرُّسُلِ،قُلْتُ تَأَمَّلْ مَافِیْ کَلَامِہٖ مِنَ التَّنَافِیْ،فَاِنَّ مَنْ بَلَغَتْھُمُ الدَّعْوَۃُ لَیْسُوْا بِاَھْلِ فَتْرَۃٍ،وَتَعْرِفُ ذَالِکَ بِمَا تَسْمَعُ، فَاَھْلُ الْفَتْرَۃِ ھُمُ الْاُمَمُ الْکَائِنَۃِ بَیْنَ اَزْمِنَۃِ الرُّسُلِ الَّذِیْنَ لَمْ یُرْسَلْ اِلَیْھِمْ وَلَا اَدْرَکُواالثَّانِیْ۔۔وَلٰکِنَّ الْفُقَھَاءَ اِذَاتَکَلَّمُوْافِی الْفَتْرَۃِ فَاِنَّمَایَعْنُوْنَ الَّتِیْ بَیْنَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَالنَّبِیِّ ﷺوَذَکَرَالْبُخَارِیْ عَنْ سَلَمَان اَنَّھَا کَانَتْ سِتَّمِائَۃِ سَنَۃٍ، وَلَمَّادَلَّتِ الْقَوَاطِعُ عَلٰی اِنَّہٗ لَاتَعْذِیْبَ حَتّٰی تَقُوْمَ الْحُجَّۃُ عَلِمْنَا اَنَّھُمْ غَیْرُ مُعَذَّ بِیْنَ۔

(اکمال اکمال المعلم ومکمل اکمال الاکمال ج1ص369:370، دارالکتب العلمیہ بیروت)

"امام نووی کہتے ہیں کہ اِس حدیث میں ہے کہ جو زمانہ فترت میں فوت ہو اور وہ بت پرستی کی اُس حالت پر ہو جس پر عرب تھے، وہ جہنّم میں ہو گا، اور یہ عذاب دعوت پہنچنے سے پہلے نہیں ہے، کیوں کہ اُن لوگوں تک حضرت ابراہیم وغیرہ رسولوں کی دعوت پہنچی ہے، میں کہتا ہوں غور کرو کہ امام نووی کی کلام میں تعارض ہے، کیوں کہ جن تک دعوت پہنچی وہ تو (اصلی) اہلِ

فترت (کامصداق) نہیں ہیں، اہلِ فترت تووہ قومیں ہیں جواُن رسولوں کے زمانوں کے درمیان میں ہوئے جن تک وہ رسول نہیں پہنچے ،نہ اُنہوں نے اگلے نبی کو پایا۔۔۔ لیکن فقہاء جب فترت سے متعلق کلام کرتے ہیں تواُن کی مرادوہ زمانہ ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام اور نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے درمیان کاہے، اورامام بخاری نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیاہے کہ وہ چھ سوسال کازمانہ ہے، جب قطعی دلائل یہ بتاتے ہیں کہ تب تک عذاب نہ ہو گاجب تک حجت قائم نہ ہو ہم یقین کرتے ہیں کہ اہلِ فَترت کو عذاب نہیں ہو گا"

اس عبارت میں امام الابی اور سنوسی رحمۃ اللہ علیہ نے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں سے اختلاف کیا ، امام نووی کہتے ہیں کہ عرب بت پرست اہلِ فترت ہیں، اور اُن تک دعوت بھی پہنچی، لہٰذا اُن کو شرک وکفر پر آخرت میں عذاب ہو گا،امام الاُبیَ وسنوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اہلِ فترت وہ ہوتے ہیں جن تک دعوت نہیں پہنچی، اور جن تک دعوت پہنچی وہ اہلِ فترت نہیں ہیں، اور کہتے ہیں جن تک دعوت نہ پہنچی ہو قطعی دلائل کی بناء پر اُن کو عذاب نہیں ہو گا، اور یہ دونوں حضرات ایسوں کو ہی حقیقۃً اہلِ فترت قرار دیتے ہیں۔

ذہن میں رہے کہ امام نووی شافعی ہیں، اورالاُبیَ مالکی ہیں ، اور شوافع اشاعرہ ہیں، جن کے نزدیک زمانہ فترت کے اُن لوگوں کو عذاب نہیں ہو گا جن تک دعوت نہیں پہنچی۔

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (م861ھ) فرماتے ہیں،

وَقَدَّمْنَاهُ عَنْ بُخَارَى الْحَنَفِيَّۃِ وَهُوَالْمُخْتَارُ۔

(التحریر فی اصول الفقہ ص528:529، مصطفی البابی مصر)

"اور یہ بات ہم احناف بخارٰی سے نقل کر آئے ہیں، اور یہی بات مختار ہے"۔

یعنی علامہ ابن ہمام اورائمہ احناف بخارٰی نے بھی اشاعرہ کی موافقت کی ہے رحمہم اللہ۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1252ھ) بھی فرماتے ہیں،

نَعَمْ اَلْبُخَارِیُّوْنَ مِنَ الْمَاتُرِیْدِیَّۃِ وَافَقُوا الْاَشَاعِرَۃَ --- وَاخْتَارَہُ الْمُحَقِّقُ ابْنُ الْھُمَامِ فِی التَّحْرِیْرِ۔ (ردالمحتارج4ص348،ط امدادیہ)

"ائمہ بخاری ماتریدیہ نے اشاعرہ کی موافقت کی ہے۔۔۔اور محقق ابن ہمام نے بھی تحریر میں اِسی کو اختیار کیا ہے"۔

علامہ شیخ عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی شافعی رحمہ اللہ (م973ھ) فرماتے ہیں،

قَالَ الشَّیْخُ جَلَالُ الدِّیْنِ السُّیُوْطِیْ خَاتِمَۃُ حُفَّاظِ مِصْرَرَحِمَہُ اللہ وَقَدْ صَرَّحَ جَمَاعَاتٌ کَثِیْرَۃٌ بِاَنَّ اَبوَیِ النَّبِیِّ ﷺ لَمْ تَبْلُغْھُمَا الدَّعْوَۃُ وَاللہ تَعَالٰی یَقُوْلُ وَمَاکُنَّامُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا،وَحُکْمُ مَنْ لَّمْ تَبْلُغْہُ الدَّعْوَۃُ اَنَّہٗ یَمُوْتُ نَاجِیًاوَلَایُعَذَّبُ وَیَدْخُلُ الْجَنَّۃَ، قَالَ وَ ھُوَ مَذْ ھَبُنَا لَا خِلَافَ فِیْہِ بَیْنَ الْمُحَقِّقِیْنَ مِنْ اَئِمَّتِنَاالشَّافَعِیَّۃِ وَالْاَشَاعِرَۃِ فِی الْاُصُوْلِ وَنَصَّ عَلٰی ذَالِکَ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ رَضِیَ اللہ عَنْہُ وَتَبِعَہٗ عَلٰی ذَالِکَ الْاَصْحَابُ الخ۔

(الیواقیت والجواھر ص409،النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور)

"مصری حفاظ حدیث میں آخری حافظ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بکثرت جماعتوں نے تصریح کی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین تک دعوت نہیں پہنچی، اوراللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اُس وقت تک عذاب نہیں دینے والے جب تک رسول نہ بھیج دیں،اور جس تک دعوت نہ پہنچی ہو اُس کا حکم یہ ہے کہ وہ نجات یافتہ ہو کر وفات پاتا ہے اور عذاب نہ ہو گا اور جنت میں داخل ہو گا،یہی ہمارا مذہب ہے،ہمارے ائمہ شافعیہ واشاعرہ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں،امام شافعی نے بھی یہی تصریح کی ہے،اور شوافع نے بھی اِس میں اُن کی پیروی کی ہے"۔

عارف باللہ مولانا عبداللہ عبدی بن محمد بوسنوی رومی حنفی (م1054ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَاعْلَمْ اَنَّ حَالَ اَبَوَیِ النَّبِیِّ ﷺفِیْ حُکْمِ الْعَقْلِ لَایَخْلُوْعَنْ اَمْرَیْنِ،اَیْ اَنَّھُمَا اِمَّامِنْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ وَالْجَاھِلِیَّۃِ وَاِمَّامِنَ الْاُمَّۃِ الْمُسْلِمَۃِ فِیْ دِیْنِ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ،فَاِنْ کَانَا مِنْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ فَھُمَامِنْ اَھْلِ النَّجَاۃِ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَما کُنَّا مُعَذِّبِینَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُولًا (الإسْرَاءِ:15)۔وَ اِنْ کَانَامِنَ الْاُمَّۃِ الْمُسْلِمَۃِ کَمَا ھُوَ ظَاہِرٌ مِّنَ الْآیَاتِ الْاِلٰھِیَّۃِ وَالشَّھَادَۃِ الرَّبَّانِیَّۃِ فَھُوَ الْمُدَّعٰی فَظَھَرَتْ سَعَادَتُھُمَا فِی الْاَزَلِ بِاصْطِفَاہِ اللہ تَعَالٰی اِیَّاھُمَامِنْ جَمِیْعِ الْمَخْلُوْقَاتِ لِیَکُوْنَا اَبَوَیْنِ لِمَنْ جَعَلَہٗ رَحْمَۃً لِلْعَالَمِیْنَ۔

(القول الجلی او مطالع النور السنی:ص124،دار جوامع الکلم قاہرہ)

”جان لیں کہ عقلی طور پر نبی کریم ﷺ کے والدین دو حال سے خالی نہیں،یعنی یا تو وہ زمانہ فترت وزمانہ جاہلیت والوں میں سے ہیں،اور یا دین ابراہیم کے پیر وامتِ مسلمہ میں سے ہیں ۔۔۔تو اگر اہلِ فترت میں سے ہوں تو نجات یافتہ بندوں میں سے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم عذاب نہیں دیں گے یہاں تک رسول بھیج دیں۔۔۔اور اگر امتِ مسلمہ میں سے ہیں جیسا کہ آیاتِ الٰہی اور اللہ کی گواہی سے ظاہر ہے تو یہی مدعا ہے،تو ازل میں اُن کا سعادت مند ہونا ظاہر ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو سب لوگوں میں سے اس کے لئے چنا کہ اُنہیں اُس ہستی کے والدین بنایا جس کو رحمۃٌ للعالمین بنایا“۔

علامہ احمد بن حسن بن سنان الدین بیاضی رومی حنفی بوسنوی رحمۃ اللہ علیہ (م1097ھ) فرماتے ہیں،

وَوَافَقَ جَمْھُوْرَالْاَشَاعِرَۃِ فِیْ کَوْنِ الْحُسْنِ وَالْقُبْحِ شَرْعِیَّیْنِ مُطْلَقًاوَثُبُوْتِ الْمَعْذِرَۃِ بِلَا بُلُوْغِ الدَّعْوَۃِ طَائِفَۃٌ مِنْ اَئِمَّتِنَاالْبُخَارِیِّیْنَ کَمَا فِی الْکَشْفِ الْکَبِیْرِوَالتَّحْرِیْرِ،مِنْھُمْ شَمْسُ الْاَئِمَّۃِ السَّرْخَسِیْ وَفَخْرُالدِّیْنِ قَاضِیْخَان الْبُخَارِیَّانِ وَاخْتَارَہٗ اِبْنُ الْھُمَامِ وَقَالُوْا لَاحُکْمَ قَبْلَ الْبَعْثَۃِ وَبُلُوْغِ الدَّعْوَۃِ ،

فَلَایَحْرُمُ کُفْرٌ وَلَایَجِبُ اِیْمَانٌ قَبْلَھُمَاکَمَافِی التَّحْرِیْرِ،فَیُعْذَرُالنَّاشِیْ فِی الشَّاھِقِ الَّذِیْ لَمْ تَبْلُغْہُ الدَّعْوَۃُ عِنْدَھُمْ کَمَافِی الْکَشْفِ الْکَبِیْرِ۔

(اشارات المرام من عبارات الامام ص62، دارالکتب العلمیہ، طبع اول 2007ء،وص:7978، مصر)

"اور حسن اور قبح کے مطلقاً شرعی ہونے میں اور دعوت پہنچے بغیر معذور ہونے میں جمہور اشاعرہ کی موافقت کی ہے ہمارے بخاری کے ائمہ کی ایک جماعت نے، جیسا کہ کشف کبیر اور تحریر میں ہے، اُن ائمہ میں سے شمس الائمہ سرخسی بخاری اور فخر الدین قاضی خان بخاری بھی ہیں ،اوراِسی کو ابن ہمام نے اختیار کیا، یہ ائمہ فرماتے ہیں جب تک رسول مبعوث نہ ہو اور دعوتِ دین نہ پہنچے کوئی حکم نہیں لگ سکتا، بعثتِ رسول اور دعوت پہنچنے سے پہلے نہ کفر حرام ہے، نہ ایمان واجب ہے، جیسا کہ تحریر کتاب میں ہے، لہٰذا جس پہاڑی گھاٹی میں لوگوں تک دعوت نہ پہنچی ہو وہاں نشوونما پانے والا ان ائمہ کے نزدیک معذور ہوگا"۔

علامہ ابوالبقاء حسن بن علی بن یحیی عجیمی مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1113ھ) فرماتے ہیں،

فَقَدْ سَأَلَنِیْ سَیِّدُنَاوَمَوْلَانَاخَاتِمَۃُ الْمَشْھُوْرِیْنَ بِالْکَشْفِ وَالتَّحْقِیْقِ وَجِیْہُ الدِّیْنِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَحْمَدالْاِدْرِیْسِی الْحَسَنِی اَلشَّھِیْرُ بِالْمَحْجُوْبِ اَلْمَغْرَبِیْ ثُمَّ الْمَکِّیْ نَوَّرَاللہ ضَرِیْحَہٗ عَنْ حُکْمِ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ فَاَجَبْتُہٗ بِاَنَّ الْمُعْتَمَدَنَجَاتُھُمْ لِاَنَّھُمْ غَیْرُمُکَلَّفِیْنَ فَقَالَ ھٰذَا ھُوَالْحَقُّ۔۔اِعْلَمْ بِاَنَّ الْبُخَارِیِّیْنَ مِنْ اَئِمَّۃِ الْحَنَفِیَّۃِ قَائِلُوْنَ بِاَنَّہٗ لَایَجِبُ اِیْمَانٌ وَلَایُحَرَّمُ کُفْرٌقَبْلَ الْبَعْثَۃِ ،قَالَ الْعَلَّامَۃُ ابْنُ نُجَیْمٍ فِیْ لُبِّ الْاُصُوْلِ تَبْعًا لِمُوَلِّفِ اَصْلِہٖ اَلْمُحَقِّقِ ابْنِ الْھُمَامِ وَھُوَالْمُخْتَارُ ثُمَّ قَالَ وَمَاذَکَرْنَاہُ عَنِ الْبُخَارِیِّیْنَ نَقَلَہُ الْمُحَقِّقُ ابْنُ عَیْنِ الدَّوْلَۃِ عَنْھُمْ غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ اَئِمَّۃُ بُخَارَی الَّذِیْنَ شَاھَدْنَاھُمْ کَانُوْا عَلَی الْقَوْلِ الْاَوَّلِ یَعْنِیْ قَوْلَ الْاَشَاعِرَۃِ۔۔وَاِذَاقَدْثَبَتَ اَنَّ قَوْلَ الْبُخَارِیِّیْنَ وِفَاقًا لِلْاَشَاعِرَۃِ ھُوَ الْمُخْتَارُ

وَجَبَ اَنْ یَّکُونَ مُقَابِلُہٗ مَرْجُوْحًا، وَالْقَوْلُ الْمَرْجُوْحُ فِیْ مُقَابَلَۃِ الرَّاجِحِ بِمَنْزَلَۃِ الْعَدْمِ کَمَافِیْ تَصْحِیْحِ الْقُدُوْرِیْ لِلشَّیْخِ قَاسِم۔

(تحقیق النصرۃ للقول بامان اھل الفترۃ مخطوطہ:ص1)

"مجھ سے مولاناوجیہ الدین عبدالرحمن بن احمد ادریسی حسنی محجوب مغربی مکی رحمۃ اللہ علیہ (م مابین 1100و1200ھ) نے زمانہ فترت والوں کے حکم سے متعلق پوچھاتو میں نے جواب دیا کہ قابل اعتماد بات یہ ہے کہ اُن کی نجات ہو گی کیوں کہ وہ مکلف نہیں ہیں، تو فرمایایہی حق بات ہے۔ آپ کو معلوم ہو کہ بخاریٰ کے ائمہ احناف اِس کے قائل ہوئے ہیں کہ نبی ورسول کی بعثت سے پہلے نہ ایمان واجب ہے نہ کفر حرام ہے، علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ لب الاصول میں محقق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی میں فرماتے ہیں کہ یہی بات مختار ہے، پھر فرمایا کہ ہم نے جو ائمہ بخاریٰ سے نقل کیاہے یہی محقق ابن عین الدولہ نے نقل کیاہے، ہاں یہ بھی فرمایاہے کہ جن ائمہ بخاری کو ہم نے دیکھاہے وہ اشاعرہ والی بات کے قائل تھے۔۔۔۔ اور جب ثابت ہوا کہ ائمہ بخاریٰ نے جو اشاعرہ کی موافقت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہی مختار ہے، تولازم ہے کہ اِس کے مخالف قول مرجوح ہو، اور مرجوح قول بمنزلہ عدم کے ہو تاہے جیسا کہ شیخ قاسم کی تصحیح قدوری میں ہے"۔

فقیہ علامہ احمد بن غانم بن سالم ابن مہنا شہاب الدین الازہری مالکی (م1126ھ) رحمۃ اللہ علیہ زمانہ فَترت والوں کی نجات ہونے نہ ہونے کی بحث میں فرماتے ہیں،

قَالَ الْعَلَّامَةُ الْأُجْهُورِيُّ: وَاحْتَجَّ بَعْضُ مَشَايِخِنَا إِلَى تَرْجِيحِ الْقَوْلِ بِأَنَّ أَهْلَ الْفَتْرَةِ نَاجُونَ فَيَكُونُونَ فِي الْجَنَّةِ، وَكَذَلِكَ أَبَوَيِ النَّبِيِّ -ﷺ نَاجِيَانِ وَ لَيْسَا فِي النَّارِ بِالْمَوْتِ قَبْلَ الْبَعْثَةِ وَلَا تَعْذِيبَ قَبْلَهَا لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا (الإسراء: 15) وَدُخُولُ الْجَنَّةِ لَا يُنَالُ بِعَمَلٍ وَ إِنَّمَا هُوَ بِمَحْضِ الْفَضْلِ، وَالنَّارُ إِنَّمَا تَكُونُ لِلْكَافِرِ وَالْعَاصِي، وَمَنْ مَاتَ قَبْلَ الْبَعْثَةِ لَمْ يُتَصَوَّرْ عِصْيَانُهُ، وَأَيْضًا أَطْبَقَتْ الْأَئِمَّةُ الْأَشَاعِرَةُ مِنْ أَهْلِ

الْكَلَامِ وَالْأُصُولِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ وَلَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ يَمُوتُ نَاجِيًا لَا عِقَابَ عَلَيْهِ وَلَا ثَوَابَ لَهُ۔

(الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید ج1ص80، ط دار الفکر)

"علامہ اُجہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے بعض مشائخ نے اس قول کو ترجیح دی کہ زمانہ فترت والے نجات یافتہ اور جنتی ہوں گے، اور ایسے ہی حضور ﷺ کے والدین نجات یافتہ ہیں دوزخ میں نہیں کیوں کہ بعثت سے پہلے وفات پائی، اور بعثت سے پہلے عذاب نہیں کیوں کہ اللہ کا فرمان ہے جب تک ہم رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں دیتے، اور جنّت میں عمل سے داخلہ نہیں ہوتا وہ تو محض فضل سے ہوتا ہے، اور دوزخ تو کافر اور نافرمان کے لئے ہے، اور جو بعثت سے پہلے فوت ہوا اُس کی نافرمانی کا تصور نہیں ہو سکتا، نیز متکلمین واصولیین اشاعرہ کا اتفاق ہے کہ جو فوت ہوا اور اُس تک دعوت نہیں پہنچی وہ نجات یافتہ ہو کر مرتا ہے، نہ اُس پر سزا ہے، اور نہ اُس کے لئے ثواب ہے"۔

علامہ عطاء اللہ بن احمد بن عطاء اللہ بن احمد ازہری مصری مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م بعد 1170ھ) فرماتے ہیں،

وَاَيْضًاآبَاءُهٗ ﷺ اِمَّااَنْبِيَاءُ اَوْمُتَّبِعُوْنَ لَهُمْ اَوْاَہْلُ فَتْرَةٍ لَمْ تَبْلُغْهُمْ دَعْوَةُ نَبِيٍّ وَهُمْ فِيْ حُكْمِ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ حَيْثُ النَّجَاةِ عَلٰى مَادَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَمَاكُنَّامُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ (شرح القصیدۃ الھمزیۃ مخطوطہ:ص8)

"نیز آپ ﷺ کے آباء یا انبیاء ہیں یا انبیاء کے پیروکار ہیں، یا اہلِ فترت ہیں جن تک کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی، اور وہ نجات کے اعتبار سے مسلمانوں کے حکم میں ہیں، جیسا کہ اللہ کا یہ فرمان دلیل ہے کہ "ہم عذاب دینے والے نہیں یہاں تک کہ رسول بھیج دیں"۔

علامہ احمد بن محمد بن علی حسنی سُحَیمی شافعی مصری رحمۃ اللہ علیہ (م1178ھ) فرماتے ہیں،

وَيَتَرَتَّبُ عَلَى الْخِلَافِ اَنَّ مَنْ مَيَّزَ وَكَانَ عَاقِلًا وَمَضٰى عَلَيْهِ زَمَنٌ يَسَعُ النَّظْرَ فِى الْمَخْلُوْقَاتِ وَالْاِسْتِدْلَالَ بِهَا عَلٰى اِنَّ لَهَا خَالِقًا وَاحِدًا وَلَمْ يَنْظُرْ وَلَمْ يُوَحِّدْ وَمَاتَ يَمُوْتُ كَافِرًا وَيَخْلُدُ فِى النَّارِ عَلٰى قَوْلِ الْمَاتُرِيْدِيَّةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ سَوَاءً كَانَ مِنْ اَهْلِ الْفَتْرَةِ اَوْمِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَبَنٰى عَلَيْهِ مُلَّا عَلِيُّ قَارِئْ كُفْرَ اَبَوَىِ الْمُصْطَفٰى وَهُوَ خَطَأٌ۔ وَقَالَتِ الْاَشَاعِرَةُ مَنْ مَاتَ قَبْلَ الْبُلُوْغِ اَوْبَلَغَ وَلَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ اَوْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْفَتْرَةِ يَمُوْتُ نَاجِيًا وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَاِنْ عَبَدَالْاَصْنَامَ وَغَيَّرَ وَبَدَّلَ۔

(المزید علی اتحاف المرید شرح جوھرۃ التوحید مخطوطہ ج1ص102)

"اِسی اختلاف پر یہ بات مرتب ہوتی ہے کہ جو عقل و تمیز والا ہو جائے اور اُس پر اتنا وقت گذر جائے جس میں مخلوقات میں غور کر سکے اور اُن سے اِس پر دلیل لے سکے کہ اِن مخلوقات کا کوئی ایک خالق ہے، لیکن وہ غور نہ کرے اور عقیدہ توحید اختیار نہ کرے اور وفات پا جائے، تو وہ ماتریدیہ اور معتزلہ کے قول پر کافر مرے گا اور ہمیشہ کا دوزخی ہو گا چاہے زمانہ فترت کا ہو یا اِس امت کا فرد ہو، اِسی پر ملا علی قاری نے نبی ﷺ کے والدَین کے کفر کی بناء رکھی ہے، یہ اُن کی غلطی ہے۔۔ اور اشاعرہ نے فرمایا کہ جو بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو یا بالغ ہوا ہو لیکن اس تک دعوت نہیں پہنچی یا زمانہ فترت کا آدمی ہو، وہ نجات یافتہ ہو کر مرے گا، اور جنت میں داخل ہو گا، اگرچہ بت پرستی کی ہو اور بدل گیا ہو"۔

علامہ مفسر علی بن صادق داغستانی آفندی شماخی حنفی (م1199ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

مَايَدُلُّ عَلٰى اِيْمَانِهِمَاوَكَوْنِهِمَامِنَ اَهْلِ النَّجَاةِ، اَلْاَوَّلُ اَنَّهُمَامِنْ اَهْلِ الْفَتْرَةِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى يَااَهْلَ الْكِتَابِ قَدْجَاءَكُمْ رَسُوْلُنَايُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى لِتُنْذِرَ قَوْمًامَّااَتَاهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍمِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ، وَمَاتَا

قَبْلَ الْبِعْثَۃِ وَلَاتَعْذِیْبَ قَبْلَھَالِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَمَاکُنَّامُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا، فَاِذَاانْتَفَی التَّعْذِیْبُ ثَبَتَ دُخُوْلُ الْجَنَّۃِ اِذْلَا مَنْزِلَۃَ بَیْنَ الْمَنْزِلَتَیْنِ۔

(رسالۃ فی اثبات النجاۃ والایمان لوالدی سید الاکوان :ص1:2، علی نفقۃ السید عمر بن السید مصطفٰی الدمشقی)

"جو حضور ﷺ کے والدین کے مومن ہونے اور نجات یافتہ بندوں میں سے ہونے کی دلیل ہے، اول: یہ کہ وہ دونوں زمانہ فترت کے لوگوں میں سے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارے وہ رسول آگئے جو تمہارے سامنے کھول کر بیان کرتے ہیں رسولوں کے فترت ہونے پر آئے ہیں" اوراللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "آپ ﷺ کو بھیجا تاکہ آپ اُن لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ راہِ ہدایت پر آئیں" اور حضور ﷺ کے والدین آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے وفات پاگئے اور بعثت سے پہلے عذاب نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور ہم عذاب دینے والے نہیں یہاں تک کہ رسول بھیج دیں" جب عذاب منتفی ہوا تو جنّت میں داخل ہونا ثابت ہو گیا کیوں کہ دو منزلوں کے درمیان منزل نہیں ہے"۔

علامہ محمد بن محمد بن احمد السنباوی الازہری مالکی (م1223ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

اِذَاکَانَ ھٰذَافِیْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ عُمُوْمًافَاَوْلٰی نَجَاۃُ وَالِدَیْہِ ﷺ فَاِنَّہٗ لَایَحُلُّ اِلَّافِیْ شَرِیْفٍ عِنْدَاللہ تَعَالٰی وَالشَّرْفُ لَایُجَامِعُ کُفْرًا،قَالَ الْمُحَقِّقُوْنَ لَیْسَ لَہٗ اَبٌ کَافِرٌ۔ (حاشیۃ ابن الامیر علی جوہرۃ التوحید:ص59، دارالکتب العلمیۃ، سنہ1422ھ)

"جب زمانہ فترت کے لوگ نجات یافتہ ہوں گے تو حضور ﷺ کے والدین اِس کے زیادہ مستحق ہیں، کیوں کہ آپ ﷺ ایسے ہی لوگوں میں آئے جو اللہ کے ہاں معزز تھے، اور کفر کے ساتھ عزت جمع نہیں ہوتی، محققین کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا کوئی باپ (دادا) کافر نہیں ہوا"۔

حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1227ھ) اِس سے متعلق تفصیلی بحث میں فرماتے ہیں،

کافرانِ زمانہ فترت را نہایت کار آنست کہ نجات یابند اما ایمان آنہا خود البتہ ثابت نیست، بحث درین ست کہ درزمان فترت آباء آنحضرت ﷺ مشرک وکافر بودند کہ بہ سبب غفلت فترت معذب نشوند یا موحد بودند ومنتظر بعث آن حضرت ﷺ وعزم مصمم کردہ براتباع آنجناب ﷺ پس آنکہ درفقہ اکبر است کہ ابوین آنحضرت ﷺ ماتا علی الکفر بااثبات نجات ایشاں تناقضے ندارد ،آرے اگر توحید وبرأت از شرک از آنہا ثابت شود البتہ مناقض آں خواھد بود، نہایت کار ایں مردم ھمیں ست کہ نجات ثابت میکنند،تفصیل ایں اجمال آنکہ در اثبات نجات والدین آنحضرت ﷺ علماء راسہ مسلک است اول آنکہ ایشاں باوجود کفر و شرکیکہ داشتند معذب نخواھندشد مثل صبیان ومجانین بعلت آنکہ درزمان فترت بودند و پیش از بعث پیغمبر بمقتضائے آیہ وماکنا معذبین حتی نبعث رسولاً ،تعذیب قبل از بعث مستحق نیست،وقدسبق مافی ھذاالمسلک من المنافاۃ،وبریں مسلک ھم عبارتِ فقہ اکبر صحیح است، زیرا کہ مدلول اوھمیں قدراست کہ ماتا علی الکفر تعرض تعذیب آنھا در عبارت واقع نیست۔(فتاوی عزیزی ج1ص117:118،ط پشاور)

”زمانہ فترت کے کافروں کا انجام کار یہ ہے کہ نجات پائیں، لیکن اُن (زمانہ فترت کے لوگوں) کا ایمان تو ثابت نہیں،بحث اس میں ہے کہ زمانہ فترت میں آنحضرت ﷺ کے آباء کافر ومشرک تھے جو فترت کی غفلت کے سبب عذاب میں نہیں ہوں گے یا موحد تھے اور حضور ﷺ کی بعثت کے منتظر اور آپ ﷺ کی اتباع کا پکا عزم کئے ہوئے تھے؟ پس جو فقہ اکبر میں ہے کہ آپ ﷺ کے والدین نے کفر پر وفات پائی نجات ثابت کرنے کے مخالف نہیں ہے، ہاں اگر اُن سے توحید اور شرک سے برأت ثابت ہو جائے تب اُس کے مخالف ہو گا، اور انجام کار اِن

لوگوں کا یہ ہے کہ نجات ثابت کرتے ہیں ،اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کی نجات کے اثبات میں علماء کے تین مسلک ہیں،اول: یہ کہ باوجودیکہ وہ کفروشرک کا عقیدہ رکھتے اُن کو بچوں اور دیوانوں کی طرح عذاب نہ ہوگا،اس وجہ سے کہ وہ زمانہ فترت میں اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت سے پہلے تھے، آیت وَمَاكُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا کا تقاضا ہے کہ بعثت سے پہلے عذاب کے مستحق نہیں ہیں،اس مسلک میں جو تعارض ہے وہ بیان ہوچکا، اس مسلک پر بھی فقہ اکبر کی عبارت صحیح ہے،اس لئے کہ وہ بس اتنا بتاتی ہے کہ والدین نے کفر پر وفات پائی، باقی اس عبارت میں اُن کو عذاب دیئے جانے کو نہیں چھیڑا گیا ہے"۔

فقہ اکبر اور اُس کی عبارت سے متعلق بحث آخر میں آتی ہے ان شاء اللہ، جس کا حاصل یہ ہے کہ اُس عبارت کے نسخہ والی فقہ اکبر کی نسبت امام صاحب کی طرف مشکوک ہے،اور خود وہ عبارت بھی زیادہ قابلِ اعتماد نہیں ہے۔

علامہ محمد بن علی بن منصور شنوانی شافعی (م 1233ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَذْهَبَ الْحَقَّ اَنَّ اَهْلَ الْفَتْرَةِ عَلَى التَّحْقِيْقِ نَاجُوْنَ وَاَنَّ مِنْهُمْ اَبَاهُ ﷺ وَكَذَا اُمَّهٗ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ اِلٰى آدَمَ مِمَّنْ لَمْ يُدْرِكْ دَعْوَةَ نَبِيٍّ وَلَا رَسُوْلٍ، وَكُلُّهُمْ نَاجُوْنَ وَفِى الْجَنَّةِ وَمَحْكُوْمٌ بِاِيْمَانِهِمْ لَمْ يَدْخُلْهُمْ كُفْرٌ وَلَا رِجْسٌ وَلَا عَيْبٌ وَلَاشَيْءٌ مِّمَّاكَانَ عَلَيْهِ الْجَاهِلِيَّةُ بِاَدِلَّةٍ نَقْلِيَّةٍ مِنْهَاقَوْلُهٗ تَعَالٰى وَتَقَلُّبَكَ فِى السَّاجِدِيْنَ وَمِنْهَاقَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ اَزَلْ اُنْتَقِلُ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّاهِرَاتِ اِلَى الْاَرْحَامِ الزَّاكِيَاتِ اِلٰى آخِرِالْاَحَادِيْثِ الْبَالِغَةِ مَبْلَغَ التَّوَاتُرِوَالْقَطْعِ۔ (حاشیۃ الشنوانی علی شرح اللقانی لجوھرۃ التوحید مخطوطہ ص52)

"جان لیں کہ حق مذہب یہ ہے کہ بناء بر تحقیق زمانہ فترت والے نجات پائیں گے، جن میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین بھی ہیں جن تک کسی نبی ورسول کی دعوت نہیں پہنچی (بلکہ) حضرت عبد اللہ سے حضرت آدم علیہ السلام تک، یہ سب نجات پانے والے اور جنتی ہیں، اُن کے مومن

ہونے کا حکم کیا جائے گا، نہ اُن میں کفر داخل ہوا نہ پلیدی نہ عیب، نہ کوئی سی وہ چیز جس پر اہلِ جاہلیت تھے، جس کے بہت سے نقلی دلائل ہیں، جن میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اللہ دیکھتے رہے آپ کا سجدہ کرنے والوں میں الٹنا پلٹنا" اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان ہے "میں مسلسل منتقل ہوتا رہا ہوں پاک پیٹھوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف" وغیرہ اس قدر احادیث ہیں جو تواتر اور قطعیت تک پہنچتی ہیں"۔

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی (م 1241ھ) رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں،

وَدَخَلَ فِیْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ اَجْدَادُرَسُوْلِ اللہ ﷺ وَاَبَوَاہُ فَھُمْ نَاجُوْنَ خِلَا فًا لِمَنْ شَذَّوَقَالَ بِمَوْتِہِمَاعَلَی الْکُفْرِ، عَلٰی اِنَّہٗ وَرَدَحَدِیْثٌ بِاِحْیَائِہِمَا وَ اِیْمَانِہِمَابِہٖ وَاِنْ کَانَ ضَعِیْفًا۔ (شرح الصاوی علی جوھرۃ التوحید ص 101، ط دار ابن کثیر دمشق)

"زمانہ فترت والوں میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دادے اور آپ کے والدین بھی داخل ہیں تو وہ نجات پائیں گے شاذ قول کرنے والے اِس کے بر خلاف ہیں، اور اُنہوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کی کفر پر وفات کا کہا، علاوہ ازیں حدیث آئی ہے اگرچہ ضعیف ہے کہ وہ زندہ کئے گئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لائے ہیں"۔

علامہ محمد بن عمر البالی مدنی حنفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ (م بعد 1285ھ) فرماتے ہیں،

قَالَ الْعَلَّامَۃُ الزُّرْقَانِیْ نَفَعَنَااللہ تَعَالٰی بِہٖ فِیْ شَرْحِ الْمَوَاھِبِ بَعْدَتَمَامِ الْکَلَامِ عَلٰی مَا یَتَعَلَّقُ بِالْاَبَوَیْنِ الْکَرِیْمَیْنِ ھٰذَاوَ قَدْبَیَّنَّالَکَ اَیُّھَا الْمَالِکِیْ حُکْمَ الْاَبَوَیْنِ فَاِذَاسُئِلْتَ عَنْھُمَافَقُلْ ھُمَانَاجِیَانِ فِی الْجَنَّۃِ اِمَّا لِاَنَّھُمَا اُحْیِیَاحَتّٰی اٰمَنَاوَاِمَّا لِاَنَّھُمَامَاتَافِی الْفَتْرَۃِ قَبْلَ الْبَعْثَۃِ وَلَاتَعْذِیْبَ قَبْلَھَا وَاِمَّا لِاَنَّھُمَا کَانَا عَلَی الْحَنِیْفِیَّۃِ وَالتَّوْحِیْدِلَمْ یَتَقَدَّمْ لَھُمَا شِرْکٌ، فَھٰذَا مَاوَقَفْنَا عَلَیْہِ مِنْ نُصُوْصِ عُلَمَائِنَاوَلَمْ نَرَ لِغَیْرِھِمْ مَایُخَالِفُھُمْ اِلَّامَایُشَمُّ مِنْ نَفْسِ اِبْنِ دِحْیَۃِ وَقَدْتَکَفَّلَ بِرَدِّہِ الْقُرْطَبِیْ انتھٰی، وَاَقُوْلُ قَدْاَوْضَحْنَالَکَ اَیُّھَا الْمُؤْمِنُ حُکْمَ

الْأُصُوْلِ الْکِرَامِ فَاِذَاسُئِلْتَ عَنْھُمْ فَقُلْ ھُمْ نَاجُوْنَ فِی الْجَنَّۃِ اِمَّا لِاَنَّھُمْ مِنْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ النَّاجِیْنَ وَاِمَّالِاَنَّھُمْ کَانُوْامِنْ اَشْرَفِ الْقَوْمِ الْمُوَحِّدِیْنَ ،وَاَمَّااِنْ سُئِلْتَ عَنِ الْوَالِدَیْنِ الْکَرِیْمَیْنِ بِالْخَصُوْصِ فَقُلْ ھُمَا نَاجِیَانِ فِی الْجَنَّۃِ۔

(سبل السلام فی حکم آباءسید الانام:ص114،المطبعۃالعامرۃالسلطانیۃسنہ1287ھ)

”علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شرح مواہب میں حضور ﷺ کے والدین سے متعلق کلام مکمل کر کے فرماتے ہیں اے مالکی !ہم نے آپ کے سامنے والدین کا حکم بیان کر دیاتوجب آپ سے پوچھاجائے تو کہووہ نجات پانے والے اور جنتی ہیں،یااس لئے کہ وہ زندہ کئے گئے اورایمان لائے، یااس لئے کہ وہ بعثت سے پہلے زمانہ فترت میں فوت ہوئے اوربعثت سے پہلے سزانہیں،یااس لئے کہ آپ کے والدین دین حنیف اورتوحید پر تھے،اُن میں شرک نہیں آیا،یہ علماء کے وہ حوالے ہیں جن پر ہم واقف ہوئے،جن کاکوئی مخالف نہیں ہواسوائے اس کے کہ ابن دحیہ کی ذات کی طرف سے مخالفت معلوم ہوئی ، جس کے ردمیں امام قرطبی کافی ہوئے،اے مؤمن ! حضور ﷺ کے آباءکرام کاحکم ہم نے آپ کے سامنے واضح کردیا،توجب آپ سے پوچھاجائے کہو کہ وہ نجات پاکر جنت میں جائیں گے،یااس لئے کہ وہ زمانہ فترت کے نجات پانے والے ہیں،یااس لئے کہ وہ قوم کے موحد سردار تھے،اوراگر آپ ﷺ سے خصوصًا حضور ﷺ کے والدین سے متعلق سوال ہوتوبھی کہووہ نجات پانے والے اور جنتی ہیں“۔

علامہ رفاعہ رافع بن بدوی طہطاوی رحمۃ اللہ علیہ(م1290ھ)فرماتے ہیں،

وَاِنَّ اَبَوَیْہِ نَاجِیَانِ لِاَنَّھُمَامِنْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ۔اَوْبِاِحْیَائِھِمَالَہٗ عَامَ حَجَّۃِ الْوِدَاعِ حَتّٰی آمَنَابِاللہ وَرَسُوْلِہٖ وَنَفْعُ الْاِیْمَانِ بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ خَصَائِصِہٖ ۔

(نہایۃالایجازفی سیرۃساکن الحجاز:ص34)

"حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین نجات یافتہ ہیں یا اس لئے کہ وہ زمانہ فترت کے لوگ ہیں۔۔ یا اس لئے کہ حجۃ الوداع والے سال آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے زندہ کئے گئے اور وہ اللہ ورسول پر ایمان لائے، اور موت کے بعد ایمان لانے کا مفید ہونا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خصوصیات میں سے ہے"۔

علامہ حسن عدوی حمزاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م1303ھ) فرماتے ہیں،

فَقَدْاَطْبَقَتِ الْاَئِمَّۃُ الْاَشَاعِرَۃُ مِنْ اَھْلِ الْاُصُوْلِ وَالشَّافَعِیَّۃِ وَالْمَالَکِیَّۃِ وَغَیْرِ ھِمْ مِنْ اَئِمَّۃِ الْفُقَہَاءِ رَضِیَ اللہ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ عَلٰی اِنَّ مَنْ مَاتَ وَلَمْ تَبْلُغْہُ الدَّعْوَۃُ یَکُوْنُ نَاجِیًا وَیَدْخُلُ الْجَنَّۃَ ،قَالَ السُّیُوْطِیْ وَھٰذَامَذْھَبٌ لَاخِلَافَ فِیْہِ بَیْنَ الشَّافَعِیَّۃِ اَیْ وَالْمَالِکِیَّۃِ فِی الْفِقْہِ وَالْاَشَاعِرَۃِ فِی الْاُصُوْلِ ،وَنَصَّ عَلٰی ذَالِکَ الشَّافَعِیْ فِی الْاُمِّ وَالْمُخْتَصَرِوَتَبِعَہٗ سَائِرُ الْاَصْحَابِ ۔قُلْتُ وَقَدْذَکَرَالْمُحَقِّقُ شَیْخُ الْاِسْلَامِ زَکَرِیَّا اَلْاَنْصَارِیْ فِیْ حَاشِیَتِہٖ عَلَی الْبَیْضَاوِیْ مَضْمُوْنَ ذَالِکَ۔۔وَقَدْحَقَّقَ الْاِمَامُ اَلْاُبَیُّ وَالسُّبْکِیْ وَغَیْرُھُمَا مِنْ اَئِمَّۃِ التَّحْقِیْقِ اَنَّ اَھْلَ الْفَتْرَۃِ نَاجُوْنَ وَاِنْ غَیَّرُوْا اَوْ بَدَّلُوْاوَ عَبَدُواالْاَوْثَانَ خِلَافًا لِمَنْ قَالَ بِتَعْذِیْبِ مَنْ وَقَعَ مِنْہُ الْاِشْرَاکُ وَالْکُفْرُ مِنْھُمْ۔وَاِذَاعَلِمْتَ نَجَاۃَ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ عُمُوْمًاعَلَی الْمُعْتَمَدِفَاَوْلٰی وَالِدَیْہِ ﷺ فَاِنَّہٗ لَایَحُلُّ اِلَّافِیْ شَرِیْفٍ عِنْدَاللہ۔ (النفحات الشاذلیہ ج1ص52، دار الکتب العلمیہ)

"اصولی ائمہ اشاعرہ اور شافعیہ ومالکیہ وغیرہ ائمہ فقہاء اِس پر متفق ہیں کہ جو اس حال میں فوت ہوا کہ اُس تک دعوت نہیں پہنچی وہ نجات یافتہ ہو کر جنت میں داخل ہو گا، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس مسئلہ میں شافعیہ میں اور (میں کہتا ہوں) مالکیہ فقہاء واصولیین میں کوئی اختلاف نہیں، امام شافعی نے کتاب الام اور مختصر میں یہی بیان کیا ہے اور سب شوافع نے اُن کی پیروی کی۔۔۔ محقق شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ بیضاوی میں یہی مضمون ذکر فرمایا۔ ۔امام ابی اور سبکی وغیرہم رحمہم اللہ ائمہ محققین نے ثابت مانا کہ زمانہ فترت والے نجات یافتہ ہوں

گے چاہے تغیر و تبدیلی کا شکار ہوئے ہوں اور بت پرستی کی ہو، اِس کے خلاف ہیں وہ جو اُن میں سے شرک و کفر کے مرتکب لوگوں کو عذاب مانتے ہیں۔۔۔ اور جب قابل اعتماد قول کے مطابق آپ کو زمانہ فترت والوں کی عموما نجات معلوم ہو گئی، تو نبی کریم ﷺ کے والدین بطریق اولی نجات پائیں گے، کیوں کہ آپ ﷺ اللہ کے ہاں معزز بندوں میں آئے ہیں"۔

علامہ احمد بن احمد بن اسماعیل حلوانی خلیجی شافعی (م1308ھ) رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں،

لَانِزَاعَ فِیْ اِیْمَانِ وَنَجَاةِ مَنْ كَانَ مِنْ اُصُوْلِہٖ ﷺ عَلٰی شَرِیْعَۃٍ حَقَّۃٍ -- - وَ اَمَّامَنْ لَمْ یَكُنْ مِنْهُمْ عَلٰی شَرِیْعَۃٍ حَقَّۃٍ فَلَایَخْلُوْ اِمَّااَنْ یَّكُوْنَ قَدْبَلَغَتْہُ دَعْوَۃُ نَبِیٍّ اُرْسِلَ اِلَیْہِ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِہٖ،وَھٰذَالَمْ یُنْقَلْ عَنْ اَحَدٍمِّنْهُمْ --وَاِمَّااَنْ یَكُوْنَ قَدْبَلَغَتْہُ دَعْوَۃُ نَبِیٍّ لَمْ یُرْسَلْ اِلَیْہِ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِہٖ كَالْعَرَبِ بَیْنَ اِسْمَاعِیْل وَ نَبِیِّنَا ﷺ فَاِنَّهُمْ بَلَغَتْهُمْ دَعْوَۃُ مَنْ اُرْسِلَ اِلیٰ غَیْرِھِمْ كَمُوْسٰی وَعِیْسٰی عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَرِسَالَۃُ اِسْمَاعِیْل اِلَیْهِمْ قَدِانْتَهَتْ بِمَوْتِہٖ كَبَقِیَّۃِ الرُّسُلِ اِذْثُبُوْتُ الرِّسَالَۃِ بَعْدَ الْمَوْتِ اِنَّمَا ھُوَمِنْ خَصَائِصِ نَبِیِّنَا ﷺ عَلَی الصَّحِیْحِ خِلَافًا لِمَایَأْتِیْ عَنِ الْحَلِیْمِیْ وَالنَّوَوِیْ،وَاِمَّااَنْ یَكُوْنَ لَمْ تَبْلُغْہُ دَعْوَۃٌ اَصْلًا وَھٰذَانِ الْقِسْمَانِ مِنْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ ،فَاِنْ كَانَ فِیْ اُصُوْلِہٖ ﷺ اَحَدٌ مِّنْهُمَا فَالْحَقُّ فِیْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ اَنَّهُمْ نَاجُوْنَ لِاَنَّهُمْ لَیْسُوْامُكَلَّفِیْنَ بِالْفُرُوْعِ اِتِّفَاقًاوَلَابِعَقَائِدِ التَّوْحِیْدِعَلٰی مُخْتَارِ جَمْهُوْرِالْاَشَاعِرَۃِ وَمُوَافِقِیْهِمْ مِنَ الْمَاتُرِیْدِیَّۃِ لِاٰیَۃِ وَ مَاكُنَّامُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔

(مواکب ربیع فی مولد الشفیع ص147:146، مطبعہ وہبیہ مصر سنہ 1294ھ)

”آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جو اصول شریعتِ حقہ پر تھے اُن کے ایمان و نجات میں کوئی اختلاف نہیں اور جو شریعتِ حقہ پر نہ تھے، اُن کی دو صورتیں ہیں ایک وہ کہ جن تک ایسے نبی کی دعوت پہنچی جو اُن کی طرف بھیجے گئے اور وہ اُس پر ایمان نہ لائے، یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اصول میں کسی سے متعلق منقول نہیں۔۔۔ دوسری صورت یہ کہ اُن تک ایسے رسول کی دعوت پہنچی جو اُن کی طرف نہیں بھیجے گئے تھے اور وہ اُس پر ایمان بھی نہ لائے، جیسے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کے درمیانی زمانہ میں عرب تھے، اُن کو اُن رسولوں کی دعوت پہنچی جو اُن کی طرف نہیں بھیجے گئے تھے جیسے موسیٰ اور عیسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام، حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی رسالت تو اُن کی وفات تک ختم ہو گئی جیسے دوسرے پیغمبروں کی، کیوں کہ وفات کے بعد رسالت ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خصوصیت ہے، یہی صحیح ہے، بر خلاف حلیمی و نووی کے، اور یا وہ ہیں جن تک کوئی دعوت پہنچی ہی نہیں، یہ دو قسمیں اہلِ فترت ہیں، اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اصول میں سے کوئی اِن میں سے تھے تو اہلِ فترت سے متعلق حق یہ ہے کہ وہ نجات پائیں گے، کیوں کہ وہ فروع کے بالاتفاق مکلف نہیں، اور جمہور اشاعرہ اور اُن کے موافق ماتریدیہ کے مختار قول میں عقائدِ توحید کے بھی مکلف نہیں کیوں کہ آیت ہے ”اور ہم عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ رسول بھیجیں“۔

علامہ شیخ رضوان بن العدل بن احمد بیبرس جزری شافعی مصری (م بعد 1315ھ) رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں،

فَاَجْدَادُہٗ ﷺ کُلُّھُمْ مُوْمِنُوْنَ عَلٰی اِنَّ اَھْلَ الْفَتْرَۃِ نَاجُوْنَ وَاِنْ عَبَدُ وا الْاَصْنَامَ۔

(خلاصۃ الکلام فی مولد المصطفٰی: ص22:23، المطبعۃ الامیریۃ بولاق، مصر، سنہ 1313ھ)

”لہٰذا آپ کے اجداد سب مؤمنین تھے، پھر زمانہ فترت والے نجات یافتہ ہوں گے چاہے اُنہوں نے بت پرستی کی ہو“۔

علامہ ابن الموقّع سید محمود بن عبد المحسن حسینی آفندی قادری شافعی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م1321ھ) فرماتے ہیں:

وَیَجِبُ اَیْضًااِعْتِقَادُنَجَاۃِ وَالِدِہٖ وَاُمِّہٖ عَلَیْہِ اَفْضَلُ صَلَاۃٍ وَاَکْمَلُ سَلَامٍ،لِاَنَّ اَھْلَ الْفَتْرَۃِ نَاجُوْنَ حَسْبَمَااقْتَضَتْہُ قَوَاعِدُ الْاَشْعَرِیَّۃِ وَالْاُصُوْلِیَّۃِ،وَلَوْ بَدَّلُوْا وَغَیَّرُوْا وَعَبَدُوا الْاَصْنَامَ کَمَاحَقَّقَہُ الْاِمَامُ السُّبْکِیْ وَغَیْرُہٗ مِنَ الْاَئِمَّۃِ الْاَعْلَامِ وَنَقَلَہُ الْعَلَّامَۃُ الْعَدَوِیْ فِیْ شَرْحِ الْبُرْدَۃِ رَحِمَہُ الرَّحِیْمُ عَلَی الدَّوَامِ۔ (حصول الفرج وحلول الفرح فی مولد من انزل علیہ الم نشرح:ص16 المکتبۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر، سن1307ھ)

”حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والد اور والدہ کی نجات کا عقیدہ ضروری ہے، جیسا کہ اشعریہ واہل اصول کے قواعد کا مقتضا ہے کہ زمانہ فترت والے نجات پائیں گے چاہے بدل گئے ہوں اور بت پرستی کی ہو، جیسا کہ امام سبکی وغیرہ ائمہ رحمہم اللہ نے ثابت کیا، اور علامہ عدوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بردہ میں نقل کیا ہے“۔

علامہ محمد بن محمد خیر الدین بن عبد الرحمن الحنیفی حلبی (م1324ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

فَاَھْلُ الْفَتْرَۃِ نَاجُوْنَ وَاِنْ غَیَّرُوْاوَبَدَّلُوْا۔۔۔وَمِنْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ آبَاءُ النَّبِیِّ ﷺ فَھُمْ نَاجُوْنَ (المنھاج السدید فی شرح جوھرۃ التوحید ص6، المطبعۃ العلمیۃ حلب سنہ1342ھ)

”زمانہ فترت کے لوگ نجات پائیں گے چاہے اُنہوں نے تغیر و تبدل کر لیا ہو۔۔۔ اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آباء بھی اہل فترت میں سے ہیں لہٰذا وہ بھی نجات پائیں گے“۔

حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی حنفی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (م1369ھ) فرماتے ہیں،

وَقَالَ السِّنْدِیْ لِلْمُتَأَخِّرِیْنَ ثَلَاثَةُ مَسَالِكَ ، مَسْلَكُ أَنَّهُمَا مَا بَلَغَتْهُمَا الدَّعْوَةُ وَلَا عَذَابَ عَلَى مَنْ لَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ (الاِسراء: 15) (فتح الملہم ج2ص511، مکتبہ رشیدیہ، کراچی)

"علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ (نورالدین ابوالحسن محمد بن عبدالہادی م1138ھ) فرماتے ہیں حضور ﷺ کے والدین سے متعلق متأخرین کے تین مسلک ہیں، اول یہ کہ اُن تک دعوت نہیں پہنچی اور جس تک دعوت نہ پہنچی ہو اُس کو عذاب نہیں ہو گا، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے کہ ہم عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ رسول بھیج دیں"۔

علامہ محمد بن احمد بن احمد ابوزہرہ (م1394ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَخُلَاصَۃُ الْقَوْلِ وَهُوَمَاانْتَهَيْنَااِلَيْهِ بَعْدَمُرَاجَعَۃِ الْاَخْبَارِفِیْ هٰذِهِ الْمَسْأَلَۃِ اَنَّ اَبَوَیْ مُحَمَّدٍﷺفِیْ فَتْرَۃٍ وَاَنَّهُمَا كَانَا قَرِيْبَتَيْنِ اِلَی الْهُدٰی وَاِلَی الْاَخْلَاقِ الْكَرِيْمَۃِ الَّتِیْ جَاءَ بِہٖ شَرْعُ اِبْنِهِمَامِنْ بَعْدُ وَاَنَّهُمَاكَانَاعَلٰی فَتْرَۃٍ مِنَ الرُّسُلِ وَنَعْتَقِدُ اَنَّہٗ بِمُرَاجَعَۃِ النُّصُوْصِ الْقُرْآنِيَّۃِ وَالْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَۃِ لَايُمْكِنُ اَنْ يَّكُوْنَافِی النَّارِ۔ (خاتم النبیین ج1ص119)

"خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے والدین زمانہ فترت میں تھے، اور ہدایت کے اور جو اخلاق کریمانہ آپ ﷺ کی شریعت لائی ہے اُن کے زیادہ قریب تھے، اور ہم نصوصِ قرآنی اوراحادیث صحیحہ دیکھنے کے بعد یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ آپ ﷺ کے والدین دوزخ میں ہوں"۔

علامہ عبدالقادر بن ملاحویش السید محمود آل غازی العانی رحمۃ اللہ علیہ (م1398ھ) فرماتے ہیں

اَمَّااَبَوَاهُ فَهُمَامِنْ اَهْلِ الْفَتْرَةَ لِاَنَّ اَبَاهُ تُوُفِّیَ قَبْلَ وِلَادَتِہٖ بِشَهْرَیْنِ وَاُمَّہٗ بَعْدَهَا بِسِتِّ سِنِیْنَ فَلَمْ یَحْضُرَاالْبَعْثَۃَ وَكُلُّ مَنْ لَمْ یَحْضُرْهَافَهُوَمِنْ اَهْلِ الْفَتْرَةِ وَاَهْلُ الْفَتْرَةِ كُلُّهُمْ نَاجُوْنَ ۔ (تفسیر بیان المعانی ج2ص386)

”حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین زمانہ فترت کے ہیں، کیوں کہ والد ولادت سے دوماہ پہلے اور والدہ ولادت کے چھ سال بعد وفات پاگئیں تو بعثت میں حاضر نہ ہوئے، اور جو بعثت میں حاضر نہ ہوا وہ اہلِ فترت میں سے ہے، اور اہلِ فترت سب نجات یافتہ ہوں گے“۔

علامہ حسین بن عمر بن علی بن علوی فلمبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

اِنَّہٗ یَجِبُ مَعْرِفَۃُ جَمِیْعِ مَاقَدْوَجَبَ لَہٗ اِلَّامَنْ لَمْ تَبْلُغْهُمْ دَعْوَۃُ النَّبِیِّ لِاَنَّهُمْ یُسَمُّوْنَ اَهْلَ الْفَتْرَةِ وَهُمْ نَاجُوْنَ وَلَوْ غَیَّرُوْاوَبَدَّلُوْا وَعَبَدُوا الْاَصْنَامَ اِلَّا اَبَوَیِ الْمُصْطَفٰی ﷺ فَاِنَّہٗ تَعَالٰی اَحْیَاهُمَا بَعْدَبَعْثَتِہٖ ﷺ فَآمَنَابِہٖ ثُمَّ اَمَاتَهُمَا۔

(فتح المجید فی شرح جوھرۃ التوحید:ص7:8، مطبعۃ الشرق مصر)

”آدمی پر جو واجب ہے اُس کو جاننا بھی واجب ہے، مگر جن تک نبی کی دعوت نہیں پہنچی اُن پر کُل واجبات کی معرفت لازم نہیں، کیوں کہ وہ اہلِ فترت کہلاتے ہیں اور وہ نجات یافتہ ہوں گے، چاہے تبدیل ہوگئے ہوں اور بتوں کی پوجا کی ہو، مگر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین جو ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت کے بعد زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے پھر اُنہیں اللہ نے وفات دے دی“۔

علامہ محمد رمضان بوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م1410ھ) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کی نجات کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

وَحَاشَااَنْ یَّقُوْلَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ بِكُفْرِهِمَابَلْ اِنَّ الْعُلَمَاءَ ذَكَرُوْاالْاَدِلَّۃَ عَلٰی اِسْلَامِهِمَا اَوْنَجَاتِهِمَامِنْهَاوَهُوَاَقْوَاهَااَنَّهُمَامِنْ اَهْلِ الْفَتْرَةِ اَیْ مِمَّنْ عَاشُوْا فِی الْمُدَّةِ الَّتِیْ لَمْ تُدْرِكْهَا تَعْلِیْمَاتُ النَّبِیِّ السَّابِقِ وَلَمْ یُدْرِكُوْابَعْثَۃَ النَّبِیِّ اللَّاحِقِ وَالدَّلِیْلُ عَلٰی نَجَاةِ اَهْلِ الْفَتْرَةِ عُمُوْمًا قَوْلُ اللهِ عَزَّوَ جَلَّ وَمَا كُنَّا

مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔۔وَمِنْھَامَارَئَیْتُہٗ فِیْ بَعْضِ کُتُبِ التَّفْسِیْرِفِیْ تَفْسِیْرِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ (الشعراء)اَیْ تَقَلُّبَکَ مِنْ بَطْنٍ اِلٰی بَطْنٍ وَمِنْ ظَھْرٍاِلٰی آخَرَفِی السَّاجِدِیْنَ فَھُوَاِشَارَۃٌ وَاضِحَۃٌ اِلٰی اَنَّ آبَاءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ کُلَّھُمْ مُؤْمِنُوْنَ اَوْفِیْ حُکْمِ الْمُؤْمِنِیْنَ،وَمِنْھَااَنَّہٗ ﷺ اَشْرَفُ الْمَخْلُوْقَاتِ وَیَنْبَغِیْ اَنْ لَّایَحُلَّ الشَّرِیْفُ اِلَّافِی الشَّرِیْفِ وَالْحُکْمُ بِکُفْرِھِمَا یُنَافِیْ ذَالِکَ۔ (ھذااوالدی مولفہ العلامۃ سعید رمضان بوطی ص179، ط دمشق)

"مؤمن آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کے کفر کا قول نہیں کر سکتا، بلکہ علماء نے اُس کے مسلمان ہونے پر یا نجات پر کئی دلائل ذکر فرمائے ہیں، اُن میں سے ایک جو سب سے قوی دلیل ہے یہ ہے کہ وہ زمانہ فترت کے تھے، یعنی اُس زمانہ میں زندگی گذاری جس نے نہ گذشتہ نبی کی تعلیمات پائیں نہ اگلے نبی کو پایا، اور اُن کے علی العموم نجات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ رسول بھیجیں"۔۔۔اور ایک دلیل یہ ہے جو بعض تفسیروں میں ہے کہ اللہ کا فرمان ہے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہونا اللہ دیکھتے رہے ہیں، یعنی ایک پیٹ سے دوسرے پیٹ اور ایک پیٹھ سے دوسری پیٹھ کی طرف سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہوئے ہیں، یہ اشارہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سب آباء مومنین تھے، یا مومنین کے حکم میں تھے، اور ایک دلیل یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سب مخلوقات میں سے افضل واشرف ہیں، اور مناسب یہی ہے کہ شرف والا شرف والے میں منتقل ہوا ہو، اور اُن کے کافر ہونے کا حکم لگانا اِس کے خلاف ہے"۔

شیخ محمد غزالی مرحوم (م1416ھ) مسلم شریف کی حدیث سے متعلق فرماتے ہیں،

وَنَحْنُ نَقْبَلُ ھٰذَاالتَّاوِیْلَ حَتّٰی لَایَقَعُ تَعَارُضٌ بَیْنَ السُّنَّۃِ وَالْکِتَابِ،وَقَدْسَمِعْتُ بِاُذُنَیَّ مَنْ یَقُوْلُ اَلْحَدِیْثُ صَحِیْحٌ وَھُوَیُخَصِّصُ عُمُوْمَ الْآیَۃِ فَاَھْلُ الْفَتْرَۃِ

نَاجُوْنَ جَمِیْعًا عَدَا عَبْدِاللہ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ ۔قُلْتُ لَہٗ مَاذَافَعَلَ حَتّٰی یَسْتَحِقَّ وَحْدَہُ النَّارَ ؟کَانَ عَبْدُاللہ شَابًا شَرِیْفًا عَفِیْفًا حَکٰی عَنْہُ التَّارِیْخُ مَایُزِیْنُہٗ،وَلَمْ یَحْکِ عَنْہُ مَایُشِیْنُہٗ،وَالْآیَۃُ خَبْرٌ لَا یَحْتَمِلُ اِسْتِثْنَاءً،فَمَاحِمَاسُکُمْ فِیْ تَعْذِیْبِ عَبْدِ اللہ؟ وَمَاجَرْیُکُمْ ھُنَاوَھُنَاکَ بِھٰذِہِ الشَّائِعَۃِ ؟ وَمَاذَاوَرَاءَ تَاکِیْدِکُمْ اَنَّ اَبَوَیِ الرَّسُوْلِ فِی النَّارِ ؟اِنِّیْ اَشُمُّ رَائِحَۃَ النَّیْلِ مِنْہُ فِیْ ھٰذَاالْحِمَاسِ الْاَعْمٰی

(السنۃ النبویۃ بین اھل الفقہ واھل الحدیث ص145، دارالشروق)

"ہم یہ تاویل قبول کرتے ہیں (کہ حدیث میں اب سے چچامراد ہے) تاکہ سنّت وکتاب میں تعارض نہ رہے، اور میں نے اپنے کان سے سنا ایک شخص کو جو کہہ رہا تھا کہ حدیث صحیح ہے اور یہ عام آیت کی تخصیص کرتی ہے، لہٰذا حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب کے سوا باقی سب اہلِ فترت نجات پائیں گے، میں نے کہا اُس نے کیا قصور کیا کہ وہ اکیلا دوزخ کا حقدار ہو؟ حضرت عبد اللہ معزز پاک دامن نوجوان تھے، تاریخ نے اُن کی ایسی باتیں نقل کیں جو اُن کو اچھا ظاہر کرتی ہیں، اور ایسی باتیں نہیں نقل کیں جو اُن کو عیب دار بنائیں، اور آیت (وَمَاکُنَّامُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا) خبر ہے جس میں استثناء کا احتمال نہیں، تو حضرت عبد اللہ کو سزا کے قابل بتانے میں تمہاری کیسی بہادری ہے؟ ان موقعوں میں اس بات پر تمہاری کیسی جرأت ہے؟ اور تمہاری اس تاکید کے پیچھے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین دوزخ میں ہوں گے کیا ہے؟ میں تو اس اندھی بہادری میں حضرت عبد اللہ کی توہین کی بو محسوس کرتا ہوں"۔

الشیخ سید محمد زکی الدین بن ابراہیم الخلیل صاحب شاذلی ازہری مصری رحمہ اللہ (م1419ھ) فرماتے ہیں،

فَاِنَّ اَبَوَیِ النَّبِیِّ ﷺکَانَامِنْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ فَلَمْ تَبْلُغْھُمَاالرِّسَالَۃُ وَلَمْ یُبْعَثْ فِیْ عَھْدِھِمَا نَبِیٌّ وَاللہ تَعَالٰی یَقُوْلُ وَما کُنَّا مُعَذِّبِینَ حَتَّی نَبْعَثَ رَسُولًا

(الإسْرَاءِ:15) وَالْآيَةُ مُحْكَمَةٌ مِنْ أُمَّهَاتِ الْكِتَابِ فَهِيَ نَاسِخَةٌ اَوْمُسْقِطَةٌ لِمَا عَارَضَهَا مِنْ اَخْبَارِ الْآحَادِحَتّٰى وَلَوْصَحَّتْ نِسْبَةُ هٰذِهِ الْاَخْبَارِمِنَ الْوَجْهَةِ الْفَنِّيَّةِ وَهٰذَاهُوَرَاْئُ الْقَسْطَلَانِىْ وَجَمْهُوْرِ السَّلَفِ، وَقَدْ اَطْبَقَتِ الْاَئِمَّةُ الْجَمْهُوْرِ وَالْاَشَاعِرَةِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنْ اَهْلِ الْاُصُوْلِ وَالشَّافِعِيَّةِ مِنَ الْفُقَهَاءِ عَلٰى اِنَّ مَنْ مَاتَ وَلَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ مَاتَ نَاجِيًاقَالَ السُّيُوْطِىْ وَهٰذَامَذْهَبٌ لَاخِلَافَ عَلَيْهِ بَيْنَ الْاَشَاعِرَةِ وَالشَّافِعِيَّةِ وَجَمْهُوْرِاَهْلِ الْعِلْمِ نَقُوْلُ وَهُوَ لَاشَكَّ اَصْوَبُ۔ (عصمۃ النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ص93)

”نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین زمانہ فترت کے لوگ ہیں، اُن تک رسول کا پیغام نہیں پہنچا نہ اُن کے دور میں کوئی نبی مبعوث ہوا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب تک ہم رسول نہ بھیجیں عذاب نہیں دیتے، آیت محکم ہے، جو اخبارآحاد اِس کے مقابل ہیں چاہے وہ فنی اعتبار سے صحیح بھی ہوں تب بھی یہ آیت یاتو اُن کے لئے ناسخ ہے یانا قابلِ اعتبار کر دینے والی ہے، امام قسطلانی اور جمہور سلف کی یہی رائے ہے، جمہور ائمہ، اشاعرہ اوراُن کے پیروکاراہلِ اصول اور شوافع فقہاء اِس پر متفق ہیں کہ جو فوت ہو اوراُس تک دعوت نہ پہنچی ہو وہ نجات یافتہ ہو کر فوت ہوتا ہے، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اشاعرہ اورشوافع اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے اوراِس میں اختلاف نہیں ہے، کوئی شک نہیں کہ یہ مذہب زیادہ صحیح ہے“۔

علامہ ڈاکٹر محمد یوسف قرضاوی مرحوم(م1444ھ) مسلم شریف کی حدیث کی وضاحت میں فرماتے ہیں،

قُلْتُ مَاذَنْبُ عَبْدِاللهِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ حَتّٰى يَكُوْنَ فِى النَّارِوَهُوَمِنْ اَهْلِ الْفَتْرَةِ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهُمْ نَاجُوْنَ ؟وَكَانَ قَدْخَطَرَلِىْ اِحْتِمَالٌ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُرَادُبِقَوْلِهٖ اِنَّ اَبِىْ هُوَعَمُّهٗ اَبُوْطَالِبِ الَّذِىْ كَفَلَهٗ وَحَدِبَ عَلَيْهِ بَعْدَمَوْتِ

جَدِّہٖ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَاِعْتِبَارُ الْعَمِّ اَبًا اَمْرٌ وَارِدٌ فِی اللُّغَۃِ وَفِی الْقُرْآنِ۔ - - وَ لَاغَرْوَاَنْ یَّکُوْنَ اَبُوْطَالِبِ مِنَ النَّارِ بَعْدَرَفْضِہٖ اَنْ یَّنْطِقَ بِکَلِمَۃِ التَّوْحِیْدِاِلٰی آخِرِلَحْظَۃٍ فِیْ حَیَاتِہٖ ، وَقَدْ صَحَّتْ جُمْلَۃٌ مِنَ الْاَحَادِیْثِ تُنْبِیءُ بِاَنَّہٗ اَھْوَنُ اَھْلِ النَّارِ عَذَابًا،وَلٰکِنْ اُضْعِف ھٰذَاالْاِحْتِمَال عِنْدِیْ اَنَّہٗ خِلَافُ الْمُتَبَادِرِمِنْ نَاحِیَۃٍ وَمِنْ نَاحِیَۃٍ اُخْرٰی مَاذَنْبُ اَبِی الرَّجُلِ السَّائِلِ؟ وَالظَّاھِرُاَنَّ اَبَاہُ مَاتَ قَبْلَ الْاِسْلَامِ،لِھٰذَاتَوَقَّفْتُ فِی الْحَدِیْثِ حَتّٰی یَظْھَرَ لِیْ شَیْءٌ یَشْفِی الصَّدْرَ، اَمَّاشَیْخُنَاالشَّیْخُ مُحَمَّدالْغَزَالِیْ فَقَدْرَفَضَ الْحَدِیْثَ صَرَاحَۃً لِاَنَّہٗ یُنَافِیْ قَوْلَہٗ تَعَالٰی وَمَاکُنَّامُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔

(کیف نتعامل مع السنۃ النبویۃ ص117:118، دارالشروق)

”میں کہتا ہوں کہ جناب عبد اللہ بن عبد المطلب کا کیا قصور ہے کہ وہ دوزخ میں ہوں گے حالانکہ وہ زمانہ فترت کے لوگ ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ زمانہ فترت والے نجات یافتہ ہوں گے، میرے دل میں یہ احتمال آتا تھا کہ شاید حدیث میں لفظ اب سے چچا ابو طالب مراد ہو، جنہوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کفالت کی اور دادا عبد المطلب کی وفات کے بعد آپ پر مہربان رہے، اور چچا کو اب کہنا لغت اور قرآن مجید میں نقل ہے۔۔۔اور یہ کوئی باعث تعجب نہیں کہ ابو طالب اہلِ نار میں سے ہو کہ آخر زندگی تک کلمہ توحید زبان سے نہیں بولا، اور صحیح احادیث ہیں کہ اُس کو سب سے ہلکا عذاب ہو گا، لیکن میرے نزدیک یہ احتمال یوں کمزور لگا کہ ایک اعتبار سے متبادر کے خلاف ہے ، پھر دوسرا پہلو یہ ہے کہ اُس سائل کے باپ کا کیا قصور تھا جب کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی اسلام سے پہلے فوت ہوا، اس لئے میں نے حدیث میں توقف کیا یہاں تک کہ کوئی تسلی بخش بات سامنے آئے لیکن ہمارے استاذ شیخ محمد غزالی نے (جن کا حوالہ گذرا) اِس حدیث کو صاف صاف چھوڑ دیا، کیوں کہ اِن آیات کے خلاف ہے ”ہم عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ رسول بھیج دیں“۔

شیخ محمد ابو بکر عبد اللہ باذیب (سابق استاذ مادۃ العقائد فی کلیۃ العلوم الاسلام جامعۃ السلطان محمد فاتح استنبول) سوال وجواب کے انداز میں فرماتے ہیں،

س: بِمَ وَجَبَتْ مَعْرِفَۃُ الله تَعَالٰی؟

ج: قَالَ الْاَشَاعِرَۃُ وَجَبَتْ مَعْرِفَۃُ الله تَعَالٰی بِالشَّرْعِ بِدَلِیْلِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَمَا کُنَّامُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا،وَقَالَتِ الْمَاتُرِیْدِیَّۃُ وَجَبَتْ بِالْعَقْلِ،وَکَذَالِکَ قَالَتِ الْمُعْتَزِلَۃُ مَعَ وُجُوْدِفَرْقٍ وَاِخْتِلَافٍ بَیْنَہُمَا ۔

س: مَاوَجْہُ الْاِتِّفَاقِ وَالْاِخْتِلَافِ بَیْنَ الْمَاتُرِیْدِیَّۃِ وَالْمُعْتَزِلَۃِ ؟

ج: ہُنَاکَ اَوْجُہٖ لِلْاِتِّفَاقِ وَالْاِخْتِلَافِ،وَھِیَ

(ا) اَمَّاوَجْہُ الْاِتِّفَاقِ فَھُوَوُجُوْبُ مَعْرِفَۃِ الله تَعَالٰی بِالْعَقْلِ کَمَاسَبَقَ

(ب) وَاَمَّاوَجْہُ الْاِخْتِلَافِ فَھُوَمَعْرِفَۃُ الشَّرَائِعِ وَالْاَحْکَامِ، فَعِنْدَ الْمَاتُرِیْدِیَّۃِ اَنَّ مَعْرِفَۃَ الشَّرَائِعِ لَاتَکُوْنُ اِلَّاعَنْ طَرِیْقِ الشَّرْعِ،اَیْ بِاِرْسَالِ الرُّسُلِ، فَوَافَقُوا الْاَشَاعِرَۃَ فِیْ ھٰذِہِ الْمَسْأَلَۃِ،وَاَمَّاالْمُعْتَزِلَۃُ فَقَالُوْااِنَّ مَعْرِفَۃَ الشَّرَائِعِ وَجَبَتْ بِالْعَقْلِ اَیْضًا،مِثْلَ مَعْرِفَۃِ الله سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،وَھٰذِہِ الْمَسْأَلَۃُ تُعْرَفُ بِمَسْأَلَۃِ التَّحْسِیْنِ وَالتَّقْبِیْحِ وَھٰذَاخُلَاصَتُھَا۔

س: مَافَائِدَۃُ مَعْرِفَۃِ الْخِلَافِ فِیْ وُجُوْبِ الْمَعْرِفَۃِ ؟

ج: فَائِدَتُھَااَنَّ جَمْھُوْرَاَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ یَقُوْلُوْنَ بِنِجَاۃِ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ وَالدَّلِیْلُ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَمَاکُنَّامُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا(الاسراء:15)وَاَمَّا الْمُعْتَزِلَۃُ فَیَقُوْلُوْنَ اِنَّ اَھْلَ الْفَتْرَۃِ مُعَذَّبُوْنَ لِاَنَّ مَعْرِفَۃَ الله وَاجِبَۃٌ عَلَیْھِمْ مِنْ طَرِیْقِ الْعَقْلِ،وَتَابَعَ الْمُعْتَزِلَۃَ بَعْضُ الْاَحْنَافِ مِنَ الْمَاتُرِیْدِیَّۃِ کَالْمُلَّا عَلِیِّ الْقَارِی الْحَنَفِیْ (ت 1014ھ)اَلَّذِیْ ذَھَبَ اِلٰی اَنَّ وَالِدَیِ النَّبِیِّ ﷺ غَیْر

نَاجِيَيْنِ مُعْتَمِدًا عَلٰى عِبَارَةٍ وَرَدَتْ فِيْ بَعْضِ نُسَخِ الْفِقْهِ الْاَكْبَرِ لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللہ نَصُّهَا "وَاَبَوَا النَّبِيِّ مَاتَا عَلَى الْكُفْرِ" وَلٰكِنْ رَدَّ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ الْمُحَقِّقِيْنَ عَلَى الْمُلَّا عَلِيِّ الْقَارِيْ وَاتَّفَقَتْ كَلِمَتُهُمْ عَلٰى اِنَّ نَصَّ عِبَارَةِ الْفِقْهِ الْاَكْبَرِ الصَّحِيْحَةِ هِيَ "وَاَبَوَا النَّبِيِّ مَامَاتَا عَلَى الْكُفْرِ" وَاِنَّمَا سَقَطَتْ مَا النَّافِيَةُ مِنَ النُّسَخِ الَّتِيْ رَآهَا الْقَارِيْ، وَمِمَّنْ رَدَّ عَلَى الْمُلَّا الْقَارِيْ اَلْعَلَّامَةُ مُحَمَّدُ بْنُ رَسُوْلِ الْبَرْزَنْجِيْ الْحُسَيْنِيْ الْمَدْنِيْ(ت1101ھ) بِكِتَابٍ كَبِيْرٍ سَمَّاهُ (سَدَادُ الدَّين وَسِدَادُ الدِّيْن) وَمِنَ الْمُتَأَخِّرِيْنَ مِنْ عُلَمَاءِ الدَّوْلَةِ الْعُثْمَانِيَةِ اَلشَّيْخُ الْمُحَقِّقُ مُحَمَّدْ زَاهِدُ الْكَوْثَرِی (ت1371ھ) رَحِمَهُمُ اللہ اَجْمَعِين

(تبسیط متن الفقہ الاکبر ص12:13، دارالصالح قاہرہ)

سوال: کس چیز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت واجب ہے؟

جواب: اشاعرہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت شریعت کے ذریعے واجب ہوتی ہے، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ رسول بھیج دیں" اور ماتریدیہ فرماتے ہیں اللہ کی معرفت عقل کے ذریعے واجب ہے، معتزلہ بھی اِسی کے قائل ہیں، البتہ دونوں میں فرق ہے۔

سوال: ماتریدیہ اور معتزلہ کے درمیان اتفاق اور اختلاف کی کیا صورت ہے؟

جواب: اتفاق اور اختلاف کی کئی وجہیں ہیں، وہ یہ کہ اتفاق کی صورت یہ ہے کہ (دونوں کے نزدیک) عقل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت واجب ہے جیسا کہ بیان ہوا، اور اختلاف کی صورت شرائع اور احکام کی معرفت ہے، ماتریدیہ کے نزدیک احکام کی معرفت صرف شریعت کے طریقے سے یعنی رسولوں کے بھیجنے کے ذریعے ہی ہو سکتی ہے، تو ماتریدیہ اِس مسئلہ میں اشاعرہ کے موافق

ہو گئے، اور معتزلہ کہتے ہیں کہ احکام کی معرفت اللہ تعالیٰ کی معرفت کی طرح عقل کے ذریعے بھی ہوتی ہے، یہ مسئلہ تحسین و تقبیح سے مشہور ہے، یہ اُس کا خلاصہ ہے۔

سوال: اِس معرفت کے واجب ہونے کے اختلاف کو جاننے کا فائدہ (اور نتیجہ) کیا ہے؟

جواب: فائدہ یہ ہے کہ جمہور اہلِ سنّت والجماعت زمانہِ فترت والوں کی نجات کے قائل ہیں، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ رسول بھیج دیں" اور معتزلہ قائل ہیں کہ زمانہ فترت والوں کو عذاب ہو گا، کیوں کہ عقل کے ذریعے اُن پر اللہ تعالیٰ کی معرفت واجب ہے، بعض ماتریدی احناف نے جیسے ملا علی قاری حنفی ہیں معتزلہ کی پیروی کی، کہ اِس طرف چلے گئے کہ نبی کریم ﷺ کے والدَین نجات نہیں پائیں گے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اکبر کے کسی نسخہ میں موجود اِس عبارت پر اعتماد کر لیا "اور حضور ﷺ کے والدَین نے کفر پر وفات پائی"، لیکن کئی علماء محققین نے ملا علی قاری پر رد کیا، اور ایک ہی بات کہی کہ فقہ اکبر کی صحیح عبارت یوں تھی وَوَالِدَارَسُوْلِ اللهِ مَامَاتَاعَلَى الْكُفْر (اور آپ ﷺ کے والدَین نے کفر پر وفات نہیں پائی) اِس میں ایک مَا اُن نسخوں سے گر گئی جن کو ملا علی قاری نے دیکھا، رد کرنے والوں میں سے علامہ محمد بن رسول برزنجی حسینی مدنی ہیں، جنہوں نے عظیم کتاب سَدادالدَّین وسِدادالدِّین کے ذریعے رد کیا، اور متأخرین علماء میں سے خلافتِ عثمانیہ کے عالم شیخ محقق محمد زاہد کوثری ہیں رحمہم اللہ۔

ملا علی قاری وغیرہ بعض حضرات نے کہہ دیا کہ سب اہلِ فترت کو کفر و شرک کے سبب آخرت میں ہمیشہ کے لئے عذاب ہونے پر اجماع ہے، اِس سے متعلق عرب محقق علامہ احمد بن عبدالعزیز بن مقرن القصیر صاحب فرماتے ہیں،

فَاِنْ قُلْتَ فَمَاجَوَابُكَ عَنِ الْاِجْمَاعِ الَّذِىْ حَكَاهُ الْقُرَافِىْ فِىْ تَعْذِيْبِ اَهْلِ الْفَتْرَةِ عُمُوْمًاوَمَاحَكَاهُ الْمُلَّاعَلِيّ الْقَارِىْ مِنْ تَعْذِيْبِ الْاَبَوَيْنِ خَصُوْصًا؟

وَالْجَوَابُ اَنَّ دَعْوَی الْاِجْمَاعِ عَلٰی تَعْذِیْبِ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ عُمُوْمًامُعَارَضٌ بِمَا وَرَدَفِی الْقُرْآنِ الْکَرِیْمِ مِنْ عُذْرِھِمْ بِالْفَتْرَۃِ وَھِیَ نُصُوْصٌ قَطْعِیَّۃٌ لَاتَحْتَمِلُ التَّاوِیْلَ وَمُعَارَضٌ بِمَاجَاءَ فِی السُّنَّۃِ النَّبَوِیَّۃِ مِنْ اَنَّ اَھْلَ الْفَتْرَۃِ یُمْتَحَنُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ،وَدَعْوَی الْاِجْمَاعِ لَابُدَّ وَاَنْ یَّکُوْنَ لَھَا مُسْتَنَدٌمِنْ کِتَابٍ اَوْسُنَّۃٍ وَاَنْ لَّاتُخَالِفَ شَیْئًا مِنَ النُّصُوْصِ وَغَالِبًامَّایُحْکَی الْاِجْمَاعُ وَلَا تَجِدُلَہٗ اَصْلًا، اَوْیَکُوْنَ اَصْلَہٗ مُخْتَلَفٌ فِیْ حُجِّیَّتِہٖ ۔۔وَاَمَّادَعْوَی الْمُلَّا عَلِیِّ بْنِ سُلْطَانَ الْقَارِی الْاِجْمَاعَ عَلٰی اِنَّ الْاَبَوَیْنَ مَاتَاعَلَی الْکُفْرِ فَھِیَ دَعْوٰی عَارِیَۃٍ عَنِ الصِّحَّۃِ فَکَیْفَ یُحْکَی الْاِجْمَاعُ فِیْ زَمَنٍ مُتَأَخِّرٍ جِدًّا۔۔وَلَااَعْلَمُ اَحَدًا اِدَّعَی الْاِجْمَاعَ قَبْلَہٗ،عَلٰی اِنَّ دَعْوَی الْاِجْمَاعِ تَحْتَاجُ اِلٰی تَحْقِیْقٍ ۔۔ فَلَیْسَ کُلُّ مَایُحْکٰی فِیْہِ الْاِجْمَاعُ یَجِبُ التَّسْلِیْمُ لَہٗ۔

(الاحادیث المشکلۃ الواردۃ فی تفسیر القرآن الکریم ص337، دار ابن الجوزی)

”اگر کہو کہ قرافی نے نقل کیا ہے کہ سب ہی اہلِ فترت کو عذاب ہونے پر اجماع نقل ہے، اور ملا علی قاری نے بالخصوص نبی کریم ﷺ کے والدین کے عذاب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، اُس کا کیا جواب ہے؟ جواب یہ ہے کہ سب اہلِ فترت کو عذاب ہونے پر اجماع کا دعوی قرآن مجید کی اُن نصوص کے خلاف ہے جن میں فترتِ وحی کے سبب اُن کا معذور ہونا بیان ہے، وہ ایسی نصوص ہیں جو تاویل کا احتمال نہیں رکھتیں، نیز یہ دعوی اُن احادیث کے خلاف ہے جن میں آیا کہ اہلِ فترت کا روزِ قیامت امتحان ہو گا، اور اجماع کے دعوی کے لئے قرآن وسنّت سے سند ضروری ہے، اور ضروری ہے کہ کسی نص کے خلاف نہ ہو، عام طور پر اجماع نقل کیا جاتا ہے لیکن اُس کی اصل نہیں ملتی، یا اصل حجیت بننے میں اختلافی ہوتی ہے ۔۔۔ اور ملا علی قاری نے جو آپ ﷺ کے والدین سے متعلق اِس پر اجماع کا دعوی کیا کہ وہ کفر پر فوت ہوئے، یہ دعوی صحت سے خالی ہے،

اتنا بعد کے زمانہ میں کیسے اجماع نقل کرتے ہیں۔۔۔ حالانکہ اُن سے پہلے کسی سے اِس پر اجماع کا دعوی معلوم نہیں، پھر اجماع کا دعوٰی ثبوت کا محتاج ہے۔۔ لہٰذا جس کسی بات میں اجماع نقل ہو ضروری نہیں کہ تسلیم کر لیا جائے (آگے لکھتے ہیں کہ) اگر بالفرض مان لیا جائے تو بس اتنی بات ہو گی کہ دنیاوی احکام کے لحاظ سے اُن کا حکم شرک پر وفات پانے والوں کا ہو گا یعنی استغفار منع ہونا وغیرہ، لیکن یہ ان کے اہلِ جہنّم میں سے ہونے پر محمول نہیں کیا جاسکتا"۔

الشیخ بلال فیصل البحر بغدادی بھی فرماتے ہیں

وَاحْتَجُّوْابِالْاِجْمَاعِ الَّذِیْ نَقَلَہٗ ابْنُ الْجَوْزِیْ وَابْنُ دِحْیَۃَ وَاَقَرَّھُمَاعَلَیْہِ الْمُلَّاوَالْحَلْبِیْ اَنَّھُمَافِی النَّارِ،وَقَدْتَقَدَّمَ نَقْضُ دَعْوَی الْاِجْمَاعِ،فَقَدْحَکَی الْخِلَافَ وَاَثْبَتَہٗ فِی الْمَسْئَلَۃِ اِبْنُ کَمَالِ بَاشَا،وَنَاقَضَ الْمُلَّانَفْسَہٗ،فَاَثْبَتَ الْخِلَافَ فِی الْمَسْئَلَۃِ فِیْ شَرْحِ الْمِشْکَاۃِ،وَھٰذَاالَّذِیْ حَکَوْہُ مِنَ الْاِجْمَاعِ غَلَطٌ بِیَقِیْنٍ الخ (تحقیق المقال فی محاکمۃ الملاوالجلال:82،81، دارالبصائر)

"ان لوگوں نے اس اجماع کو بھی حجت بنایا جس کو ابن جوزی اور ابن دحیہ نے نقل کیا ہے، اور ملا علی قاری اور حلبی نے اس کو بر قرار رکھا (ثابت مان لیا کہ اس پر اجماع ہے) کہ آپ ﷺ کے والدین دوزخ میں ہوں گے، جب کہ اجماع کے دعوی کا ٹوٹنا بیان ہو چکا ہے، ابن کمال پاشا نے اس مسئلہ میں اختلاف نقل کیا ہے، خود ملا علی قاری بھی تعارض کا شکار ہو گئے کہ شرح مشکوۃ میں اس بارے میں اختلاف ثابت مانا ہے، بہر حال جس اجماع کو نقل کر رہے ہیں، یہ یقینی طور پر غلط ہے"

شیخ محمد بن عبد الرحمن الخمیس فرماتے ہیں،

فَھٰذَاالْاَمْرُعَلٰی خِلَافِ مَذْھَبِ جَمْھُوْرِاَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ مِنَ السَّلَفِ الصَّالِحِ فَالْمُقَرَّرُمِنْ مَذْھَبِھِمْ اَنَّ الْعَقْلَ وَاِنْ کَانَ مُدْرِکًالِمَعْرِفَۃِ اللہِ وَلٰکِنَّہٗ

غَیْرُ مُوْجِبٍ ،فَلَاتَتِمُّ الْحُجَّۃُ عَلَی الْعَبْدِ بِمُجَرَّدِعَقْلِہٖ مَالَمْ تَبْلُغْہُ دَعْوَۃُ الرُّسُلِ ،دَلَّ عَلٰی ذَالِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَمَاکُنَّامُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا،فَھٰذِہِ الْآیَۃُ صَرِیْحَۃٌ فِیْ عَدْمِ تَعْذِیْبِ مَنْ لَّمْ تَبْلُغْہُ دَعْوَۃُ الرُّسُلِ عَلَیْھِمُ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ وَھٰذِہٖ ھِیَ عَقِیْدَۃُ السَّلَفِ،فَقَدْبَوَّبَ الْاِمَامُ الْاَلْکَائِیْ رَحِمَہُ اللہ فِیْ کِتَابِ شَرْحِ اُصُوْلِ اِعْتِقَادِاَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ ،سِیَاقُ مَایَدُلُّ مِنْ کِتَابِ اللہ عَزَّوَجَلَّ وَمَا رُوِیَ عَنْ رَسُوْلِ اللہ ﷺعَلٰی اِنَّ وُجُوْبَ مَعْرِفَۃِ اللہ تَعَالٰی وَصِفَاتِہٖ بِالسَّمْعِ لَابِالْعَقْلِ،ثُمَّ قَالَ وَھٰذَامَذْھَبُ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ

(اصول الدین عند الامام ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ج1ص231:232،ط دارالصمیعی)

"یہ بات جمہور اہل سنت والجماعت اسلاف صالحین کے خلاف ہے،اُن کے نزدیک یہ مذہب محقق ہے کہ عقل اگرچہ اللہ کی معرفت کاادراک کرسکتا ہے لیکن یہ بات واجب کرنے والی نہیں ہے،تو محض عقل سے بندے پر حجت تام نہیں ہوتی جب تک اُس تک رسولوں کی دعوت نہ پہنچے،اِس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے"اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ رسول بھیج دیں" یہ آیت صریح ہے کہ جس تک رسولوں کی دعوت نہیں پہنچی اُس کوعذاب نہیں ہو گا،اور یہی اسلاف کاعقیدہ ہے،چنانچہ امام الکائی رحمہ اللہ اپنی کتاب شرح اصول عقائد اہل السنۃ والجماعہ میں فرماتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیثِ نبوی کا سیاق بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اُس کی صفات کی پہچان واجب ہوناوحی سے سن کر ہو سکتا ہے عقل سے نہیں ہو سکتا، پھر فرمایا یہی اہلِ سنّت والجماعت کا مذہب ہے"۔

شیخ احمد احمد غلوش لکھتے ہیں،

یَذْھَبُ جَمْھُوْرُ الْعُلَمَاءِ اِلٰی اَنَّ اَھْلَ الْفَتْرَۃِ نَاجُوْنَ،لِاَنَّہٗ لَاتَکْلِیْفَ قَبْلَ الْبَعْثَۃِ بِدَلَالَۃِ الْآیَاتِ التَّالِیَۃِ ،یَقُوْلُ اللہ تَعَالٰی وَمَاکُنَّامُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا،

وَالْاٰیَۃُ اَسَاسٌ لِلْجَمْھُوْرِالَّذِیْنَ یَرَوْنَ اَنَّ وُصُوْلَ الرِّسَالَۃِ اِلَی النَّاسِ شَرْطٌ لِلْمَسْئُوْلِیَّۃِ،یَقُوْلُ قَتَادَۃَ اِنَّ اللہ لَیْسَ بِمُعَذِّبٍ اَحَدًاحَتّٰی یَسْبِقَ اِلَیْہِ مِنَ اللہ خَبْرٌاَوْتَاتِیَہٗ مِنَ اللہ بَیِّنَۃٌ،وَیَقُوْلُ اللہ تَعَالٰی وَلَوْلَااَنْ تُصِیْبَھُمْ مُّصِیْبَۃٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ فَیَقُوْلُوْارَبَّنَالَوْلَااَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ آیَاتِکَ وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ،وَالْاٰیَۃُ وَاضِحَۃٌ فِیْ ثُبُوْتِ الْعُذْرِلِاَھْلِ الْفَتْرَۃِ عَلٰی عَدْمِ اِیْمَانِھِمْ، وَدَلَالَتِھَاعَلٰی ضَرُوْرَۃِ تَبْلِیْغِ الدَّعْوَۃِ عَلٰی وَجْھِھَاالصَّحِیْحِ عَنْ طَرِیْقِ رَسُوْلِ اللہ اَوْبِوَاسِطَۃِ مَنْ یَکْفُلُہٗ مِنَ الدُّعَاۃِ،وَعَلٰی ھٰذَافَآبَاءُ النَّبِیِّ ﷺ الْقَرِیْبُوْنَ کَانُوْا مِنَ الْحُنَفَاءِ،عَلٰی اَقَلِّ تَقْدِیْرٍ،وَلَیْسَ بِضَرُوْرِیٍّ اَنْ یَکُوْنُوْا عَلٰی رِسَالَۃٍ دِیْنِیَّۃٍ کَامِلَۃٍ عَقِیْدَۃً وَشَرِیْعَۃً،وَاَمَّاالْاَبَوَانِ الشَّرِیْفَانِ فَھُمَامِنْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ بِاِجْمَاعٍ، لِتَأَخَّرِ زَمَانِھِمَا وَبُعْدِ مَا بَیْنَھُمَاوَبَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ السَّابِقِیْنَ ،فَآخِرُنَبِیٍّ بُعِثَ لِلْعَرَبِ ھُوَاِسْمَاعِیْلُ وَبَیْنَہٗ وَبَیْنَ مُحَمَّدٍﷺ ثَلَاثَۃُ اٰلَافِ سَنَۃٍ وَلَمْ یُعَمَّرَاطَوِیْلًا۔

(السیرۃ النبویۃ والدعوۃ فی العھد المکی ص142:143، ط موسسۃ الرسالۃ)

”جمہور علماء کا مذہب ہے کہ زمانہ فترت والے نجات پائیں گے کیوں کہ رسول بھیجنے سے پہلے تکلیفِ احکام نہیں، جس کی دلیل یہ آیت ہے ”ہم عذاب دینے والے نہیں یہاں تک کہ رسول بھیج دیں “ یہ آیت جمہور کی اساس ہے جن کی رائے ہے کہ لوگوں تک رسول پہنچنا مسئولیت (آخرت کی پوچھ گوچھ) کے لئے شرط ہے، حضرت قتادہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دیں گے یہاں تک کہ پہلے اللہ کی طرف سے کوئی خبر آئے یا واضح دلیل پہنچے، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اُن کو کوئی مصیبت پہنچتی اُن کے ہاتھوں کے کئے ہوئے اعمال کی بدولت اور کہتے کہ اے ہمارے رب! آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ

بھیجا کہ آپ کے احکام کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں سے ہوتے" یہ آیت اس بارے میں واضح ہے کہ ایمان نہ ہونے میں زمانہ فترت والے معذور ہیں، اور دلیل ہے کہ اللہ کے رسول کے ذریعے سے یا جو داعی دعوت کا مکلف ہو اُس کے ذریعے سے صحیح طریقے پر دعوت پہنچنا ضروری ہے، اس بناء پر حضور ﷺ کے قریبی آباء تو کم از کم بت پرستی سے یکسو تھے، اور اُن کا عقیدے وعمل کے اعتبار سے کسی دین کامل پر ہونا ضروری نہیں، اور آپ ﷺ کے والدین تو بالاجماع زمانہ فترت کے لوگوں میں سے ہیں، کیوں کہ اُن کا زمانہ مؤخر ہے، اور اُن کے اور پچھلے انبیاء کے درمیان کافی دوری ہے، کیوں کہ آخری نبی جو عرب کی طرف مبعوث تھے وہ اسماعیل علیہ السلام تھے، اور حضرت اسماعیل اور حضور علیہم السلام کے درمیان تین ہزار سال ہیں، جب کہ اُن کو (نبی کریم ﷺ کے والدین کو) لمبی عمر بھی نہیں ملی ہے"۔

شیخ بلال فیصل البحر بغدادی فرماتے ہیں

وَالْقَوْلُ الْمَنْصُوْرُ كَمَاقَالَ الزَّرْكَشِيْ اَنَّ حُسْنَ الْاَشْيَاءِ وَقُبْحِهَاثَابِتٌ بِالْعَقْلِ لَامَجَالَ لِاِنْكَارِهٖ،بَلْ اِنْكَارُهٗ كَمَاقَالَ الشَّوْكَانِيْ مُكَابَرَةٌ،لٰكِنَّ الثَّوَابَ وَالْعِقَابَ يَتَوَقَّفُ عَلَى الشَّرْعِ،فَنُسَمِّيْهِ قَبْلَ الشَّرْعِ حُسْنًاوَقُبْحًا،وَلَايَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ اِلَّابَعْدَوُرُوْدِالشَّرْعِ،وَهُوَالَّذِيْ ذَكَرَهٗ سَعْدُالزَّنْجَانِيْ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ وَاَبُوالْخَطَّابِ مِنَ الْحَنَابِلَةِ،وَذَكَرَهُ الْحَنَفِيَّةُ وَحَكَوْهُ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ نَصًّا،قَالَ وَهُوَالْمَنْصُوْرُلِقُوَّتِهٖ مِنْ حَيْثُ النَّظَرِوَآيَاتِ الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَسَلَامَتِهٖ مِنَ التَّنَاقُضِ وَاِلَيْهِ اِشَارَاتُ مُحَقِّقِيْ مُتَاَخِّرِيْنَ الْاُصُوْلِيِّيْنَ وَالْكَلَامِيِّيْنَ۔ (تحقیق المقال فی محاکمۃ الملاوالجلال:64،65،دارالبصائر، قاہرہ)

"مضبوط قول جیسا کہ امام زرکشی فرماتے ہیں یہ ہے کہ چیزوں کا اچھا اور برا عقل سے ثابت ہے جس کے انکار کی گنجائش نہیں، بلکہ شوکانی کی فرمان کے مطابق اس کا انکار محض ضد

ہے، لیکن ثواب اور سزا شریعت پر موقوف ہے، تو ہم شریعت وارد ہونے سے پہلے کسی کام سے متعلق اچھا اور برا ہونے کا نام دے سکتے ہیں، لیکن شریعت آجانے سے پہلے اس پر ثواب اور سزا مرتب نہیں ہوتی، شوافع میں سے سعد زنجانی نے اور حنابلہ میں سے ابو الخطاب نے یہی ذکر کیا ہے ، اور اس کو احناف نے ذکر کیا ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے صراحت نقل کی ہے (زرکشی مزید فرماتے ہیں) عقلی طور پر اور قرآنی آیات کے اعتبار سے یہی قول مضبوط ہے، اور تعارض سے محفوظ ہے، متاخرین محققین علماء اصولیین و متکلمین کے اشارات اسی طرف ہیں"

مزید فرماتے ہیں

وَمِنَ الْغَلَطِ فِیْ هٰذِهِ الْمَسْاَلَۃِ اَنْ یُّظَنَّ اَنَّ ظَوَاهِرَالنُّصُوْصِ الَّتِیْ وَقَعَ فِیْهَا اِطْلَاقُ الْکُفْرِ عَلٰی اَهْلِ الْجَاهِلِیَّۃِ یَقْتَضِیْ اَنَّهُمْ مُعَذَّبُوْنَ فِی الْاٰخِرَۃِ،وَلَیْسَ کَذَالِکَ،وَلَایَسْتَقِیْمُ الْاِحْتِجَاجُ بِذَالِکَ عَلٰی تَعْذِیْبِهِمْ،وَاِنَّمَامُرَادُمَنْ اُطْلِقَ اِسْمُ الْکُفْرِعَلَیْهِمُ الْاِخْبَارُعَنْ حَالِهِمْ وَمَاکَانُوْاعَلَیْہِ مِنَ الشِّرْکِ،وَلَایُحْکَمُ بِتَعْذِیْبِهِمْ وَاسْتِحْقَاقِهِمُ التَّخْلِیْدُ فِی النَّارِفِی الْاٰخِرَۃِ،اِلَّااَنْ ثَبَتَ اِدْرَاکُهُمُ الْبَلَاغُ ،فَوَجَبَ تَاوِیْلُہٗ وَصَرْفُہٗ عَنْ ظَاهِرِہٖ،وَلَیْسَ هُوَاِلَّامَا ذَکَرْنَاہُ،وَ اِنَّمَانَبَّهْتُ عَلٰی هٰذَالِئَلَّایُغْتَرَّ بِهٰذِهِ الظَّوَاهِرِ،وَقَدْوَقَعَ هٰذَالِبَعْضِ الْعَصْرِیِّیْنَ۔

(تحقیق المقال فی محاکمۃ الملا والجلال:67، دار البصائر)

"اس مسئلہ سے متعلق غلطیوں میں سے ہے کہ ظاہر نصوص جن میں دورِ جاہلیت والوں پر کفر کا اطلاق ہوا ہے، ان سے متعلق یہ گمان کیا جائے کہ یہ نصوص مقتضی ہیں کہ ان کو آخرت میں عذاب ہوگا (اور اس کے لئے آخرت میں کافروں کو عذاب ہونے کی عام آیات دلیل بنالی جائیں، مرتب) حالاں کہ ایسا نہیں، بلکہ ان پر کفر کا اطلاق کرنے سے مقصود محض ان کے حال کی اور جس شرک پر تھے اس کی خبر دینا ہے، اور ان کے عذاب دیئے جانے اور آخرت میں ہمیشہ کے

لئے جہنمی ہونے کے استحقاق (حقدار ہونے) کا حکم نہیں لگے گا مگر تب جب ان تک پہنچنے والی دعوت کو پانا ثابت ہو، لہٰذا ان نصوص کی تاویل کرنا اور ظاہر سے پھیرنا واجب ہے، اور بات محض وہی ہے جو ہم نے ذکر کی، میں نے اس پر اس لئے تنبیہ کر دی تاکہ ان ظواہر نصوص سے دھوکہ نہ کھایا جائے، اور یہ بعض ہم عصر لوگوں کو پیش آیا ہے (کہ انہوں نے واقعی یہ دھوکہ کھایا ہے)"۔

اس ساری بحث سے واضح ہے کہ متکلمین اشاعرہ اور ماتریدیہ میں سے بہت سے حضرات اور جمہور اہلِ علم زمانہ فترت والوں کی نجات کے قائل ہیں، البتہ ماتریدیہ میں سے کئی وہ بھی ہیں جو اُن اہلِ فترت کی نجات کے قائل نہیں جنہوں نے حالتِ شرک میں وفات پائی ہو چاہے ان تک دعوت نہ پہنچی ہو، اہلِ سنّت والجماعت کے نزدیک اشاعرہ اور ماتریدیہ دونوں اہلِ سنّت والجماعت ہیں، ان کا اختلاف بس اس درجہ کا ہے جس درجہ کا اختلاف ائمہ اربعہ کا ہے، علماء دیوبند اشعریت پسند ماتریدیہ ہیں ۔

لیکن مفتی رضوان خان صاحب نے جس شیخ احمد بن صالح زہرانی صاحب کی تحریر نقض مسالک السیوطی کی کئی عبارات کو پسند کرتے ہوئے ان کا سہارا لینے کی کوشش کی ہے، امید ہے کہ اُنہیں معلوم ہو گا کہ زہرانی صاحب اس درجہ غالی اور متعصب غیر مقلد ہے کہ امام ابوالحسن اشعری اور امام رازی اور اشاعرہ رحمہم اللہ کو اہلِ سنت والجماعت نہیں سمجھتا، وہ لکھتا ہے

وَالْحَقُّ اَنَّ الْاَشَاعِرَةَ لَيْسُوْا مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ اَصْلًا،وَاِنْ كَانُوْا اَقْرَبَ مِنْ غَيْرِهِمْ لِاَهْلِ السُّنَّةِ،وَلَوْقَالَ اَنَّ الرَّازِيْ هُوَاِمَامُ الْاَشَاعِرَةِ فِيْ زَمَانِهٖ لَكَانَ لَهٗ ذَالِكَ،اَمَّاالسُّنَّةُ فَهِيَ مِنْهُ بُرَاءٌ الخ۔ (نقض مسالک السیوطی ص105)

"حق یہ ہے کہ اشاعرہ سرے سے اہلِ سنت میں سے ہی نہیں ہیں، اگرچہ دوسروں کی بہ نسبت اہلِ سنت کے زیادہ قریب ہیں، اگر سیوطی کہے کہ امام رازی اپنے زمانہ میں اشاعرہ کا امام ہے تو اُن کے لئے گنجائش ہے، لیکن اہلِ سنت تو اُس سے بری ہیں"۔

زمانۂ فترت والوں کی نجات کے قائل علماء کے بعض دلائل:

1. وَلَا تَزِرُوَازِرَةٌ وِّزْرَاُخْرٰی وَمَاکُنَّامُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلاً
(الاسراء:15)

"کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور ہم جب تک رسول نہ بھیجیں عذاب دینے والے نہیں ہیں"۔

پہلا جملہ قیامت کے دن کے حال کا بیان ہے، تو دوسرا جملہ بھی قیامت کے دن کے حال کا بیان ہو سکتا ہے گو دنیا میں عذاب نہ ہونے کا بھی یہی قانون ہو، تو زمانہ فترت کے جن لوگوں کے پاس کوئی نبی و رسول نہیں آیا، اور اُن تک کسی نبی و رسول کی دعوت نہیں پہنچی، اُن کو عذاب نہیں ہو گا، اور عذاب نہ ہونے کا معنی نجات ہونا ہے۔

2. رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّایَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللہِ حُجَّةٌ بَعْدَالرُّسُلِ
(النساء:165)

"ایسے رسول بھیجے جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے تاکہ رسولوں کے آنے کے بعد اللہ کے ذمہ بندوں کی حجت نہ رہے"۔

معلوم ہوا کہ بغیر رسول بھیجے بندوں پر حجت تام نہیں ہوتی، اور حجت تام نہ ہو تو عذاب کے مستحق نہیں ہوتے، تو جن زمانہ فترت والوں کے پاس رسول نہیں آیا، اور دعوت نہیں پہنچی، تو اُن کی حجت باقی ہے، تو ان کو عذاب نہ ہو گا۔

3. کُلَّمَا اُلْقِیَ فِیْهَافَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ، قَالُوْابَلٰی الایۃ
(الملک:8:9)

"جب دوزخ میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی اُس کے دربان فرشتے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ کہیں گے ضرور آیا، لیکن ہم نے اُن کو جھٹلایا"۔

معلوم ہوا کہ جہنّم میں وہ جائیں گے جن کے پاس کوئی نبی ورسول آیاہو،اور اُس کی دعوت پہنچی ہو،تو جن زمانہ فترت والوں کے پاس کوئی نبی ورسول نہیں آیا،اور دعوت نہیں پہنچی، وہ نجات پائیں گے،ورنہ تو وہ کہہ سکیں گے کہ ہمارے پاس کوئی نبی ورسول نہیں آیا،نہ دعوت پہنچی،اور یہ بات اُن کی سچ بھی ہو گی،تو جہنّم کے فرشتوں کی ڈانٹ ایسوں پر نہیں پڑنی۔

4. حَتّٰی اِذَاجَاءُوْ ھَافُتِحَتْ اَبْوَابُھَاوَقَالَ لَھُمْ خَزَنَتُھَااَلَمْ یَأْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَتْلُوْنَ عَلَیْکُمْ آیَاتِ رَبِّکُمْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَاءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا، قَالُوْا بَلٰی الایۃ (الزمر:71)

”جب کافرلوگ دوزخ پر آئیں گے تو دوزخ کے دروازے کھولے جائیں گے اور اُن کو دوزخ کے دربان فرشتے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے وہ رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سناتے اور تمہارے اِس دن کی ملاقات سے تمہیں ڈراتے تھے؟وہ کہیں گے ضرور آئے تھے“۔

معلوم ہوا کہ زمانہ فترت کے وہ لوگ دوزخ میں داخل ہونے والے کافروں میں شامل نہ ہوں گے،جن کے پاس رسول نہیں آئے اور دعوت نہیں پہنچی۔

5. یَامَعْشَرَالْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَأْتِکُمْ رُسُلٌ مِنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ آیَاتِ رَبِّکُمْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَاءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا،قَالُوْابَلٰی شَھِدْنَا عَلٰی اَنْفُسِنَا (الانعام:130)

”جہنّم کے مستحق لوگوں کو اللہ فرمائیں گے اے جن وانسانوں کی جماعت!کیا تمہارے پاس تمہی میں سے وہ رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں میری آیات پڑھ کر سُناتے اوراِس روزِ قیامت کی ملاقات سے تمہیں ڈراتے؟وہ کہیں گے ضرور آئے تھے“۔

معلوم ہوا کہ اُن لوگوں میں زمانہ فترت والے وہ لوگ شامل نہیں ہوں گے، جن کے پاس کوئی نبی ورسول نہیں آیا، نہ دعوت پہنچی۔

6. یٰاَھْلَ الْکِتَابِ قَدْجَآءَکُمْ رَسُوْلُنَایُبَیِّنُ لَکُمْ عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْ امَاجَاءَنَامِنْ بَشِیْرٍوَّ لَانَذِیْرٌ (المائدۃ:19)

”اے اہلِ کتاب! تحقیق تمہارے پاس ہمارے رسول آچکے ہیں رسولوں کے بندش کے بعد تاکہ یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوشخبری دینے والا آیا نہ ڈرانے والا“۔

معلوم ہوا کہ بندوں کا عذر تب ختم ہوتا ہے جب اُن کے پاس کوئی رسول آجائے، اور رسول کی دعوت پہنچ جائے، اوراللہ تعالیٰ عذر ختم کرنے کے لئے رسول بھیجتے ہیں، تو جن کے پاس رسول نہیں بھیجا گیا، اوردعوت نہیں پہنچی، وہ معذور ہوئے، اور اللہ تعالیٰ بھی ایسوں کے معذور ہونے کا اشارہ دیتے ہیں، توزمانہ فترت کے ایسے لوگ معذور ہیں، اُن کا عذر ختم نہیں کیا گیا، اور معززلوگوں کے ہاں معذور کا عذر قبول ہوتا ہے تو اللہ کے ہاں کیوں قبول نہ ہوگا؟

7. لَیْسَ اَحَدٌاَحَبَّ اِلَیْہِ الْعُذْرُمِنَ اللہِ مِنْ اَجَلِ ذَالِکَ اَنْزَلَ الْکِتَابَ وَ اَرْسَلَ الرُّسُلَ۔ (مسلم ح35(2760)باب غیرۃ اللہ وتحریم الفواحش)

”اللہ سے بڑھ کر کسی کو عذر محبوب نہیں، اسی لئے تو اللہ نے کتابیں نازل فرمائیں، اور رسول بھیجے“۔

یعنی تاکہ معذور بندوں کا عذر ختم ہوجائے، ورنہ اللہ تعالیٰ معذوروں کا عذر قبول فرماتے ہیں، اور جن زمانہ فترت والوں کے پاس نبی ورسول نہیں آئے، اوردعوت نہیں پہنچی، تووہ معذور رہ گئے۔

اِن آیتوں اور حدیث کی دلالت سے زمانہ فترت والے ایسے بندوں کی نجات ثابت کی جاسکتی ہے، اور جو اہلِ علم نبی کریم ﷺ کے والدَین کی نجات کے قائل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اول تو وہ مشرک نہیں تھے، دوم اِن حضرات تک صحیح دعوت نہیں پہنچی۔

مفتی رضوان صاحب کی چڑھائی، اور مطالبہ:

مفتی رضوان صاحب لکھتے ہیں،

"معترض صاحب میں اگر جرات ہے تو وہ اہلِ فترت واہلِ جاہلیت کے متعلق جن کے علی الاطلاق کفروشرک کی قرآن وسنت نے جابجاشہادت دی ہے، ان کے ناجی ہونے کا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ثبوت پیش کر دیں، خاص طور پر ایسے افراد کا جن کے اہل نار ہونے اوران کے لئے استغفار کی اجازت نہ ملنے کا صحیح ومستند ثبوت ہو تو پھر بات آگے چلے گی۔" (ص749)

جواب: اول تو ہمیں اُس دور کے سب کے سب لوگوں کے ناجی ہونے نہ ہونے کے کسی ایک پہلو پر اصرار نہیں ہے، اور نہ کوئی فیصلہ دیتے ہیں، ہم تو خصوصًاوالدین شریفین سے متعلق اول بالکل سکوت کو پھر مثبت موقف کو پسند کرتے ہیں۔

دوم: بالخصوص رسول اللہ ﷺ کے والدَین سے متعلق قرآن وسنت میں مشرک ہونے کی کوئی صحیح معتبر شہادت موجود نہیں ہے، جیسا کہ بحث اپنے مقام میں ہے۔

سوم: جناب نے بالخصوص امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کونسا معتبر حوالہ پیش کر دیاہے، جو ہم سے اُنہی کا حوالہ پیش کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں ؟ ہماری معلومات میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ابوین شریفین کے بارے میں مثبت ومنفی کوئی قول صحیح نقل سے منقول معلوم نہیں ہے، فقہ اکبر کے حوالے کی بحث اپنے مقام پر آخر میں کر دی گئی ہے، جس کا جواب جناب کے پاس نہیں۔

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کو نجات یافتہ ماننے والے حضرات نے اُن کی نجات کی ایک وجہ یہ مانی ہے کہ وہ زمانہ فترت کے ایسے لوگ تھے، جن کے

پاس کوئی نبی ورسول نہیں آیا، اور کسی نبی ورسول کی دعوت نہیں پہنچی، اور اِن حضرات کے نظریہ میں زمانہ فترت کے ایسے لوگوں کی نجات کا قول راجح ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب چہارم:

نبی کریم ﷺ کے والدین کے زندہ کئے جانے کا موقف:

کچھ اسلاف حضور ﷺ کے والدین کی نجات کے اس لئے قائل ہوئے ہیں کہ آپ ﷺ کے والدین آپ ﷺ کی خواہش پر زندہ کئے گئے، اور وفات کے بعد زندہ ہو کر ایمان لائے ہیں، پھر کئی حضرات تو زندہ کئے جانے سے پہلے آپ ﷺ کے والدَین کے ایمان نہ ہونے کو ظاہر کرتے ہیں، اور کئی حضرات کہتے ہیں کہ اِس کا مطلب محض تجدیدِ ایمان اور حضور ﷺ کے امتی اور صحابی ہونے کا شرف حاصل ہونا ہے، جب کہ وہ پہلے بھی مومن تھے اور جو احیاء سے پہلے ایمان نہ ہونے کو ظاہر کرتے ہیں، اُن پر اشکال ہوتا ہے کہ وفات کے بعد زندہ ہو کر ایمان لانے کا فائدہ نہیں، کیوں کہ ایمان بالغیب مطلوب ہے، تو یہ حضرات کہتے ہیں کہ عام قاعدہ تو یہی ہے کہ وفات کے بعد ایمان لانے کا فائدہ نہیں، لیکن اُن کے حق میں وفات کے بعد زندہ ہو کر ایمان لانا نافع ہوا ہے، اور یہ اُن کی خصوصیت اور آپ ﷺ کا معجزہ ہے، تو یوں مومنین ہو کر وہ نجات پائیں گے، یہ قول بھی بہت سے اسلاف کا ہے۔

امام ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی (م581ھ) فرماتے ہیں،

وَلَيْسَ لَنَا اَنْ نَقُوْلَ نَحْنُ هٰذَا فِيْ اَبَوَيْهِ ﷺ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَاتُؤْذُوا الْاَحْيَاءَ بِسَبِّ الْاَمْوَاتِ۔۔وَرُوِىَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَعَلَّهٗ اَنْ يُّصَحَّحَ وَجَدْتُهٗ بِخَطِّ جَدِيْ اَبِيْ عِمْرَانَ اَحْمَدِبْنِ اَبِى الْحَسَنِ الْقَاضِىْ رَحِمَهُ اللهُ۔۔اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ سَأَلَ رَبَّهٗ اَنْ يُّحْيِىَ اَبَوَيْهِ فَاَحْيَاهُمَالَهٗ وَآمَنَابِهٖ ثُمَّ اَمَاتَهُمَا،وَاللهُ قَادِرٌ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ،وَلَيْسَ تَعْجُزُرَحْمَتُهٗ وَقُدْرَتُهٗ عَنْ شَىْءٍ،وَنَبِيُّهٗ اَهْلٌ اَنْ يَخُصَّهٗ بِمَاشَاءَ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَنْعَمَ عَلَيْهِ بِمَاشَاءَ مِنْ كَرَامَتِهٖ الخ۔

(الروض الانف ج1ص113، ط المطبعۃ الجمالیۃ بمصر)

”ہمارے لئے جائز نہیں کہ کہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین دوزخ میں ہیں، کیونکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ مُردوں کو بُرا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ دو۔۔۔ایک غریب حدیث مروی ہے شاید کہ صحیح ہو۔۔۔حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے رب سے والدین کے زندہ کرنے کی درخواست کی تو اللّٰہ نے آپ کے والدین کو آپ کے لئے زندہ کیا اور آپ پر ایمان لائے پھر اُنہیں وفات دے دی، اللّٰہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اُس کی رحمت وقدرت کسی شے سے عاجز نہیں، اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس لائق ہیں کہ آپ کو اپنے جس فضل سے چاہیں خاص کریں اور جس کرامت سے چاہیں انعام فرمائیں (پھر خطیب وابن شاہین کے حوالے سے حضرت آمنہ سے متعلق حدیث ذکر فرمائی)“۔

امام محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف کردری بزازی حنفی (صاحبِ فتاوٰی بزازیہ، م 827ھ) رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں،

مَنْ تَقَرَّرَ اَنَّہٗ مَاتَ عَلَی الْکُفْرِ یُبَاحُ لَعْنُہٗ اِلَّا وَالِدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَاِنَّہٗ قَدْثَبَتَ فِی الْحَدِیْثِ فِیْ تَذْکِرَۃِ الْقُرْطَبِیْ وَفِیْ تَفْسِیْرِہٖ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَحْیَالَہٗ ﷺ اَبَاہُ وَاُمَّہٗ فَآمَنَابِہٖ ثُمَّ مَاتَا۔

(مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ للکردری مطبوعۃ مع مناقب ابن الموفق، ج1، ص140، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدرآباد دکن، سن طبع 1321ھ)

”جس کے لئے یہ ثابت ہو کہ اُس نے کفر پر وفات پائی اُس پر لعنت کرنا جائز ہے، مگر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین پر جائز نہیں، کیوں کہ حدیث میں یہ ثابت ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے آپ کے والدین کو زندہ کیا اور وہ ایمان لاکر پھر وفات پاگئے“۔

امام ابوعبد اللّٰہ محمد بن خلفہ الاُبی مالکی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م827ھ، یا828ھ) اور ابوعبد اللّٰہ محمد بن محمد بن یوسف سنوسی حسنی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م895ھ) امام نووی کی عبارت ذکر کرکے فرماتے ہیں،

اُنْظُرْ ھٰذَاالْاِطْلَاقَ وَقَدْقَالَ السُّھَیْلِیْ لَیْسَ لَنَااَنْ نَقُوْلَ ذَالِکَ فَقَدْ قَالَﷺ لَا تُؤْذُوا الْاَحْیَاءَ بِسَبِّ الْاَمْوَاتِ وَقَالَ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللہ وَرَسُوْلَہٗ الآیۃ وَالنَّبِیُّﷺاِنَّمَاقَالَہٗ تَسْلِیَۃً لِلرَّجُلِ وَلَعَلَّہٗ یَصِحُّ مَاجَاءَ اَنَّہٗ ﷺسَأَلَ اللہ فَاَحْیَالَہٗ اَبَوَیْہِ فَآمَنَابِہٖ وَقَدْرُ رَسُوْلِ اللہ فَوْقَ ھٰذَا،وَلَایُعْجِزُا اللہ شَیْءٌ۔

(اکمال الاکمال و مکمّل اِکمال الاکمال ج1ص369، ط دارالکتب العلمیہ بیروت)

”امام نووی کا یہ اطلاق دیکھو تو! حالانکہ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے ایسی بات کہنا جائز نہیں، کیوں کہ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ دو، اوراللہ تعالیٰ نے آیت میں اللہ ورسول ﷺ کو ایذاء دینے پر لعنت کی وعید فرمائی، باقی رسول کریم ﷺ نے جو فرمایا تو وہ محض اُس آدمی کی تسلی کے لئے فرمایا، اور لگتا ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے جو آئی کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا، اور وہ آپ پر ایمان لائے، رسول اللہ ﷺ کا مقام اِس سے بلند ہے، اور اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی“۔

علامہ شمس الدین محمد بن عبد الدائم برماوی شافعی مصری رحمۃ اللہ علیہ (م831ھ) فرماتے ہیں،

قُلْتُ لَایَخْفٰی مَافِیْ ھٰذَاالْکَلَامِ مِنْ فَضَاضَۃٍ وَعَدْ مُ ذِکْرِہٖ اَوْلٰی لَاسِیَّمَاوَقَدْ رُوِیَ اَنَّ اللہ تَعَالٰی رَدَّ رُوْحَ اَبَوَیْہِ فَاَسْلَمَا۔

(اللامع الصبیح ج8ص498، دارالنوادر، سوریا)

”میں کہتا ہوں کہ خطابی کی اِس بات میں (کہ آپ ﷺ کے والدین نے کافر ہو کر وفات پائی) جو کچرہ ہے مخفی نہیں، اور یہ ذکر نہ کرنا بہتر تھا خصوصاجب کہ نقل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کی روح واپس کی تھی اور وہ اسلام لائے تھے“۔

امام شمس الدین محمد بن ابی بکر بن محمد بن احمد ابن ناصر الدین دمشقی (م842ھ) کی کتاب مورد الصادی فی مولدالھادی ہے جس میں اِس مسئلہ کو اشعار میں بیان کیا ہے، اُن کے اشعار میں لفظ ہیں،

فَاَحْيَا اُمَّہٗ وَكَذَا اَبَاهُ   لِاِيْمَانٍ بِہٖ فَضْلًا لَطِيْفًا

فَسَلِّمْ فَالْقَدِيْمُ بِذَا قَدِيْرٌ   وَاِنْ كَانَ الْحَدِيْثُ بِہٖ ضَعِيْفًا

"اللّٰہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا آپ پر ایمان لانے کیلئے فضل اور مہربانی فرماتے ہوئے، تو وہ ایمان لائے اور اللہ اِس پر قادر ہیں اگرچہ اِس کی حدیث ضعیف ہے"۔

(مواہب لدنیہ، وغیرہ)

فائدہ:

مفتی رضوان صاحب ہمارے اِس حوالے سے متعلق کہتے ہیں،

"اول تو ہم نے مذکورہ پورا رسالہ شروع سے آخر تک ملاحظہ کیا، جو دکتور ابراہیم بن شیخ راشد مریخی کی تحقیق کے ساتھ 1429ھ میں دار غناء قاہرہ سے شائع ہوا ہے، اس میں ہمیں مذکورہ اشعار کا وجود نہیں ملا، معترض صاحب چوں کہ اس کے مدعی ہیں، اس لئے اُن کے ذمہ ہے، کہ وہ اپنے دعوے کے مطابق مذکورہ رسالہ سے اِن اشعار کا ثبوت باحوالہ پیش کریں"۔

(علمی و تحقیق رسائل ج21، ص765)

جواب: ہمارے اِسی مضمون میں دسیوں حوالے ہیں، جن میں علماء نے علامہ ابن ناصر الدین دمشقی کی موردالصادی سے اِن اشعار کا حوالہ دیا ہے، افسوس ہے کہ مفتی صاحب انصاف سے نہیں دیکھ رہے، ورنہ قاہرہ سے جس مطبوعہ نسخہ کا ذکر کر رہے ہیں، اُس کے صفحہ 31 کا آخر اور صفحہ 32 کا شروع انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں، تو اُنہیں اِن صفحات کا آخر و اول باہم تعلق

رکھتا معلوم نہیں ہو گا، ہمارے سامنے اِس وقت مخطوطہ و مطبوعہ دونوں نسخے ہیں، ذرا ملاحظہ ہو کہ صفحہ 31 کا آخر اور 32 کا شروع اور اُس کا ترجمہ یوں ہے۔

فَأَقْبَلَا يَبْتَدِرَانِي، فَأَخَذَانِي فَسَطَحَانِي لِلْقَفَا، فَشَقَّا بَطْنِي، ثُمَّ اسْتَخْرَجَا قَلْبِي، فَشَقَّاهُ فَأَخْرَجَا مِنْهُ عَلَقَتَيْنِ سَوْدَاوَيْنِ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ ائْتِنِي بِمَاءِ ثَلْجٍ - فَغَسَلَا بِهِ جَوْفِي [ثُمَّ قَالَ: ائْتِنِي بِمَاءِ بَرَدٍ فَغَسَلَا بِهِ قَلْبِي] بَعْدَ مَوْتِ أُمِّہٖ عَلَيْہِ اَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ كَفَّلَہٗ جَدُّہٗ عَبْدُالْمُطَّلِبِ الخ

(المورد الصادی:31:32، دار غناء)

"وہ دونوں فرشتے میری طرف آئے اور مجھ پر جلدی سے لپکے، اور مجھے پکڑا، اور گدی کے بل لٹایا، اور میرا پیٹ چاک کیا، پھر میرا دل نکالا، اور اس کو چیرا، اور اس سے دو جمے ہوئے خون کے ٹکڑے نکالے، پھر ایک نے دوسرے کو کہا اولوں کا پانی لاؤ، پھر انہوں نے اس سے میرے پیٹ کا اندرونی حصہ دھویا، پھر کہا ٹھنڈا پانی لاؤ، تو انہوں نے میرا دل دھویا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ کی وفات کے بعد آپ کے دادا عبد المطلب نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کفالت کی"۔

رسالہ کے مخطوطہ نسخہ میں ثُمَّ قَالَ: ائْتِنِي بِمَاءِ بَرَدٍ فَغَسَلَا، پر صفحہ ختم ہو گیا، اور پرانے طریقہ تحریر کے مطابق اُس کے نیچے اگلے صفحہ کی عبارت بتانے کے لئے لفظ بہٖ لکھا ہے، مگر اگلا صفحہ بہٖ کے بجائے بعدموت امہ کے الفاظ سے شروع ہے، غور فرمائیں کہ حضرت حلیمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی پرورش کے زمانہ میں معجزہ شقِ صدر ہوا، اُس کے بعد حضرت حلیمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے متعلق خطرہ محسوس ہوا، اور وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو آپ کی والدہ کے پاس واپس لائی، اُس کے عرصہ بعد حضرت آمنہ مدینہ طیبہ کا سفر کرتی ہیں، اور واپسی میں وفات پاتی ہیں، پھر حضرت ام ایمن آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مکہ مکرمہ لاتی ہیں، پھر جناب عبد المطلب کی کفالت شروع ہوتی ہے، اب مفتی صاحب اور اُس کی ٹیم غور کرے، کہ درج بالا عبارت میں شقِ صدر کا پورا قصہ بھی بیان نہیں

ہوا، اور اُس کے بعد سے حضرت آمنہ کی وفات تک کا سارا حال بھی حذف ہو گیا، کیا مورد الصادی کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اِس سارے حال کو چھوڑ دیا ہو گا؟ ہر گز نہیں، مخطوطہ سے یہ سارا حال غائب ہوا، تو مطبوعہ کے محقق دکتور ابراہیم بن راشد مریخی نے بھی اُس کو پورا نہیں کیا، اب کون اِس کو پورا کرے، جس سے شقِ صدر کا قصہ بھی پورا ہو، اور پھر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا والدہ کے سپرد کرنا، اور والدہ کا اُن کو تسلی دیتے ہوئے فرمانا کہ،

إِنِّي رَأَيْتُ خَرَجَ مِنِّي نُورًا، أَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ(مسند احمد وغیرہ)

"میں نے دیکھا کہ میرے سے نور نکلا، جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے"۔

اور پھر والدہ کی وفات اور اشعار تک کا حصہ پورا کریں، تو جب وہ اشعار موجود مخطوطہ میں بھی نہیں ملتے، اور مطبوعہ میں بھی نہیں ملتے، اور مخطوطہ و مطبوعہ دونوں ظاہر کرتے ہیں کہ کتاب کا ایک دو ورق غائب ہے، تو ہم وہ غائب ورق کہاں سے تلاش کر لائیں؟ بس اتنا عرض ہے کہ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی المقاصد الحسنۃ میں حدیثِ احیاء کی بحث پڑھتے ہوئے اُس میں مذکورہ اشعار ملاحظہ فرمالیں، اور اس مضمون میں دیئے ہوئے بہت سے حوالوں میں اُن اشعار کو ملاحظہ کر لیں، اگر پھر بھی تسلی نہ ہو تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے امام سہیلی رحمہ اللہ کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور ﷺ کے والدین کے زندہ ہونے اور آپ پر ایمان لانے کی روایت پر جرح کی اور اُس کے مقابلہ میں مسلم شریف کی حدیث ذکر کی، یہ ذکر کر کے شارحِ بخاری وابو داؤد علامہ بدرالدین محمود بن احمد بن موسی عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م855ھ) فرماتے ہیں،

قُلْتُ اَلَّذِیْ ذَکَرَہُ السُّھَیْلِیْ ھُوَاللَّائِقُ بِحَضْرَۃِ الرِّسَالَۃِ وَتُدْفَعُ الْمُعَارَضَۃُ بِاَنْ یَکُوْنَ وُقُوْعُ حَدِیْثِ الْاِحْیَاءِ بَعْدَوُقُوْعِ الَّذِیْ ثَبَتَ فِیْ الصَّحِیْحِ فَلْیُتَأَمَّلْ۔

(شرح ابی داؤد ج6 ص191، باب زیارۃ القبور، مکتبۃ الرشد، ریاض)

جو امام سہیلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہ نے ذکر کیا وہی حضور ﷺ کی شانِ رسالت کے لائق ہے، اور تعارض کا جواب اس طرح ہو سکتا ہے کہ مسلم شریف کی حدیث کا قصہ پہلے کا ہے اور اُن کے زندہ کئے جانے کا قصہ بعد کا ہے اور خطابی کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

قُلْتُ اَلْقَوْلُ بِاَنَّھُمَامَاتَاكَافِرَيْنِ غَيْرُجَيِّدٍلِمَاقِيْلَ اَنَّ الله اَحْيَاھُمَالِاَجَلِہٖ ﷺ

(عمدۃ القاری ج14 ص261، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

"میں کہتا ہوں شارحین (ابن بطال وغیرہ) کا یہ کہنا اچھا نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کافر ہو کر فوت ہوئے، اس لئے کہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی خاطر اُن کو زندہ کیا (اور ایمان لا کر پھر وفات پا گئے)"

علامہ محمد بن عمر بن مبارک حمیری شافعی بَحرَق (م930ھ) فائدہ عظیمہ قائم کر کے فرماتے ہیں،

قَالَ الْقُرْطُبِيّ فِي تَذْكِرَتِهِ: خَرَّجَ الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ الْخَطِيبُ فِي كِتَابِهِ السّابِقِ وَاللّاحِقِ وَالْحَافِظُ أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ بْنُ شَاهِين فِي كِتَابِ النّاسِخِ وَالْمَنْسُوخِ اَنَّہٗ ﷺ قَالَ فِیْ حَجَّۃِ الْوِدَاعِ ذَهَبْتُ لِقَبْرِ آمِنَةَ أُمّي، فَسَأَلْتُ أَنْ يُحْيِيَهَا، فَأَحْيَاهَافَآمَنَتْ بِي،وَكَذَاذَكَرَہُ السُّھَيْلِیْ فِی الرَّوْضِ الْاُنُفِ اَنَّ مِنْ خَصَائِصِہٖ ﷺ اَنَّ الله تَعَالٰی اَحْيَالَہٗ اَبَوَيْہِ فَآمَنَابِہٖ، قَالَ الْقُرْطَبِیْ فَھٰذَانَاسِخٌ لِمَافِیْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ زَارَقَبْرَاُمِّہٖ وَقَالَ اِسْتَأْذَنْتُ رَبِّیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَافَاَذِنَ لِیْ فَاسْتَأْذَنْتُہٗ اَنْ اَسْتَغْفِرَلَهَافَلَمْ يَأْذَنْ لِیْ، قَالَ الْقُرْطَبِیْ فَاِيْمَانُهُمَا بِہٖ بَعْدَالرَّجْعَۃِ يَنْفَعُھُمَاكَرَامَۃً لَہٗ ﷺ كَمَاوَقَعَتْ صَلَاۃُ سُلَيْمَانَ عَلَيْہِ السَّلَامُ

اَدَاءً لَمَّارَدَّاللّٰه عَلَيْهِ الشَّمْسَ بَعْدَ غُرُوْبِهَا كَرَامَةً لَهٗ وَاللّٰه يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَشَآءُ وَيُكْرِمُ بِكَرَامَتِهٖ مَنْ يَشَآءُ۔

(حدائق الانوار ومطالع الاسرار فی سیرۃ النبی المختار: ص113 تا 115 ط دار المنهاج)

"کہ امام قرطبی نے تذکرہ میں ذکر کیا کہ حافظ ابو بکر خطیب نے السابق واللاحق میں اور حافظ ابو حفص عمر ابن شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے روایت کی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حجۃ الوداع کے سفر کے موقع میں بیان فرمایا کہ میں اپنی والدہ کی قبر پر گیا اور اللہ سے درخواست کی کہ اُن کو میری خاطر زندہ فرمائیں تو اللہ نے زندہ کیا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں، ایسے ہی امام سہیلی نے الروض الانف میں ذکر کیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خصوصیات میں سے ہے کہ اللہ نے آپ کے لئے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے، امام قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ صحیح مسلم کی حدیث کے واقعہ کے لئے ناسخ ہے جس میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے والدہ کی قبر کی زیارت کی اور فرمایا کہ میں نے اُن کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت مل گئی، پھر میں نے اُن کے لئے استغفار کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت نہیں ملی، امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اُن حضرات کا واپس آنے کے بعد آپ پر ایمان لانا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کرامت کے سبب اُن کو فائدہ دے گا، جس طرح حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی کرامت کے طور پر جب اللہ نے غروب کے بعد سورج واپس لوٹایا اُن کی نماز ادا ٹھہری، اور اللہ اپنی رحمت سے جس کو چاہے خاص کرے اور اپنی عزت سے جس کو چاہے معزز کرے"۔

علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم حنفی صاحب البحر الرائق (م970ھ) رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں،

مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ اُبِيْحَ لَعْنُهٗ اِلَّاوَالِدَیْ رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ لِثُبُوْتِ اَنَّ اللّٰه تَعَالٰى اَحْيَاهُمَالَهٗ حَتّٰى آمَنَابِهٖ۔ (الاشباہ والنظائر: ص282، قدیمی کتب خانہ کراچی)

"جو شخص کفر پر مرے اُس پر لعنت جائز ہے مگر رسول اللہ ﷺ کے والدین پر جائز نہیں کیوں کہ یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو آپ ﷺ کے لئے زندہ کیا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے"۔

علامہ احمد بن محمد بن علی ابن حجر ہیتمی شافعی (م974ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

أَلَا تَرَى أَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَكْرَمَهُ اللهُ بِحَيَاةِ أَبَوَيْهِ لَهُ حَتَّى آمَنَا بِهِ،كَمَا جَاءَ فِي حَدِيثٍ صَحَّحَهُ الْقُرْطُبِيُّ،وَابْنُ نَاصِرِ الدِّينِ حَافِظُ الشَّامِ وَغَيْرُهُمَا فَنَفَعَهُمَا اللهُ تَعَالَى بِالْإِيمَانِ بَعْدَ الْمَوْتِ عَلَى خِلَافِ الْقَاعِدَةِ إِكْرَامًا لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْخُصُوصِيَّاتُ لَا يُقَاسُ عَلَيْهَا، وَنَازَعَ بَعْضُهُمْ فِي خَبَرِ إِحْيَاءِ أَبَوَيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَطَالَ فِيهِ بِمَا رَدَدْته عَلَيْهِ فِي الْفَتَاوٰى۔ (الزواجر:ج1ص54،)

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ نے اکرام کیا اور آپ کے والدین کو زندہ فرمایا اور آپ ﷺ پر ایمان لائے،اِس حدیث کو قرطبی، حافظِ شام ابن ناصر الدین وغیرہما رحمہم اللہ نے صحیح مانا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو خلافِ قانون موت کے بعد ایمان لانے سے نفع دیا، خصوصیات پر قیاس جاری نہیں ہوتا، بعض نے حضور ﷺ کے والدین کے زندہ کئے جانے کی حدیث میں جھگڑا کیا اور لمبی بحث کی، جس کا میں نے فتاوی میں رد کیا ہے"۔

فِیْ حَدِیْثٍ صَحَّحَہٗ غَیْرُوَاحِدٍمِنَ الْحُفَاظِ وَلَمْ یَلْتَفِتُوْالِمَنْ طَعَنَ فِیْہِ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَحْیَاھُمَالَہٗ فَآمَنَابِہٖ خَصُوْصِیَّۃً لَھُمَا وَکَرَامَۃً لَہٗ ﷺ،فَقَوْلُ ابْنِ دِحْیَۃَ یَرُدُّہُ الْقُرْآنُ وَالْاِجْمَاعُ لَیْسَ فِیْ مَحَلِّہٖ لِاَنَّ ذَالِکَ مُمْکِنٌ شَرْعًاوَعَقْلًاعَلٰی جِھَۃِ الْکَرَامَۃِ وَالْخَصُوْصِیَّۃِ فَلَایَرُدُّہٗ قُرْآنٌ وَلَااِجْمَاعٌ وَکَوْنُ الْاِیْمَانِ بِہٖ لَایَنْفَعُ بَعْدَ الْمَوْتِ مَحَلُّہٗ فِیْ غَیْرِالْخَصُوْصِیَّۃِ وَالْکَرَامَۃِ۔

(المنح المکیۃ فی شرح الھمزیۃ:ص100:101، دارالمنہاج بیروت)

"ایک حدیث میں ہے جس کو کئی حفاظ نے صحیح مانا اور طعن کرنے والے کی طرف توجہ نہ کی، کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کو آپ کے لئے زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے، یہ آپ کے والدین کی خصوصیت اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کرامت ہے، تو ابن دحیہ نے جو کہا کہ اِس کو قرآن اور اجماع رد کرتا ہے یہ بے محل بات ہے کیوں کہ ایسا بطور خصوصیت و کرامت عقلی و شرعی طور پر ممکن ہے، لہٰذا اِس کو نہ قرآن رد کر سکتا ہے نہ اجماع، اور موت کے بعد ایمان لانے سے نفع نہ ہونا خصوصیت و کرامت کے علاوہ کی صورت میں ہے (جب کہ یہاں تو خصوصیت و کرامت کا بیان ہے)"۔

نجم السنۃ امام محمد نجم الدین غیطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م984ھ) فرماتے ہیں،

وَقَدْرُوِیَ مِنْ حَدِیْثِ عَائِشَۃَ اِحْیَاءُ اَبَوَیْہِ ﷺ حَتّٰی آمَنَابِہٖ رَوَاہُ السُّھَیْلِیْ وَغَیْرُہٗ، وَالْحَدِیْثُ وَاِنْ کَانَ ضَعِیْفًاکَمَاقَالَہٗ بَعْضُھُمْ فَالْقُدْرَۃُ صَالِحَۃٌ لِذَالِکَ ،وَمَااَحْسَنَ مَا قَالَہُ الْحَافِظُ الشَّمْسُ اِبْنُ نَاصِرُالدِّیْنِ الدِّمَشْقِیْ رَحِمَہُ اللہ فِیْ ذَالِکَ حَبَی اللہ النَّبِیَّ مَزِیْدَفَضْلٍ:عَلٰی فَضْلٍ وَکَانَ بِہٖ رَءُوْفًافَاَحْیَااُمَّہٗ وَکَذَا اَبَاہُ: لِاِیْمَانٍ بِہٖ فَضْلًامُنِیْفًا فَسَلِّمْ فَالْقَدِیْمُ بِذَاقَدِیْرُ: وَاِنْ کَانَ الْحَدِیْثُ بِہٖ ضَعِیْفًا وَعَلٰی کُلِّ حَالٍ فَالْحَذَرَالْحَذَرَمِنْ ذِکْرِھِمَابِمَافِیْہِ نَقْصٌ،فَاِنَّ ذَالِکَ قَدْ یُؤْذِی النَّبِیَّ ﷺ وَقَدْقَالَ لَاتُؤْذُواالْاَحْیَاءَ بِسَبِّ الْاَمْوَاتِ، وَلَا رَیْبَ اَنَّ اَذَاہُ کُفْرٌیُقْتَلُ فَاعِلُہٗ اِنْ لَمْ یَتُبْ مِنْہُ، خَصُوْصًاوَھُمَانَاجِیَانِ مِنَ التَّعْذِیْبِ فِی الدَّارِ الْآخِرَۃِ لِاَنَّھُمَامِنْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ،وَقَدْدَلَّتِ الْقَوَاطِعُ عَلٰی اِنَّہٗ لَاتَعْذِیْبَ حَتّٰی تَقُوْمَ الْحُجَّۃُ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَمَاکُنَّامُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔

(مولد النجم الغیطی مطبوعہ العصر ص81:82، و مخطوطہ ص20)

"اور حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی حدیث سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کا زندہ کیا جانا یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لائے منقول ہے سہیلی وغیرہ نے روایت کی ہے، اور یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا لیکن قدرت یہ کر سکتی ہے، اور حافظ شمس ابن ناصر الدین دمشقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے خوب فرمایا (ترجمہ اشعار) اللّٰہ تعالیٰ نے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فضل پر فضل عطا فرمایا اور اللّٰہ تعالیٰ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر مہربان ہیں، چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ اور والد کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لانے کے لئے بہت فضل سے زندہ فرمایا، یہ مانو کیوں کہ اللّٰہ تعالیٰ اِس پر قادر ہیں، اگرچہ اِس کی حدیث ضعیف ہے، بہر حال آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کے ایسے تذکرہ سے جس میں نقص ہو احتیاط کرنی لازم ہے، کیوں کہ یہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تکلیف دے گا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا مُردوں کو بُرا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ دو، اور بلاشک آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تکلیف دینا کفر ہے جس کے مرتکب کو اگر توبہ نہ کرے قتل کیا جائے گا، بالخصوص جب کہ یہ بات ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین آخرت میں عذاب سے نجات یافتہ ہوں گے کیوں کہ وہ زمانہ فترت والے ہیں، اور اِس پر قطعی دلائل آئے ہیں کہ جب تک حجت قائم نہ ہو عذاب نہ ہو گا، کیوں کہ اللّٰہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ رسول بھیج دیں"۔

شیخ علامہ احمد بن محمد بن احمد بن یحیی تلمسانی (م 1041ھ) رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں،

وَقَدْحَدَّثَ مُحِبَّكُمْ غَيْرُوَاحِدٍعَنِ الشَّيْخِ سَيِّدِىْ اَبِىْ مُحَمَّد عَبْدِاللهِ الْعَبْدُوْسِىْ اَنَّہٗ كَانَ يَلْهَجُ بِحَدِيْثٍ وَقَفَ عَلَيْهِ فِىْ بَعْضِ الْكُتُبِ ـــ اَنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ بَعَثَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَبَوَيْهِ حَتّٰى آمَنَابِہٖ ﷺ اِكْرَامًالِنَبِيِّہٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ الْعَبْدُوْسِىْ يَسْتَحْسِنُہٗ وَيَسُرُّبِہٖ كَثِيْرًا وَقَدْ اَنْشَدَنِىْ بَعْضُ اَصْحَابِنَالِلنِّمِيْرِى السّلٰوى ـ

وَاَنَّ ابْنَ طَلَّاعٍ رَوَى اَنَّ اَحْمَدَا : رَاٰى اَبَوَيْهِ بَعْدَ ذَوْقِ الْمَنِيَّةِ

فَاَحْيَاهُمَا رَبُّ الْعِبَادِ فَآمَنَا : بِہٖ ثُمَّ عَادَا مُکْرَمَیْنِ لِتُرْبَۃٖ

(ازھارالریاض فی اخبارالقاضی عیاض:ج3ص74،ط مطبعۃ لجنۃ التالیف والنشر، قاہرہ)

"کئی حضرات نے شیخ سیدی ابو محمد عبداللہ بن محمد بن موسی عبدوسی رحمۃ اللہ علیہ مالکی (م۸۴۹ھ) سے نقل کیا ہے کہ اُس حدیث سے جو بعض کتابوں میں پائی بہت خوش ہوتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے آپ کے والدین کو آپ کے اعزاز کے لئے زندہ فرمایااور وہ آپ پر ایمان لائے، شیخ عبدوسی اِس کو پسند فرماتے اوراس سے بہت خوش ہوتے،اور مجھے بعض ساتھیوں (علماء) نے نمیری سلوی کے شعر سنائے۔

ترجمہ اشعار: ابن الطلاع (غالبًاامام محمد بن الفرج قرطبی مالکی م497ھ) نے نقل کیاہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے والدین کووفات پانے کے بعد دیکھاہے،اوراللہ نے اُن کوزندہ کیااور آپ پر ایمان لائے، پھر عزت پاکر اپنی قبر میں لوٹ گئے"۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی مصری(م1069ھ) رحمۃ اللہ علیہ سورہ انعام میں توبہ قبول ہونے کے وقت کی بحث میں فرماتے ہیں،

كَمَاقُبِلَ اِيْمَانُ اَبَوَىِ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَالْغَرْغَرَةِ وَمُشَاهَدَةِ اَهْوَالِ الْبَرْزَخِ وَاِنْ تَوَقَّفَ فِيْہِ بَعْضُ مَشَائِخِنَا ۔

(حاشیۃ الشھاب علی البیضاوی:ج4ص141، دار صادر، بیروت)

"حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدَین کاایمان غرغرہ اور برزخ کی ہولناکیوں کے مشاہدہ کے بعد قبول کرلیاگیااگرچہ بعض مشائخ نے اِس میں توقف کیاہے"۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کاتب نے جو کہا تھا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والد کافر تھے،اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کو ہمیشہ کے لئے معزول کر دیا تھا، اِس پر علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَفِیْ ذَالِکَ اِشَارَۃٌ اِلٰی اِسْلَامِ اَبَوَیْہِ ﷺ، قَالَ ابْنُ حَجَرٍ وَھٰذَا ھُوَ الْحَقُّ بَلْ فِیْ حَدِیْثٍ صَحَّحَہٗ غَیْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْحُفَّاظِ وَلَمْ یَلْتَفِتُوْا لِمَنْ طَعَنَ فِیْہِ اَنَّ اللہ تَعَالٰی اَحْیَاھُمَا لَہٗ فَاٰمَنَا بِہٖ خَصُوْصِیَّۃً لَھُمَا وَکَرَامَۃً لَہٗ ﷺ فَقَوْلُ اِبْنِ دِحْیَۃَ یَرُدُّہُ الْقُرْآنُ وَالْاِجْمَاعُ لَیْسَ فِیْ مَحَلِّہٖ لِاَنَّ ذَالِکَ مُمْکِنٌ شَرْعًا وَعَقْلًا عَلٰی جِھَۃِ الْکَرَامَۃِ وَالْخَصُوْصِیَّۃِ الخ۔ (نسیم الریاض:ج4ص414، تالیفات اشرفیہ ملتان)

"اس میں اشارہ ہے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کے مسلمان ہونے کی طرف، علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہی حق ہے، بلکہ ایک حدیث میں ہے جس کو کئی حفاظ نے صحیح مانا ہے، اور طعن کرنے والوں کے طعن کی طرف توجہ نہیں کی، کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کی خصوصیت اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کرامت کے طور پر اُن کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے زندہ فرمایا اور وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لائے، لہٰذا ابن دحیہ کا اِس حدیث سے متعلق یہ کہنا کہ اِس حدیث کو قرآن اور اجماع رد کرتا ہے بے محل ہے، کیوں کہ یہ خصوصیت و کرامت کے طور پر شرعًا وعقلًا ممکن ہے، نہ اِس کو قرآن رد کرتا ہے نہ اجماع، رہا یہ کہ موت کے بعد ایمان نافع نہیں تو یہ خصوصیت و کرامت کے علاوہ صورت میں ہے"۔

علامہ علی بن احمد بن محمد عزیزی مصری شافعی (م1070ھ) رحمۃ اللہ علیہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق قبول کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَلَمْ یُعْرَفْ لِوَالِدِہٖ ﷺ حَالَۃُ شِرْکٍ مَعَ صِغْرِہٖ جِدًّا فَاِنَّہٗ تُوُفِّیَ وَھُوَ اِبْنُ سِتَّ عَشَرَۃَ سَنَۃً وَقَدْ قَالَ سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی حِکَایَۃً عَنْ اِبْرَاھِیْمَ وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ مَا عَبَدَ اَحَدٌ مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِیْلَ صَنَمًا قَطُّ، وَقَدْ رُوِیَ اَنَّ اللہ تَعَالٰی اَحْیَا لِلنَّبِیِّ ﷺ وَالِدَیْہِ حَتّٰی آمَنَا بِہٖ ،وَالَّذِیْ نَقْطَعُ بِہٖ اَنَّھُمَا فِی الْجَنَّۃِ ۔ (السراج المنیر شرح الجامع الصغیر:ج3ص99،)

”حضور ﷺ کے والد کا شرک کرنا معروف نہیں پھر وہ بہت چھوٹے تھے کہ ۱۶ سال کی عمر میں وفات پائی، اور حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اولادِ اسماعیل میں سے کسی نے بت پرستی نہیں کی، اور نقل ہے کہ حضور ﷺ کے لئے اللہ نے والدین کو زندہ کیا اور وہ ایمان لائے، ہمارا اِس پر یقین ہے کہ آپ ﷺ کے والدین جنّت میں ہیں“۔

علامہ محمد مہدی بن احمد بن علی ابو عیسی الفاسی فہری مالکی (م1109ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

فَلِاَنَّہٗ ﷺ اَحْیٰ مَوْتَی مِنْھُمْ اَبَوَاہُ ﷺ بِاِذْنِ اللہ عَزَّوَجَلَّ حَتّٰی آمَنَابِہٖ ﷺ اَخْرَجَ حَدِیْثَھُمَا اِبْنُ شَاھِیْن فِی النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ وَالْخَطِیْبُ الْبَغْدَادِیْ فِی السَّابِقِ وَاللَّاحِقِ وَالدَّارُقُطْنِیُ وَابْنُ عَسَاکِرَکِلَاھُمَافِیْ غَرَائِبِ مَالِکٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہ عَنْھَا وَالصَّوَابُ ضُعْفُہٗ لَاوَضْعُہٗ وَاتَّفَقَ الْمُحَدِّثُوْنَ عَلٰی عَدْمِ اِرْتِفَاعِہٖ عَنْ دَرَجَۃِ الضُّعْفِ۔

(مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات: ص99، النوریۃ الرضویۃ لاہور)

”نبی کریم ﷺ کا ایک نام مُحْیِ الْمَوْتٰی ہے اس وجہ سے کہ آپ ﷺ نے کئی مردے اللہ کے حکم سے زندہ کئے، اُن میں سے آپ ﷺ کے والدین بھی ہیں، کہ زندہ ہو کر آپ ﷺ پر ایمان لائے، یہ حدیث ابن شاہین، خطیب بغدادی، اور دار قطنی و ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے موضوع نہیں، اور محدثین نے اتفاق کیا کہ ضعف کے درجہ سے اونچی نہیں ہے“۔

فائدہ: علامہ فاسی کا یہ فرمانا کہ "محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث ضعیف کے درجہ سے اونچی نہیں" درست نہیں، جیسا کہ ہمارے دیئے ہوئے حوالہ جات سے واضح ہے کہ کئی حضرات اس حدیث کو صحیح یا حسن قرار دے رہے ہیں۔

علامہ قاری احمد بن محمد بن احمد دمیاطی البنّاء (م1117ھ) سورہ بقرۃ کی آیت وَ لَاتُسْأَلُ عَنْ اَصْحَابِ الْجَحِيْمِ کی قرأت وَ لَاتَسْئَلْ سے متعلق فرماتے ہیں،

وَ اَمَّاجَعْلُہٗ عَلٰی حَقِيْقَتِہٖ جَوَابًالِقَوْلِہٖ ﷺ مَافَعَلَ اَبَوَایَ فَغَيْرُ مَرْضًی وَ اسْتَبْعَدَہٗ فِی الْمُنْتَخَبِ لِاَنَّہٗ ﷺعَالِمٌ بِمَاآلَ اِلَيْہِ اَمْرُ ھُمَامِنَ الْاِيْمَانِ الصَّحِيْحِ قَالَ الْعَلَّامَۃُ ابْنُ حَجَرِ الْهَيْتَمِیْ فِیْ شَرْحِ الْمِشْكَاةِ وَحَدِيْثُ اِحْيَائِهِمَالَہٗ ﷺحَتّٰی آمَنَابِہٖ ثُمَّ تُوُفِّيَاحَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔۔ وَالطَّعْنُ فِيْہِ لَيْسَ فِیْ مَحَلِّہٖ اِذِالْكَرَامَاتُ وَالْخَصُوْصِيّاتُ مِنْ شَانِهِمَااَنْ تُخْرِقَ الْقَوَاعِدَوَالْعَوَائِدَكَنَفْعِ الْاِيْمَانِ هُنَا بَعْدَالْمَوْتِ لِمَزِيْدِ كَمَالِهِمَاوَاَطَالَ فِیْ ذَالِكَ الخ۔

(اتحاف فضلاء البشر: ص191، دارالکتب العلمیہ بیروت)

"اِس قرات کو حضور ﷺ کے فرمان "نامعلوم میرے والدین کا کیاہوا" کے جواب میں ٹھہرا کر حقیقت پر محمول کرنا ناپسندیدہ بات ہے، المنتخب میں اِس سبب نزول کو بعید قرار دیا ہے کیونکہ آپ ﷺ کو والدین کے انجام کار کا یعنی صحیح ایمان کا علم ہے (پھر کیسے آپ کو کہا جاسکتا ہے کہ آپ حال نہ پوچھیئے) علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکاۃ میں فرمایا کہ آپ ﷺ کے لئے والدین کو زندہ کئے جانے اور ایمان لا کر پھر وفات پانے کی حدیث صحیح ہے، اور اُس حدیث پر طعن بے محل ہے کیوں کہ کرامات و خصوصیات ضابطے اور عام عادت توڑنے والی ہوتی ہیں، جیسے یہاں وفات کے بعد ایمان لانے کا فائدہ ابوین شریفین کو زائد کمالات دینے کے لئے خارقِ عادت ہے، امام ابن حجر ہیتمی نے اِس پر تفصیل سے بحث کی ہے"۔

صوفی مفسر مولانا اسماعیل حقی بن مصطفی حنفی استنبولی رحمہ اللہ (م1127ھ) فرماتے ہیں،

اِنَّ الْجَمَ الْغَفِيْرَمِنَ الْعُلَمَاءِ ذَهَبُوْااِلٰی اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ مَرَّعَلٰی عَقَبَۃِ الْحِجُوْنِ فِیْ حَجَّۃِ الْوِدَاعِ فَسَأَلَ اللہ اَنْ يُحِيِیَ اُمَّہٗ فَاَحْيَاهَافَآمَنَتْ بِہٖ وَرَدَّهَااللہ تَعَالٰی

اَیْ رُوْحَهَا،قَالَ فِیْ اِنْسَانِ الْعُیُوْنِ لَایُقَالُ عَلٰی ثُبُوْتِ هٰذَاالْخَبْرِوَصِحَّتِہٖ الَّتِیْ صَرَّحَ بِهَا غَیْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْحُفَّاظِ وَلَمْ یَلْتَفِتُوْااِلٰی مَنْ طَعَنَ فِیْہِ کَیْفَ یَنْفَعُ الْاِیْمَانُ بَعْدَالْمَوْتِ وَلَایُعْتَرَضُ لِاَنَّا نَقُوْلُ هٰذَامِنْ جُمْلَۃِ خَصُوْصِیَّاتِہٖ ﷺ۔ (روح البیان:ج3ص523،دارالفکر بیروت)

”علماء کی بڑی جماعت اس طرف گئے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حجون کے پاس سے حجۃ الوداع میں گذرے اوراللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ کے زندہ کئے جانے کی درخواست کی،تواللہ نے اُن کو زندہ کیااورایمان لائیں،پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ نے وفات دے دی،انسان العیون(السیرۃ الحلبیۃ)کتاب میں فرماتے ہیں کہ اِس حدیث کے ثبوت وصحت کی صورت میں جب کہ بہت سے حفاظ نے اِس کے ثبوت کی تصریح کی،اورکسی کے طعن کی طرف توجہ نہیں کی ہے،یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ موت کے بعد ایمان کیسے نفع دیتاہے؟کیوں کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے“۔

علامہ محمد بن محمد بن احمد بدیری دمیاطی شافعی (م1140ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے کافی تفصیل سے بحث کی ہے،فرماتے ہیں،

وَمِنْ کَرَامَتِہٖ عَلَی اللهِ عَزَّوَجَلَّ اَنَّ اللهَ تَعَالٰی اَحْیٰی لَہٗ اَبَوَیْہِ حَیَاۃً حَقِیْقِیَّۃً خَرْقًا لِلْعَادَۃِ وَآمَنَابِہٖ ﷺ وَذَالِکَ الْاِحْیَاءُ وَالْاِیْمَانُ اِنَّمَاکَانَ تَکْرِیْمًالَہٗ ﷺ لِمَزِیْدِ اِرْتِفَاعِ مَقَامِهِمَا فَیَقِرُّبِہٖ عَیْنُہٗ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ وَاِلَّافَهُمَانَاجِیَانِ وَاِنْ لَمْ یَحْصُلْ لَهُمَا مَاذُکِرَ لِاَنَّهُمَامَاتَافِیْ زَمَنِ الْفَتْرَۃِ قَبْلَ الْبَعْثَۃِ وَلَاتَعْذِیْبَ قَبْلَهَا لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا،قَالَ فِی الْمَوَاهِبِ نَقْلًاعَنْ غَیْرِہٖ وَقَدْ اَطْبَقَتِ الْاَئِمَّۃُ الْاَشَاعِرَۃُ مِنْ اَهْلِ الْکَلَامِ وَالْاُصُوْلِ وَالشَّافِعِیَّۃِ مِنَ الْفُقَهَاءِ عَلٰی اِنَّ مَنْ مَاتَ وَلَمْ تَبْلُغْہُ الدَّعْوَۃُ مَاتَ نَاجِیًا

انتھی،وَحَيْثُ كَانَتِ الْحَيَاةُ حَقِيْقِيَّةً صَحَّ مَعَهَاالتَّكْلِيْفُ وَالْإِيْمَانُ، وَبِهٰذَا اِنْدَفَعَ مَالِبَعْضِهِمْ هُنَامِنَ الْهِذْيَانِ مِنْ اَنَّ الْاَبَوَيْنِ مَاتَاكَافِرَيْنِ،وَمِنْ اَذِيَّتِهٖ لِلنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمَا هُوَ اَشَدُّمِنَ الْكَلَامِ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ حَيَاءٌ يَمْنَعُهٗ مِنْ اِسَاءَ ةِ الْاَدَبِ فَيَاخِزْيَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِذَالَاقَاهُ بِالْمَقْتِ وَالْغَضَبِ الخ۔

(فتح الغفور شرح اظہارالسرور فی مولد النبی المسرور ﷺ مخطوطہ:117،118)

”اللہ کے نزدیک آپ ﷺ کے اکرام میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے آپ کے والدَین کو بطور خرقِ عادت حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے، اور یہ زندہ کیا جانا اور ایمان لانا محض آپ ﷺ کی تکریم کے لئے تھا تاکہ اُن کا مقام مزید بلند ہو جائے جس سے آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، ورنہ تو وہ ویسے بھی نجات یافتہ ہیں اگرچہ اُن کو یہ بات حاصل نہ ہوتی، کیوں کہ وہ زمانہ فترت میں آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے فوت ہوئے، اور بعثت سے پہلے تو عذاب نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”اور ہم عذاب دینے والے نہیں یہاں تک کہ رسول بھیج دیں“ مواہب میں دوسروں سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ائمہ اشاعرہ متکلمین اور اہلِ اصول اور شوافع فقہاء اِس پر متفق ہیں کہ جو اِس حال میں فوت ہو کہ اُس تک دعوت نہ پہنچی ہو وہ نجات یافتہ ہو کر وفات پاتا ہے، اور جب والدَین کا زندہ ہونا حقیقی زندگی سے ہوا تو مکلّف ہونا اور ایمان لانا بھی صحیح ہوا، اِس سے اُس ہذیان کا رد ہو گیا جو بعض کا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین نے کافر ہو کر وفات پائی اور اِس قدر سخت کلام سے کس قدر آپ ﷺ کو ایذاء دینا ہے، اُس شخص کا اس قدر حیاء نہ تھا جو اِس بے ادبی سے اُس کو روکتا، پس ہائے اُس کی روزِ قیامت رُسوائی جب آپ ﷺ سے ملے گا اور آپ ﷺ ناراض اور غصہ ہوں گے“۔

علامہ احمد بن ابی بکر بن احمد بن محمود عریضی بطحیشی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1147ھ) فرماتے ہیں

لَایُقَالُ عَلٰی ثُبُوْتِ ھٰذَاالْحَدِیْثِ وَصِحَّتِہِ الَّتِیْ صَرَّحَ بِھَاغَیْرُوَاحِدٍمِنَ الْحُفَّاظِ لَمْ یَلْتَفِتُوْالِمَنْ طَعَنَ فِیْہِ کَیْفَ یَنْفَعُ الْاِیْمَانُ بَعْدَالْمَوْتِ لِاَنَّانَقُوْلُ ھٰذَا مِنْ خَصَائِصِہٖ ﷺ قَالَ ابْنُ حَجَرَاِحْیَاءُھُمَافَآمَنَابِہٖ خَصُوْصِیَۃً لَھُمَاوَکَرَامَۃً لَہٗ ﷺ۔ (خلاصۃ الاثر فی سیرۃ سید البشر مخطوطہ ص32)

"نبی کریم ﷺ کے والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے کی حدیث کے ثابت و صحیح ہوتے ہوئے جس کی تصریح بہت سے حفاظ نے کی ہے اور طعن کرنے والے کی طرف توجہ نہیں کی یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ موت کے بعد ایمان کیسے فائدہ دیتا ہے؟ کیونکہ ہم کہتے ہیں یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے، علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے، یہ اُن کی خصوصیت اور آپ ﷺ کی کرامت ہے"۔

وَقَدْاَخْبَرَنَاالْاَخُ الْفَاضِلُ ۔۔عَلِیُّ بْنُ مُصْطَفَی الْحَنَفِی الطَّرَابَلَسِیْ مُفْتِیْھَااَنَّ الْعَلَّامَۃَ السَّیِّدَعَبْدَالرَّحِیْمِ بْنِ اَبِی اللُّطْفِ الْمَقْدَسِیْ اَنْشَدَ لِنَفْسِہٖ ۔

اَبَوَاہُ مِنْ خَیْرِ الْاَنَامِ سِیَادَۃً : طَابَاھُمَا فِیْ فَتْرَۃٍ وَتَطَیَّبَا
وَرَوَوْا اِحْیَائَھُمَا لِاِسْلَامٍ غَدَا : مِنْ مُعْجِزَاتِ نَبِیِّنَا فَتَأَدَّبَا

(خلاصۃ الاثر فی سیرۃ سید البشر مخطوطہ ص32)

"ہمیں برادر فاضل علی بن مصطفی حنفی طرابلسی مفتیِ طرابلس (م غالبًا 1192ھ) نے خبر دی کہ علامہ سید عبد الرحیم بن ابی اللطف مقدسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (1104ھ) نے اپنی ذات (کی خوشی کے اظہار) کے لئے شعر پڑھا،

ترجمہ: آپ ﷺ کے والدین سرداری کے لحاظ سے دوسرے بندوں سے افضل ہیں، زمانہ فترت میں اللہ نے اُن کو پاک رکھااور وہ پاک رہے، اور علماء نے روایت کیاہے کہ اسلام کے لئے زندہ ہوئے، یہ ہمارے نبی ﷺ کے لئے معجزہ ہوا، اوراُنہوں نے آپ ﷺ کا ادب کیا"۔

علامہ اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی عجلونی دمشقی(م1162ھ) رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ کے والدین کے زندہ کئے جانے کی حدیث ذکر کرتے ہوئے مسلم شریف کی حدیث بیان فرمائی، اور پھر مزید گفتگو کے بعد فرمایا،

وَيُمْكِنُ الْجَوَابُ بِاَنَّ مَافِى الصَّحِيْحِ كَانَ اَوَّلاًثُمَّ اَحْيَاهُمَا الله تَعَالٰى حَتّٰى آمَنَا بِهٖ ﷺ مُعْجِزَةً لَهٗ وَخَصُوْصِيَّةً لَهُمَافِىْ نَفْعِ اِيْمَانِهِمَابِهٖ بَعْدَ الْمَوْتِ،عَلٰى اِنَّ الصَّحِيْحَ عِنْدَ الشَّافِعِيَّةِ مِنَ الْاَقْوَالِ اَنَّ اَهْلَ الْفَتْرَةِ نَاجُوْنَ،وَقَدْاَلَّفَ كَثِيْرٌمِنَ الْعُلَمَاءِ فِىْ اِسْلَامِهِمَا شَكَرَالله سَعْيَهُمْ ۔

(کشف الخفاج1ص73،المکتبۃ العصریۃ)

"یہ جواب دیاجاسکتاہے کہ صحیح مسلم میں جوہے وہ پہلے ہوااُس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن کوزندہ فرمایایہاں تک کہ آپ ﷺ پر ایمان لائے، یہ آپ کے لئے معجزہ ہوا، اوراُن کی خصوصیت ہے کہ موت کے بعد اُن کے ایمان لانے میں اُن کو نفع ہوا، پھر شوافع کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ زمانہ فترت والے نجات پائیں گے، اورآپ ﷺ کے والدین کے مسلمان ہونے میں بہت سے علماء نے کتابیں لکھیں اللہ اُن کی محنت کی قدر فرمائے آمین"۔

علامہ حسن بن علی بن احمد بن عبد اللہ مدابغی شافعی مصری(م1170ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَقَدْرُوِىَ مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ رَضِىَ الله عَنْهَا اِحْيَاءُ اَبَوَيْهِ ﷺ حَتّٰى آمَنَابِهٖ رَضِىَ الله عَنْهُمَا (رَوَاهُ السُّهَيْلِىْ وَغَيْرُهٗ)وَنَفْعُ الْاِيْمَانِ بَعْدَالْمَوْتِ مِنْ خَصَائِصِهٖ ﷺوَالْحَدِيْثُ بِاِحْيَائِهِمَاوَاِنْ كَانَ ضَعِيْفًافَالْقُدْرَةُ صَالِحَةٌ لِذَالِكَ

وَالْحَدِیْثُ الضَّعِیْفُ یُعْمَلُ بِہٖ فِی الْمَنَاقِبِ کَمَایُعْمَلُ بِہٖ فِی الْفَضَائِلِ،وَفَائِدَۃُ اِحْیَائِہِمَامَعَ اِنَّہُمَانَاجِیَانِ لِکَوْنِہِمَامِنْ اَہْلِ الْفَتْرَۃِ زِیَادَۃُ اِظْہَارِمُسَرَّتِہٖ ، وَمَااَحْسَنَ قَوْلُ الشَّمْسِ اِبْنُ نَاصِرُالدِّیْنِ الدِّمَشْقِیْ رَحِمَہُ اللہ فِیْ ذَالِکَ ۔

حَبَی اللہ النَّبِیَّ مَزِیْدَ فَضْلٍ : عَلٰی فَضْلٍ وَکَانَ بِہٖ رَؤُوْفًا

فَاَحْیَا اُمَّہٗ وَکَذَا اَبَاہُ : لِاِیْمَانٍ بِہٖ فَضْلًا مُنِیْعًا

فَسَلِّمْ فَالْقَدِیْمُ بِذَا قَدِیْرٌ : وَاِنْ کَانَ الْحَدِیْثُ بِہٖ ضَعِیْفًا

وَعَلٰی کُلِّ حَالٍ فَالْحَذَرُ اَلْحَذَرُمِنْ ذِکْرِ ہِمَابِمَافِیْہِ نَقْصٌ،فَاِنَّ ذَالِکَ قَدْیُؤْذِی النَّبِیَّ ﷺ وَقَدْ قَالَ لَاتُؤْذُواالْاَحْیَاءَ بِسَبِّ الْاَمْوَاتِ، وَلَا رَیْبَ اَنَّ اَذَاہُ کُفْرٌ یُقْتَلُ فَاعِلُہٗ اِنْ لَّمْ یَتُبْ مِنْہُ،خَصُوْصًاوَ ہُمَانَاجِیَانِ مِنَ التَّعْذِیْبِ فِی الدَّارِ الْآخِرَۃِ لِاَنَّہُمَامِنْ اَہْلِ الْفَتْرَۃِ وَقَدْ دَلَّتِ الْقَوَاطِعُ عَلٰی اِنَّہٗ لَاتَعْذِیْبَ حَتّٰی تَقُوْمَ الْحُجَّۃُ الخ۔ (مخطوطہ مختصر مولد النجم الغیطی:ص49:50)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث نقل ہے کہ آپ ﷺ کے والدین دونوں زندہ کئے گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ پر ایمان لائے، اور وفات کے بعد ان کے ایمان کا نفع دینا آپ ﷺ کی خصوصیت ہے، اور یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن قدرت یہ کر سکتی ہے، اور ضعیف حدیث مناقب میں قابلِ عمل ہے جیسے فضائل میں قابلِ عمل ہے، اور باوجودیکہ کہ آپ کے والدین زمانہ فترت کے لوگ ہونے کے سبب نجات یافتہ ہیں پھر اُن کو زندہ کرنے کا فائدہ آپ ﷺ کے اظہارِ خوشی میں اضافہ ہے، اور ابن ناصر الدین دمشقی رحمہ اللہ کا قول کتنا بہترین ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو فضل پر مزید فضل عطا فرمایا، اور اللہ آپ ﷺ پر مہربان ہیں، آپ کے والدین کو زندہ فرما کر آپ ﷺ پر ایمان لانے کے لئے بہت فضل فرمایا، اِس کو مانیں، کیوں کہ اللہ اِس پر قادر ہے اگرچہ حدیث ضعیف ہے، بہر حال اُن کے ایسے تذکرے سے جس میں نقص ہو پرہیز

ضروری ہے، کیوں کہ اِس سے نبی کریم ﷺ کو تکلیف ہو گی، آپ ﷺ نے فرمایا مُردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ دو، اورآپ ﷺ کو تکلیف دینے والا اگر توبہ نہ کرے قتل کیا جائے گا، بالخصوص جب کہ آپ کے والدین آخرت میں عذاب سے نجات پائیں گے کیوں کہ وہ زمانہ فترت کے لوگ ہیں، اور قطعی دلائل دلیل ہیں کہ جب تک حجت قائم نہ ہو عذاب نہیں ہو گا"۔

علامہ عطاء اللّٰہ بن احمد بن عطاء اللّٰہ بن احمد ازہری مصری مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م بعد 1170ھ) فرماتے ہیں،

بَلْ وَرَدَفِیْ عِدَةِ اَحَادِیْثٍ صَحَّحَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ بَعْضَهَااَنَّ الله اَحْیَاهُمَالَہٗ بَعْدَ مَوْتِهِمَا وَآمَنَا بِہٖ خَصُوْصِیَّۃً لَهُمَاوَمُعْجِزَۃً لَہٗ ﷺ۔

(شرح القصیدۃ الھمزیۃ مخطوطہ: ص8)

"بلکہ کئی حدیثوں میں آیا ہے جن میں سے بعض کو حفاظ نے صحیح کہا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کو وفات کے بعد زندہ کیا اورآپ پر ایمان لائے، یہ اُن کی خصوصیت اور آپ کے معجزہ کے طور پر ہوا ہے"۔

مفتیِ شام علامہ ابو الفضل محمد خلیل بن علی بن محمد الحسینی مرادی حنفی (م1206ھ) رحمۃ اللہ علیہ فاضل ادیب عالم شیخ یوسف بن عمر بن عبد اللّٰہ حنفی طرابلسی آفندی ذوق (ولادت 1125ھ، وفات غیر معلوم) رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا،

قَالَ کُنْتُ غَیْرَمَرَّۃٍ اَسْمَعُ الْمُبَاحَثَۃَ فِیْ خُصُوْصِ اَبَوَیِ النَّبِیِّ الْاَکْرَمِ ﷺ وَمَاقَالَہٗ عَلِیُّ الْقَارِیْ فِیْ رِسَالَتِہِ الشَّهِیْرَۃِ،قَالَ فَخَطَرَلِیْ بَیْتَانِ فِی الْحَالِ وَهُمَا،

اُمُّ النَّبِیِّ آمِنَۃ : مِنْ حَرِّ نَارِ الْآخِرَۃِ
اَحْیَاهَا بَعْدَ مَوْتِهَا : فَآمَنَتْ فِی الْآخِرَۃِ

وَقَداَشَارَ بِالتَّوْرِيَۃِ اِلٰی دُعَائِہٖ لَھَاﷺ فِی الْاِسْلَامِ فِی الْمَرَّۃِ الْاَخِیْرَۃِ، قَالَ فَرَئَیْتُ فِی الْمَنَامِ آمِنَۃَ وَھِیَ مُتَّزِرَۃٌ بِبُرْدٍفَقَالَتْ لَہٗ اِتَّخِذْنِیْ یَاوَلَدِیْ لِمَضَائِقِکَ، وَھٰذَادَلِیْلٌ عَلٰی مَوْتِھَا مُسْلِمَۃً وَنَجَاتِھَا رَضِیَ اللہ عَنْھَا۔

(سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشرج4ص26، دارابن حزم)

''کہ میں حضور ﷺ کے والدین کی خصوصیت سے متعلق اور جو کچھ ملا علی قاری نے مشہور رسالہ میں کہاہے کثرت سے بحث ومباحثہ سنا کرتا تھا، تو میرے دل میں دو شعر آئے (جن کا ترجمہ یہ ہے کہ) حضور ﷺ کی اماں آخرت کی آگ کی گرمائش سے محفوظ ہیں، حضور ﷺ کے آخر زمانہ میں وفات کے بعد اللہ نے اُنہیں زندہ کیااور وہ ایمان لائیں (توریہ کی صورت میں دوسرے شعر میں آپ ﷺ کی اُن کے اسلام کے لئے دعاء کرنے کی طرف اشارہ کیاہے) فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اماں آمنہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا وہ چادر پہنے ہوئے ہیں اور مجھے فرمایا بیٹا! اپنے مشکل مقامات کے لئے مجھے پکڑلو (یہ ذکر کر کے علامہ ابوالفضل محمد خلیل بن علی بن محمد الحسینی مرادی حنفی (م1206ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ) یہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات اور نجات کی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوں''۔

علامہ محمد قش بن یوسف بن ابراہیم زکی غرقی شافعی (م1232ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَقَدْرُوِیَ مِنْ حَدِیْثِ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہ عَنْھَااِحْیَاءُ اَبَوَیْہِ مَعًاحَتّٰی آمَنَابِہٖﷺ رَضِیَ اللہ عَنْھُمَاوَنَفْعُ الْاِیْمَانِ بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ خَصَائِصِہٖ ﷺ وَالْحَدِیْثُ بِاِحْیَائِھِمَاوَاِنْ کَانَ ضَعِیْفًافَالْقُدْرَۃُ صَالِحَۃٌ لِذَالِکَ، وَالْحَدِیْثُ الضَّعِیْفُ یُعْمَلُ بِہٖ فِی الْمَنَاقِبِ کَمَایُعْمَلُ بِہٖ فِی الْفَضَائِلِ، وَفَائِدَۃُ اِحْیَائِھِمَامَعَ اِنَّھُمَا نَاجِیَانِ لِکَوْنِھِمَامِنْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ زِیَادَۃَ اِظْھَارِ مُسَرَّتِہٖ الخ۔

(حاشیۃ قش علی مولد ابن حجر المکی مخطوطہ ص49)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل ہے آپ ﷺ کے والدین دونوں کے زندہ کئے جانے کی یہاں تک کہ آپ ﷺ پر ایمان لائے رضی اللہ عنہما، اور موت کے بعد ایمان کا فائدہ ہونا آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے، اور زندہ کئے جانے کی حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن قدرت اِس کو کرسکتی ہے، اور ضعیف حدیث پر فضائل کی طرح مناقب میں عمل کیا جاسکتا ہے، اور باوجودیکہ وہ ناجی ہیں کیوں کہ زمانہ فترت والوں میں سے ہیں پھر زندہ کیا جانا آپ ﷺ کی خوشی کے اظہار میں اضافہ کے لئے ہوا“۔

علامہ یاسین بن خیر اللہ بن محمود بن موسیٰ الخطیب العمری موصلی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م بعد1232ھ) فرماتے ہیں،

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا - قَالَتْ حَجَّ بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجّةَ الْوَدَاعِ فَمَرَّ عَلَى عَقَبَةِ الْحَجُوْنِ وَهُوَ بَاكٍ حَزِينٌ مُغْتَمٌّ، فَبَكَيْتُ لِبُكَائِهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - ثُمَّ طَفِقَ يَقُوْلُ "يَا حُمَيْرَاءُ اِسْتَمْسِكِي" فَاسْتَنَدْتُّ إِلٰى جَانِبِ الْبَعِيرِ فَمَكَثَ عَنّيْ طَوِيْلًا، ثُمَّ عَادَ وَهُوَ فَرِحٌ مُتَبَسِّمٌ فَقُلْتُ لَهُ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمّيْ يَا رَسُولَ اللهِ نَزَلْت مِنْ عِنْدِيْ، وَ أَنْتَ بَاكٍ حَزِينٌ۔ ثُمّ عُدْتَّ إِلَيّ وَأَنْتَ فَرِحٌ مُبْتَسِمٌ فَمِمَّ ذَا كَ ؟قَالَ ذَهَبْتُ لِقَبْرِآمِنَةَ أُمّيْ، فَسَأَلْتُ اللهَ أَنْ يُحْيِيَهَا، فَأَحْيَاهَا فَآمَنَتْ ،فَرَدّهَا اللهُ تَعَالٰى ،وَفِى الْاَشْبَاهِ وَالنَّظَائِرِلِاِبنِ نُجَيْم مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِاُبِيْحَ لَعْنُہٗ اِلَّاوَالِدَیْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺلِثُبُوْتِ اَنَّ اللهَ اَحْيَاهُمَا لَہٗ حَتّٰى آمَنَابِہٖ كَذَافِیْ مَنَاقِبِ الْكُرْدَرِیْ--- (الى قولہ)وَهُمَانَاجِيَانِ مِنَ التَّعْذِيْبِ فِى الدَّارِالْاٰخِرَةِ لِاَنَّهُمَا مِنْ اَهْلِ الْفَتْرَةِ وَقَدْ دَلَّتِ الْقَوَاطِعُ عَلٰى اِنَّہٗ لَاتَعْذِيْبَ حَتّٰى تَقُوْمَ الْحُجَّۃُ۔

(الروضۃ الفیحاء فی اعلام النساء ص32:33)

"حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی حدیث ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمیں حج پر لے گئے، عقبہ حجون پر گذرے تو آپ رو رہے تھے غمگین تھے تو آپ کے رونے پر مجھے بھی رونا آ گیا، پھر فرمانے لگے حمیراء !ذرا ٹھہرو، تو میں نے اونٹ کی ٹیک لگالی، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دیر تک ٹھہرے پھر خوش ہو کر مسکراتے ہوئے واپس ہوئے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ میرے پاس سے روتے ہوئے غمگین تشریف لے گئے، اوراب خوش ہو کر مسکراتے ہوئے واپس ہوئے کیا وجہ ہے ؟ فرمایا: میں اپنی والدہ کی قبر پر گیا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اللہ اُن کو زندہ فرمائے، تو اللہ نے زندہ فرمایا اور وہ ایمان لائیں، پھر اللہ تعالیٰ نے واپس کر دیا، امام ابن نجیم کی اشباہ و نظائر میں ہے کہ جو کفر پر وفات پائے اُس پر لعنت جائز ہے، مگر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین پر جائز نہیں کیوں کہ یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خاطر اُن کو زندہ فرمایا اورآپ پر ایمان لائے (مناقب کردری)۔۔۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین آخرت کے گھر میں عذاب دیئے جانے سے نجات یافتہ ہیں، کیوں کہ زمانہ فترت کے لوگ ہیں، اور بہت سے قطعی دلائل دلیل ہیں کہ عذاب نہیں ملتا یہاں تک کہ حجت قائم ہو جائے"۔

علامہ عبداللہ بن علی بن عبدالرحمن دمیلجی شافعی سویدان (م1234ھ) رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں،

وَرُوِیَ اَنَّ اللہ عَزَّوَجَلَّ اَحْیٰ اَبَوَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَآمَنَابِہٖ وَبِشَرِیْعَتِہٖ خَصُوْصِیَّۃً لَّھُمَاوَزِیَادَۃً فِی الْکَمَالِ لِاَنَّ اَھْلَ الْفَتْرَۃِ نَاجُوْنَ وَمِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَمَاکُنَّامُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔

(حاشیۃ علی مولد ابن حجر الھیتمی مخطوطہ ص10)

"نقل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر اور آپ کی شریعت پر ایمان لائے، یہ اُن کی خصوصیت ہے اور کمال میں ترقی کے لئے ہے، کیوں کہ زمانہ فترت والے (ویسے بھی) نجات پائیں گے اور جنتی ہوں گے"۔

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی (م1241ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَدَخَلَ فِیْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ اَجْدَادُ رَسُوْلِ اللہ ﷺ وَاَبَوَاہُ فَھُمْ نَاجُوْنَ خِلَافًا لِمَنْ شَذَّ وَقَالَ بِمَوْتِھِمَا عَلَی الْکُفْرِ، عَلٰی اِنَّہٗ وَرَدَ حَدِیْثٌ بِاِحْیَائِھِمَا وَاِیْمَانِھِمَا بِہٖ وَاِنْ کَانَ ضَعِیْفًا۔ (شرح الصاوی علی جوھرۃ التوحید ص101، دار ابن کثیر دمشق)

"زمانہ فترت والوں میں حضور ﷺ کے دادے اور آپ کے والدین بھی داخل ہیں تو وہ نجات پائیں گے، شاذ قول کرنے والے اِس کے برخلاف ہیں، اور اُنہوں نے آپ ﷺ کے والدین کی کفر پر وفات کا کہا، علاوہ ازیں حدیث آئی ہے اگرچہ ضعیف ہے کہ وہ زندہ کئے گئے اور آپ ﷺ پر ایمان لائے ہیں"۔

علامہ محمد امین ابن عابدین دمشقی حنفی (م1252ھ) علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اُن سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

مَنْ مَاتَ عَلَی الْکُفْرِ اُبِیْحَ لَعْنُہٗ اِلَّا وَالِدَیْ رَسُوْلِ اللہ ﷺ لِثُبُوْتِ اَنَّ اللہ اَحْیَاھُمَا لَہٗ حَتّٰی آمَنَا بِہٖ کَذَا فِی الْاَشْبَاہِ عَنْ مَنَاقِبِ الْکُرْدَرِیْ رَحِمَہُ اللہ تَعَالٰی، وَقَدْ ذَکَرَ ھٰذَا الْحَدِیْثَ طَائِفَۃٌ مِنَ الْحُفَّاظِ وَلَمْ یَلْتَفِتُوْا لِمَنْ طَعَنَ فِیْہِ وَھُوَ ضَعِیْفٌ لَا مَوْضُوْعٌ حَتّٰی قَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ۔

حَبَا اللہ النَّبِیَّ مَزِیْدَ فَضْلٍ : عَلٰی فَضْلٍ وَکَانَ بِہٖ رَؤُوْفًا

فَاَحْیَا اُمَّہٗ وَکَذَا اَبَاہُ : لِاِیْمَانٍ بِہٖ فَضْلًا لَطِیْفًا

فَسَلِّمْ فَالْقَدِیْمُ بِذَا قَدِیْرٌ : وَاِنْ کَانَ الْحَدِیْثُ بِہٖ ضَعِیْفًا

فَیُعْمَلُ بِہٖ فِیْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ وَمِنْ جُمْلَتِھَا ھٰذَا، کَیْفَ وَقَدْ وَرَدَ اَحَادِیْثُ دَالَۃٌ عَلٰی طَھَارَۃِ نَسَبِہِ الشَّرِیْفِ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ مِنْ دَنَسِ الشِّرْکِ وَشَیْنِ الْکُفْرِ، وَ مَحَلُّ کَوْنِ الْاِیْمَانِ لَا یَنْفَعُ بَعْدَ الْمَوْتِ فِیْ غَیْرِ الْخَصُوْصِیَّۃِ (الی

قولہ)وَقَدْ اُمِرْنَااَنْ نُمْسِکَ اللِّسَانَ اِذَا ذُکِرَ اَصْحَابُہٗ رَضِیَ اللہ عَنْہُمْ بِشَیْءٍ یَرْجِعُ اِلَی الْعَیْبِ اَوِالنَّقْصِ فِیْہِمْ فَلَاَنْ نُمْسِکَ وَنَکُفَّ عَنْ اَبَوَیْہِ اَحَقُّ وَاَحْرٰی، اِذَاتَقَرَّرَ ذَالِکَ فَحَقُّ الْمُسْلِمِ اَنْ یُمْسِکَ لِسَانَہٗ عَمَّا یُخِلُّ بِشَرَفِ نَسَبِ نَبِیِّہٖ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ بِوَجْہٍ مِنَ الْوُجُوْہِ وَلَاخِفَاءَ فِیْ اَنَّ اِثْبَاتَ الشِّرْکِ فِیْ اَبَوَیْہِ اِخْلَالٌ ظَاھِرٌبِشَرْفِ نَسَبِ نَبِیِّہِ الطَّاھِرِ۔

(العقودالدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ:ج2ص330، دارالمعرفہ)

"جو کفر پر وفات پائے اُس پر لعنت جائز ہے، مگر حضور ﷺ کے والدین پر نہیں، کیوں کہ یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو آپ ﷺ کے لئے زندہ فرمایااوروہ آپ پر ایمان لائے ہیں ، اوریہ حدیث حفاظ کی ایک جماعت نے ذکر کی اوراِس حدیث میں طعن کرنے والوں کی طرف توجہ ہی نہ کی،اوریہ حدیث صرف ضعیف ہے موضوع نہیں ہے، یہاں تک کہ بعض حفاظ (ابن ناصرین الدین)نے فرمایا۔

ترجمہ اشعار:" اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فضل پر فضل عطا کیااوراللہ نبی کریم ﷺ پر مہربان ہیں، آپ ﷺ پر عمدہ فضل فرماتے ہوئے آپ کی والدہ اوروالد کو زندہ فرمایا آپ ﷺ پر ایمان لانے کے لئے،اِس کو مان لو کیوں کہ اللہ اِس پر قادر ہے اگرچہ حدیث ضعیف ہے"

لہٰذااِس حدیث پر فضائل اعمال میں عمل جائز ہے اوریہ مسئلہ بھی فضائل میں سے ہے،کیسے اِس پر عمل نہیں کیا جاسکتا جب کہ دوسرے دلائل بھی حضور ﷺ کے نسب شریف کے شرک کی میل اور کفر کے عیب سے پاک ہونے پر دلیل موجود ہیں؟باقی رہایہ کہ ایمان موت کے بعد نفع نہیں دیتایہ خصوصیت کے علاوہ موقع کی بات ہے(اوریہ تو آپ ﷺ کی خصوصیت ہے اور معجزہ ہے)۔۔۔جب ہمیں حکم ہے کہ صحابہ کے تذکرہ کے وقت زبانوں کو اُن کے ایسے تذکرے سے روکیں جو اُن میں عیب و نقص پیدا کریں، تو حضور ﷺ کے والدین سے متعلق روکیں یہ احق

والیق ہے، جب یہ واضح ہو گیا تو مسلمان پر حق ہے کہ حضور ﷺ کے نسب میں کسی بھی طرح کے طعن والی بات سے زبان روکے اور یہ ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے والدین میں شرک ثابت کرنا آپ ﷺ کے پاک نسب میں واضح عیب ڈالنا ہے"۔

مزید فرماتے ہیں،

اَلَاتَرٰی اَنَّ نَبِیَّنَاﷺ قَدْ اَکْرَمَہُ اللہ تَعَالٰی بِحَیَاۃِ اَبَوَیْہِ لَہٗ حَتّٰی آمَنَابِہٖ فِیْ حَدِیْثٍ صَحَّحَہُ الْقُرْطَبِیْ وَابْنُ نَاصِرِالدِّیْنِ حَافِظُ الشَّامِ وَغَیْرُھُمَا فَانْتَفَعَا بِالْاِیْمَانِ بَعْدَالْمَوْتِ عَلٰی خِلَافِ الْقَاعِدَۃِ اِکْرَامًالِنَبِیِّہٖ کَمَااَحْیَاقَتِیْلَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ لِیُخْبِرَقَاتِلَہٗ وَکَانَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یُحْیِی الْمَوْتٰی وَکَذَالِکَ نَبِیُّنَاﷺاَحْیَااللہ تَعَالٰی عَلٰی یَدِیْہِ جَمَاعَۃٌ مِنَ الْمَوْتٰی وَقَدْصَحَّ اَنَّ اللہ تَعَالٰی رَدَّ عَلَیْہِ الشَّمْسَ بَعْدَمَغِیْبِہَاحَتّٰی صَلّٰی عَلِیٌّ کَرَّمَ اللہ وَجْہَہٗ الْعَصْرَفَکَمَااُکْرِمَ بِعَوْدِ الشَّمْسِ وَالْوَقْتِ بَعْدَفَوَاتِہٖ فَکَذَالِکَ اُکْرِمَ بِعَوْدِالْحَیَاۃِ وَوَقْتِ الْاِیْمَانِ بَعْدَ فَوَاتِہٖ وَمَاقِیْلَ اَنَّ قَوْلَہٗ تَعَالٰی وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِیْمِ نَزَلَ فِیْھِمَالَمْ یَصِحُّ وَخَبْرُمُسْلِمِ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِکَانَ قَبْلَ عِلْمِہٖ۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار: ج6، ص369، مکتبہ امدادیہ)

"کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کا اعزاز فرمایا کہ آپ ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا اور آپ پر ایمان لائے، اِس حدیث کو قرطبی، ابن ناصر الدین حافظ شام وغیرہمارحمہااللہ نے صحیح قرار دیا (یعنی مضمون صحیح مانا ہے) اور قانون کے برخلاف نبی کریم ﷺ کے اکرام کے لئے وفات کے بعد اُنہوں نے ایمان سے فائدہ حاصل کیا جیسے بنی اسرائیل کے مقتول کو زندہ فرمایا تاکہ اپنے قاتل کا بتادے، اور عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ کیا کرتے تھے، ایسے ہمارے نبی ﷺ کے ہاتھوں پر اللہ نے مردوں کی ایک جماعت زندہ فرمائی، اور یہ صحیح ثابت ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کے غروب کے بعد سورج کو واپس کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر پڑھی، تو جس طرح سورج اور عصر کا وقت واپس لا کر اللہ نے اکرام فرمایا ایسے والدین کی زندگی اور ایمان کا وقت فوت ہونے کے بعد واپس زندگی دے کر اکرام فرمایا، اور یہ جو کہا گیا کہ وَ لَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں نازل ہوئی یہ صحیح نہیں، اور یہ جو مسلم شریف میں ہے اَبِیْ وَ اَبَاکَ فِی النَّارِ یہ اُس وقت کی بات ہے جب آپ ﷺ کو اُن سے متعلق علم نہیں تھا"۔

شیخ امام حسن بن عمر بن معروف بن عبد اللہ بن مصطفی دمشقی حنبلی (م1274ھ) فرماتے ہیں،

اَيَا مَنْ حَازَ فَضْلًا فُزْ بِوَصْلٍ : فَفِيْهِ الْخَيْرُ مَحْفُوْفًا بِشَمْل
وَاَلْقِ السَّمْعَ مَيْمَوْنًا بِقَوْلٍ : حَبَا الله النَّبِیَّ مَزِيْدَ فَضْلٍ
عَلٰی فَضْلٍ وَكَانَ بِهٖ رَؤُوْفًا : فَدَعْ اَبَوَيْهِ مِنْ قَوْلٍ اَبَاهُ
اُولُوْ فَضْلٍ عَلَا تَغْنَمْ حِبَاهُ : فَكَمْ خَيْرٍ جَنٰی حَقًّا لِبَاهُ
فَاَحْيَا اُمَّهٗ وَكَذَا اَبَاهُ : لِاَيْمَانٍ بِهٖ فَضْلًا مُنِيْفًا
وَاِنْ تَعْجَبْ فَلَا عَجَبٌ كَبِيْرٌ : فَقَدْرُ الْمُصْطَفٰی قَدَمًا جَدِيْرُ
وَاِيَّاكَ الْجُمُوْدَ فَذَا خَطِيْرٌ : فَسَلِّمْ فَالْقَدِيْمُ بِذَا قَدِيْرٌ
وَاِنْ كَانَ الْحَدِيْثُ بِهٖ ضَعِيْفًا

(حلیۃ البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر: ص479)

"اے وہ مخاطب! جس نے فضل و علم جمع کیا وصل (اللہ و رسول سے خاص تعلق) کے ذریعے کامیابی حاصل کرلے، کیوں کہ اِس میں کُل خیر لپٹی ہوئی ہے، بابرکت کان اِس قول پر ڈال دے "اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فضل پر فضل زیادہ فرمایا اور اللہ آپ ﷺ پر بہت شفیق

ہیں، حضور ﷺ کے والدین سے متعلق وہ قول چھوڑ جس کا بلند درجہ اہلِ علم نے انکار کیا ہے تو حضور ﷺ کی محبت (زیادہ) پالے گا، پس کتنے خیر ہیں جن کے حق سے آدمی کی عقل نے واقعی قصور کیا؟ پس اللّٰہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی والدہ اور والد کو زندہ فرمایا، آپ پر ایمان لانے کیلئے بلند فضل سے، اور اگر تو تعجب کرے تو یہ کوئی زیادہ تعجب کی بات نہیں حضور ﷺ کا بلند درجہ اِس کے لائق ہے، اور ضد سے بچ کیوں کہ ضد خطرناک ہے، اور مان لے کیوں کہ اللّٰہ کی ذات اِس پر قادر ہے، اگرچہ اِس کی حدیث ضعیف ہے"۔

علامہ رفاعہ رافع بن بدوی طہطاوی (م1290ھ) فرماتے ہیں،

وَاَنَّ اَبَوَيْهِ نَاجِيَانِ لِاَنَّهُمَامِنْ اَهْلِ الْفَتْرَةِ۔۔اَوْ بِاِحْيَائِهِمَالَهٗ عَامَ حَجَّةِ الْوِدَاعِ حَتّٰى آمَنَابِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَنَفْعُ الْاِيْمَانِ بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ خَصَائِصِهٖ۔

(نہایۃ الایجاز: ص34، ط دار الذخائر قاہرہ)

"حضور ﷺ کے والدین نجات یافتہ ہیں یا اس لئے کہ وہ زمانہ فَترت کے لوگ ہیں، یا اس لئے کہ حجۃ الوداع والے سال آپ ﷺ کے لئے زندہ کئے گئے اور وہ اللّٰہ ورسول پر ایمان لائے، اور موت کے بعد ایمان لانے کا نفع مند ہونا حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے"۔

علامہ حسین بن ابراہیم مغربی مصری مالکی (م1292ھ) رحمۃ اللہ علیہ سے حضور ﷺ کے والدین کی نجات نہ ہونے کے قائل سے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا،

رُوِیَ مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا اِحْيَاءُ اَبَوَيْهِ مَعًاحَتّٰى آمَنَابِهٖ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، وَالْحَدِيْثُ وَاِنْ كَانَ ضَعِيْفًا يُعْمَلُ بِهٖ فِی الْمَنَاقِبِ كَمَا يُعْمَلُ بِهٖ فِی الْفَضَائِلِ،وَنَفْعُ الْاِيْمَانِ بَعْدَالْمَوْتِ مِنْ خَصَائِصِهٖ ﷺ،عَلٰى اَنَّ اَهْلَ الْفَتْرَةِ نَاجُوْنَ، وَكَانَ اِحْيَاءُ اَبَوَیِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ حَجَّةِ الْوِدَاعِ وَحِكْمَةُ تَاخِيْرِهٖ

اِلٰی آخِرِ حَیَاتِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِیَحْصُلَ الْاِیْمَانُ لَھُمَابِجَمِیْعِ مَاجَاءَ بِہٖ ﷺ،وَمَنْ قَالَ بِعَدْمِ نَجَاتِہِمَافَھُوَ مَلْعُوْنٌ الخ۔

(قرۃ العین بفتاوی علماء الحرمین:ص10،المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین زندہ کئے گئے حتی کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لائے، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے، لیکن ضعیف حدیث پر مناقب میں عمل ہوتا ہے جیسے فضائل میں عمل ہوتا ہے،اوروفات کے بعد ایمان نافع ہونا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خصوصیات میں سے ہے، نیز اہلِ فَترت نجات یافتہ ہوں گے ۔۔۔اور جواُن کی نجات ہونے کا قائل نہیں وہ رحمت سے دور ہو سکتا ہے"۔

علامہ محمد بن احمد عبد الباری الاہدل(م1298ھ)فرماتے ہیں

وَقَدْوَرَدَاِیْمَانُھَاوَاِحْیَاؤُھَافِیْ حَدِیْثٍ اَخْرَجَہٗ جَمَاعَۃٌ مِنْ طُرُقٍ کَثِیْرَۃٍ ،مِنْھُمُ الطَّبْرِیْ وَالْخَطِیْبُ وَابْنُ شَاھِیْنٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَاقَالَتْ،قَالَ ذَھَبْتُ لِقَبْرِاُمِّیْ آمِنَۃَ فَسَاَلْتُ اللہَ اَنْ یُّحْیِیَھَافَاَحْیَاھَافَآمَنَتْ بِیْ،وَکَذَاذَکَرَہُ السُّھَیْلِیْ فِیْ رَوْضِہٖ،وَبِذَالِکَ اَفْتٰی شَیْخُ الْاِسْلَامِ ابْنُ حَجَرٍ،فَثَبَتَ بِمَا ذُکِرَ وَغَیْرِہٖ اَنَّ الْحَدِیْثَ لَیْسَ بِمَوْضُوْعٍ۔۔وَقَدْثَبَتَ اِحْیَاءُ جَمَاعَۃٍ عَلٰی یَدَیْہِ ﷺ فَلَایُبْعَدُحِیْنَئِذٍاِحْیَاءُ اَبَوَیْہِ وَلَااِیْمَانُھُمَامِنْ بَعْدِاِحْیَاءِھِمَاالخ۔

(فتح الکریم القریب شرح انموذج اللبیب:220 طبع من وزارۃ الاعلام جدہ سن1403ھ)

"اور تحقیق حضرت آمنہ کا ایمان لانا اور زندہ کیا جانا ایک حدیث میں منقول ہے جس کو بہت سی سندوں سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے ان میں سے امام طبری، خطیب اور ابن شاہین ہیں، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نقل کرتی ہیں کہ فرمایا کہ میں والدہ کی قبر پر گیا اور اللہ تعالی سے درخواست کی کہ ان کو زندہ فرمائیں تو اللہ تعالی نے ان کو زندہ فرمایا، ایسے

ہی سہیلی نے روض میں ذکر کیا ہے، شیخ الاسلام ابن حجر نے اسی پر فتوی دیا، تو اس سب سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حدیث موضوع (گھڑی ہوئی) نہیں ہے۔۔۔ آپ ﷺ کے ہاتھ پر ایک جماعت کا زندہ ہونا ثابت ہے، تو پھر آپ ﷺ کے والدین کا زندہ کیا جانا اور زندہ ہو کر ایمان لانا بعید نہ سمجھا جائے"۔

علامہ داؤد بن سلیمان بغدادی حنفی رحمہ اللہ (م1299ھ) فرماتے ہیں،

وَاَمَّاذِکْرُ اِسْلَامِہِمَافَھُوَمِنْ شَمْسِ الظَّھِیْرَۃِ اَظْھَرُوَقَدْوَرَدَفِیْہِ مِنَ الْاَدِلَّۃِ مَا لَایُحْصٰی وَلَایُحْصَرُ۔

قَدْصَحَّ اَنَّ اَبَا النَّبِیِّ وَاُمَّہٗ : اَحْیَاھُمَا الرَّبُّ الْکَرِیْمُ الْبَارِیْ

حَتّٰی لَہٗ شَہِدَا بِصِدْقِ رِسَالَتِہٖ : صَدِّقْ فَتِلْکَ کَرَامَۃُ الْمُخْتَار

ھٰذَاالْحَدِیْثُ وَمَنْ یَقُوْلُ بِضُعْفِہٖ : فَھُوَالضَّعِیْفُ عَنِ الْحَقِیْقَۃِ عَار

وَغَوٰی بِمُبْطَلَاتِ رَأْیِہٖ عَنْ اَقْوَمِ طَرِیْقٍ : فَالْعِیَاذُ بِاللہ مِمَّنْ حُرِمَ التَّوْفِیْقَ

(روض الصفافی مناقب والدی المصطفٰی مخطوطہ سنہ1316ھ، ص3)

"رہا حضور ﷺ کے والدین کے اسلام کا ذکر تو وہ دوپہر کے سورج سے زیادہ ظاہر ہے، اوراِس بارے میں بے حد وحساب دلائل وارد ہیں (اشعار کا ترجمہ) یہ صحیح ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کو اللہ کریم وخالق نے زندہ فرمایا، یہاں تک کہ اُنہوں نے آپ ﷺ کی رسالت سچی ہونے کی گواہی دی، یہ حضور ﷺ کی کرامت ہے، اِس حدیث کو سچامان، اور جو اِس کو ضعیف بتائے وہ ضعیف اور حقیقت سے خالی ہے، اللہ کی پناہ اُس شخص سے جو توفیق سے محروم ہوا، اور اپنی غلط رائے کے سبب سیدھے راستہ سے بہکا ہے"۔

علامہ شیخ حسن العدوی حمزاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م1303ھ) فرماتے ہیں،

فَمَنْ اَشْرَقَ اللہ فِیْ سَمَاءِ قَلْبِہٖ شُمُوْسَ الْاِیْمَانِ لَایَحُوْلُ عَنِ الْاِعْتِقَادِ وَالْاِیْمَانِ بِنَجَاۃِ اَبَوَیْہِ ﷺوَاَنَّ اللہ اَحْیَاھُمَا وَآمَنَابِہٖ ﷺ فَقَدْصَحَّ الْحَدِیْثُ فِیْ ذَالِکَ عِنْدَاَھْلِ الْکَشْفِ وَالْحَقِیْقَۃِ وَلِلّٰہِ دَرُّبَعْضِ الْاَئِمَّۃِ حَیْثُ قَالَ،

اَیْقَنْتُ اَنَّ اَبَا النَّبِیِّ وَاُمَّہٗ : اَحْیَاھُمَا الرَّبُّ الْکَرِیْمُ الْبَارِیْ

حَتّٰی لَہٗ شَھِدَا بِصِدْقِ رِسَالَتِہٖ : صَدِّقْ فَتِلْکَ کَرَامَۃُ الْمُخْتَار

ھٰذَا الْحَدِیْثُ وَمَنْ یَقُوْلُ بِضُعْفِہٖ: فَھُوَ الضَّعِیْفُ عَنِ الْحَقِیْقَۃِ عَار

(النفحات الشاذلیۃ ج1ص51، دارالکتب العلمیہ)

"جس کے دل کے آسمان میں اللہ نے ایمان کے چراغ روشن کئے ہیں وہ نبی کریم ﷺ کے والدین کی نجات پر اوراِس پر کہ اللہ نے اُن کو زندہ فرمایااوروہ آپ ﷺ پر ایمان لائے ایمان وعقیدہ رکھنے سے نہیں پھرے گا، تحقیق اہلِ کشف واہلِ حقیقت کے نزدیک اس بارے میں حدیث صحیح ہے،اور بعض ائمہ نے جو کہا اُن کا بھلا ہے کہ (ترجمہ اشعار) میں نے یقین کیا کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کو اللہ کریم نے زندہ فرمایا یہاں تک کہ اُنہوں نے آپ ﷺ کی رسالت کی صداقت کی گواہی دی،اِس حدیث کو سچامانو کہ یہ نبی مختار کی کرامت ہے،اور جواِس کو ضعیف مانتاہے وہ خود ضعیف اور حقیقت سے عاری ہے"۔

علامہ احمد بن احمد بن اسماعیل حلوانی خلیجی شافعی (م1308ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَاَمَّامَارُوِیَ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہ عَنْھَااَنَّ رَسُوْلَ اللہ ﷺ سَأَلَ رَبَّہٗ اَنْ یُحْیِی لَہٗ اَبَوَیْہِ فَاَحْیَاھُمَافَآمَنَابِہٖ ثُمَّ اَمَاتَھُمَا،فَلَیْسَ الْمُرَادُمِنْہٗ اَنَّھُمَا کَانَا کَافِرَیْنِ فَآمَنَابَلِ الْمُرَادُ اَنَّ اللہ اَحْیَاھُمَاوَآمَنَابِہٖ لِیُحْرِزَامَنْقَبَۃَ حِسْبَانِہِمَا مِنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ الَّتِیْ ھِیَ اَفْضَلُ الْاُمَمِ وَمِنْ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ ھُمْ خَیْرُالْقُرُوْنِ۔

(مواکب ربیع فی مولد الشفیع: الموکب الثامن: ص149، ط سن1394ھ)

"اور جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اللہ سے درخواست کی کہ آپ کے لئے آپ کے والدین کو زندہ کرے تو اللہ نے زندہ کیا اور آپ پر ایمان لائے پھر اللہ نے وفات دے دی، تو اِس سے مراد یہ نہیں کہ وہ کافر تھے اور اب ایمان لائے، بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ نے زندہ کیا اور آپ پر ایمان لائے تا کہ اِس افضل امت میں سے اور آپ کے صحابہ جو افضل جماعت ہے اُس میں سے ہونے کی فضیلت حاصل کر لیں"۔

علامہ ابن الموقّع سید محمود بن عبد المحسن حسینی آفندی قادری اشعری شافعی دمشقی (م 1321ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَقَدْوَرَدَتْ عِدَةُ اَحَادِيْثٍ بِاِحْيَاءِ اَبَوَيْهِ عَلَيْهِ اَجَلُّ تَحِيَّةٍ حَتّٰى آمَنَابِهٖ تَكْرِمَةً لِجَلَالَةِ جَنَابِهِ الشَّرِيْفِ وَخَصُوْصِيَّتِهٖ وَلِلّٰهِ دَرُّالْقَائِلِ الَّذِىْ فِى الْجِنَانِ اِنْ شَاءَ الله قَائِلٌ۔

اَيْقَنْتُ اَنَّ اَبَا النَّبِيِّ وَاُمَّہٗ : اَحْيَاهُمَا الرَّبُّ الْكَرِيْمُ الْبَارِیْ

حَتّٰى لَہٗ شَهِدَا بِصِدْقِ رِسَالَتِهٖ : صَدِّقْ فَتِلْكَ كَرَامَۃُ الْمُخْتَار

هٰذَا الْحَدِيْثُ وَمَنْ يَقُوْلُ بِضُعْفِهٖ: فَهُوَ الضَّعِيْفُ عَنِ الْحَقِيْقَةِ عَار

(حصول الفرج وحلول الفرح فی مولد من انزل علیہ الم نشرح: ص17:18، المکتبۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر، سنہ 1307ھ)

"کئی احادیث حضور ﷺ کی عزت و تکریم کے لئے حضور ﷺ کے والدین کے زندہ ہونے اور پھر ایمان لانے سے متعلق نقل ہوئیں، اللہ کے لئے بھلا ہے اُس کا جس نے یہ کہا (اور ان شاء اللہ وہ جنّت میں آرام کر رہے ہیں) کہ مجھے یقین ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کو اللہ نے زندہ کیا یہاں تک کہ آپ کے سچے رسول ہونے کی تصدیق کی، اِس کو سچا مانو یہ حضور ﷺ کی کرامت ہے، یہ حدیث ہے، اور جو اِس کو ضعیف کہے وہ خود ضعیف اور حقیقت سے عاری ہے"۔

علامہ محمد بن محمد خیر الدین بن عبد الرحمن الحنیفی حلبی (م1324ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَمِنْ اَهْلِ الْفَتْرَةِ آبَاءَ النَّبِيِّ ﷺ فَهُمْ نَاجُوْنَ وَقِيْلَ اَحْىَ الله اَبَوَيْهِ فَآمَنَابِهٖ لِحَدِيْثٍ وَرَدَعَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ الله عَنْهَااَنَّ رَسُوْلَ الله ﷺ سَأَلَ رَبَّهٗ اَنْ يُحْيِىَ لَهٗ اَبَوَيْهِ فَاَحْيَاهُمَا فَآمَنَابِهٖ ثُمَّ اَمَاتَهُمَاوَالله عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌوَاِنْ قِيْلَ اَلْحَدِيْثُ ضَعِيْفٌ۔

(المنهاج السدید فی شرح جوهرة التوحید:6،ط المطبعة العلمیة حلب سنہ 1342ھ)

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آباء بھی اہلِ فترت میں سے ہیں لہٰذا وہ بھی نجات پائیں گے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کی وجہ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اللہ تعالیٰ سے درخواست پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ فرمایااوروہ آپ پر ایمان لائے، پھر اللہ نے وفات دے دی اور اللہ سب کچھ کرسکتے ہیں اگرچہ حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے۔

علامہ عبد الرزاق بن حسن بن ابراہیم بیطار دمشقی (م1335ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَقَدْصَحَّ عِنْدَبَعْضِ اَهْلِ الْكَشْفِ حَدِيْثُ اِحْيَاءِ اَبَوَىِ النَّبِيِّ ﷺ وَلِذَالِكَ قَالَ بَعْضُهُمْ۔

اَيْقَنْتُ اَنَّ اَبَا النَّبِيِّ وَاُمَّهٗ : اَحْيَاهُمَا الرَّبُّ الْكَرِيْمُ الْبَارِىْ
حَتّٰى لَهٗ شَهِدَا بِصِدْقِ رِسَالَتِهٖ : صَدِّقْ فَتِلْكَ كَرَامَةُ الْمُخْتَار
هٰذَا الْحَدِيْثُ وَمَنْ يَقُوْلُ بِضُعْفِهٖ: فَهُوَ الضَّعِيْفُ عَنِ الْحَقِيْقَةِ عَار

(حلیۃ البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر:ص479)

"بعض اصحابِ کشف اولیاء کے نزدیک حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کے زندہ کئے جانے کی حدیث صحیح ہے، اوران میں سے کسی صاحب نے کہا ہے۔

ترجمہ اشعار: مجھے یقین ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کو اللہ رب کریم خالق نے زندہ کیا، یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے فضیلت رسالت کی سچائی کی گواہی دی یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کرامت ہے، یہ حدیث ہے، اور جو اِس کو ضعیف کہے وہی ضعیف اور حقیقت سے عاری ہے"۔

یہاں بحث یہ نہیں کہ کشف سے کسی حدیث یا مضمون کا صحیح وضعیف ہونا ثابت ہوتا ہے یانہ؟ بات صرف یہ ہے کہ علامہ بیطار دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس پر تصدیق والا سکوت اختیار کیا ہے۔

علامہ عبد القادر بن محمد بن محمد بن سالم شنقیطی مالکی (م1337ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

اِعْلَمْ اَنَّ بَعْضَ الْعُلَمَاءِ جَزَمَ بِاَنَّ اَبَوَیْہِ ﷺ فِی الْجَنَّۃِ تَمَسُّکًابِحَدِیْثِ اِحْیَائِہِمَا لَہٗ وَاَنَّہُمَاآمَنَابِہٖ، قَالَ السُّیُوْطِیْ مَالَتْ طَائِفَۃٌ مِنَ الْاَئِمَّۃِ وَحُفَّاظِ الْحَدِیْثِ اِلٰی اَنَّ اللہَ اَحْیَاھُمَاحَتّٰی آمَنَابِہٖ۔۔وَقَالَ الشَّیْخُ مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِالْبَاقِیْ بَعْدَ کَثِیْرٍ مِنَ الْکَلَامِ مَانَصُّہٗ وَقَدْبَیَّنَّالَکَ اَیُّھَاالْمَالِکِیُّ حُکْمَ الْاَبَوَیْنِ فَاِذَاسُئِلْتَ عَنْھُمَا فَقُلْ ھُمَانَاجِیَانِ فِی الْجَنَّۃِ اِمَّا لِاَنَّہُمَااُحْیِیَالَہٗ حَتّٰی آمَنَابِہٖ کَمَاجَزَمَ بِہِ الْحَافِظُ السُّھَیْلِیْ وَالْقُرْطَبِیْ وَنَاصِرُ الدِّیْنِ بْنِ الْمُنِیْرِوَاِنْ کَانَ الْحَدِیْثُ ضَعِیْفًا کَمَا جَزَمَ بِہٖ اَوَّلُھُمْ وَوَافَقَتْہُ جَمَاعَۃٌ مِنَ الْحُفَّاظِ لِاَنَّہٗ فِیْ مَنْقَبَۃٍ وَھِیَ یُعْمَلُ فِیْھَا بِالْحَدِیْثِ الضَّعِیْفِ۔ (نزھۃ الافکار فی شرح قرۃ الابصار: ج1، ص90 تا92: موریتانیا)

"جان لیں کہ بعض علماء نے یقینی طریقے پر کہا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین جنت میں ہیں اُس حدیث کو دلیل بنا کر کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے زندہ کئے گئے اور آپ پر ایمان لائے، امام سیوطی فرماتے ہیں ائمہ وحفاظِ حدیث کی ایک جماعت کا یہی میلان ہے کہ اللہ نے اُن کو زندہ کیا یہاں تک کہ آپ پر ایمان لائے۔۔۔ شیخ محمد بن عبد الباقی کافی گفتگو کے بعد فرماتے ہیں اے مالکی! ہم نے تیرے سامنے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کا حکم بیان کیا، تو جب تجھ سے اُن سے متعلق سوال ہو تو کہہ دے کہ وہ نجات پا کر جنت میں ہیں یا اس لئے کہ اللہ نے اُن کو زندہ کیا اور آپ پر ایمان لائے

جیسا امام سہیلی اور قرطبی ، ناصر الدین بن المنیر کا جزم ہے اگرچہ حدیث ضعیف ہے،اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اِس کی موافقت کی کیوں کہ یہ منقبت سے متعلق ہے، اور ضعیف حدیث پر منقبت میں عمل ہوتا ہے"۔

فقیہ عبد الرحیم بن عبد الرحمن بن محمد سیوطی جرجاوی مالکی (م1342ھ) رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں،

وَقَدْاَحْیَاهُ الله تَعَالٰی فَآمَنَ بِهٖ ﷺ وَكَذَااُمَّهٗ

(تلحین الصنج شرح مولد البرزنجی ص7، مطبعۃ الہلال فجالۃ مصر سنہ 1321ھ)

"اللہ تعالیٰ نے اُن کو زندہ کیا اور وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لائے،اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ کا بھی یہی قصہ ہوا"۔

علامہ محمد بن جعفر الکتانی حسنی فاسی رحمۃ اللہ علیہ (م1345ھ) فرماتے ہیں،

ثُمَّ اِنَّ الله مَنَّاعَلَيْهِ وَاِنْعَامًازَادَهٗ فَضْلًاوَاِكْرَامًافَاَحْيَالَهٗ اَبَوَيْهِ الشَّرِيْفَيْنِ حَتّٰى آمَنَابِهٖ لِيَكُوْنَامِنْ اُمَّتِهِ الْمَخْصُوْصَةِ بِهٖ وَمِنْ اَحْزَابِهٖ خَصُوْصِيَةً لَهُمَا وَ مُعْجِزَةً لَهٗ ﷺ وَشَرْفٌ وَكَرَمٌ وَمَجْدٌوَعَظْمٌ وَهٰذَاشَیْءٌ مُتَاَكَّدٌبَلْ مُتَعَيَّنٌ فِی الْاِعْتِقَادِلِتَوَجُّهِ اَنْفَاسِ اَكْثَرِ الْاَئِمَّةِ اِلَيْهِ بِالْاِعْتِمَادِ وَالطُّرُقُ بِهٖ، وَاِنْ كَانَتْ ضُعَافًافَالضَّعِيْفُ يُعْمَلُ بِهٖ فِی الْفَضَائِلِ وَالْمَنَاقِبِ وِفَاقًا لَاخِلَافًا، وَقَدْ تُؤُيِّدَ اَيْضًا بِالْكَشْفِ الصَّحِيْحِ الصَّادِرِمِنْ اَهْلِ الْقُلُوْبِ الطَّاهِرَةِ وَالْعِلْمِ الْفَسِيْحِ

(الیمن والاسعاد بمولد خیر العباد:ص8:9، ط المطبعۃ الاھلیۃ الرباط، سنہ ط1345ھ)

"پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان وانعام فرماتے ہوئے آپ پر فضل اور عزت میں اضافہ کیا کہ آپ کے لئے والدین شریفین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے، تاکہ وہ آپ کی مخصوص امت اور آپ کی جماعت میں سے ہوں یہ اُن کی خصوصیت اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معجزہ ہے اور

یہ شرف وبزرگی اور عظمت ہے، اور یہ پکی بات ہے بلکہ عقیدے میں متعیّن ہے، کیوں کہ اکثر ائمہ کے نفوس نے اعتماد کے ساتھ اِس کی طرف توجہ فرمائی، اور اِس کی سندیں اگر چہ کمزور ہیں، مگر بالاتفاق ضعیف پر بھی فضائل ومناقب میں عمل ہوتا ہے، جس میں کوئی اختلاف نہیں، اور اِس کی تائید کشفِ صحیح سے ہوئی جو پاک قلوب اور علمِ وسیع رکھنے والوں سے صادر ہوا"۔

علامہ ابراہیم بن احمد بن سلیمان مار غنی تونسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م1349ھ) فرماتے ہیں:

اَنَّ اَبَوَیْہِ نَاجِیَانِ لِکَوْنِہِمَامِنْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ بَلْ ھُمَامِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لِلْحَدِیْثِ الْمَرْوِیِّ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہ عَنْھَااَنَّ رَسُوْلَ اللہ ﷺ سَأَلَ رَبَّہٗ اَنْ یُحْیِیَ لَہٗ اَبَوَیْہِ فَاَحْیَاھُمَالَہٗ فَآمَنَاثُمَّ اَمَاتَہُمَا ۔

(بغیۃالمرید شرح جوھرۃ التوحید شعر 9، ص25، ط دارالھدی الجزائر)

"حضور ﷺ کے والدین نجات پائیں گے کیوں کہ اہلِ فترت میں سے ہیں، بلکہ اہلِ اسلام میں سے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی وجہ سے کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اُن کے زندہ کئے جانے کی درخواست کی تو اللہ نے اُن کو آپ ﷺ کے لئے زندہ کیا اور ایمان لائے پھر وفات پالی"۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (م1396ھ) کے فتاوی دارالعلوم دیوبند میں ہے۔

سوال 134: ایک واعظ صاحب نے یہ حدیث بیان کی کہ آنحضرت ﷺ نے دعاء کی ہے کہ خداوند کریم میرے والدین کو زندہ کر دے، تاکہ میں اُن کی خدمت کروں، اُسی وقت دونوں قبریں شق ہو گئیں، اور دونوں زندہ ہو گئے، پھر آپ نے دونوں کو اپنی شریعت پر مسلمان کیا، یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے، شیخ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کی شرح میں تین مستقل رسالے لکھے ہیں، اور اس حدیث کی توثیق کی ہے، اور شامی نے باب المرتد میں بھی حدیث کی تصحیح اکابر محدثین سے نقل کی ہے، ولفظہ

اَلَاتَرٰی اَنَّ نَبِیَّنَاﷺاَکْرَمَہُ اللہ تَعَالٰی بِحَیَاۃِ اَبَوَیْہِ لَہٗ حَتّٰی آمَنَابِہٖ کَمَافِیْ حَدِیْثٍ صَحَّحَہُ الْقُرْطَبِیْ وَابْنُ نَاصِرِالدِّیْنِ حَافِظُ الشَّامِ وَغَیْرُھُمَا فَانْتَفَعَا بِالْاِیْمَانِ بَعْدَالْمَوْتِ عَلٰی خِلَافِ الْقَاعِدَۃِ اِکْرَامًالِنَبِیِّہٖﷺشامی مصری ج3ص315۔

(فتاوی امداد المفتیین کامل ص232، دارالاشاعت کراچی)

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م1444ھ) درس مسلم میں فرماتے ہیں،

اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ، یہ آپ نے اُس کی تسلی کے لئے فرمایا، کیوں کہ انسانی فطرت ہے کہ اَلْبَلِیَّۃُ اِذَاعَمَّتْ طَابَتْ۔

فائدہ: اگرچہ مذکورہ روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا فِی النَّارِ ہونا مذکور ہے، لیکن علامہ ابن حجر نے الزواجر میں ایک روایت نقل فرمائی ہے جس کو قرطبی اور (ابن) ناصر الدین حافظ الشام نے صحیح قرار دیا ہے، اس میں ہے کہ آپ کے والدین کو زندہ کیا گیا، اور اُنہوں نے آپ کی رسالت کا اقرار کیا، پھر دوبارہ اُن پر موت طاری کی گئی، اس حدیث سے بظاہر حدیث باب کا تعارض ہے، حالانکہ یہ حدیث بھی صحیح ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ واقعہ احیاء سے پہلے کا ہے۔

(درسِ مسلم ج1ص572، ادارۃ المعارف کراچی)

علامہ حسین بن عمر بن علی بن علوی فلمبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

یَجِبُ مَعْرِفَۃُ جَمِیْعِ مَاقَدْوَجَبَ لَہٗ اِلَّامَنْ لَا تَبْلُغُہٗ دَعْوَۃُ النَّبِیِّ لِاَنَّھُمْ یُسَمُّوْنَ اَھْلَ الْفَتْرَۃِ وَھُمْ نَاجُوْنَ وَلَوْغَیَّرُوْا وَبَدَّلُوْا وَعَبَدُوا الْاَصْنَامَ اِلَّا اَبَوَیِ

الْمُصْطَفٰی ﷺ فَاِنَّہٗ تَعَالٰی اَحْیَاھُمَابَعْدَبَعْثِہٖ ﷺفَآمَنَابِہٖ ثُمَّ اَمَاتَھُمَا۔۔وَقَالَ الْعَلَّامَۃُ الْمَدْ نِیْ الْمَعْرُوْفِ فِی الْآفَاقِ سَیِّدُنَا جَعْفَرُ الْبَرْزَنْجِیْ مِنْ بَحْرِ الطَّوِیْلِ۔

وَمَازَالَ نُوْرُ الْمُصْطَفٰی مُنْتَقِلًا : مِنَ الطَّیِّبِ الْاَتْقَی الطَّاھِرِ اَرْدَانٖ

اِلٰی صُلْبِ عَبْدِاللہ ثُمَّ لِاُمِّہٖ : وَقَدْاَصْبَحَا وَاللہ مِنْ اَھْلِ اِیْمَانٖ

وَجَاءَ لِھٰذَا فِی الْحَدِیْثِ شَوَاھِدٌ : وَمَالَ اِلَیْہِ الْجَمُّ مِنْ اَھْلِ عِرْفَانٖ

فَسَلِّمْ فَاِنَّ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ : قَدِیْرٌ عَلَی الْاِحْیَاءِ فِیْ کُلِّ اَحْیَانٖ

وَاَنَّ الْاِمَامَ الْاَشْعَرِیَّ لَمُثْبِتٌ : نَجَاتَھُمَا نَصًّا بِمُحْکَمِ قُرْآنٖ

وَحَاشَا اِلٰہُ الْعَرْشِ یَرْضٰی جَنَابُہٗ : لِوَالِدَی الْمُخْتَارِ رُوْیَۃَ نِیْرَانٖ

وَقَدْ شَاھَدَا مِنْ مُعْجِزَاتِ مُحَمَّدٍ : خَوَارِقَ آیَاتٍ تَلُوْحُ لِاَعْیَان

رُوِیَ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُمَااَنَّہٗ ﷺ سَأَلَ رَبَّہٗ اَنْ یُحْیِیَ لَہٗ اَبَوَیْہِ فَاَحْیَاھُمَالَہٗ فَآمَنَابِہٖ ثُمَّ اَمَاتَھُمَا۔

(فتح المجید فی شرح جوھرۃ التوحید:ص7:8،مطبعۃ الشرق مصر)

"جن تک نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوت نہیں پہنچی اُن پر کُل واجبات کی معرفت لازم نہیں، کیوں کہ وہ اہلِ فترت کہلاتے ہیں اور وہ نجات یافتہ ہوں گے، چاہے تبدیل ہوگئے ہوں اور بتوں کی پوجا کی ہو، مگر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین جو ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت کے بعد زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے پھر اُنہیں اللہ نے وفات دے دی۔۔۔ علامہ جعفر برزنجی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہیں۔

ترجمہ: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نور مسلسل عمدہ بہت پرہیز گار پاک بندوں سے منتقل ہوتے ہوئے، حضرت عبد اللہ کی پیٹھ تک پھر والدہ کی طرف منتقل ہوا، اور اللہ کی قسم وہ اہل ایمان میں سے ہوگئے، اس

کے لئے حدیث میں تائیدات آئی ہیں، اوراسی کی طرف عارفین کی بڑی جماعت مائل ہے، یہ مانو کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت زندہ کرنے پر قادر ہیں، اورامام اشعری نے نص محکم قرآن سے اُن کی نجات ثابت مانی ہے، اور عرش کے مالک اللہ کی ذات حضور ﷺ کے والدین کے لئے آگ دیکھنا پسند نہیں فرمائیں گے، جب کہ والدین نے حضور ﷺ سے خوارق اور معجزات کھلی آنکھوں دیکھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اپنے والدین کے زندہ کرنے کی درخواست کی تواللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اُن کوزندہ فرمایااور وہ آپ پر ایمان لائے پھر اللہ نے اُن کووفات دے دی"۔

علامہ جعفربن حسن بن عبدالکریم حسینی شہرزوری برزنجی رحمۃ اللہ علیہ (م1177ھ) کے جو اشعار علامہ حسین بن عمربن علی بن علوی فلمبانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کئے ہیں، وہ علامہ جعفر برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مولد میں بیان فرمائے ہیں۔

(مولد البرزنجی:ص130:129،ط ابوظبی سن1429ھ)

عجیب حیرانگی ہوئی جب حدیثِ احیاء کاذکر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر میں بھی ملا، اوروہ تبصرہ سے سکوت کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

قَالَ السُّيُوْطِيْ رَحِمَهُ الله نَقْلًاعَنْ بَعْضِهِمْ وَلَمْ تُرْضِعْهُ ﷺ اِمْرَأَةٌ اِلَّا اَسْلَمَتْ ،قَالَ وَمُرْضِعَاتُهٗ اَرْبَعٌ،اُمُّهٗ وَقَدْوَرَدَاِحْيَاؤُهَاوَاِيْمَانُهَافِيْ حَدِيْثٍ، وَحَلِيْمَةُ وَ ثُوَيْبَةُ وَاُمُّ اَيْمَنَ ۔

(مرقاۃ المفاتیح ج6،ص296، کتاب النکاح،باب المحرمات،الفصل الاول،ح3163،ط رشیدیہ کوئٹہ، انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب للسیوطی:90، تحقیق استاد عباس احمد صقرالحسینی مدینہ منورہ)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بعض علماء سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو جس عورت نے بھی دودھ پلایاوہ مسلمان ہوئی، فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو دودھ پلانے والی چار ہیں،

ایک آپ ﷺ کی والدہ، اوراُس کے زندہ ہو کر ایمان لانے کی حدیث آئی ہے ، اور حلیمہ اور ثوبیہ اور ام ایمن رضی اللہ عنہن۔

یہاں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی دو باتیں ذکر کیں، اور دونوں کا رد نہیں کیا، ایک یہ کہ جس جس عورت نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا اُس کو اسلام نصیب ہوا، اور دودھ پلانے والیوں میں آپ ﷺ کی والدہ بھی ہیں۔

دوسری بات یہ کہ حدیث آئی ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ زندہ کی گئیں اور ایمان لائیں ، مگر پھر ملا علی قاری نے اس پر کچھ تبصرہ و تنقید نہ کی ، جس کا مطلب یہ کہ ملا علی قاری نے اس عبارت میں والدہ کا احیاء اور ایمان لانا اور مسلمان ہونا مان لیا ہے۔

رہی یہ بات کہ ملا علی قاری کی کونسی بات پہلے کی ہے اور کونسی بعد کی؟ مطبوعہ شرح فقہ اکبر کے آخر میں شرح فقہ اکبر کے لکھے جانے کی تاریخ ذکر نہیں، نہ شرح مشکوۃ کے آخر میں شرح مشکوۃ لکھے جانے کی تاریخ ذکر ہے، البتہ شرح مشکوۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا رسالہ ادلۃ معتقد ابی حنیفۃ شرح مشکوۃ سے پہلے کا ہے، جس سے اندازہ یہی ہوتا ہے کہ شرح مشکوۃ کی درج بالا عبارت بعد کی ہے، اس لئے علامہ محمد بن عمر بالی مدنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م بعد 1285ھ) فرماتے ہیں،

يُؤْخَذُمِنْ نَقْلِ عَلِيِّ الْقَارِيْ اِيْمَانَ اُمِّهٖ وَاِقْرَارِهٖ لَهٗ بِالرُّجُوْعِ اِلَيْهِ حَيْثُ لَمْ يَتَعَقَّبْهُ،وَلَعَلَّ شَرْحُهٗ لِلْمِشْكَاةِ مُتَأَخَّرٌ عَنْ شَرْحِهِ الْفِقْهِ الْاَكْبَرِ۔

(سبل السلام ص102 المطبعۃ العامرۃ، سنہ 1287ھ)

”ملا علی قاری کے حضور ﷺ کی والدہ کے ایمان کو نقل کرنے اور اُس کو برقرار رکھنے (رد نہ کرنے) سے ملا علی قاری کا اپنی بات سے رجوع اخذ ہوتا ہے ، کیوں کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی بات پر رد نہیں کیا، ممکن ہے کہ اُن کی شرح مشکوۃ شرح فقہ اکبر کے بعد کی ہو“۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کریمین کے زندہ کئے جانے کی روایات:

ان حضرات کی دلیل اس بارے میں مروی احادیث ہیں، اُن میں سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والد کے زندہ کئے جانے کی روایت کو امام سہیلی نے ذکر کیا، مگر اُس کی کوئی سند ذکر نہیں کی کہ جس کو دیکھ کر اُس روایت سے متعلق کوئی رائے قائم کی جائے، بس اتنا ذکر کیا کہ اِس روایت کی سند میں کئی مجہول راوی ہیں۔

وَرُوِيَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَعَلّهُ أَنْ يَصِحَّ. وَجَدْتُّهٗ بِخَطّ جَدّيْ أَبِيْ عِمْرَانَ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ الْقَاضِيْ- رَحِمَهُ اللهُ- بِسَنَدِ فِيْهِ مَجْهُوْلُوْنَ، ذَكَرَ أَنّهُ نَقَلَهُ مِنْ كِتَابٍ،أُنْتُسِخَ مِنْ كِتَابِ مُعَوّذِ بْنِ دَاوُدَ بْنِ مُعَوّذِ الزّاهِدِ يَرْفَعُهُ إلى [عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ]أَبِي الزّنَادِ عَنْ [هِشَامِ بْنِ] عُرْوَةَ، عَنْ [أَبِيْهِ عَنْ] عَائِشَةَ- رَضِيَ اللهُ عَنْهَا- أَخْبَرَتْ أَنّ رَسُولَ اللهِ- صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- سَأَلَ رَبّهُ أَنْ يُحْيِيَ أَبَوَيْهِ، فَأَحْيَاهُمَا لَهُ، وَآمَنَا بِهِ، ثُمّ أَمَاتَهُمَا۔

(الروض الانف ج1ص113، ط مطبعۃ الجمالیۃ مصر سنہ 1332ھ)

ترجمہ: "غریب حدیث منقول ہے جو امید ہے کہ صحیح ہو گی۔۔۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے خبر دی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے رب تعالی سے درخواست کی کہ اللہ تعالی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کو زندہ فرمائیں، تو اللہ تعالی نے آپ کے لئے ان کو زندہ فرمایا اور وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لائے پھر اللہ تعالی نے ان کو وفات دے دی"

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ کے زندہ کئے جانے کی روایت ہمارے مطالعہ کے مطابق کئی کتابوں میں ہے (1) امام ابن شاہین کی ناسخ الحدیث و منسوخہ میں اور (2) امام ابو بکر خطیب بغدادی کی السابق واللاحق میں اور (3) محب الدین طبری شافعی کی خلاصۃ سیر سید البشر میں، اور (4) ابن عساکر کی غرائب مالک میں اور (5) امام ابو ہلال حسن بن عبد اللہ عسکری (م395ھ) کی

کسی کتاب میں (کشف الخفا للعجلونی)(6)اور مسند محمد بن عبد اللہ بن سنجر جرجانی رحمۃ اللہ علیہ (م258ھ) ہے (جو کہ مفقود ہے، اُس)(جامع الآثار لابن ناصر الدین الدمشقی ج3ص371 قطر)

کئی محدثین اِس روایت پر موضوع یعنی من گھڑت ہونے کا حکم لگاتے ہیں، اور کئی حضرات کہتے ہیں کہ صرف ضعیف ہے موضوع نہیں ہے، اور کئی حضرات صحیح یا حسن قرار دیتے ہیں۔

موضوع کہنے والے (1)ابوالخطاب عمر ابن دحیہ (2)ابوالفضل بن ناصر (3) جوزقانی (4)ابن جوزی(5)ذہبی(6)محمد بن خلیل بن ابراہیم طرابلسی حنفی(7)دارقطنی(8)البانی وغیرہ ہیں۔

اور صرف ضعیف قرار دینے والے(1)حافظ شام شمس الدین ابن ناصر الدین دمشقی (2) بدرالدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر زرکشی (3)علامہ جلال الدین سیوطی (4)محمد بن محمد درویش الحوت شافعی (5)علامہ یوسف بن حسن ابن عبد الہادی صالحی حنبلی ابن المبرد (6) حسین بن ابراہیم ازہری مکی مالکی (7)مرعی بن یوسف بن ابی بکر مقدسی حنبلی (8) حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری (9)احمد بن عبد الرحمن بن محمد البنّا ساعاتی(10)محمد بن عبد الباقی زرقانی وغیرہم۔

جب کہ کئی حضرات اِن حدیثوں کا مضمون صحیح مان کر صحیح یا حسن کہہ رہے ہیں۔

1. علامہ محمد بن علان الصدیقی الشافعی مکی (م1057ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

فَقَدْجَاءَ فِیْ حَدِیْثٍ حَسَنٍ لِتَعَدُّدِطُرُقِہٖ وَاعْتِضَادِبَعْضِھَابِبَعْضٍ اَنَّ اللہ اَحْیَالَہٗ اَبَوَیْہِ فَآمَنَابِہٖ۔(الفتوحات الربانیۃ علی الاذکار النوویہ ج7ص101، جمیعۃ النشر والتالیف)

"حسن حدیث میں آیاہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا اور آپ ﷺ پر ایمان لائے، یہ حدیث حسن ہے اس لئے کہ اِس کی مختلف سندیں ہیں اور وہ ایک دوسرے کو قوی کرتی ہیں"۔

فائدہ: اس مضمون کی روایت کی ہر محدث کی اپنی اپنی سند کو محدثین متعدد سندیں اور متعدد احادیث شمار کرتے ہیں، اس لئے اس حوالے میں اور دوسرے کئی حوالوں میں اِس کی متعدد سندیں اور متعدد حدیثیں کہی گئی ہیں، البتہ اُن سندوں کا مدار ایک راوی ابو غزیہ محمد بن یحیی زہری پر ہے، یوں نتیجہ کے طور پر سند ایک جا ٹھہرتی ہے۔

2. علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اِس کا مضمون صحیح مانتے ہوئے اس کو صحیح کہتے ہیں۔

فِیْ حَدِیْثٍ صَحَّحَہٗ غَیْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْحُفَّاظِ وَلَمْ یَلْتَفِتُوْا لِمَنْ طَعَنَ فِیْہِ، اَنَّ اللہَ اَحْیَاھُمَا لَہٗ فَآمَنَا بِہٖ،

(المنح المکیۃ فی شرح الھمزیۃ: ص100:101، دار المنہاج بیروت)

وَحَدِیْثُ اِحْیَائِہَا وَاِحْیَاءِ اَبِیْہِ لَہٗ حَتّٰی آمَنَا بِہٖ ثُمَّ تُوُفِّیَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ

(فتح الالہ فی شرح المشکاۃ ج6، ص175، دار الکتب العلمیہ)

"یعنی آپ ﷺ کے والدین کے زندہ کئے جانے کی حدیث صحیح ہے، کئی حفاظ نے اس کو صحیح قرار دیا، اور طعن کرنے والوں کے طعن کی طرف توجہ نہیں دی"

3. علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ علامہ ابن حجر ہیتمی کی بات نقل کرتے ہوئے اُس پر اعتماد کرتے اور مضمون کو صحیح مانتے ہیں۔ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ-- فِیْ حَدِیْثٍ صَحَّحَہٗ غَیْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْحُفَّاظِ

(نسیم الریاض: ج4 ص414، تالیفات اشرفیہ)

"یعنی علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ نے کئی حفاظ سے اس کا صحیح ہونا نقل کیا ہے"

4. علامہ قاری احمد بن محمد بن احمد دمیاطی البنّاء (م1117ھ) بھی علامہ ابن حجر ہیتمی کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے صحیح مانتے ہیں۔

قَالَ الْعَلَّامَةُ ابْنُ حَجَرٍ الْهَيْتَمِيْ فِيْ شَرْحِ الْمِشْكَاةِ: وَحَدِيْثُ إِحْيَائِهِمَا لَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- حَتّٰى آمَنَا بِهٖ ثُمَّ تُوُفِّيَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔ (اتحاف فضلاء البشر: ص191)

"یعنی علامہ ابن حجر ہیتمی نے شرح مشکاۃ میں فرمایا کہ یہ حدیث کہ آپ ﷺ کے لئے والدین زندہ کئے گئے اور آپ پر ایمان لائے، پھر وفات پالی صحیح حدیث ہے"

5. علامہ عطاء اللہ بن احمد بن عطاء اللہ بن احمد ازہری مصری مکی شافعی (م بعد 1170ھ) رحمہ اللہ بھی صحیح مانتے ہیں۔

وَرَدَفِیْ عِدَةِ اَحَادِیْثٍ صَحَّحَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ بَعْضَهَااَنَّ اللهَ اَحْيَاهُمَالَہٗ بَعْدَمَوْتِهِمَاوَ آمَنَابِہٖ۔ (شرح القصیدۃ الھمزیۃ مخطوطہ: ص8)

"یعنی کئی احادیث آئی ہیں جن میں سے بعض کو بعض حفاظ نے صحیح قرار دیا، کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کے والدین کو وفات کے بعد زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے"

6. علامہ داؤد بن سلیمان بغدادی حنفی (م1299ھ) رحمۃ اللہ علیہ صحیح مانتے ہوئے فرماتے ہیں،

قَدْصَحَّ اَنَّ اَبَاالنَّبِيِّ وَاُمَّہٗ : اَحْيَاهُمَاالرَّبُّ الْكَرِيْمُ الْبَارِئْ

(روض الصفافی بعض مناقب والدی المصطفیٰ مخطوطہ ص3)

"یعنی یہ صحیح ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کو اللہ کریم نے زندہ فرمایا"

7. صوفی مفسر مولانا اسماعیل حقی بن مصطفی حنفی استنبولی رحمۃ اللہ علیہ (م1127ھ) صحیح مانتے ہیں

قَالَ فِیْ اِنْسَانِ الْعُيُوْنِ لَا يُقَالُ عَلٰى ثُبُوْتِ هٰذَا الْخَبْرِ وَصِحَّتِهٖ الَّتِيْ صَرَّحَ بِهَا غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْحُفَّاظِ (روح البیان: ج3 ص523)

"یعنی انسان العیون کتاب میں ہے کہ اس حدیث کے ثابت اور صحیح ہوتے ہوئے جس کی تصریح کئی حفاظ نے کی اشکال نہ کیا جائے"

8. امام محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف کردری بزازی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (صاحب فتاویٰ بزازیہ، م827ھ) قَدْثَبَتَ فِی الْحَدِیْث کہہ کر اِس کا مضمون ثابت مانتے ہیں۔

(مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ للکردری مع مناقب ابن الموفق، ج1، ص140، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدرآباد دکن، سن طبع 1321ھ)

9. علامہ ابن نجیم حنفی صاحبِ البحر الرائق رحمۃ اللہ علیہ (م970ھ) لِثُبُوْتِ اَنَّ اللہ تَعَالٰی اَحْیَاھُمَالَہٗ کہہ کر حدیث کا مضمون ثابت مانتے ہیں۔

(الاشباہ والنظائر: ص282، قدیمی کتب خانہ کراچی)

10. شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م1052ھ) اِس روایت کو صحیح مانتے ہیں۔

وَحَدِیْثُ الْإِحْیَاءِ وَإِنْ کَانَ فِيْ حَدِّ ذَاتِہٖ ضَعِیْفٌ لٰکِنَّہٗ صَحَّحَہٗ بَعْضُھُمْ لِبُلُوْغِہٖ دَرَجَۃَ الصِّحَّۃِ لِتَعَدُّدِ طُرُقِہٖ

(لمعات التنقیح ج4 ص219)

"یعنی والدین کے زندہ کئے جانے کی حدیث اگرچہ اپنی ذات کے اعتبار سے کمزور ہے، لیکن متعدد سندوں کے سبب صحیح کے درجہ تک پہنچنے کی وجہ سے بعض نے صحیح قرار دی ہے"

11. علامہ شیخ حسن العدوی حمزاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م1303ھ) صحیح قرار دیتے ہیں۔ فَقَدْ صَحَّ الْحَدِیْثُ فِیْ ذَالِکَ (النفحات الشاذلیۃ ج1 ص51، دار الکتب العلمیہ)

"یعنی اس بارے میں منقول حدیث صحیح ہے"

12. حافظ ابو بکر محمد بن عبد الحمید قرشی مصری (م) فرماتے ہیں وَھُوَ مِنَ الْاَحَادِیْثِ الْغَرَائِبِ الْحِسَانِ یہ غریب حسن حدیثوں میں سے ہے۔

(الاجوبۃ المرضیۃ للسخاوی ج3 ص968، تحقیق المقال فی محاکمۃ الملا والجلال عن کتاب المولد:49)

13. حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م1394ھ) "ایک صحیح حدیث" کہہ کر صحیح قرار دے رہے ہیں۔(امداد الاحکام:ج1ص341، مکتبہ دار العلوم کراچی)

14. مولانا نواب قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "تعدد طرق کے اعتبار سے تصحیح و تحسین کے لائق ہے"۔(مظاہر حق ج2ص186، مکتبۃ العلم اردو بازار لاہور)

15. الشیخ عبد الرحمن بن عبد المنعم خیاط مالکی (م1200ھ) لکھتے ہیں

كَمَاوَرَدَذَالِكَ فِيْ حَدِيْثٍ حَسَنٍ عِنْدَقَوْمٍ صَحِيْحٍ عِنْدَآخَرِيْنَ

"یعنی نقل ہونے والی یہ حدیث بعض محدثین کے نزدیک حسن ہے تو دوسرے بعض کے نزدیک صحیح ہے"۔(مولد النبی ﷺ:ص94:93، دار الآفاق العربیۃ قاہرہ)

16. علامہ احمد بن ابی بکر بن احمد بن محمود عریضی بطحیشی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1147ھ) بھی صحیح مانتے ہیں،

لَايُقَالُ عَلٰى ثُبُوْتِ هٰذَاالْحَدِيْثِ وَصِحَّتِهِ الَّتِيْ صَرَّحَ بِهَا غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْحُفَّاظِ الخ ۔ (خلاصۃ الاثر فی سیرۃ سید البشر مخطوطہ ص32)

"یعنی اس حدیث ثابت اور صحیح ہوتے ہوئے جس کی تصریح کئی حفاظ نے کی اشکال نہ کیا جائے"

17. علامہ ابو الضیاء نور الدین علی بن علی شبر املیسی قاہری (م1087ھ) حدیث کو صحیح مانتے ہیں،

وَقَدْصَحَّ اَنَّ اَبَوَيْهِ اُحْيِيَاوَآمَنَابِهٖ مُعْجِزَةً لَهٗ ﷺ،وَعَلَيْهِ فَلَعَلَّ عَدْمُ الْاِذْنِ كَانَ قَبْلَ ذَالِكَ۔ (نہایۃ المحتاج حاشیہ ج3ص23 دار الکتب العلمیہ)

"یعنی جب کہ یہ صحیح ہے کہ آپ ﷺ کے معجزہ کے طور پر آپ کے والدین زندہ کئے گئے اور آپ پر ایمان لائے، تو شاید استغفار سے ممانعت اس واقعہ سے پہلے تھی"

18. امام ابن المنیر مالکی نے مقفی میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے وَصَحَّحَہُ اِبْنُ الْمُنِیْرِ فِی الْمُقَفّٰی۔ (تحقیق المقال فی محاکمۃ الملاوالجلال:49)

19. حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م1444ھ) درس مسلم میں علامہ ابن حجر ہیتمی کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے حدیث احیاء کو صحیح فرماتے ہیں، اُن کے لفظ ہیں "یہ حدیث بھی صحیح ہے"۔ (درسِ مسلم ج1ص572، ادارۃ المعارف کراچی)

حدیث کی سند پر بحث:

اب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ سے متعلق حدیث کی سند دیکھتے ہیں۔

پہلا حوالہ:

امام محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ کی سند ہے،

1. أَخْبَرَنَا بِذَالِكَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الصَّالِحُ أَبُو الْحَسَنِ عَلِيّ بْنُ أَبِيْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الْمُقَيَّرِ قِرَاءَةً عَلَيْهِ بِالْمَسْجِدِ الْحَرَام وَأَنَا أسْمَعُ سَنَةَ سِتٍّ وَثَلَاثِينَ وسِتِّمِائَةٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الشَّيْخُ الْحَافِظُ أَبُو الْفَضْلِ مُحَمَّدُ بْنُ نَاصِر السَّلَامىْ أِجَازةً قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ مَنْصُورِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدِ بْنِ عَلِيّ بْنِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ الْحَافِظُ الزَّاهِدُ قَالَ أَخْبَرَنَا القَاضِيْ أَبُوْ بَكْرِ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَخْضَرِ حَدَّثَنَا أَبُوْ غَزِيَّةِ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰ الزُّهْرِيّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنِ مُوسَى الزُّهْرِيّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَن أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَزَلَ الْحَجُوْنَ كَئِيْبًا حَزِيْنًا فَاَقَامَ بِہٖ مَاشَاءَ الله عَزَّوَجَلَّ

ثُمَّ رَجَعَ مَسْرُوْرًا،وَقَالَ سَأَلْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فَاَحْیَالِیْ اُمِّیْ فَآمَنَتْ بِیْ ثُمَّ رَدَّهَا۔ (خلاصۃ سیر سید البشر ج1ص22، مکتبہ نزار مصطفی الباز،مکہ مکرمہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ پریشان غم سے بھرے ہوئے حجون میں اترے،وہاں جتنا اللہ نے چاہا ٹھہرے پھر خوش خوش واپس ہوئے،اور فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو زندہ کیا،وہ مجھ پر ایمان لائی پھر اللہ نے اُن کو واپس(وفات دے کر قبر میں)کر دیا۔

امام محب الدین طبری شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس سند کے راوی ابو الحسن علی بن ابی عبید اللہ ابن المقیر ، ابو الفضل محمد بن ناصر سلامی، ابو منصور محمد بن احمد بن علی بن عبد الرزاق، ابو بکر محمد بن عمر بن محمد ابن الاخضر،ابو غزیۃ محمد بن یحیی زہری،عبد الوہاب بن موسٰی زہری،عبد الرحمن بن ابی الزناد،ہشام بن عروہ، عروہ،ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ورحمہم اللہ ہیں۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے(۱) حضرت عروہ الامام عالم المدینۃ حافظ ثبت ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج1ص50، دارالکتب العلمیہ)

اور اُن سے روایت کرنے والے(۲)ہشام الامام الحافظ الحجۃ الفقیہ، ثقہ ثبت کثیر الحدیث (تذکرۃ الحفاظ ج1ص109) احد الاعلام، شیخ الاسلام ہیں، کسی اِکَّادُکَّا نے جرح کی ہے جو بالکل مردود جرح ہے۔ (میزان الاعتدال ج4ص302:301، دارالفکر)

اور اُن سے روایت کرنے والے(۳)عبد الرحمن بن ابی الزناد ہیں، یہ عبد الرحمن بن ابی الزناد بن عبد اللہ بن ذکوان مدنی الامام الحافظ مفتی فقیہ ہیں(تذکرۃ الحفاظ ج1،ص182:181) مسلم وسنن اربعہ اور بخاری کی تعلیقات کے راوی ہیں،امام ابن معین ایک قول میں فرماتے ہیں ہشام سے روایت کرنے والوں میں سب سے مضبوط راوی ہے، یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں ثقہ وسچا ہے،ہاں اِس کی حدیث میں معمولی ضعف ہے،امام احمد فرماتے ہیں اِس کی احادیث صحیح ہوتی ہیں،

امام ترمذی و عجلی ثقہ و حافظ کہتے ہیں، اور ترمذی نے اُس کی بہت سی احادیث کو صحیح کہا، علی بن المدینی فرماتے ہیں اِس کی احادیث میں ضعف بغدادی راویوں کی طرف سے آیاہے (تہذیب التہذیب) یہاں راوی بغدادی نہیں ہیں، علامہ مغلطائی فرماتے ہیں لا بأس بہ ہے، امام مالک نے اِن کو ثقہ قرار دیاہے (فیض القدیر ج6، ص467، ط مکتبہ مصر) قاضی شوکانی فرماتے ہیں ثقہ ہے حافظ ہے۔ (نیل الاوطار ج1 ص157، ط دارالحدیث مصر)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ عبد الرحمن بن ابی الزناد عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ سند سے متعلق فرماتے ہیں ھو لاء ایضًا ثقات یہ سب ثقہ راوی ہیں۔

(نخب الافکار ج2 ص91، وزارۃ الاوقاف قطر)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) فرماتے ہیں،

مُخْتَلَفٌ فِيْہِ وَمَنْ طَعَنَ فِيْہَ لَمْ يَذْكُرْ مَايَدُلُّ عَلٰی تَرْكِہٖ فَضْلًا عَنْ بُطْلَانِ رِوَايَتِہٖ وَقَدْجَزَمَ يَحْيَى بْنُ مُعِيْن بِاَنَّہٗ اَثْبَتُ النَّاسِ فِیْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَهٰذَامِنْ رِوَايَتِہٖ عَنْ هِشَام۔ (فتح الباری ج10 ص471، ط دارالفکر)

ابن ابی الزناد مختلف فیہ راوی ہے، جس نے اِس میں طعن کیا کوئی ایسی بات ذکر نہیں کی جو اِس کے متروک ہونے کی دلیل ہو چہ جائیکہ اِس کی روایت باطل ہو، اور ابن معین نے تو بالیقین بتایا کہ یہ ہشام بن عروہ سے روایت کرنے والوں میں سب سے مضبوط ہے، اور اُس کی یہ روایت بھی ہشام سے ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں اِس کی حدیث سے نسائی اور اہلِ سنن نے حجت لی ہے (تذکرۃ الحفاظ ج1 ص182) اور فرماتے ہیں کئی محدثین اِس کی حدیث حجت مانتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج7، ص223، ط دارالحدیث قاہرہ) اور ہشام بن عروہ سے روایت میں حجت ہیں (تذکرۃ الحفاظ

ج1ص182،ط دارالکتب العلمیہ) علامہ ابوالحسن عبیداللہ بن محمد عبدالسلام مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ (م1414ھ)فرماتے ہیں،

اِنَّ حَدِیْثَہٗ لَایَنْحَطُّ عَنْ دَرَجَۃِ الْحَسَنِ

(مرعاۃ المفاتیح ج8،ص470،ط ادارۃ البحوث العلمیۃ)

"اس کی حدیث درجہ حسن سے کم نہیں ہے"۔

امام ذہبی فرماتے ہیں یہ حسن الحدیث ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج7ص223،ط دارالحدیث قاہرہ)

ھُوَاِنْ شَاءَ اللہ حَسَنُ الْحَالِ فِی الرِّوَایَۃِ

(میزان الاعتدال ج2ص576،ط دارالفکر)

"یہ راوی ان شاء اللہ روایت میں حسن حال والا ہے"۔

جو جرح نقل جاتی ہے نا قابل اعتبار ہے، یہ حسن الحدیث درجہ کا راوی ہے، اِس پر اور بھی بے شمار حوالے دیئے جاسکتے ہیں، لیکن اِنہی کو کافی سمجھتے ہوئے اِن پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

اور عبدالرحمن بن ابی الزناد سے راوی(۴) عبدالوہاب بن موسی بن عبدالعزیز بن عمر بن عبدالرحمن بن عوف بن عبدعوف ابوالعباس قرشی زہری بصری ہیں، خطیب(اور ابن عساکر) نے عبدالوہاب بن موسی کو امام مالک سے روایت کرنے والوں میں ذکر کیا ہے، اور خطیب نے اس پر کوئی جرح ذکر نہیں کی، عبدالوہاب سے متعلق دار قطنی کہتے ہیں لیس بہ بأس اِس اِس راوی میں کچھ حرج نہیں یعنی ثقہ ہے، اور صاف صاف ثقہ کے لفظ بھی کہے ہیں، اَوْرَدَہُ الدَّارُقُطْنِیْ فِی الْغَرَائِبِ مِنْ ھٰذَاالْوَجْہِ وَقَالَ ھٰذَا صَحِیْحٌ عَنْ مَالِک،وَعَبْدُالْوَھَّابِ بْنُ مُوسی ثِقَۃٌ۔ (لسان المیزان ج4ص91:92،:ترجمہ عبدالوہاب بن موسی)

عبد الوہاب بن موسیٰ سے روایت کرنے والا(۵) ابو غزیہ محمد بن یحیی بن عبد العزیز بن عمر بن عبد الرحمن بن عوف زہری ہے، دار قطنی کے ایک قول میں متروک اور ایک میں منکر الحدیث ہے، ایک قول میں دار قطنی نے اُن پر وضع (حدیث گھڑنے) کی تہمت بھی لگائی ہے، جیسا کہ امام دار قطنی کی کتاب الضعفاء والمتروکون میں لفظ ہیں (رقم 481) مگر زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابو غزیہ پر وضع کا الزام یقینی نہیں، احتمالی ہے، جیسا کہ اوپر علامہ ذہبی کے تبصرہ سے بھی واضح ہے، کہ دار قطنی کے لفظ ہیں وَالْمُتَّهَمُ بِهٖ هُوَاَوْمَنْ حَدَّثَ عَنْهُ کہ اِس حدیث سے متہم ابو غزیہ ہے یا وہ جس سے ابو غزیہ نے نقل کرتے ہوئے حدیث بیان کی ہے، صَرَّحَ الدَّارُقُطْنِيْ فِيْهِ بِأَنَّهٗ بَاطِلٌ وَتَرَدَّدَ فِيْ وَاضِعِهٖ بَيْنَ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى هٰذَا أَوِ الرَّاوِيْ عَنْهُ۔ (لسان المیزان ج4ص91، ط ادارہ تالیفات اشرفیہ)

ابن جوزی نے اس کو مجہول بتایا تو علامہ ابن حجر کہتے ہیں مجہول نہیں ہے، معروف ہے، اور ابو سعید بن یونس کی تاریخ مصر میں اس کا عمدہ ترجمہ (یعنی حال) ذکر ہے (لسان المیزان ج4 ص91) ازدی کہتے ہیں ابو غزیہ ضعیف ہے، اس سے روایت کرنے والوں میں اسحاق بن ابراہیم کناسی، زکریا بن یحیی ثغری، سہل بن سوادہ غافقی، محمد بن فیروز، محمد بن عبد اللہ بن حکیم ہیں، سنہ 258ھ میں فوت ہوا۔ (لسان المیزان ج5ص421، وعبد الوہاب بن موسی)

ابو غزیہ سے روایت کرنے والے (٦) ابو بکر محمد بن عمرو بن محمد بن اسماعیل بن الاخضر قاضی ابو بکر داؤدی ہیں امام ذہبی اِس کو ثقہ اور فقیہ کہتے ہیں، خطیب نے بھی اِس کو ثقہ کہا ہے ۔(تاریخ الاسلام ج9ص465، رقم 325) ابن جوزی فرماتے ہیں ثقہ ہیں، بکثرت حدیثیں سنیں، حدیث کی سمجھ رکھنے والے ہیں۔ (المنتظم: ترجمہ محمد بن عمر ابن الاخضر ج15، ص266 دار الکتب العلمیہ)

اورابن الاخضر سے راوی(۷) ابو منصور محمد بن احمد بن علی بن عبد الرزاق بغدادی (م 499ھ)ہیں جوالامام القدوۃ المقری شیخ الاسلام الخیاط زاہد ہیں، ثقہ صالح عابد صاحبِ کرامات ہیں(سیر اعلام النبلاءج14،ص212،رقم4560)99سال کی عمر میں وفات پائی۔

اورابو منصور سے روایت کرنے والے(۸) ابوالفضل محمد بن ناصر سلامی بغدادی (م 467ھ)ہیں، محدث عراق الامام الحافظ ہیں(سیر اعلام النبلاءج15،ص79)ابن جوزی کے استاذ ہیں ،اپنے زمانہ میں بغداد کے حافظ حدیث تھے،550ھ میں وفات پائی(وفیات الاعیان) مزید کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔

اورابوالفضل سلامی سے روایت کرنے والے(۹) ابوالحسن علی بن ابی عبد اللہ (ابی عبید اللہ الحسین بن علی)ابن المقیر ہیں، یہ الشیخ الامام الصالح ہیں(خلاصۃ سیر سید البشر:) علامہ ذہبی اِن کوالشیخ المسندالصالح رحلۃ الوقت المقری الحنبلی سے ذکر کرتے ہیں، حافظ تقی الدین عبید فرماتے ہیں یہ شیخ صالح عبادت وتلاوت اور مجاہدہ میں خوب محنت کرنے والے، محدثین کے پاس جمے رہنے والے ہیں، حافظ عزالدین حسینی فرماتے ہیں اللہ کے نیک بندوں میں سے بکثرت تلاوت کرنے والے اپنے آپ میں مصروف ہیں، ذی قعدہ سنہ 643ھ کو فوت ہوئے، محدثین نے اِن کی تعریف میں بہت اونچے کلمات فرمائے ہیں

(سیر اعلام النبلاءج16،ص348)

اورابن المقیّر سے روایت کرنے والے(۱۰) محدث قاضی محب الدین احمد بن عبد اللہ بن محمد طبری شافعی(م694ھ)ہیں،المحدث الامام المفتی فقیہ الحرم ہیں، اپنے وقت میں شیخ الشافعیہ محدث الحجاز تھے (تذکرۃ الحفاظ ج4ص20، رقم1163)

راویوں کی اس ساری بحث و تحقیق کو سامنے رکھ کر خوب غور کریں تو یہ واضح ہے کہ امام محب الدین طبری کی اس سند میں صرف ایک راوی ابو غزیہ کمزور ہے، اس لئے یہ سند صرف کمزور ہے، اور یہی سند زیادہ قابلِ حجت معلوم ہوتی ہے۔

دوسرا حوالہ:

اب امام ابن شاہین کی سند دیکھیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ زِيَاد، مَوْلَى الْأَنْصَارِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى الْحَضْرَمِيُّ، بِمَكَّةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَزِيَّةَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الزُّهْرِيُّ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُوسَى الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْن أَبِي الزِّنَادِ،عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ إِلَى الْحَجُونِ كَئِيبًا حَزِينًا فَأَقَامَ بِهِ مَا شَاءَ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ رَجَعَ مَسْرُورًا، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَزَلْتَ إِلَى الْحَجُونِ كَئِيبًا حَزِينًا فَأَقَمْتَ بِهِ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ رَجَعْتَ مَسْرُورًا قَالَ: سَأَلْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فَأَحْيَا لِي أُمِّي فَآمَنَتْ بِي، ثُمَّ رَدَّهَا۔ (ناسخ الحدیث ومنسوخہ ص489، رقم 656، مکتبۃ المنار)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ سے نقل کرتی ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تو اللہ نے میرے لئے میری والدہ کو زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں ، پھر اللہ نے اُن کو واپس کر دیا۔

امام ابن شاہین کی اس سند کے راوی محمد بن الحسن بن زیاد، احمد بن ابی یحیی حضرمی، ابو غزیہ محمد بن یحیی زہری، عبد الوہاب بن موسی زہری، عبد الرحمن بن ابی الزناد، ہشام بن عروہ، عروہ، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ور حمہم اللہ ہیں۔

ان راویوں میں ابو غزیہ سے روایت کرنے والے احمد بن یحیٰی حضرمی علامہ سیوطی کے مطابق احمد بن ابی یحیٰی حضرمی مصری ہیں یہ حرملہ تجیبی سے روایت کرتے ہیں، ابو سعید بن یونس نے (تاریخ ابن یونس میں) اِن کو کمزور بتایا ہے۔ (لسان المیزان ج1، رقم976)

اور احمد حضرمی سے روایت کرنے والا محمد بن الحسن بن زیاد مولی الانصار ہے، یہ راوی محمد بن الحسن بن محمد بن زیاد بن ہارون موصلی بغدادی ابو بکر نقاش مقری ہے، العلامۃ الرحال (حدیث کی طلب میں بہت سفر کرنے والا) الجوّال (بہت گھومنے والا) المقری احد الاعلام (ایک بڑا عالم) مفسر ہے (تذکرۃ الحفاظ رقم872) اپنے زمانہ کے مقرئین کے شیخ ہوئے ہیں، بذاتِ خود نیک عبادت گذار بہت حج کرنے والا ہے، اُس سے بعض منکر روایات مروی ہیں (البدایۃ:11:276) تاج الدین سبکی فرماتے ہیں ابو عمرو دانی نے اِس کو ثقہ اور مقبول بتایا ہے، ہاں کچھ لوگوں نے علم میں جلالتِ شان پر متفق ہونے کے باوجود اِس کو ضعیف کہا (طبقات الشافعیۃ الکبری ج3ص145:146) امام ذہبی فرماتے ہیں صاحبِ علم اور جلیل القدر ہونے کے باوجود ثقہ نہیں، ابو عمرو الدانی نے اِس کی تعریف کی ہے (معرفۃ القراء الکبار)

امام ابن عبد الہادی حنبلی نقاش کو العلامۃ الحافظ المفسر المقری الجوّال (حدیث کی طلب میں بہت گھومنے والا) لکھتے ہیں (طبقات علماء الحدیث) اس پر جھوٹ بولنے کا الزام صرف طلحہ بن محمد معتزلی نے لگایا ہے، اور خود یہ طلحہ غیر معتبر آدمی ہے۔

بہر حال زیادہ تر محدثین نے اِس پر جرح کی ہے، مگر ادنیٰ درجہ کا ضعیف معلوم ہوتا ہے۔

اور محمد بن الحسن نقاش سے امام ابن شاہین روایت کرتے ہیں، امام ابو حفص عمر بن احمد ابن شاہین کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں، باقی راوی ابو غزیہ سے آخر تک وہی ہیں جو امام طبری کی سند کے ہیں، یہ سند بھی کمزور ہے، البتہ امام طبری کی سند سے زیادہ کمزور ہے، کیوں کہ اِس میں دو

راوی ابو غزیہ اور نقاش کمزور ہیں، مگر اِن کی کمزوری اِس درجہ کی نہیں، جس سے اس سند کو موضوع ٹھہرایا جاسکے، محض ضعیف ہونے کا حکم لگ سکتا ہے۔

تیسرا حوالہ:

امام خطیب بغدادی کی سند ہے،

اَخْبَرَنَا اَبُوالْعَلَاءِ الْوَاسِطِیْ حَدَّثَنَاالْحُسَیْنُ بنُ عَلِی بْنِ مُحَمَّدِالْحَلْبِیّ حَدَّثَنَا اَبُوْ طَالِب عُمَرُبْنُ رَبِیْعِ الزَّاهِدِحَدَّثَنَاعَلِیُّ بْنُ اَیُّوْبِ الْكَعْبِیْ حَدَّثَنَامُحَمَّدُبْنُ یَحْیٰی الزُّهْرِیْ اَبُوْ غَزِیَّۃِ حَدَّثَنَاعَبْدُالْوَهَّابِ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَامَالِکُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَبِی الزِّنَادِعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہ عَنْهَا قَالَتْ حَجَّ بِنَا رَسُوْلُ اللہ ﷺحَجَّۃَ الْوِدَاعِ فَمَرَّبِیْ عَلٰی عَقَبَۃِ الْحَجُوْنِ وَهُوَبَاکٍ حَزِیْنٌ مُغْتَمٌّ فَبَكَیْتُ لِبُكَاءِ رَسُوْلِ اللہﷺ ثُمَّ انْطَفَرَ(وَثَبَ)فَنَزَلَ ثُمَّ قَالَ یَاحُمَیْرَاءَ اِسْتَمْسِكِیْ فَاسْتَنَدْتُّ اِلٰی جَنْبِ الْبَعِیْرِفَمَكَثَ عَنِّیْ طَوِیْلًا،ثُمَّ اِنَّہٗ عَادَاِلَیَّ وَهُوَ فَرِحٌ مُتَبَسِّمٌ فَقُلْتُ لَہٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللہ نَزَلْتَ مِنْ عِنْدِیْ وَاَنْتَ بَاکٍ حَزِیْنٌ مُغْتَمٌّ فَبَكَیْتُ لِبُكَائِکَ ثُمَّ اِنَّکَ عُدْتَّ اِلَیَّ وَاَنْتَ مُتَبَسِّمٌ فَمِمَّ یَا رَسُوْلَ اللہ ؟قَالَ ذَهَبْتُ بِقَبْرِاُمِّیْ فَسَأَلْتُ اللہ اَنْ یُّحْیِیَهَا فَاَحْیَاهَا فَاٰمَنَتْ بِیْ وَرَدَّهَا

(السابق واللاحق، کذا فی اللآلی المصنوعۃ 1: 245،244، دار الکتب العلمیہ)

حضور ﷺ نے ہمیں حجۃ الوداع کروایا، اور میرے پاس سے عقبہ حجون سے گذرے آپ رو رہے تھے غم و پریشانی سے بھرے ہوئے تھے، تو آپ کے رونے کی وجہ سے میں رو پڑی، پھر جلدی میں اٹھے اور نیچے کو اترے اور فرمایا حمیراء ذرا ٹھہرو، میں نے اونٹ کے پہلو سے ٹیک لگائی، آپ نے کافی دیر کی، پھر خوش مسکراتے ہوئے واپس ہوئے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ!

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ میرے پاس سے نیچے کو روتے ہوئے غم و پریشانی سے بھرے ہوئے گئے، تو آپ کے رونے پر مجھے بھی رونا آگیا، اب آپ مسکراتے ہوئے واپس آئے ہیں، کس وجہ سے یارسول اللہ ؟ فرمایا میں اپنی والدہ کی قبر پر گیا اور اللہ سے اُن کو زندہ کرنے کی درخواست کی اللہ نے اُن کو زندہ کیا وہ مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ نے واپس کر دیا۔

امام خطیب بغدادی کی اس سند کے راوی ابوالعلاء الواسطی، الحسین بن علی بن محمد حنفی، ابو طالب عمر بن الربیع زاہد، عمر بن ایوب کعبی، ابو غزیۃ، عبدالوہاب بن موسی زہری، امام مالک بن انس، ابوالزناد، ہشام بن عروہ، عروہ، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ور حمہم اللہ ہیں۔

ابوالعلاء الواسطی محمد بن علی بن احمد بن یعقوب قاضی مقری(م431ھ) ہیں، یہ ضعیف ہیں، حافظہ کمزور ہے، بعض روایات میں اس کو وہم ہوا ہے، لیکن امام خطیب نے اِن پر بہت سی تاریخی باتوں کی نقل میں اعتماد کیا ہے، ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کے حافظے پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، لیکن یہ متہم نہیں ہے (کہ روایات گھڑتا ہو)(لسان المیزان ج5ص296:297)

اور الحسین سے مراد الحسین بن علی بن محمد بن اسحاق بن محمد بن احمد بن اسحاق ابو العباس حلبی (م390ھ) ہیں، حلب میں علم وحدیث وقضاء کے گھرانہ سے تعلق رکھتے ہیں، عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ ابن العدیم خطیب سے نقل فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے متعلق خیر ہی معلوم ہے، یہ حفظ ومعرفت سے موصوف تھے (بغیۃ الطلب، تاریخ بغداد) ابن حجر فرماتے ہیں مشہور محدث ہیں (لسان)۔

اور ابو طالب عمر بن الربیع زاہد ہے، تاریخ علماء مصر کے مصنف ابن الطحان یحیی حضرمی فرماتے ہیں کہ یہ نیک آدمی ہے، دار قطنی نے ضعیف کہا، مسلمہ بن قاسم فرماتے ہیں اِس میں کچھ لوگوں نے کلام کیا اور کچھ دوسروں نے ثقہ کہا ہے اور یہ بکثرت حدیثیں روایت کرنے والا ہے

(لسان المیزان)علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ نے عمر بن ربیع کو ثقات میں درج کیا ہے (الثقات ممن لم یقع فی کتب الستۃ ،رقم339(8227))۔

کعبی سے متعلق میزان الاعتدال سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ راوی عمر بن ایوب الکعبی نہیں علی بن ایوب الکعبی ہے جو محمد بن یحیی سے روایت کرتا ہے،یا علی بن احمد الکعبی مصری ہے (میزان الاعتدال) ابن عساکر نے اتنا ظاہر کیا ہے کہ کعب بن مالک کی اولاد میں سے ہے (اس لئے الکعبی کہلاتا ہے)(لسان المیزان) ابن القیسرانی مجہول بتاتے ہیں (المؤتلف والمختلف) تو صحیح یہ ہے کہ یہ راوی بھی مجہول ہے۔

اِس سے آگے کے راوی ابو غزیہ ،عبد الوہاب زہری وغیرہم کا ذکر پہلی سند میں ہو گیا ہے ، اوراِس سند میں راوی ابو الزناد ہے یہ ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان مدنی تابعی ہے، جس نے حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے حدیث سنی ہے،اِس سند کا بھی کوئی راوی ایسا نہیں جس کی وجہ سے اِس سند کو موضوع کہا جاسکے،البتہ یہ سند پہلی سندوں سے زیادہ ضعیف ہے۔

مفتی رضوان صاحب کا تبصرہ:

آگے چلنے سے پہلے یہ ذکر کرنا مناسب ہے کہ ہمارے اِس حوالے پر مفتی رضوان صاحب نے درج ذیل تبصرہ کیا

"معترض نے تیسرے نمبر پر خطیب بغدادی کی کتاب السابق واللاحق کا حوالہ ذکر کیا ہے۔۔۔ خطیب بغدادی سے اس حوالہ کا ثبوت ہی مشکل ہے،اور ثبوت کے بعد بھی اس کی سند قابلِ استدلال نہیں، لہٰذا یہ حوالہ اُن کے لئے مفید نہیں"۔(علمی رسائل ج21، ص752:753)

مفتی صاحب نے یہ تقریر اس لئے کردی کہ السابق واللاحق کا اصل مخطوطہ نسخہ ناپید ہے،اور جو طبع ہوئی ہے،اُس کے اصل متن میں یہ حدیث درج نہیں ہے، آخر میں کتاب کے محقق نے کئی احادیث درج کیں اور ذکر کیا کہ اہلِ علم کی کتابوں میں خطیب کی اس کتاب کے

حوالے سے یہ احادیث ذکر ہیں، تو عالی جناب نے سوچا کہ اس حوالے کے ثبوت پر ہی اعتراض اٹھا دوں تاکہ کوئی اِس حوالے کو پیش نہ کر سکے، اس میں شک نہیں کہ اصل کتاب میں یہ حدیث ضرور تھی چاہے کتاب نایاب ہونے کے سبب مطبوعہ اصل نسخہ میں نہ رہی ہو، چنانچہ کتاب السابق واللاحق کے مرتب نے کتاب کے آخر میں لکھا ہے۔

اِلٰی هُنَااِنْتَهٰی نَصُّ النُّسْخَۃِ الَّتِیْ حَقَّقْتُ عَلَیْھَاالْکِتَابَ،وَھِیَ فَرِیْدَۃٌ ،وَیَدُلُّ الْکَلَامُ عَلٰی سَقْطٍ مِنْ آخِرِالْکِتَابِ،وَلَمْ اَسْتَطِعِ الْعَثُوْرَعَلَیْہِ وَلَاتَقْدِیْرَہٗ، وَوَجَدْتُّ فِیْ آخِرِتَرْجَمَۃِ یَعْقُوْبِ الدَّوْرَقِیْ فِیْ تَھْذِیْبِ الْکَمَالِ (314/32) وَحَدَّثَ عَنْہُ: مُحَمَّدُبْنُ اِسْمَاعِیْلَ الْبُخَارِیْ وَبَیْنَ وَفَاتِہٖ وَوَفَاۃِ ابْنِ مَخْلَدْخَمْسٌ وَسَبْعُوْنَ سَنَۃً وَعَزَی ذَالِکَ لِلسَّابِقِ وَاللَّاحِقِ،فَلَعَلَّہٗ مِمَّاسَقَطَ مِنْ ھٰذِہِ التَّرْجَمَۃِ (السابق واللاحق ص342 ط دارالصمیعی)

"یعنی یہاں تک وہ نسخہ ختم ہو گیا جس کو سامنے رکھ کر میں نے کتاب کی تحقیق کی، اور یہ ایک ہی نسخہ ہے، یہاں کلام دلالت کرتی ہے کہ کتاب کے آخر سے کچھ حصہ ساقط ہو گیا، میں اس ساقط ہونے والے حصے پر واقف نہ ہو سکا، نہ اس کا کچھ اندازہ ہے، تہذیب الکمال (32:314) میں یعقوب دورقی کے ترجمہ کے آخر میں مجھے یہ ملا کہ "دورقی سے امام محمد بن اسماعیل بخاری نے حدیث بیان کی اور اس کی اور ابن مخلد کی وفات کے درمیان 75 سات کا وقفہ ہے، اس بات کے لئے السابق واللاحق کا حوالہ دیا (جب کہ اب السابق واللاحق میں نہیں) لگتا ہے کہ ترجمہ میں سے یہ حصہ بھی ساقط ہو گیا ہے"

اور حدیثِ احیاء کو ذکر کر کے لکھا ہے،

ذَکَرَہُ السُّھَیْلِیْ فِی الرَّوْضِ الْاُنُفِ وَنَسَبَہٗ اِلَی الْخَطِیْبِ فِی السَّابِقِ وَاللَّاحِقِ وَابْنِ شَاھِیْنِ فِی النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ وَکَذَاتَابَعَہُ الزُّرْقَانِیْ صَاحِبُ

الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِّيَّةِ كَمَاذَكَرَهُ اَيْضًامَنْسُوْبًااِلَى السَّابِقِ وَاللَّاحِقِ اِبْنُ تَيْمِيَّةِ فِي الْفَتَاوٰى وَابْنُ كَثِيْرٍفِي التَّفْسِيْرِ (ص344)

"اس روایت کو سہیلی نے الروض الانف میں ذکر کیااور خطیب کی السابق واللاحق اور ابن شاہین کی ناسخ و منسوخ کی طرف منسوب کیا، اور مواہب لدنیہ کے مصنف زرقانی نے بھی انہی کی پیروی کی، ایسے ہی اس کو السابق واللاحق کی طرف منسوب کرکے ابن تیمیہ نے فتاوی میں اور ابن کثیر نے تفسیر میں ذکر کیاہے"۔

علامہ ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی (324/4) میں اورامام سخاوی نے المقاصد الحسنۃ (67، رقم37) میں، اورامام اسماعیل بن محمد عجلونی نے کشف الخفا (70/1) میں، اور علامہ مرتضی زبیدی نے تخریج احادیث احیاء علوم الدین (2068/5) میں اور ملا علی قاری نے ادلۃ معتقد ابی حنیفۃ (ص85) میں ، اور ابن عراق کنانی نے تنزیہ الشریعۃ (332/1) میں السابق واللاحق کے حوالے سے ذکر کیاہے، ظاہر یہ ہے کہ اِن میں سے کئی حضرات کے پاس کتاب السابق واللاحق ہو گی، چاہے بعض نے دوسروں کے اعتماد پر نقل کیاہو۔

یہ حقیقت ہے کہ احادیث کا بہت ساذخیرہ ہے، جو اصل کتابیں دستیاب نہ ہونے کے سبب اصل ماخذ میں ملتاہی نہیں، لیکن بالواسطہ اُن کے ماخذ موجود ہیں، اور کوئی محقق اُن احادیث کو غیر معتبر نہیں مانتا، اس حدیث کے اصل ماخذ کا بھی یہی قصہ ہوا، اس لئے السابق واللاحق کتاب میں ہونے سے اِس کا انکار غیر معقول ہے۔

چوتھا حوالہ:

اَوْرَدَابْنُ عَسَاكِرِفِيْ غَرَائِبِ مَالِكِ مِنْ طَرِيْقِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِبْنِ اِسْحَاقَ الْحَلْبِيْ حَدَّثَنَااَبُوْطَالِبٍ عُمَرُبْنُ الرَّبِيْعِ الْخِشَابِ حَدَّثَنَاعَلِيُّ بْنُ اَيُّوْبَ الْكَعْبِيْ مِنْ وَلَدِ كَعْبِ بْنِ مَالِكِ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُبْنُ يَحْيٰى الزُّهْرِيْ

اَبُوْ غَزِيَّۃَ حَدَّثَنِیْ مَالِکُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ الله عَنْهَاقَالَتْ حَجَّ رَسُوْلُ اللهﷺ حَجَّۃَ الْوِدَاعِ فَمَرَّبِیْ عَلٰی عَقَبَۃِ الْحَجُوْنِ وَهُوَبَاکٍ حَزِيْنٌ مُغْتَمٌّ فَبَکَيْتُ لِبُکَائِہٖ ثُمَّ اِنَّہٗ طَفَرَفَنَزَلَ وَ قَالَ يَاحُمَيْرَاءَ اِسْتَمْسِکِیْ فَاسْتَنَدْتُّ اِلٰی جَنْبِ الْبَعِيْرِفَمَکَثَ عَنِّیْ طَوِيْلًا،ثُمَّ عَادَاِلَیَّ وَهُوَفَرِحٌ مُتَبَسِّمٌ فَقُلْتُ لَہٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ يَارَسُوْلَ الله نَزَلْتَ مِنْ عِنْدِیْ وَاَنْتَ بَاکٍ حَزِيْنٌ مُغْتَمٌّ فَبَکَيْتُ لِبُکَائِکَ ثُمَّ عُدْتَّ وَاَنْتَ فَرِحٌ، فَفِيْمَ ذَا يَارَسُوْلَ الله؟ قَالَ ذَهَبْتُ بِقَبْرِاُمِّیْ آمِنَۃَ فَسَأَلْتُ الله اَنْ يُّحْيِيَهَا فَاَحْيَاهَا فَاٰمَنَتْ بِیْ وَرَدَّهَا۔ (غرائب مالک، الاجوبۃ المرضیۃ، ولسان المیزان)

ترجمہ وہی ہے جو گذشتہ حدیثوں کے تحت بیان ہوا ہے۔

ابن عساکر کی اس سند کے راوی الحسین بن علی بن محمد بن اسحاق حلبی سے آخر تک وہی ہیں جو خطیب کے راوی ہیں۔

ان میں سے پہلی دو سندوں یعنی نمبر ۱: ابوالحسن علی بن ابی عبید اللہ ابن المقیر، ابوالفضل محمد بن ناصر سلامی، ابو منصور محمد بن احمد بن علی بن عبد الرزاق، ابو بکر محمد بن عمر بن محمد ابن الاخضر، ابو غزیہ محمد بن یحیی زہری، عبد الوہاب بن موسٰی زہری، عبد الرحمن بن ابی الزناد، ہشام بن عروہ، عروہ، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہاور حمہم اللہ:

اور نمبر ۲: امام ابن شاہین، محمد بن الحسن بن زیاد، احمد بن ابی یحیی حضرمی، ابو غزیہ محمد بن یحیی زہری الخ:

اوراُن کے راویوں کی ساری بحث کو سامنے رکھ کر خوب غور کریں تو یہ واضح ہے کہ امام محب الدین طبری کی سند میں صرف ایک راوی ابو غزیہ کمزور ہے۔

امام ابن شاہین کی سند کے راویوں میں بعض راوی ضعیف اور مختلف فیہ ہیں، مجہول کوئی نہیں، اور بالیقین واضع یعنی حدیثیں گھڑنے والا یا کذاب بھی کوئی نہیں ہے، اس لئے یہ حدیث سند کے اعتبار سے موضوع نہیں قرار دی جاسکتی ہے، تو جن حضرات نے اِس کو موضوع یعنی من گھڑت قرار دیا ہے اُن کی بات درست نہیں معلوم ہوتی۔

کتبِ موضوعات اور ان سے متعلق اسلاف کی آراء:

آگے چلنے سے پہلے اس حدیث پر کلام کرنے والوں کی کتب موضوعات سے متعلق وضاحت کرنا مناسب ہے۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ (م597ھ) اور ان کی موضوعات:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ایک حدیث کی بحث میں فرماتے ہیں،

قَوْلُ ابْنِ الْجَوْزِيّ إِنَّهٗ بَاطِلٌ وَإِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ دَعْوًى لَمْ يَسْتَدِلْ عَلَيْهَا إِلَّا بِمُخَالَفَةِ الْحَدِيْثِ الَّذِيْ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَهٰذَا إِقْدَامٌ عَلٰى رَدِّ الْأَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ بِمُجَرَّدِ التَّوَهُّمِ وَلَا يَنْبَغِي الْإِقْدَامُ عَلَى الْحُكْمِ بِالْوَضْعِ إِلَّا عِنْدَ عَدْمِ إِمْكَانِ الْجَمْعِ وَلَا يلْزَمُ مِنْ تَعَذُّرِ الْجَمْعِ فِي الْحَالِ أَنْ لَّا يُمْكِنَ بَعْدَ ذَلِكَ إِذْ فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ وَطَرِيْقِ الْوَرْعِ فِيْ مِثْلِ هٰذَا أَنْ لَا يُحْكَمَ عَلَى الحَدِيْثِ بِالْبُطْلَانِ بَلْ يُتَوَقَّفُ فِيْهِ إِلَى أَنْ يَّظْهَرَ لِغَيْرِهٖ مَا لَمْ يَظْهَرْ لَهٗ۔ (القول المسدد فی الذب عن مسند احمد ص16، ح3، 2، مکتبۃ ابن تیمیہ قاہرہ)

"ابن جوزی نے جو زیر بحث حدیث سے متعلق کہا کہ باطل ہے، اور موضوع (من گھڑت) ہے، یہ ایسا دعوی ہے جس پر محض یہ دلیل پیش کی ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی حدیث کے خلاف ہے، اُن کا یہ اقدام محض توہم سے صحیح احادیث کے رد کرنے پر اقدام ہے، اور کسی حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگانے میں ایسا اقدام مناسب نہیں ہے۔ سوائے اُس صورت

کے کہ تطبیق ممکن نہ ہو، اور اگر فوری تطبیق نہ ہوسکے تو اِس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اب کے بعد بھی تطبیق ممکن نہیں ہو گی، کیوں کہ ہر علم والے کے اوپر علم والا ہے، اور ایسے موقع میں تقوی کا راستہ یہ ہے کہ حدیث پر باطل ہونے کا حکم نہ لگایا جائے، بلکہ توقف کیا جائے، یہاں کہ کسی دوسرے عالم کے سامنے وہ (توجیہ و تطبیق) ظاہر ہو جائے جو آدمی کے سامنے ظاہر نہ ہو رہی ہو"۔

شیخ مرعي بن یوسف بن أبي بکر بن أحمد الکرمی المقدسي الحنبلی (م1033ھ) فرماتے ہیں،

اِنْتَقَدَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَبِي الْفَرْجِ بْنِ الْجَوْزِيّ فِيْ كِتَابِهِ " الْمَوْضُوْعَات " وَتَوَسُّعِهِ فِي الْحُكْمِ بِذَلِكَ عَلٰى كَثِيْرٍ مِنَ الْأَحَادِيْثِ الَّتِيْ لَيْسَتْ بِهٰذَا الْمَثَابَةِ، وَيَجِيْءُ بَعْدَهٗ مَنْ لَا يَدَ لَهٗ فِيْ عِلْمِ الْحَدِيْثِ، فَيُقَلِّدُهٗ فِيْمَا حَكَمَ بِهٖ مِنَ الْوَضْعِ. وَفِي هٰذَا مِنَ الضَّرَرِ الْعَظِيمِ مَا لَا يَخْفٰى (الفوائد الموضوعة ص64، دار الوراق)

علماء نے ابن جوزی پر تنقید کی ہے جس نے اپنی کتاب موضوعات میں بہت سی احادیث پر جو موضوع نہ تھیں، وسعت سے موضوع ہونے کا حکم لگایا، اُن کے بعد جن کو علمِ حدیث کی مہارت نہ ہو گی وہ آکر ابن جوزی کی تقلید کر کے حدیث پر من گھڑت ہونے کا حکم لگائیں گے، اور اس میں جو بڑا نقصان ہے مخفی نہیں ہے۔

علامہ علی بن محمد بن علی جرجانی (م816ھ) فرماتے ہیں،

وَقَدْ صَنَّفَ اِبْنُ الْجَوْزِيْ فِي الْمَوْضُوْعَاتِ مُجَلَّدَاتٍ، قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ: أَوْدَعَ فِيْهَا كَثِيْرًا مِنَ الْأَحَادِيْثِ الضَّعِيْفَةِ مِمَّا لَا دَلِيْلَ عَلٰى وَضْعِهٖ وَحَقُّهَا أَنْ تُذْكَرَ فِي الْأَحَادِيْثِ الضَّعِيْفَةِ۔ (الدیباج المذھب ص47، مصطفی البابی)

ابن جوزی نے موضوع روایات میں کئی جلدیں لکھیں، ابن صلاح فرماتے ہیں اُن میں بہت سی وہ ضعیف احادیث بھی درج کر دیں جن کے من گھڑت ہونے پر کوئی دلیل نہیں، اور حق یہ ہے کہ وہ ضعیف احادیث میں ذکر کی جائیں۔

علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ (م902ھ) فرماتے ہیں،

وَقَدْ تَوَسَّعَ اِبْنُ الْجَوْزِیْ فِیْ إِیْرَادِ کَثِیْرٍ مِنَ الْأَحَادِیْثِ الَّتِیْ لَا تَرْتَقِیْ إِلَی الْوَضْعِ، بَلْ وَفِیْ بَعْضِهَا مَا هُوَ صَحِیْحٌ وَنَحْوُهٗ، بَلْ أَغْرَبُ مِنْ هٰذَا إِدْخَالُهٗ لِکَثِیْرٍ مِمَّا حَکَمَ عَلَیْهِ بِالْوَضْعِ فِیْ تَصَانِیْفِهِ الْوَعْظِیَّةِ وَغَیْرِهَا، سَاکِتًا عَلَیْهِ، فَلَمْ یَمْشِ فِی الطَّرِیقِ عَلٰی سَنَنٍ وَاحِدٍ مَعَ جَلَالَتِهٖ وَإِمَامَتِهٖ۔

(الغایۃ فی شرح الھدایۃ فی علم الروایۃ ص209، مکتبۃ اولاد الشیخ)

امام ابن جوزی نے بہت سی وہ احادیث جو موضوع ہونے تک نہ پہنچتی تھیں، بلکہ بعض ایسی تھیں جو صحیح اور صحیح جیسی تھیں، وہ موضوعات میں درج کر دیں، بلکہ اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ جن پر من گھڑت ہونے کا حکم لگایا اُن کو اپنی وعظ کی کتابوں میں خاموشی کے ساتھ ذکر کر دیا، تو وہ باوجود بڑے عالم اور امام ہونے کے راستے کے ایک نہج پر نہیں چلے ہیں۔

وَالْحَقُّ أَنَّ فِیْهِ أَحَادِیْثَ کَثِیْرَةً ضَعِیْفَةً، وَبَعْضُهَا أَشَدُّ فِي الضُّعْفِ مِنْ بَعْضٍ،حَتّٰی إِنَّ ابْنَ الْجَوْزِيِّ أَدْخَلَ کَثِیْرًا مِنْهَا فِي " مَوْضُوْعَاتِهٖ " وَلَکِنْ قَدْ تَعَقَّبَهُ فِي بَعْضِهَا الشَّارِحُ وَفِي سَائِرِهَا أَوْ جُلِّهَا شَیْخُنَا، وَحَقَّقَ کَمَا سَمِعْتُهُ مِنْهُ نَفْيَ الْوَضْعِ عَنْ جَمِیْعِ أَحَادِیْثِهٖ۔(فتح المغیث ج1ص118 مکتبۃ السنۃ)

حق یہ ہے کہ ابن جوزی کی موضوعات میں بہت سی ضعیف احادیث ہیں اور بعض دوسری بعض سے ضعف میں بڑھی ہوئی ہیں ایسی بہت سی حدیثیں موضوعات میں لکھ دیں، لیکن بعض احادیث میں شارح نے اور ساری یا اکثر میں ہمارے شیخ (ابن حجر عسقلانی) نے تنقید کی، اور میرے سنے ہوئے کے مطابق کُل احادیث سے ان کے من گھڑت ہونے کی نفی ثابت کی۔

علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ (م743ھ) فرماتے ہیں،

قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ : وَلَقَدْ أَكْثَرَ الَّذِيْ جَمَعَ فِيْ هٰذَا الْعَصْرِ الْمَوْضُوْعَاتِ فِيْ نَحْوِ مُجَلَّدَيْنِ(اِبْنُ الْجَوْزِیْ) فَأَوْدَعَ فِيْهِمَا كَثِيْرًا، مِمَّا لَا دَلِيْلَ عَلٰى وَضْعِهٖ،وَإِنَّمَا حَقُّهٗ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْ مُطْلَقِ الْأَحَادِيْثِ الضَّعِيْفَةِ۔

(الخلاصۃ فی معرفۃ الحدیث ص85، المکتبۃ الاسلامیۃ للنشر)

ابن صلاح فرماتے ہیں کہ ابن جوزی جس نے اس زمانہ میں بکثرت موضوعات جمع کرنے کی کوشش کی، تو بہت سی وہ حدیثیں درج کر دیں جن کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں ،اور حق یہ تھا کہ وہ کمزور احادیث میں ذکر ہوتیں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (م774ھ) فرماتے ہیں،

وَقَدْ صَنَّفَ الشَّيْخُ أَبُو الْفَرْجِ اِبْنُ الْجَوْزِي كِتَابًا حَافِلًا فِي الْمَوْضُوْعَاتِ، غَيْرَ أَنَّهٗ أَدْخَلَ فِيْهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ، وَخَرَّجَ عَنْهُ مَا كَانَ يَلْزَمُهٗ ذِكْرُهٗ۔

(الباعث الحثیث ص75، دارالکتب پشاور)

ابن جوزی نے موضوعات کو گھیرنے والی کتاب لکھی، مگر اُس میں وہ احادیث داخل کر دیں جو موضوع نہیں، اور وہ خارج کر دیں جن کا ذکر ضروری تھا۔

امام یحیٰی بن شرف نووی (م676ھ) فرماتے ہیں،

وَلَقَدْ أَكْثَرَ مَنْ جَمَعَ الْمَوْضُوْعَ فِيْ نَحْوِ مُجَلَّدَتَيْنِ فَذَكَرَ كَثِيْرًا مِّمَّا لَا دَلِيْلَ عَلٰى وَضْعِهٖ، وَإِنَّمَا هُوَ مِنْ مُطْلَقِ الضَّعِيْفِ،وَهٰذَا الْمَذْكُوْرُ هُوَ أَبُو الْفَرْجِ اِبْنُ الْجَوْزِيُّ۔ (ارشاد طلاب الحقائق، ج1ص261 مکتبۃ الایمان)

ابوالفرج ابن جوزی نے دو جلدوں میں موضوع روایات کثرت سے جمع کیں، تو بہت سی وہ احادیث ذکر کر دیں جن کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں، وہ محض ضعیف ہیں۔

شیخ محمد محمد زہو فرماتے ہیں،

أَنَّهٗ تَسَاهَلَ فِيْهِ كَثِيْرًا بِحَيْثُ أَدْخَلَ فِيْهِ الضَّعِيْفَ، وَالْحَسَنَ وَالصَّحِيْحَ قَالَ الذَّهَبِيْ:رُبَمَا ذَكَرَ ابْنُ الْجَوْزِيْ فِي الْمَوْضُوْعَاتِ أَحَادِيْثَ حِسَانًا قَوِيَّةً۔

(الحدیث والمحدثون،)

ابن جوزی نے کتاب میں تساہل سے کام لیا، کہ کتاب میں ضعیف، حسن اور صحیح بھی درج کر دیں، ذہبی کہتے ہیں بہت دفعہ ابن جوزی نے موضوعات میں قوی حسن احادیث ذکر کر دی ہیں۔

قَالَ: وَنَقَلْتُ مِنْ خَطِّ السَّيِّدِ أَحْمَدِ بْنِ أَبِي الْمَجْدِ قَالَ: صَنَّفَ اِبْنُ الْجَوْزِيْ كِتَابَ الْمَوْضُوْعَاتِ، فَأَصَابَ فِيْ ذِكْرِهٖ أَحَادِيْثَ شَنِيْعَةً مُخَالِفَةً لِلنَّقْلِ وَالْعَقْلِ وَمَا لَمْ يُصِبْ فِيْهِ إِطْلَاقُهُ الْوَضْعَ عَلٰى أَحَادِيْثٍ بِكَلَامِ بَعْضِ النَّاسِ فِيْ أَحَدِ رُوَاتِهَا كَقَوْلِهٖ: فُلَانٌ ضَعِيْفٌ أَوْ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ أَوْ لِيْنٌ، وَلَيْسَ ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ مِمَّا يَشْهَدُ الْقَلْبُ بِبُطْلَانِهٖ، وَلَا فِيْهِ مُخَالَفَةٌ، وَلَا مُعَارَضَةٌ لِكِتَابٍ وَلَا سُنَّةٍ وَلَا إِجْمَاعٍ۔ وَلَا حُجَّةَ بِأَنَّهٗ مَوْضُوْعٌ سِوٰى كَلَامِ ذٰلِكَ الرَّجُلِ فِيْ رَاوِيْهِ، وَهٰذَا عُدْوَانٌ وَمُجَازَفَةٌ (الحدیث والمحدثون ص487، دارالفکر العربی قاہرہ)

اور ذہبی فرماتے ہیں کہ میں نے سید احمد بن ابی المجد کی تحریر سے نقل کیا کہ ابن جوزی نے موضوعات لکھی، تو بہت سی وہ نکمی احادیث جو عقل و نقل کے خلاف تھیں، اُن کو ذکر کر کے تو درست کیا، لیکن کسی نے حدیث کے کسی راوی پر کوئی کلام کیا تھا کہ فلاں کمزور ہے، یا قوی نہیں، یا ڈھیلا ہے، اُس پر من گھڑت ہونے کا حکم لگا کر ٹھیک نہیں کیا، حالاں کہ وہ ایسی حدیثیں نہیں جن کے باطل ہونے کی عقل گواہی دے، نہ اُن میں کتاب و سنت اور اجماع کی مخالفت تھی، اُس کے موضوع ہونے کی دلیل محض یہ تھی کہ کسی نے راوی میں کلام کر دی، یہ حد سے تجاوز اور بے تکی بات ہے۔

علامہ بدرالدین محمد بن عبد اللہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ (م794ھ) فرماتے ہیں،

وَلِهٰذَا اِنْتَقَدَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَبِي الْفَرْجِ فِيْ كِتَابِهِ الْمَوْضُوْعَاتِ وَتَوَسُّعِهِ بِالْحُكْمِ بِذَلِكَ عَلٰى كَثِيْرٍ مِنْ أَحَادِيْثٍ لَيْسَتْ بِهٰذِهِ الْمَثَابَةِ۔

(النكت على مقدمة ابن الصلاح ج2ص267:266اضواء السلف)

اس لئے علماء نے ابن جوزی پر اُس کی موضوعات کتاب سے متعلق تنقید کی، اور بہت سی وہ احادیث جو اس درجہ کی نہ تھیں ابن جوزی نے کُھل کر اُن پر ایسا حکم لگا دیا۔

علامہ ابن الملقن عمر بن علی مصری (م804ھ) فرماتے ہیں،

وَقَدْ أَكْثَرَ جَامِعُ الْمَوْضُوْعِاتِ فِيْ نَحْوِ مُجَلَّدَيْنِ أَعْنِي ابْنَ الْجَوْزِيّ فَذَكَرَ كَثِيْرًا مِمَّا لَا دَلِيْلَ عَلٰى وَضْعِهِ وَإِنَّمَا حَقُّهٗ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْ مَوضَعِ مُطْلَقِ الْأَحَادِيث الضَّعِيْفَةِ۔ (المقنع فی علوم الحدیث ج1ص238دار فواز للنشر)

موضوعات کے جامع ابن جوزی نے دو جلدوں میں کثرت کرتے ہوئے بہت سی وہ روایات درج کر دیں جن کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں، بلکہ حق یہ ہے کہ اُن کو مطلق ضعیف احادیث میں درج کیا جائے۔

ان سب عبارات سے اور اِن جیسی دوسری تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف امام ابن جوزی رحمہ اللہ پر اعتماد کر کے کسی حدیث کو موضوع (من گھڑت) نہیں مانا جا سکتا۔

امام حسین بن ابراہیم جوزقانی (م543ھ) اور اُن کی اباطیل:

شیخ نور الدین علي بن محمد بن علي بن عبد الرحمن ابن عراق الکناني رحمۃ اللہ علیہ (م963ھ) فرماتے ہیں،

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ: وَتَقْيِيْدُ السُّنَّةِ بِالْمُتَوَاتِرَةِ اِحْتِرَازٌ عَنْ غَيْرِ الْمُتَوَاتِرَةِ فَقَدْ أَخْطَأَ مَنْ حَكَمَ بِالْوَضْعِ بِمُجَرَّدِ مُخَالفَةِ السُّنَّةِ مُطْلَقًا، وَقَدْ أَكْثَرَ مِنْ

ذَلِكَ اَلْجَوْزَقَانِيْ فِيْ كِتَابِ الْأَبَاطِيْلِ. وَهٰذَا إِنَّمَا يَتَأَتّى حَيْثُ لَا يُمْكِنُ الْجَمْعُ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوهِ، أَمَّا مَعَ إِمْكَانِ الْجَمْعِ فَلَا۔

(تنزیہ الشریعۃ ج1ص6، دارالکتب العلمیہ)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (کسی روایت کو موضوع قرار دینے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ روایت سنتِ متواترہ کے خلاف ہو، تو) سنتِ متواترہ کی قید سے غیر متواتر سے احتراز ہے، چنانچہ جس نے مطلق سنت کی مخالفت کے سبب حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگایا اُس نے غلطی کی، اوراسی وجہ سے جوز قانی نے کتاب الاباطیل میں کثرت سے موضوع ہونے کا حکم لگایا، اورایسا بھی تب ہو سکتا ہے جب کسی بھی طریقے سے تطبیق ممکن نہ رہے، لیکن جب تطبیق ہو سکے تو (سنت متواترہ کی مخالفت سے بھی) موضوع کا حکم نہیں لگے گا۔

شیخ صبحی ابراہیم الصالح رحمۃ اللہ علیہ (م1407ھ) فرماتے ہیں،

وَأَشْهَرُ الْكُتُبِ فِيْ بَيَانِ الْأَحَادِيْثِ الْمُخْتَلِفَةِ كِتَابُ "الْمَوْضُوْعَاتِ" لِأَبِي الْفَرْجِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْجَوْزِيِّ (ت 597 ھ)أَخَذَ أَكْثَرَهٗ مِنْ كِتَابِ "الْأَبَاطِيْلِ" لِلْجَوْزَقَانِيْ، وَكَانَ هٰذَا الْأَخِيْرُ يَحْكُمُ بِالْوَضْعِ عَلٰى كُلِّ حَدِيْثٍ يُخَالِفُ السَّنَّةَ النَّبَوِيَّةَ فِعْلًا أَوْ تَرْكًا، فَكَانَ عَلَى ابْنِ الْجَوْزِىْ وَقَدْ تَاَثَّرَ بِمَنْهَجِهٖ أَنْ يَّقَعَ فِيْ كَثِيْرٍ مِنَ الْأَخْطَاءِ الَّتِيْ تُشْبِهُ أَخْطَاءَهٗ هُوَأيِ الْجَوْزَقَانِيْ،وَهٰكَذَا حَكَمَ اِبْنُ الْجَوْزِيْ بِالْوَضْعِ عَلٰى بَعْضِ الصَّحَاحِ وَالْحِسَانِ۔ (علوم الحدیث ومصطلحہ ص271، دارالعلم الملایین)

گھڑی ہوئی احادیث سے متعلق سب سے مشہور کتاب ابن جوزی کی کتاب الموضوعات ہے، اُنہوں نے اکثر جوز قانی کی کتاب الاباطیل سے لیا ہے، اور جوز قانی ہر اُس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگاتے تھے جو سنتِ نبوی کے خلاف ہو چاہے فعلاً ہو یا ترکاً، تو ابن جوزی پر یہ لازم تھا

(کہ سنتِ متواترہ کے خلاف ہونے کی قید لگاتے) اورابن جوزی پر اُن کے طریقے سے یہ اثر ہوا کہ جوز قانی کی جو غلطیاں تھیں، اُن جیسی غلطیوں میں پڑے، اوریوں ابن جوزی نے بعض صحیح اور حسن حدیثوں پر بھی موضوع ہونے کا حکم لگادیا۔

اس عبارت سے امام ابن جوزی کی موضوعات کی طرح جوز قانی کی اباطیل کی حقیقت بھی ظاہر ہے، کہ اُنہوں نے بعض ایسی احادیث پر موضوع ہونے کا حکم لگایا جن پر موضوع ہونے کا حکم نہیں لگتا۔

الشیخ علامہ عبد الفتاح ابو غدہ (م1417ھ) رحمہ اللہ علامہ مولاناعبد الحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے اوروہ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں

وَلِلْجَوْزَقَانِیْ کِتَابُ الْاَبَاطِیْلِ اَکْثَرَفِیْہِ مِنَ الْحُکْمِ بِالْوَضْعِ لِمُجَرَّدِمُخَالَفَۃِ السُّنَّۃِ،قَالَ شَیْخُنَاوَ ھُوَخَطَاٌ،اِلَّااَنْ تَعَذَّرَالْجَمْعُ انتھی۔

(الرفع والتکمیل مع تعلیقات الشیخ عبد الفتاح ص199:198 ط مکتب المطبوعات الاسلامیۃ)

جوز قانی کی کتاب اباطیل ہے جس میں اُنہوں نے کثرت سے محض سنت کے مخالف ہونے کے سبب احادیث پر موضوع ہونے کا حکم لگادیا، ہمارے شیخ (علامہ ابن حجر) فرماتے ہیں (محض سنت کے خلاف ہونے پر حدیث پر من گھڑت ہونے کا حکم لگانا) یہ غلطی ہے، مگر یہ کہ تطبیق ممکن نہ ہو۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) فرماتے ہیں،

وَقَدْ أَكْثَرَ الْجَوْزَقَانِيْ فِيْ كِتَابِهِ الْمَذْكُوْرِ مِنَ الْحُكْمِ بِبُطْلَانِ أَحَادِيْثٍ لِمُعَارَضَةِ أَحَادِيْثٍ صَحِيْحَةٍ لَهَا مَعَ إِمْكَانِ الْجَمْعِ، وَهُوَ عَمَلٌ مَرْدُوْدٌ۔

(الاصابۃ ج2، ص371، رقم 2555 دارالکتب العلمیہ)

جوز قانی نے اس کتاب میں صحیح احادیث کے مقابلہ میں آنے والی احادیث پر کثرت سے باطل ہونے کا حکم لگادیا جب کہ تطبیق ہو سکتی ہے، اُن کا ایسا کام مردود ہے۔

ان سب عبارات سے اوراِن جیسی دوسری تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ کی طرح صرف جوز قانی کی بات پر اعتماد کرکے بھی کسی حدیث کو موضوع (من گھڑت) نہیں مانا جاسکتا۔

علامہ الحسن بن محمد بن الحسن صغانی (م650ھ) اور موضوعات:

علامہ محمد طاہر گجراتی رحمۃ اللہ علیہ (م986ھ) فرماتے ہیں،

وَمِمَّا بَعَثَنِي إِلَيْهِ أَنَّهٗ اِشْتَهَرَ فِي الْبُلْدَانِ مَوْضُوْعَاتِ الصَّغَانِيْ وَغَيْرِهٖ وَظَنِّيْ أَنَّ أَمَامَهُمْ كِتَابُ ابْنِ الْجَوْزِيّ وَنَحْوِهٖ وَلَعُمْرِيْ أَنَّهٗ قَدْ أَفْرَطَ فِيْ الْحُكْمِ بِالْوَضْعِ حَتّٰى تَعَقَّبَهُ الْعُلَمَاءُ مِنْ أَفَاضِلِ الْكَامِلِيْنَ فَهُوَ ضَرَرٌ عَظِيْمٌ عَلَى الْقَاصِرِيْنَ الْمُتَكَاسِلِيْنَ. قَالَ مُجَدِّدُ الْمِائَةِ السُّيُوطِيّ قَدْ أَكْثَرَ اِبْنُ الْجَوْزِيّ فِي الْمَوْضُوْعَاتِ مِنْ إِخْرَاجِ الضَّعِيفِ بَلْ وَمِنَ الْحِسَانِ وَمِنَ الصِّحَاحِ كَمَا نَبَّهَ عَلَيْهِ الْحُفَّاظُ وَمِنْهُمُ ابْنُ الصَّلَاحِ... وَنَقَلَ فِيْهِ عَنْ أَحْمِد بْنِ أَبِي الْمَجْدِ أَنَّهٗ قَالَ وَمِمَّا وَلَمْ يُصِبْ فِيْهِ اِبْنُ الْجَوْزِيّ إِطْلَاقَهُ الْوَضْعَ بِكَلَامِ قَائِلٍ فِيْ بَعْضِ رُوَاتِهٖ فُلَانٌ ضَعِيْفٌ أَوْ لَيْسَ بِقَوِيٍّ أَوْ لِيْنٌ فَحَكَمَ بِوَضْعِهٖ مِنْ غَيْرِ شَاهِدِ عَقْلٍ وَنَقْلٍ وَمُخَالَفَةِ كِتَابٍ أَوْ سُنَّةٍ أَوْ إِجْمَاعٍ وَهٰذَا عُدْوَانٌ وَمُجَازِفَةٌ – انْتهى۔ (تذکرۃ الموضوعات)

اور جس بات نے مجھے موضوعات سے متعلق کتاب لکھنے پر مجبور کیا ایک یہ ہے کہ شہروں میں موضوعاتِ صغانی وغیرہ مشہور ہو گئی، اور میرے خیال میں اِن کے سامنے ابن جوزی وغیرہ کی کتاب ہے، اور میری عمر کی قسم ابن جوزی نے تو موضوع کا حکم لگانے میں افراط سے کام

لیا، حتی کہ افاضلین کاملین اہلِ علم نے اُس پر تنقید کی، ابن جوزی کا یہ طرز تحقیق سے کوتاہ اور سست بندوں پر بڑا ضرر ہے، مجدد المائۃ علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے موضوعات میں کثرت سے ضعیف بلکہ حسن اور صحیح احادیث درج کر دیں، جیسا کہ اس پر حفاظ نے تنبیہ کی، جن میں سے ایک ابن صلاح ہیں۔۔۔اور ذہبی نے احمد بن ابی المجد سے نقل کیا کہ فرمایا کہ ابن جوزی نے جہاں موضوع کا حکم لگانے میں غلطی کی اُن میں سے کئی ایسے مواقع ہیں جہاں کسی نے کسی راوی سے متعلق کہہ دیا کہ ضعیف ہے، یا قوی نہیں، یا ڈھیلا ہے، تو بغیر عقلی و نقلی دلیل کے اور بغیر کتاب و سنت اور اجماع کی مخالفت کے اُس پر موضوع کا حکم لگا دیا، اور یہ زیادتی اور بے تکی بات ہے۔

علامہ محمد بن جعفر بن ادریس کتانی (م1345ھ) فرماتے ہیں،

وَرِسَالَتَانِ لِرَضْيِ الدِّيْنِ أَبِي الْفَضَائِلَ اَلْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ حَيْدَرِ الْعَدَوِي الْعُمْرِي الصَّغَانِيْ وَيُقَالُ: اَلصَّاغَانِيْ بِأَلِفٍ بَعْدَ الصَّادِ نِسْبَةً إِلٰى صَاغَانِ قَرْيَةٌ بِمَرْوَ وَيُقَالُ لَهَا: جَاغَانِ فَعُرِّبَ اَلْحَنَفِيْ اللُّغَوِيْ حَامِلِ لِوَاءِ اللُّغَةِ فِيْ زَمَانِهٖ اَلْمُتَوَفّٰى: بِبَغْدَادِ سَنَةَ خَمْسِيْنَ وَسِتَّمِائَةٍ وَنُقِلَ جَسَدُهٗ حَسْبَ وَصِيَّتِهٖ إِلٰى مَكَّةَ وَدُفِنَ بِهَا جَمَعَ فِيْهِمَا الْأَحَادِيْثَ الْمَوْضُوْعَةَ وَأَدْرَجَ فِيْهِمَا كَثِيْرًا مِنَ الْأَحَادِيْثِ الَّتِيْ لَمْ تَبْلُغْ دَرَجَةَ الْوَضْعِ فَعُدَّ لِذَالِكَ مِنَ الْمُشَدِّدِيْنَ كَابْنِ الْجَوْزِيْ وَصَاحِبِ سَفْرِ السَّعَادَةِ وَهُوَ: الْمَجْدُ اللُّغَوِيْ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ۔ (الرسالۃ المستطرفۃ ص151)

رضی الدین ابو الفضل حسن بن محمد بن حیدر عدوی عمری صغانی یا صاغانی حنفی لغوی کے دو رسالے موضوعات پر ہیں، جن میں موضوع احادیث جمع کیں، اور بہت سی وہ احادیث بھی

جو موضوع کے درجے تک نہیں پہنچتی تھیں، وہ بھی اُن میں درج کر دیں، اس لئے وہ ابن جوزی اور مصنفِ سفر السعادہ مجد لغوی وغیرہم محدثین کی طرح متشددین میں شمار کئے گئے ہیں۔

اور فرماتے ہیں،

لٰكِنَّهٗ أَدْرَجَ فِيْهِ كَثِيْرًا مِنَ الْأَحَادِيْثِ الَّتِيْ لَمْ تَبْلُغْ دَرَجَةَ الْوَضْعِ بَلْ وَأَحَادَيْثَ صَحَاحًا وَحَسَانًا تَقْلِيْدًا لِلْمُشَدِّدِيْنَ الْمُتَسَاهِلِيْنَ فِي الْمَوْضُوْعَاتِ نَبَّهَ عَلٰى ذٰلِكَ عَبْدُ الْحَيِّ اللَّكْنَوِيْ فِيْ ظَفْرِ الْأَمَانِيْ۔

(الرسالۃ المستطرفۃ ص152، دارالبشائر الاسلامیۃ)

لیکن صغانی نے کتاب میں بہت سی وہ احادیث درج کر دیں جو موضوع ہونے کے درجے تک نہیں پہنچتی، بلکہ موضوعات میں متشدد متساہل علماء کی تقلید میں صحیح حسن احادیث بھی درج کر دیں، علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ظفر الامانی میں اِس پر تنبیہ فرمائی ہے۔

رسالہ صغانی کے محقق شیخ نجم عبد الرحمن خلف فرماتے ہیں

وَالرِّسَالَۃُ رَغْمَ قِيْمَتِهَاوَاَهْمِيَّتِهَاالْعِلْمِيَّۃِ اِلَّااَنَّهَالَمْ تَسْلَمْ مِنَ الْعُيُوْبِ وَالنَّقَائِصِ ، وَالْكَمَالُ لَيْسَ مِنْ طَبِيْعَۃِ الْبَشَرِ ،فَاِنَّنَانَرَى الْاِمَامَ الصَّغَانِیْ تَسَاهَلَ فِی الْحُكْمِ عَلٰى بَعْضِ الْاَحَادِيْثِ بِاَنَّهَامَوْضُوْعَۃٌ،وَلِذٰااِعْتَبَرَهُ الْاَئِمَّۃُ مِنَ الْمُتَشَدِّدِيْنَ فِی الْحُكْمِ اَلْمُتَسَاهِلِيْنَ فِی التَّوْضِيْعِ،كَاِبْنِ الْجَوْزِیْ وَالْفَيْرُوْزِ آبَادِیْ صَاحِبِ سَفْرِالسَّعَادَۃِ،قَالَ السَّخَاوِیْ فِیْ فَتْحِ الْمُغِيْثِ شَرْحِ اَلْفِيَۃِ الْحَدِيْثِ لِلْعِرَاقِیْ بَعْدَاَنْ تَحَدَّثَ عَنِ الصَّغَانِیْ وَكِتَابِہِ الدُّرُّ الْمُلْتَقَطِ وَمَنْهَجِہٖ فِيْہِ،قَالَ وَفِيْهَاكَثِيْرٌمِنَ الصَّحِيْحِ وَالْحَسَنِ وَمَافِيْہِ ضُعْفٌ يَسِيْرٌ۔

(موضوعات الصغانی مقدمہ ص17، دار نافع)

رسالہ کا قیمتی ہونا اور اُس کی علمی اہمیت اپنی جگہ لیکن رسالہ عیوب اور نقائص سے سالم نہ رہا، کمال انسانی طبیعت میں سے نہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ امام صغانی نے بعض احادیث پر موضوع ہونے کا حکم لگا کر تساہل سے کام لیا، اس لئے ائمہ نے اُس کو موضوع ہونے کا حکم لگانے میں ابن جوزی اور فیروزآبادی مصنفِ سفر السعادہ کی طرح متساہل اور متشدد مانا ہے، امام سخاوی فتح المغیث میں صغانی اور اُس کی الدرر الملتقط اور اُن کے منہج کے تذکرہ کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں بہت سی صحیح اور حسن احادیث ہیں، اور کئی وہ ہیں جن میں معمولی کمزوری ہے۔

الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة، قاضي محمد بن علي شوكاني:

علامہ عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (م1304ھ) فرماتے ہیں،

قُلْتُ وِمِنْ هٰذَاالْقَبِيْلِ رِسَالَةُ الشَّوْكَانِیْ الْمُسَمَّاةُ بِالْفَوَائِدِالْمَجْمُوْعَةِ فِی الْاَحَادِيْثِ الْمَوْضُوْعَةِ،فَاِنَّ فِيْهَااَحَادِيْثٌ صِحَاحًاوَحِسَانًا،قَدْاَدْرَجَهَا لِسُوْءِ فَهْمِہٖ وَتَقْلِيْدِہٖ بِالْمُتَشَدِّدِيْنَ الْمُتَسَاهِلِيْنْ فِی الْمَوْضُوْعَاتِ،فَعَلَی الْعَارِفِ الْمَاهِرِ اَلتَّوَقُّفُ فِیْ قُبُوْلِ كَلَامِہٖ،وَتَنْقِيْحِ مَرَامِہٖ فِیْ هٰذَاالْبَابِ،بَلْ فِیْ جَمِيْعِ الْمَسَائِلِ الدِّيْنِيَّةِ۔ (ظفر الامانی ص484)

اسی قبیل سے شوکانی کا رسالہ ہے الفوائدالمجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، کہ اُس میں صحیح اور حسن احادیث بھی ہیں، شوکانی نے اپنی کم فہمی اور متشددین متساہلین کی تقلید کرنے کی وجہ سے درج کر دیں، پہچان رکھنے والے ماہر پر لازم ہے کہ اس بارے میں بلکہ تمام مسائل دینیہ میں اس کی بات قبول کرنے میں توقف کرے، اور اپنے مطلوب کو صاف رکھے۔

علامہ محمد بن جعفر بن ادریس کتانی رحمۃ اللہ علیہ (م1345ھ) فرماتے ہیں،

وَكِتَابُ الْفَوَائِدُ الْمَجْمُوْعَةِ فِي الْأَحَادِيْثِ الْمَوْضُوْعَةِ لِلْقَاضِيْ أَبِيْ عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الشَّوْكَانِيْ ثُمَّ الصَّنْعَانِيْ الْيَمْنِيْ اَلْمُتَوَفّٰى: بِهِجْرَةِ سَنَةَ خَمْسِيْنَ أَوْ خَمْسٍ وَخَمْسِيْنَ وَمِائَتَيْنِ وَأَلْفٍ لٰكِنَّهٗ أَدْرَجَ فِيْهِ كَثِيْرًا مِنَ الْأَحَادِيْثِ الَّتِيْ لَمْ تَبْلُغْ دَرَجَةَ الْوَضْعِ بَلْ وَأَحَادِيْثٍ صَحَاحًا وَحِسَانًا تَقْلِيْدًا لِلْمُشَدِّدِيْنَ الْمُتَسَاهِلِيْنَ فِي الْمَوْضُوْعَاتِ نَبَّهَ عَلٰى ذَلِكَ عَبْدُ الْحَيِّ اللَّكْنَوِيْ فِيْ ظَفْرِ الْأَمَانِيْ۔ (الرسالۃ المستطرفۃ ص152)

قاضی محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ شوکانی صنعانی یمنی (م1250یا1255ھ) کی الفوائد المجموعہ ہے، لیکن اُنھوں نے موضوعات سے متعلق متساہل متشدد حضرات کی تقلید کرتے ہوئے اس میں بہت سی وہ احادیث درج کر دیں جو موضوع کے درجہ کو نہیں پہنچی ہیں، بلکہ صحیح اور حسن احادیث بھی درج کر دیں، مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے ظفر الامانی میں اِس پر تنبیہ فرمائی ہے۔

الشیخ علامہ عبدالفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (م1304ھ) سے نقل کرتے ہیں،

وَثَانِيْهِمَا:اَنَّ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ مَنْ لَّهٗ اِفْرَاطٌ وَمُبَالَغَةٌ فِی الْحُكْمِ بِوَضْعِ الْاَحَادِيْثِ وَبِاِبْطَالِهَاوَبِضُعْفِهَا،مِنْهُمُ ابْنُ الْجَوْزِیْ،وَابْنُ تَيْمِيَّۃِ الْحَنْبَلِیْ ، وَ الْجَوْزُقَانِیْ ، وَ الصَّغَانِیْ،وَغَيْرُهُمْ،قَالَ السَّخَاوِیْ فِیْ فَتْحِ الْمُغِيْثِ بِشَرْحِ اَلْفِيَۃِ الْحَدِيْثِ ص107:رُبَمَااَدْرَجَ اِبْنُ الْجَوْزِیْ فِی الْمَوْضُوْعَاتِ الْحَسَنَ وَالصَّحِيْحَ مِمَّاهُوَفِیْ اَحَدِالصَّحِيْحَيْنِ،فَضْلًاعَنْ غَيْرِهِمَا،وَهُوَتَوَسُّعٌ يَنْشَأُ عَنْهُ غَايَۃُ الضَّرَرِ،مِنْ ظَنِّ مَالَيْسَ بِمَوْضُوْعٍ مَوْضُوْعًا(الی قولہ)

وَلِلْجَوْزِقَانِیْ کِتَابُ الْاَبَاطِیْلِ اَکْثَرَفِیْہِ مِنَ الْحُکْمِ بِالْوَضْعِ لِمُجَرَّدِمُخَالَفَۃِ السُّنَّۃِ،قَالَ شَیْخُنَاوَ ھُوَخَطَأٌ،اِلَّااَنْ تَعَذَّرَ الْجَمْعُ انتھی۔

وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرِالْعَسْقَلَانِیْ فِیْ لِسَانِ الْمِیْزَانِ 6:319 طَالَعْتُ رَدَّابْنِ تَیْمِیَّۃِ عَلَی الْحُلِّیْ،فَوَجَدْتُّہٗ کَثِیْرُالتَّحَامُلِ فِیْ رَدِّالْاَحَادِیْثِ الَّتِیْ یُوْرِدُھَااِبْنُ الْمُطَھَّرِ الْحُلِیْ ،وَرَدَّکَثِیْرًامِنَ الْاَحَادِیْثِ الْجِیَادِ،اِنْتَھٰی مُلَخَّصًا، وَمِثْلُہٗ فِی الدُّرَرِالْکَامِنَۃِ فِیْ اَعْیَانِ الْمِئَۃِ الثَّامِنَۃِ 2:71 للحافظ ابن حجر۔

(الرفع والتکمیل مع تعلیقات الشیخ عبد الفتاح ص 199:198 مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)

دوسری بات یہ ہے کہ کئی محدثین ایسے ہیں جو احادیث پر موضوع اور باطل اور ضعیف ہونے کا حکم لگانے میں مبالغہ کرنے والے ہیں، اُن میں سے ابن جوزی، ابن تیمیہ حنبلی، جوز قانی، اور صغانی ہیں، امام سخاوی فتح المغیث ص107 میں فرماتے ہیں کہ کئی جگہ ابن جوزی نے موضوعات میں وہ صحیح اور حسن حدیثیں درج کر دیں جو بخاری و مسلم میں ہیں چہ جائیکہ کسی اور کتاب کی ہوں، یہ ایسا توسع ہے جس میں بے حد ضرر (نقصان) ہے، کہ جو موضوع نہ ہو اُس کو موضوع گمان کر لیا جائے۔۔ اور جوز قانی کی کتاب اباطیل ہے، جس میں اُنہوں نے کثرت سے محض سنت کے خلاف ہونے پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے، ہمارے شیخ (ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا غلط ہے سوائے اس کے کہ تطبیق مشکل ہو جائے، اور حافظ ابن حجر لسان المیزان (ج6ص319، تالیفات اشرفیہ) میں فرماتے ہیں کہ میں نے حلی امامی کے رد میں ابن تیمیہ کی تحریر پڑھی، تو میں نے دیکھا کہ ابن تیمیہ نے ابن مطہر حلی کے رد میں اُن کی نقل کی ہوئی احادیث کے رد میں بہت ناانصافی کی ہے، اور بہت سی عمدہ احادیث رد کر دی ہیں، ابن حجر کی درر کامنہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

ان سب تصریحات سے واضح ہے کہ اگرچہ ایسے کئی ائمہ محدثین نے ایسی کئی کتابیں موضوع احادیث پر تحریر فرمائی ہیں، لیکن ایسے بہت سے حضرات میں تساہل اور شدت پائی گئی،

اور کئی حضرات نے متشددین متساہلین کی تقلید کی، جس سے اُنہوں نے ایسی احادیث کو بھی موضوع کہہ دیا جو موضوع نہیں تھیں، حاصل یہ ہے کہ ایسے محدثین نے جس حدیث کو موضوع کہا ہو، ضروری نہیں کہ وہ واقع میں بھی موضوع ہو، بلکہ تحقیق کرنی ضروری ہے، اگر تحقیق کے بعد موضوع معلوم ہو تب اِن حضرات کے لگائے ہوئے وضع کے حکم کو تسلیم کیا جائے گا، ورنہ تسلیم نہیں کیا جائے گا، اس ساری بحث کو ضرور پیشِ نظر رکھا جائے، تاکہ فیصلہ کرنا آسان ہو۔

اب حدیثِ احیاء پر ہونے والی محدثین کی کلام سے متعلق گذارشات عرض کی جاتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی والدہ کے احیاء والی حدیث اور جارحین کی جرح:

امام حسین بن ابراہیم جوزقانی کی جرح، اور جواب:

امام حسین بن ابراہیم بن حسین بن جعفر ہمذانی جوزقانی رحمۃ اللہ علیہ (م543ھ) اپنی سند سے حدیثِ احیاء کو ذکر کرتے ہیں،

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَكِّيِّ بْنِ بُنْجَيْرٍ الْحَافِظُ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ ثَابِتٍ الْخَطِيبُ الْبَغْدَادِيُّ، فِي كِتَابِهِ، أَخْبَرَنَا الْقَاضِي أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ الْأَخْضَرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ بْنُ شَاهِينَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ مَوْلَى الْأَنْصَارِ، قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى الْحَضْرَمِيُّ، بِمَكَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الزُّهْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ ۔

(الاباطیل رقم207، ص377)

اس سند کے بعد حدیث کا متن ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے، باطل ہونے کی وجہ کیا ہے ؟ امام جوز قانی نے سند کے پانچ راویوں پر کلام کی ہے، عبد الرحمن بن ابی الزناد، عبد الوہاب بن موسی، احمد بن یحیی، محمد بن یحیی، محمد بن الحسین بن زیاد۔

عبد الرحمن بن ابی الزناد سے متعلق جو جرح نقل کی ہے، وہ اُس راوی کا محض ضعیف ہونا ہے، عبد الوہاب بن موسی کو متروک بتایا، اور احمد بن یحیی اور محمد بن یحیی کو مجہول کہا، اور محمد بن الحسین بن زیاد کی حدیث کا منکر ہونا بیان کیا، امام ابن شاہین اور خطیب کی یہی سند ہے، اور یہ درست ہے، کہ اِن راویوں پر کلام ہے، لیکن پھر بھی اگر اِن پانچ راویوں کی وجہ سے حدیث پر باطل ہونے کا حکم لگانا صرف اِسی سند سے متعلق درست مان بھی لیا جائے تو پھر بھی حدیث کے متن سے متعلق یہ حکم لگانا درست نہیں، وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سب اسانید میں سے بہتر سند امام محب الدین طبری کی ہے، جس میں اِن پانچ راویوں میں سے صرف تین راوی ہیں، عبد الرحمن بن ابی الزناد، عبد الوہاب بن موسی، اور محمد بن یحیی زہری۔

اور اوپر سندوں پر کلام میں باحوالہ واضح کیا گیا ہے کہ (1) عبد الرحمن بن ابی الزناد مسلم و سنن اربعہ اور بخاری کی تعلیقات کے راوی ہیں، یہ حسن الحدیث درجہ کا راوی ہے، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) فرماتے ہیں، مختلف فیہ ہے، جرح کرنے والوں نے جو جرح کی، وہ ایسی جرح نہیں جو اُس کی روایت باطل ہونے پر دلیل بنے، اور ابن معین نے اُس کو ہشام سے روایت کرنے والوں میں سب راویوں سے زیادہ مضبوط راوی بتایا ہے۔

(فتح الباری ج10ص471، دار الفکر)

اور (2) عبد الوہاب بن موسی بن عبد العزیز بن عمر بن عبد الرحمن بن عوف بن عبد عوف ابو العباس قرشی زہری بصری کو خطیب (اور ابن عساکر) نے امام مالک سے روایت

کرنے والوں میں ذکر کیا ہے، دار قطنی کہتے ہیں لیس بہ بأس اِس راوی میں کچھ حرج نہیں یعنی ثقہ ہے، اور صاف صاف ثقہ کے لفظ بھی کہے ہیں وَ عَبْدُالْوَھَّابِ بْنُ مُوسی ثِقَۃٌ۔

(لسان المیزان ج4، ص92:91؛ ترجمہ عبد الوہاب بن موسیٰ)

(3)اب صرف ایک راوی رہ گیایعنی ابو غزیہ محمد بن یحیی بن عبد العزیز بن عمر بن عبد الرحمن بن عوف زہری، جس کو جوز قانی مجہول کہہ رہے ہیں، اور ظاہر ہے کہ محض کسی ایک راوی کی جہالت روایت کو باطل اور موضوع نہیں بناتی، یوں جوز قانی کی جرح کے مطابق سند کے اعتبار سے اِس روایت پر موضوع کا حکم لگانا درست نہیں ٹھہرتا، لگتا ہے کہ محب طبری کی سند جوز قانی کے سامنے نہ تھی، باقی بحث گذر چکی ہے، جوز قانی کے باطل قرار دینے کی وجہ سے حدیث کا متن باطل نہیں ٹھہرتا۔

رہی یہ بات کہ ابن شاہین کی سند کے مطابق ان پانچ راویوں کے سبب حدیث باطل ٹھہرائی جاسکتی ہے؟

تو ابن شاہین کی سند میں تین راوی تو یہی ہیں، جن میں سے ایک (1) محمد بن یحیی جوز قانی کے قول کے مطابق مجہول ہے، اور چوتھا (2) احمد بن یحیی بھی جوز قانی کے قول میں مجہول ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ احمد بن یحیی حضرمی علامہ سیوطی کے مطابق احمد بن ابی یحیی حضرمی مصری ہے، ابو سعید بن یونس نے (تاریخ ابن یونس میں) اِن کو کمزور بتایا ہے (لسان المیزان ج1، رقم 976)

اور (3) محمد بن الحسن بن زیاد مولی الانصار، محمد بن الحسن بن محمد بن زیاد بن ہارون موصلی بغدادی ابو بکر نقاش مقری ہے، العلامۃ الرحال الجوّال المقریء احد الاعلام مفسر ہے (تذکرۃ الحفاظ رقم 872) بذاتِ خود نیک عبادت گذار بہت حج کرنے والا ہے، اُس سے بعض منکر روایات مروی ہیں (البدایۃ: 11:276) ابو عمرو دانی نے اِس کو ثقہ اور مقبول بتایا، ہاں کچھ لوگوں نے علم میں جلالتِ شان پر متفق ہونے کے باوجود اِس کو ضعیف کہا (الطبقات الشافعیۃ الکبری ج 3

ص145:146) امام ذہبی فرماتے ہیں باوجود علم اور جلیل القدر ہونے کے ثقہ نہیں (معرفۃ القراء الکبار) امام ابن عبد الہادی حنبلی نقاش کو العلامۃ الحافظ المفسر المقری الجوّال لکھتے ہیں (طبقات علماء الحدیث) اس پر جھوٹ بولنے کا الزام لگانے والا صرف طلحہ بن محمد معتزلی ہے، اور وہ خود غیر معتبر آدمی ہے، تو یہ بھی ادنی درجہ کا ضعیف راوی ہے، یوں ابن شاہین کی سند میں ایک مجہول اور دو کمزور راوی ہوئے، جس سے سند صرف ضعیف ہوئی، باطل پھر بھی نہیں ٹھہرائی جاسکتی، بس یہ ہوئے جوز قانی کے دلائل جن میں اتنا وزن نہیں جس سے حدیث باطل ٹھہرے، متن تو بہر حال باطل نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

علامہ جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن علی ابن جوزی کی جرح:

علامہ ابن جوزی (م597ھ) نے اِس حدیث کو اپنی سند سے (جو کہ آگے جاکر خطیب بغدادی والی سند ہے) ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

هٰذَا حَدِيْثٌ مَوْضُوْعٌ بِلَا شَكٍّ وَالَّذِيْ وَضَعَهٗ قَلِيلُ الْفَهْمِ عَدِيْمُ الْعِلْمِ إِذْ لَوْ كَانَ لَهٗ عِلْمٌ لَعَلِمَ أَنَّ مَنْ مَاتَ كَافِرًا لَا يَنْفَعُهٗ أَنْ يُّؤمِنَ بَعْدَ الرَّجْعَةِ لَا بَلْ لَوْ آمَنَ عِنْدَ الْمُعَايَنَةِ لَمْ ينْتَفِعْ، وَيَكْفِيْ فِيْ رَدِّ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَوْلُهٗ تَعَالَى: (فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ) وَقَوْلُهٗ فِي الصَّحِيْحِ: " اسْتَأْذَنْتُ رَبِّيْ أَنْ أَسْتَغْفِرُ لِأَبِيْ فَلَمْ يَأْذَنْ لِيْ " وَمُحَمَّدُ بْنُ زِيَادِ هُوَ النَّقَّاشُ وَلَيْسَ بِثِقَةٍ وَأَحْمَدُ بْنُ يَحْيٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى مَجْهُوْلَانِ وَقَدْ كَانَ أَقْوَامٌ يَضَعُوْنَ أَحَادِيْثَ وَيَدُسُّوْنَهَا فِيْ كُتُبِ الْمُغَفَّلِيْنَ فَيَرْوِيْهَا أُولَئِكَ.

قَالَ شَيْخُنَا أَبُو الْفَضْلِ بْنِ نَاصِرٍ: هٰذَا حَدِيْثٌ مَوْضُوْعٌ وَأُمُّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَتْ بِالْأَبْوَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ وَدُفِنَتْ هُنَاكَ وَلَيْسَتْ بِالْحَجُوْنِ۔ (الموضوعات: کتاب الفضائل والمثالب ج1ص283:284)

"یہ حدیث بیشک من گھڑت ہے، اور جس نے اِس کو گھڑا اُس کی سمجھ تھوڑی ہے علم نہیں ہے، کیوں کہ اگر اُس کو علم ہوتا تو اُس کو یہ بھی علم ہوتا کہ جو کافر ہو کر مرے اُس کو واپس آکر ایمان لانا نفع نہیں دیتا بلکہ اگر آخرت کے حالات کے مشاہدہ کے وقت ایمان لائے تب بھی نفع نہیں دیتا، اور حضور ﷺ کی والدہ کے زندہ ہو کر ایمان لانے کی روایت کے رد کے لئے یہ آیت کافی ہے "جو کافر ہو کر مر جائیں (اُن کے اعمال ضائع ہیں اور جہنّم میں جائیں گے)" اور یہ حدیث کافی ہے کہ فرمایا "میں نے اللہ تعالیٰ سے والدہ کے لئے استغفار کی اجازت مانگی اور اللہ نے اجازت نہیں دی، اور اِس کا راوی محمد بن زیاد نقاش ہے اور وہ ثقہ نہیں، اور احمد بن یحیی اور محمد بن یحیی مجہول ہے، اور کئی لوگ تھے جو حدیثیں گھڑتے تھے، اور اُن کو غفلت کا شکار لوگوں کی کتابوں میں گھسا دیتے تھے، تو یہ لوگ اُن کو روایت کر دیتے تھے، ہمارے شیخ ابو الفضل بن ناصر فرماتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی والدہ نے ابواء مقام میں وفات پائی جو کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان میں ہے، اور وہیں دفن ہوئیں، اور حجون میں مدفون نہیں ہیں۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت میں حدیثِ احیاء کے موضوع ہونے کی کئی وجہیں بیان کیں، ایک تو سند سے متعلق ہے، کہ تین راویوں پر کلام کی، کہ محمد بن زیاد نقاش ثقہ نہیں، اور احمد بن یحیی اور محمد بن یحیی مجہول ہیں، صحیح بات یہ ہے کہ یہ تینوں راوی محض ضعیف ہیں، جس سے یہ سند ضعیف ہے، جب کہ امام محب طبری کی سند میں اِن میں سے صرف ایک راوی محمد بن یحیی ہے، تو وہ اِس سند کی بہ نسبت قوی ہے، گو محمد بن یحیی کی وجہ سے ضعیف ہے، تو اس بناء پر موضوع ہونے کا حکم لگانا کمزور معلوم ہوتا ہے اور ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ حدیثِ احیاء قرآن وحدیث کے خلاف ہے، اوپر علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا قول ذکر ہو چکا ہے کہ جب تطبیق ہو سکے، تو قرآن وحدیث کی مخالفت سے موضوع کا حکم لگانے کے لئے یہ وجہ درست نہیں ہو گی۔

یہ قرآن وحدیث کے خلاف کس طرح ہے ؟ اول: یہ کہ جو کافر ہو کر مرے اُس کو واپس آکر ایمان لانا نفع نہیں دیتا بلکہ اگر آخرت کے حالات کے مشاہدہ کے وقت ایمان لائے تب بھی نفع نہیں دیتا، اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ کے زندہ ہو کر ایمان لانے کی روایت کے رد کے لئے یہ آیت کافی ہے "جو کافر ہو کر مر جائیں (اُن کے اعمال ضائع ہیں اور جہنّم میں جائیں گے)"

مفتی محمد رضوان صاحب نے اِس موضوع پر بہت سی آیات واحادیث ذکر کیں، اور ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، جو اہلِ علم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ کے ملتِ ابراہیمی پر ہونے کے اور عقیدہِ توحید رکھنے کے قائل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ آیات کافروں سے متعلق ہیں، اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ مومنہ موحدہ تھیں، تو آیات اُن کے واقعہ احیاء کے خلاف ہو ہی نہیں سکتیں۔

اور جو اہلِ علم اُن کی غیر اسلام پر وفات کے قائل ہیں، اُن کا جواب یہ ہے کہ یہ عام قانون اور اصول ہے اور واقعی مسلّم ہے، مگر قانون سے ہٹ کر جو بات اور واقعہ ہوتا ہے اُس کو قانون سے مستثنٰی، خصوصیت، معجزہ، کرامت کہا جاتا ہے، اس لئے اُس کو خرقِ عادت بھی کہتے ہیں، یہ بھی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معجزہ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدَین کی خصوصیت ہے، اور خصوصیت بنتی ہی تب ہے جب قانون واصول کے خلاف اور اُس سے ہٹ کر ہو، اب اُس پر قانون واصول کی نصوص پڑھنا ہی درست نہیں ہے۔

اگر مفتی رضوان صاحب کو اِس پر اصرار ہو تو ہم کہتے ہیں کہ وہ آیات واحادیث سامنے رکھیں جن میں ہے کہ جہنّم میں کافروں کا عذاب کم نہ کیا جائے گا بلکہ دن بدن بڑھایا جاتا رہے گا۔

لَایُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ (البقرۃ:162)

كُلَّمَاخَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا (الاسراء:97)

زِدْنَاهُمْ عَذَابًافَوْقَ الْعَذَابِ (النحل:88)

فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا(النبا:30)
نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا(مریم:79)

یہ قانون واصول ہے،اوروہ احادیث اِس قانون کے خلاف ہیں جن میں جناب ابوطالب کے عذاب کی تخفیف ذکر کی گئی ہے، لہٰذا قانون واصول کی اِن آیات کو سامنے رکھتے ہوئے کہاجائے کہ یہ احادیث اِس قرآنی قانون واصول کے خلاف ہیں اس لئے من گھڑت ہیں؟

مگر یہاں قانون کی آیات چھوڑ کر جناب ابوطالب کی خصوصیت مان لی گئی، اوروہ بھی چند احادیث کی بناء پر، اورایسی احادیث کو قرآن مجید کی نصوص قطعی الثبوت و قطعی الدلالت کے خلاف ہونے کی بناء پر ناقابلِ قبول اور مردود نہیں مانا گیا، کیوں کہ یہ اصول و قانون سے ہٹ کر جناب ابوطالب کی خصوصیت ہے۔

تو اگر یہ احادیث آیات کے خلاف نہیں بلکہ جناب ابوطالب کی خصوصیت ہے، اور اصول اپنی جگہ باقی ہے، تو ایسے ہی بعدوفات زندہ ہوکر ایمان لانا آپ ﷺ کی والدہ کی خصوصیت اور حضور ﷺ کا معجزہ ہے، اور اصول اپنی جگہ باقی ہے۔

فائدہ: بندہ کی اس تشبیہی تقریر پر مفتی رضوان آپے سے باہر ہوگئے، اور خصوصًا اِس موقع پر (اور عمومًا دوسرے مواقع میں) اُنہیں اس قدر غصہ لگا ہے جیسے ہم نے اُنہیں کوئی گالی دے دی ہو، اپنی طرف سے بندہ کی تشبیہ کی غلط ترجمانی کرکے بے معنی تقریر ہانکتے ہوئے کئی سطریں کالی کر دی ہیں (علمی رسائل ج21، ص745:744) ہر ذی فہم ہماری تشبیہ کو بہتر انداز سے سمجھ سکتا ہے، اور یہ کہ مفتی رضوان کا غصہ اُن کی عاجزی کی دلیل ہے، ہمیں اِس پر مزید کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

دوم: امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ حدیثِ احیاء اِس حدیث کے خلاف ہے کہ فرمایا "میں نے اللہ تعالیٰ سے والدہ کے لئے استغفار کی اجازت مانگی اور اللہ نے اجازت نہیں دی"۔

اِس کے جواب میں اہلِ علم فرماتے ہیں کہ استغفار سے ممانعت کی وجہ لازمی طور پر کفر و شرک نہیں، جیسا کہ اپنے مقام پر اِس کا بیان ہو گا ان شاء اللہ۔

نیز ممکن ہے کہ زندہ ہو کر ایمان لانے کا واقعہ اِس کے بعد کا ہو جیسا کہ ظاہر یہی ہے۔

سوم: شیخ ابو الفضل بن ناصر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث من گھڑت ہے (وجہ یہ ہے کہ) رسول اللہ ﷺ کی والدہ ابواء مقام میں فوت ہوئیں اور وہیں دفن ہوئیں، یہ ابواء مکہ و مدینہ کے درمیان ہے، اور حجون میں مدفون نہیں ہیں" جب کہ واقعہِ احیاء کی حدیث یہ بتاتی ہے کہ والدہ کی قبر حجون مقام میں ہے۔

جواب یہ ہے کہ امام ازرقی اور فاکہی رحمہم اللہ نے حضور ﷺ کی والدہ کی قبر سے متعلق تین قول لکھے ہیں، (۱) مکہ مکرمہ میں دار رائعہ میں ہے (۲) مکہ مکرمہ میں شعب ابی ذر (یا شعب ابی دب) میں ہے (جو حجون قبرستان کا حصہ ہے) (۳) ابواء میں ہے۔

وَقَدْزَعَمَ بَعْضُ الْمَكِّيِّيْنَ اَنَّ فِیْ هٰذَاالشِعَبِ قَبْرُ آمِنَۃَ بِنْتِ وَهْبِ بْنِ عَبْدِمَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ أُمِّ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَقَالَ بَعْضُهُمْ قَبْرُهَافِیْ دَارِرِائِعَۃِ وَقَالَ بَعْضُ الْمَدْنِيِّيْنَ قَبْرُهَا بِالْاَبَوَاءِ۔

(اخبار مکۃ للازرقی: ج2ص272:210، اخبار مکۃ للفاکھی: ج4ص32،)

اور بعض اہلِ مکہ کا خیال یہ ہے کہ اسی شعب میں رسول کریم ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ کی قبر ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی قبر دار رائعہ میں ہے، اور بعض اہلِ مدینہ کہتے ہیں کہ ان کی قبر ابواء میں ہے۔

قَالَ ابْنُ الْبَرَاءِ وَقَدْوُصِفَ لِیْ وَاَنَابِمَكَّۃَ مَوْضِعَہٗ (المنتظم: ج2ص273)

"ابن البراء فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا مجھے حضرت آمنہ کی قبر بتائی گئی۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ صَفْوَانَ اَنَّ قَبْرَآمِنَۃَ بِنْتِ وَھْبٍ فِیْ شِعَبِ اَبِیْ ذَربِمَکَّۃَ وفی روایۃ أَنَّ آمِنَۃَ بِنْتَ وَھْبٍ أُمِّ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم دُفِنَتْ فِيْ شِعَبِ أَبِيْ دَب۔

(مصنف عبد الرزاق ج3ص573،ح6715، تاریخ الطبری:ج2،ص166)

"عثمان بن صفوان سے منقول ہے کہ حضور ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کی قبر شعب ابی ذر ہے، اور (ایک روایت میں ہے کہ) شعب ابی دب کے اندر مکہ مکرمہ میں دفن ہیں"۔

مراح لبید تفسیر کے مصنف امام محمد بن عمر نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں،

ثُمَّ عَادَتْ اِلٰی مَکَّۃَ وَمَرِضَتْ فِی الطَّرِیْقِ فَوَافَتْھَااَیْ اَتَتْھَابِالْاَبَوَاءِ قَرْیَۃٌ عِنْدَ الفُرع۔۔عَلٰی ثَلَاثِیْنَ مِیْلًامِنَ الْمَدِیْنَۃِ۔۔اَوْشِعْبِ الْحَجُوْنِ وَھُوَ الْمُعْتَمَدُ والشِّعْبُ اَلطَّرِیْقُ وَالْحَجُوْن جَبَلٌ بِمَعْلَاۃِ مَکَّۃَ اَلْوَفَاۃُ۔

(مدارج الصعود ص39، ط مطبعۃ عامرہ قاہرہ سنہ 1297ھ)

حضرت آمنہ مکہ مکرمہ کی طرف واپس ہوئیں، راستہ میں بیمار ہو گئیں، تواُن کو موت آئی ابواء میں، جو فُرع کے پاس بستی ہے مدینہ طیبہ سے تیس میل کے فاصلے پر ہے، یا حَجُون کی گھاٹیوں میں جو مکہ کے بالائی جانب پہاڑ ہے اور یہی قول قابلِ اعتماد ہے۔

اس لئے اِس حدیث کو موضوع نہ ماننے والے حضرات اہلِ علم فرماتے ہیں، بلکہ خود امام ابن جوزی کی عبارت ہے۔

فَیَجُوْزُاَنْ تَکُوْنَ تُوُفِّیَتْ بِالْاَبَوَاءِ ثُمَّ حُمِلَتْ اِلٰی مَکَّۃَ فَدُفِنَتْ بِھَا

(المنتظم:ج2ص273)

کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ پہلے حضرت آمنہ کی قبر ابواء میں ہو پھر اُن کو وہاں سے مکہ مکرمہ منتقل کیا گیا ہو۔

امام ابو سعد عبد الملک بن ابی عثمان محمد بن ابراہیم خرکوشی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ (م406ھ) فرماتے ہیں،
وَتُوُفِّيَتْ آمِنَةُ أُمُّ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِالْاَبْوَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَدُفِنَتْ بِمَكَّةَ وَاَهْلُ مَكَّةَ يَزْعَمُوْنَ اَنَّ قَبْرَ آمِنَةَ اُمِّ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْ مَقَابِرِ اَهْلِ مَكَّةَ فِيْ الشِّعَبِ الْمَعْرُوْفِ بِشِعَبِ اَبِيْ دَبْ۔۔وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُوْلُ قَبْرُهَا فِيْ رَادِرَابِعَةَ بِالْمُعَلَّاةِ بِثَنِيَّةِ اَذَاخِرِ عِنْدَ حَائِطِ خَرْمَان۔
(شرف المصطفی ج2ص31تا33دارالبشائر الاسلامیۃ)

رسول اللہ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ مکہ ومدینہ کے درمیان ابواء جگہ میں فوت ہوئیں،اورمکہ مکرمہ میں دفن ہوئیں،اہلِ مکہ کہتے ہیں کہ حضرت آمنہ کی قبر اہلِ مکہ کے قبرستانوں میں سے شعبِ ابی دب میں ہے،اور بعض کہتے ہیں کہ دارِرابعہ میں ہے جو معلات میں ثنیہ اذاخر خرمان باغ کے پاس ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حدیثِ احیاء پر موضوع کا حکم لگانے کی یہ وجوہ کمزور ہیں۔

امام ابن عساکر(م571ھ) کا تبصرہ اور جواب:

قَالَ ابْنُ عَسَاكِرِ: وَهٰذَاحَدِيْثٌ مُنْكَرٌ. مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ مُوْسٰى الزُّهْرِيْ الْمَدْنِيْ عَنْ مَالِكٍ، وَالْكَعْبِيْ مَجْهُوْلٌ وَالْحَلْبِيْ صَاحِبُ غَرَائِبَ، وَلَا يُعْرَفُ لِاَبِي الزَّنَادِ رِوَايَةٌ عَنْ هِشَامٍ، وَهِشَامُ لَمْ يُدْرِكْ عَائِشَةَ فَلَعَلَّهٗ سَقَطَ مِنْ كِتَابِيْ عَنْ أَبِيْهِ. انتهى۔ (الاجوبۃ المرضیۃ للسخاوی)

امام ابن عساکر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے،عبد الوہاب بن موسی زہری مدنی کی سند سے امام مالک سے نقل ہے،اور کعبی مجہول ہے،اور حلبی غریب روایات بیان کرتا ہے،اور ابو الزناد کا ہشام سے روایت کرنا معروف نہیں،اور ہشام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا،شاید میری کتاب سے عن ابیہ ساقط ہو گیا۔

واقعی ابن عساکر کی سند میں راوی عمر کعبی مجہول ہے، اور حلبی سے مراد الحسین بن علی بن محمد بن اسحاق بن محمد بن احمد بن اسحاق ابو العباس حلبی (م390ھ) ہیں، اور وہ معتبر راوی ہیں، خطیب سے نقل ہے کہ مجھے اس کے متعلق خیر ہی معلوم ہے، یہ حفظ و معرفت سے موصوف تھے (بغیۃ الطلب، تاریخ بغداد) ابن حجر فرماتے ہیں مشہور محدث ہیں (لسان) غریب روایات بیان کرنے سے راوی کمزور نہیں ہو جاتا۔

اور ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان مدنی تابعی ہے، جس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی ہے، واقعی ابو الزناد کا ہشام سے روایت کرنا معروف نہیں، بلکہ اسماء الرجال کی کتابوں میں ابو الزناد سے روایت کرنے والوں میں ہشام بن عروہ کا ذکر ملتا ہے، اس لئے لگتا ہے کہ جیسے ابن عساکر کی کتاب میں ہشام بن عروہ کے بعد عن ابیہ لفظ ساقط ہوا ہے، ایسے ہی ممکن ہے کہ ابو الزناد سے پہلے لفظ ابن ساقط ہوا ہو، اور اصل عن ابن ابی الزناد ہو، اور اگر ایسا تسلیم نہ کیا جائے، تو ممکن ہے کہ جیسے ہشام بن عروہ نے ابو الزناد سے حدیث سنی ہے، ایسے یہ حدیث اور اس قسم کی کوئی سی حدیث ابو الزناد استاذ نے اپنے شاگرد ہشام سے سُنی ہو، اُس زمانہ میں چھوٹے بڑوں سے حدیث لیتے تھے، تو بڑے چھوٹوں سے بھی حدیث لیتے تھے۔

امام ابن عساکر کے اِس تبصرہ سے بھی زیادہ سے زیادہ حدیث کا ضعیف ہونا ہی ثابت ہو سکتا ہے، جہاں تک امام ابن عساکر کے منکَر کہنے کا تعلق ہے؟ تو اُس حدیث کو بھی منکَر کہا جاتا ہے جس میں کوئی راوی اکیلا ہو، مگر اُس سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

علامہ ابن تیمیہ (م728ھ) کی جرح اور جواب:

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

لَمْ يَصِحَّ ذَلِكَ عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ؛ بَلْ أَهْلُ الْمَعْرِفَةِ مُتَّفِقُونَ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ كَذِبٌ مُخْتَلَقٌ ، وَإِنْ كَانَ قَدْ رَوَى فِي ذَلِكَ أَبُو بَكْرٍ - يَعْنِي الْخَطِيبَ

- فِي كِتَابِهِ "السَّابِقِ وَاللَّاحِقِ" وَذَكَرَهُ أَبُو الْقَاسِمِ السهيلي فِي "شَرْحِ السِّيرَةِ " بِإِسْنَادٍ فِيهِ مَجَاهِيلُ وَذَكَرَهُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْقُرْطُبِيُّ فِي "التَّذْكِرَةِ " وَأَمْثَالِ هَذِهِ الْمَوَاضِعِ فَلَا نِزَاعَ بَيْنَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ أَنَّهُ مِنْ أَظْهَرِ الْمَوْضُوعَاتِ كَذِبًا كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ أَهْلُ الْعِلْمِ وَلَيْسَ ذَلِكَ فِي الْكُتُبِ الْمُعْتَمَدَةِ فِي الْحَدِيثِ؛ لَا فِي الصَّحِيحِ وَلَا فِي السُّنَنِ وَلَا فِي الْمَسَانِيدِ وَنَحْوِ ذَلِكَ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفَةِ وَلَا ذَكَرَهُ أَهْلُ كُتُبِ الْمَغَازِي وَالتَّفْسِيرِ وَإِنْ كَانُوا قَدْ يَرْوُونَ الضَّعِيفَ مَعَ الصَّحِيحِ. لِأَنَّ ظُهُورَ كَذِبِ ذَلِكَ لَا يَخْفَى عَلَى مُتَدَيِّنٍ۔

محدثین میں سے کسی سے یہ صحیح ثابت نہیں، بلکہ اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ یہ جھوٹ اور گھڑی ہوئی ہے، اگرچہ اس کو ابو بکر خطیب نے کتاب السابق واللاحق میں روایت کیا ہے ، اور ابو القاسم سہیلی نے اس کو سیرت کی شرح میں ایسی سند سے ذکر کیا جس میں مجہول راوی ہیں، اور ابو عبد اللہ قرطبی نے تذکرہ میں اوراس قسم کے مواقع میں ذکر کیا، اوراہلِ علم میں اختلاف نہیں کہ یہ واضح گھڑے ہوئے جھوٹوں میں سے ہے، جیسا کہ اہلِ علم نے تصریح کی ہے، اور یہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے، نہ صحیح میں نہ سنن میں نہ مسانید وغیرہ جیسی معروف کتابوں میں، اورنہ مغازی اور سیر کی کتابوں کے مصنفین نے ذکر کی، اگرچہ وہ صحیح کے ساتھ ضعیف بھی روایت کیا کرتے ہیں، کیوں کہ ایسی بات کے جھوٹ ہونے کا ظہور اہلِ دین پر مخفی نہیں رہ سکتا۔

جواب: یہ درست ہے کہ ایسی روایت موجودہ صحاح اور سنن اور مسانید میں مروی نہیں ہے، لیکن ضروری نہیں کہ جو موجودہ صحاح وسنن ومسانید سے باہر کی حدیث ہو وہ حدیث ہی نہیں ہے، پہلے ذکر ہوا کہ آپ ﷺ کی والدہ سے متعلق حدیثِ احیاء امام ابن شاہین کی ناسخ الحدیث ومنسوخہ ،اور خطیب کی السابق واللاحق ،اور محب طبری کی خلاصۃ سیر سید البشر اور ابن عساکر کی

غرائبِ مالک، اور محمد بن عبد اللہ ابن سنجر جرجانی کی مسند میں منقول ہے (جو اِس وقت دنیا میں مفقود ہے، جامع الآثار)۔

اور سب اہلِ علم اِس حدیث کے جھوٹ اور گھڑی ہوئی ہونے پر متفق نہیں، بلکہ محدثین میں اختلاف ہے، کوئی موضوع کہتے ہیں، تو کوئی صرف ضعیف مانتے ہیں، موضوع نہیں مانتے، اور کوئی سند کے اعتبار سے تو نہیں مضمون کے اعتبار سے صحیح یا حسن مانتے ہیں۔

فَإِنَّ مِثْلَ هَذَا لَوْ وَقَعَ لَكَانَ مِمَّا تَتَوَافَرُ الْهِمَمُ وَالدَّوَاعِي عَلَى نَقْلِهِ فَإِنَّهُ مِنْ أَعْظَمِ الْأُمُورِ خَرْقًا لِلْعَادَةِ مِنْ وَجْهَيْنِ: مِنْ جِهَةِ إحْيَاءِ الْمَوْتٰی: وَمِنْ جِهَةِ الْإِيمَانِ بَعْدَ الْمَوْتِ. فَكَانَ نَقْلُ مِثْلِ هَذَا أَوْلَى مِنْ نَقْلِ غَيْرِهِ فَلَمَّا لَمْ يَرْوِهِ أَحَدٌ مِنْ الثِّقَاتِ عُلِمَ أَنَّهُ كَذِبٌ.

(فرماتے ہیں) کیوں کہ اس قسم کا واقعہ اگر ہوا ہوتا تو توجہات اور دواعی اُس کو کثرت سے نقل کرنے پر مجبور ہوتیں، کیوں کہ یہ سب سے بڑھیا خرقِ عادت معاملہ ہے، دو وجہ سے، ایک تو احیاءِ موتی کے اعتبار سے، دوسرے موت کے بعد ایمان لانے کے اعتبار سے، تو دوسری منقول باتوں کے مقابلہ میں اِس کی نقل بطریقِ اولی ہوتی، تو جب کسی ثقہ نے نقل نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ جھوٹ ہے۔

جواب: بہت سے معجزات وہ بھی ہیں جو عجیب ہیں (بلکہ ہر معجزہ عجیب ہوتا ہے) مگر اُس کو نقل کرنے والے تعداد میں اِکا دُکا ہیں، اِس واقعہِ احیاء کے موقع پر صرف ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا تھیں، اس لئے صحابہ میں کوئی دوسرا راوی نہیں، اُس کے بعد کے ناقلین کی تعداد بھی کم ہے، مگر تعداد کی کمی بیشی پر ثبوت کا مدار نہیں ہے، لیکن جب سے منقول معلوم ہوا تب سے بعد کے حضرات میں ذکر کرنے والے اور ناقلین کافی تعداد میں ہیں۔

وَالْخَطِيبُ الْبَغْدَادِيُّ هُوَ فِي كِتَابِ "السَّابِقِ وَاللَّاحِقِ" مَقْصُودُهُ أَنْ يَذْكُرَ مَنْ تَقَدَّمَ وَمَنْ تَأَخَّرَ مِنْ الْمُحَدِّثِينَ عَنْ شَخْصٍ وَاحِدٍ سَوَاءٌ كَانَ الَّذِي يَرْوُونَهُ صِدْقًا أَوْ كَذِبًا وَابْنُ شَاهِينَ يَرْوِي الْغَثَّ وَالسَّمِينَ۔ والسهيلي إِنَّمَا ذَكَرَ ذَلِكَ بِإِسْنَادٍ فِيهِ مَجَاهِيلُ۔

(فرماتے ہیں) خطیب نے کتاب السابق واللاحق میں ذکر کی ہے، جن کا مقصود یہ بتانا ہے کہ ایک شخص سے حدیث بیان کرنے والے پہلے اور پچھلے راویوں کا ذکر کرے، چاہے یہ روایت کرنے والے جس حدیث کو روایت کر رہے ہوں سچ ہو یا جھوٹ اور ابن شاہین کچا پکا سب روایت کرتے ہیں، اور سہیلی نے اس کو ایسی سند سے ذکر کیا جس میں مجہول راوی ہیں۔

جواب: تو اگر اِن کی بیان کی ہوئی روایت جھوٹ ہونا اور کچا ہونا ممکن ہے تو سچ اور پکا ہونا بھی تو ممکن ہے، جو محدث کچا پکا ہر طرح روایت کرے، تو محض اُس کا یہ حال اُس کی بیان کی ہوئی روایت کے کمزور ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔

عجیب بات ہے کہ اوپر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کسی محدث نے بیان نہیں کی، اور اب خود حدیث کے لئے خطیب اور ابن شاہین کا حوالہ دے رہے ہیں!۔

ثُمَّ هَذَا خِلَافُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الصَّحِيحَةِ وَالْإِجْمَاعِ۔ قَالَ اللهُ تَعَالَى:إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَئِكَ يَتُوبُ اللهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللهُ عَلِيمًا حَكِيمًا، وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ۔ فَبَيَّنَ اللهُ تَعَالَى: أَنَّهُ لَا تَوْبَةَ لِمَنْ مَاتَ كَافِرًا۔ وَقَالَ تَعَالَى: فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّةَ اللهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي

عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ، فَأَخْبَرَ أَنَّ سُنَّتَهُ فِي عِبَادِهِ أَنَّهُ لَا يَنْفَعُ الْإِيمَانُ بَعْدَ رُؤْيَةِ الْبَأْسِ؛ فَكَيْفَ بَعْدَ الْمَوْتِ؟ وَنَحْوَ ذَٰلِكَ مِنْ النُّصُوصِ۔

(فرماتے ہیں) پھر یہ کتاب وسنت اوراجماع کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ توبہ قبول کرنا تواللہ کے ذمہ اُن کی ہے جو ناسمجھی سے برائی کرلیں پھر جلدی توبہ کرلیں، تواللہ تعالیٰ ایسوں پر مہربانی فرماتے ہیں، اوراللہ تعالیٰ جاننے والے حکمت والے ہیں، اوراُن کی توبہ قبول نہیں جوبرے عمل کرتے رہیں یہاں تک کہ جب آدمی پر موت حاضر ہوتب کہے میں نے اب توبہ کی، اورنہ اُن کی توبہ قبول ہوتی ہے جوکافرہوکرمرتے ہیں، تواللہ تعالیٰ نے بیان کیاکہ کافرہوکرمرنے والے کی توبہ قبول نہیں، اوراللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ غیرمسلم جب ہماراعذاب دیکھ لیں گے تب اُن کوایمان لانا فائدہ نہیں دے گا، یہ اللہ کاطریقہ ہے جواُس کے بندوں میں چلاآرہاہے، اوروہاں کافرخسارہ پائیں گے، تواللہ نے بتادیاکہ بندوں میں اُس کی سنت یہ ہے کہ عذاب دیکھنے کے بعدایمان نفع نہیں دیتا، تو موت کے بعدایمان کیسے فائدہ دیتاہے؟ ایسی دوسری نصوص بھی ہیں۔

جواب: اِس کامطلب یہ ہواکہ امام ابن تیمیہ کے نزدیک آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین نے غیرایمان پر وفات پائی، توبات یہ ہے کہ جواہلِ علم آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدَین کے غیرایمان پر وفات پانے کے قائل ہیں، اوروہ حدیثِ احیاء کودرست تسلیم کرتے ہیں، اُن کے نزدیک آیات میں مذکوراللہ کا قانون ہے، اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ کاموت کے بعدایمان اُن کی خصوصیت ہے، اور خصوصیت قانون سے مستثنیٰ ہوتی ہے، اس لئے اُس کے خلاف قانون کی نصوص نہیں پڑھی جاسکتیں، جیساکہ پہلے بیان ہوااورجواہلِ علم اُن کے ایمان وتوحید پروفات پانے کے قائل ہیں، اُن کے قول کے مطابق یہ آیات آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین سے متعلق پڑھی ہی نہیں جاسکتیں، کیوں کہ یہ غیرمسلموں سے متعلق ہیں۔

وَفِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ أَبِيْ؟ قَالَ: إِنَّ أَبَاك فِي النَّارِ. فَلَمَّا أَدْبَرَ دَعَاهُ فَقَالَ: إِنَّ أَبِيْ وَأَبَاك فِي النَّارِ۔

(فرماتے ہیں) صحیح مسلم میں ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ میرا باپ کہاں ہو گا؟ فرمایا بیشک تیرا باپ دوزخ میں ہے، جب اُس نے پیٹھ پھیری، آپ ﷺ نے اُس کو بلایا اور فرمایا بیشک میرا باپ بھی اور تیرا باپ بھی دوزخ میں ہیں۔

جواب:۔ اول: تو کئی اہلِ علم حدیث کے اِس متن کو شاذ قرار دیتے ہیں، کیوں کہ اِس متن کے مقابلہ میں حدیث کا دوسرا متن بھی ہے، جس میں حضور ﷺ کے والد کے دوزخ میں ہونے کا کچھ ذکر نہیں ہے۔

دوم: اِس کی سند پر بھی کلام کرتے ہیں۔

سوم: تاویل کرتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اب (باپ) سے مراد چچا ہو کیوں کہ آپ ﷺ کے چچا نے آپ کی پرورش کی، اور عرب چچا کو بھی باپ کہتے ہیں۔

چہارم: ممکن ہے کہ یہ واقعہ احیاء سے پہلے کا قصہ ہو، مزید تفصیل منفی دلائل کی بحث میں کر دی گئی ہے۔

وَفِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ أَيْضًا أَنَّهٗ قَالَ: اسْتَأْذَنْتُ رَبِّيْ أَنْ أَزُوْرَ قَبْرَ أُمِّيْ فَأَذِنَ لِيْ وَاسْتَأْذَنْتُهٗ فِيْ أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يَأْذَنْ لِيْ. فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ.

(فرماتے ہیں) صحیح مسلم میں ہی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے رب تعالیٰ سے اجازت مانگی کہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کروں تو مجھے اجازت دی، اوراجازت مانگی کہ اُس کے لئے استغفار کروں تو مجھے استغفار کی اجازت نہیں ملی، سو قبروں کی زیارت کیا کرو یہ آخرت یاد دلاتی ہیں۔

جواب: یہ بھی اپنے مقام پر تفصیل سے باحوالہ ذکر ہوا ہے کہ ضروری نہیں کہ استغفار کی اجازت نہ ملنا اُن کے غیر مسلم ہونے کی وجہ سے ہو، اور شاید ایسی روایات واقعہ احیاء سے پہلے کی ہوں، جیسا کہ کئی اہلِ علم فرمارہے ہیں۔

وَفِي الْحَدِيثِ الَّذِي فِي الْمُسْنَدِ وَغَيْرِهِ قَالَ: إِنَّ أُمِّي مَعَ أُمِّك فِي النَّارِ

(فرماتے ہیں)اور مسند وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ فرمایابیشک میری اور تیری والدہ دوزخ میں ہیں۔

جواب: اول تو ایسی احادیث کی سندیں کمزور ہیں، دوم: اگر کسی درجہ میں صحیح ہوں تو یہ بھی واقعہ احیاء سے پہلے کی بات ہے۔

علامہ ابن تیمیہ کے سامنے یہ بات آئی کہ ایسی احادیث فتحِ مکہ کے سال کی ہیں، اور واقعہِ احیاء اُس کے بعد حجۃ الوداع کا ہے، تو یہ پہلے ہو کر منسوخ اور حدیثِ احیاء ناسخ ہوئی، تو علامہ ابن تیمیہ نے اس کے کئی جواب دیئے۔ ایک یہ کہ اِن احادیث میں خبر ہے، اور خبر میں نسخ نہیں ہوتا، اس لئے نسخ کی بات کرنا درست نہیں ہے۔

لیکن کہا جاسکتا ہے کہ نسخ سے مراد اصطلاحی نسخ مراد نہیں، بلکہ یہ مراد ہے کہ جس طرح منسوخ پہلے اور ناسخ بعد میں ہوتا ہے، ایسے استغفار سے ممانعت اور درج بالا احادیث پہلے کی ہیں، اور واقعہ احیاء بعد کا ہے۔

نیز اگر نسخ اصطلاحی مراد ہو تو جیسے یہ احادیث لفظًا خبر ہیں، ایسے معنًی انشاء بھی ہیں، وہ اس طرح کہ اِن احادیث کا مقتضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لئے والدین کے حق میں استغفار ممنوع ہے، اور واقعہِ احیاء سے یہ ممانعت ختم ہو گئی، تو پھر نسخ خبر میں نہیں، انشاء میں ہوا۔

الثَّانِي: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَارَ قَبْرَ أُمِّهِ لِأَنَّهَا كَانَتْ بِطَرِيقِهِ "بِالْحَجُونِ" عِنْدَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَأَمَّا أَبُوهُ فَلَمْ يَكُنْ هُنَاكَ وَلَمْ يَزُرْهُ إِذْ كَانَ مَدْفُونًا بِالشَّامِ فِي غَيْرِ طَرِيقِهِ فَكَيْفَ يُقَالُ: أُحْيِيَ لَهُ؟

دوسرا جواب علامہ ابن تیمیہ نے یہ دیا کہ آپ ﷺ نے والدہ کی قبر کی زیارت تو فتح مکہ والے سال کی، اور اُن کی قبر راستے میں حجون میں تھی، لیکن آپ ﷺ کے والد تو شام میں مدفون ہیں، جو آپ کے راستے میں نہ تھا، تو نہ وہ وہاں تھے، نہ آپ نے اُن کی قبر کی زیارت کی، تو کیسے کہا جا رہا ہے کہ وہ آپ کے لئے زندہ کئے گئے؟

جواب: علامہ ابن تیمیہ کے فتاوی کی عبارت تو بظاہر یہی ہے، لیکن سمجھ نہیں آرہی کہ علامہ نے کیسے کہہ دیا ہوگا کہ والد کی قبر شام میں ہے؟ آپ ﷺ کے والد کی قبر تو مدینہ طیبہ میں ہے، البتہ اس عبارت میں یہ تسلیم کرلیا گیا کہ آپ ﷺ کی والدہ کی قبر حجون میں ہے، اِس سے علامہ ابن تیمیہ کی طرف سے مفتی رضوان اور دوسروں کی اِس بات کا جواب ہو گیا کہ والدہ کی قبر تو ابواء میں ہے، پھر حجون میں والدہ کی قبر کا ہونا کیسے بیان ہوا؟

رہا اُن کا اشکال! تو والدہ کے ساتھ والد کا احیاء اُسی طرح خرقِ عادت ہوگا جس طرح خرقِ عادت کے طور پر واقعہ معراج میں آپ ﷺ کی ملاقات اور زیارت انبیاء کرام علیہم السلام سے ہوئی، جب کہ آپ ﷺ ہر نبی و رسول کی قبر پر تشریف نہیں لے گئے۔

الثَّالِثُ: إِنَّهُمَا لَوْ كَانَا مُؤْمِنَيْنِ إِيمَانًا يَنْفَعُ كَانَا أَحَقَّ بِالشُّهْرَةِ وَالذِّكْرِ مِنْ عَمَّيْهِ: حَمْزَةَ وَالْعَبَّاسِ۔ (مجموع الفتاوی ج4 ص324 تا326)

علامہ ابن تیمیہ نے تیسرا جواب یہ دیا کہ اگر آپ ﷺ کے والدین ایسے مومن ہوتے جو ایمان نفع دیتا، تو اُن کا تذکرہ بحیثیت مومنین ہونے کے آپ کے چچا حمزہ و عباس رضی اللہ عنہم سے بھی زیادہ اور مشہور ہوتا؟

جواب: یہ دوسرے لفظوں میں ویسا ہی اشکال ہے جیسا کہ واقعہِ احیاءسے متعلق ابھی شروع میں ذکر ہوا، ناقل تھوڑے ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ کا بعد موت ایمان لانا بھی زیادہ مشہور نہیں ہوا اور بس، آپ ﷺ کے کتنے معجزات ہیں جن کے ناقل تھوڑے ہونے کے سبب وہ معجزات زیادہ مشہور و معروف نہیں ہوئے، مگر نقل ہوتے آرہے ہیں۔

بس یہ ہیں اِس حدیث کے من گھڑت ہونے کے دلائل جن میں وہ وزن نہیں ہے جو حدیث کے مضمون کو تسلیم کرنے والوں کی بات کو بے وزن کرسکے، شاید یہی وجہ ہو کہ علامہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بحث کرتے ہوئے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو لیا، فرماتے ہیں

وَكَذَا اِخْتِلَافُهُمْ فِيْ اَحَادِيْثِ اِحْيَاءِ وَالِدِى الْمُصْطَفٰى ﷺ وَاِيْمَانِهِمَابِهٖ،فَمِنْهُمْ مَنْ حَكَمَ بِوَضْعِهَا،وَمِنْهُمْ مَنْ حَكَمَ بِضُعْفِهَا،وَرَجَّحَ بَعْضُ اَهْلِ النَّظْرِ بَعْدَ التَّاَمُّلِ فِيْ اَقْوَالِ الْفَرِيْقَيْنِ قَوْلَ ضُعْفِهَا،كَمَاقَالَ السُّيُوْطِيْ فِيْ رِسَالَتِهٖ اَلتَّعْظِيْمِ وَالْمِنَّةِ فِيْ اَنَّ اَبَوَيْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺفِى الْجَنَّةِ،حَصَلَ مِمَّاتَقَرَّرَفِيْ حَدِيْثِ الْاِحْيَاءِ اَنَّ الَّذِيْنَ حَكَمُوْابِوَضْعِهٖ مِنَ الْاَئِمَّةِ كَالدَّارِقُطْنِيْ وَالْجَوْزَقَانِيْ وَابْنِ نَاصِرٍوَابْنِ الْجَوْزِيْ وَابْنِ دِحْيَةِ،وَالَّذِيْنَ حَكَمُوْابِضُعْفِهٖ فَقَطْ غَيْرِمَوْضُوْعٍ اِبْنُ شَاهِيْنٍ وَالْخَطِيْبُ وَابْنُ عَسَاكِرٍوَالسُّهَيْلِيُّ وَالْقُرْطُبِيْ وَالْمُحِبُّ الطَّبْرِيُّ وَابْنُ سَيِّدِ النَّاسِ، وَقَدْنَظَرْنَا فَوَجَدْنَا الْعِلَلَ الَّتِيْ عَلَّلَ بِهَاالْفِرْقَةُ الْاُوْلٰى كُلُّهَا غَيْرُ مُؤَثِّرَةٍ فَلِذَالِكَ رَجَّحْنَاقَوْلَ الْفِرْقَةِ الثَّانِيَةِ اِنْتَهٰى۔

(ظفر الامانی ص423، ط مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب، التعظیم والمنۃ ص24، ط دار جوامع الکلم)

ایسے ہی علماء کا اختلاف ہے نبی کریم ﷺ کے والدین کے زندہ ہو کر آپ ﷺ پر ایمان لانے کی احادیث کے بارے میں، تو بعض نے تو اُن کو موضوع قرار دیا، اور بعض نے اُن کے

ضعیف ہونے کا حکم لگایا، اوراہلِ نظر نے دونوں فریقوں کے اقوال میں غور وفکر کے بعد اُن کے ضعف کے قول کو ترجیح دی، جیسا کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ "التعظیم والمنۃ فی ان ابوی رسول اللہ ﷺفی الجنۃ" میں فرمایا، کہ حدیث احیاء سے متعلق جو کچھ ثابت ہوا، اُس کا حاصل یہ ہے کہ جن ائمہ نے موضوع ہونے کا حکم لگایا وہ دار قطنی اور جوز قانی، ابن ناصر، ابن جوزی اورابن دحیہ وغیرہ ہیں، اور جنہوں نے صرف ضعیف غیر موضوع ہونے کا حکم لگایا، وہ ابن شاہین، خطیب، ابن عساکر، سہیلی، قرطبی، محب طبری اورابن سید الناس ہیں (امام ابن شاہین اور خطیب سے ضعیف یا موضوع ہونا کچھ منقول نہیں، مرتب) ہم نے غور کیا تو سمجھ یہ آئی کہ پہلے گروہ نے جن علتوں سے حدیث کو معلول بتایا، وہ سب علل غیر مؤثر ہیں، اس لئے ہم نے دوسرے گروہ کے قول کو ترجیح دی۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ امام ابن شاہین، خطیب، محب طبری رحمہم اللہ سے حدیث پر ضعیف ہونے کا حکم لگانا ہمارے سامنے سے نہیں گذرا ہے، ان حضرات نے اس حدیث کو اپنے سکوت کے ساتھ ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔

سوال: جب صحیح احادیث سے کسی کا کفر ثابت ہو تو اس کے مقابلہ میں فضائل ومناقب کے عنوان سے ضعیف حدیث کے ذریعہ ایمان کا ثبوت ، بلکہ اُس کا نسخ ، جس کا اصل تعلق فضائل ومناقب کے بجائے عقیدہ سے ہے، کونسے اصول سے ثابت ہو گا؟

جواب: اول: تو کسی ایک صحیح حدیث سے بھی اُن کا کفر ثابت نہیں ہے، جن سے ثابت کیا جاتا ہے اُن کی بحث اپنے مقام پر کر دی گئی ہے۔

دوم: جس حدیث سے اُن کا ایمان ثابت ہو رہا ہے وہ بعد کی ہے (حجۃ الوداع کے موقع کی ہے) اور پہلے کی حدیث چھوڑ کر بعد کی حدیث لینی پڑتی ہے، اور یہ علومِ قرآن وعلومِ حدیث کا اصول ہے۔

سوم: جو محققین نبی کریم ﷺ کے والدین کے مؤمن و موحد ہونے کے قائل ہیں، ان کے قول میں تو واقعہ احیاء محض ایک فضیلت و منقبت کا درجہ رکھتا ہے، اور بالاتفاق فضیلت ضعیف حدیث سے ثابت ہوتی ہے۔

پھر یہ عقیدہ کی بات ہے تو محض اِس درجہ میں کہ حضور ﷺ کے والدَین کریمَین کو یہ فضیلت و منقبت حاصل ہوئی اور آپ ﷺ کا یہ معجزہ ظاہر ہوا، اُن کی نجات کے ثبوت کا مدار اس حدیث پر نہیں ہے، اگر بالفرض یہ سبب بالکل کالعدم مان لیا جائے، تو اُن کی نجات کے دوسرے اسباب بھی بیان کئے گئے ہیں۔

واقعہِ احیاء سے متعلق مفتی رضوان صاحب کی چند باتیں:

فائدہ: اِسی موقع میں یہ ذکر کرنا مناسب ہے، کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہم نے بھی حدیثِ احیاء کے ذکر کرنے کے سبب امام خطیب بغدادی اور ابن شاہین وغیرہم رحمہم اللہ کو بھی اپنے موقف کا تائیدی لکھا، تو اِس پر مفتی رضوان صاحب لکھتے ہیں

"اگر کسی بھی محدث کی کتاب میں کوئی حدیث آجائے، لیکن اس کی سند قابلِ اعتبار نہ ہو تو کیا اس حدیث کے مطابق اس محدث کی طرف موقف کو منسوب کرنا درست قرار پاسکتا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو ہم معترض کے سامنے ایسی بے شمار احادیث کے حوالے پیش کرنے کے لئے تیار ہیں، جن کو محدثین نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے، لیکن اُن محدثین کی طرف اُن احادیث کے مطابق موقف منسوب نہیں کیا گیا"۔ (علمی رسائل ج21، ص753)

ہم کہتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ جب اُس محدث کا موقف اُس کے خلاف منقول نہ ہو، اورانہوں نے حدیث کو ضعیف یا موضوع نہ کہا ہو، تو اُن کو اُس حدیث کے مضمون کو تسلیم کرنے والا ہی سمجھا جائے گا، ہاں جب خود اُن سے اُس کے خلاف منقول ہو گا تب اُن کا موقف ایسی حدیث کے خلاف سمجھا جاسکتا ہے، اور اِن حضرات سے اِس کے خلاف موقف منقول نہیں ہے۔

مزید لکھتے ہیں،

”دوسرے نمبر پر معترض صاحب نے ابن شاہین کا حوالہ نقل کیا ہے، حالاں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ابن شاہین نے نہ تو اس حدیث کو سند کے اعتبار سے راجح قرار دیا، نہ ہی منسوخ ہونے کا صریح دعوی کیا، بلکہ ۔۔۔ پہلے زیارتِ قبر کی اجازت ملنے اور استغفار کی اجازت نہ ملنے کی حدیث کو نقل کیا، پھر اس کے بعد الخلاف فی ذالک تحریر فرمانے کے بعد حدیثِ احیاء کو نقل کیا“۔ (علمی و تحقیقی رسائل ج21، ص750)

جواب: اس حوالے سے متعلق عالی جناب سے کچھ بات بنی نہیں، اس لئے بے حد اختصار پر اکتفاء فرما کر آگے چل دیئے، اگر جناب ملاحظہ فرمائیں تو امام ابن شاہین نے کتاب کے شروع میں ہی اس طرف اشارہ فرمادیا ہے، اور لکھا ہے،

قَالَ الزُّهْرِيُّ: كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ آخِرَ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ هُوَ النَّاسِخُ لِلْأَوَّلِ۔ (ناسخ الحدیث ص36)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلِ علم یہی خیال کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا بعد کا معاملہ پہلے والے کا ناسخ ہوتا تھا۔

امام ابن شاہین نے اپنے اجتہاد کی بنیاد پر یہی ترتیب رکھی ہے، کہ جو منسوخ ہے وہ پہلے اور جس کو ناسخ اور بعد والا سمجھے ہیں وہ بعد میں درج کیا ہے، زیر بحث دو قسم روایتوں میں بھی ظاہر فرمایا کہ والدہ کے لئے استغفار کی ممانعت پہلے تھی، اُس کے بعد واقعہِ احیاء ہوا ہے، یعنی وہ ممانعت منسوخ اور ختم ہو گئی، اب چاہے اپنے موقف پر زد پڑنے کے سبب آپ اِس کو تسلیم نہ کریں، مگر امام ابن شاہین نے یہی سمجھایا ہے۔

اس پر عالی جناب کا ارشاد ہے،

”اگر نسخ کو ہی مراد لیا جائے، تو مذکورہ کتاب میں یہی طرزِ عمل انہوں نے بول وبراز کے وقت استقبال قبلہ واستدبار قبلہ کی ممانعت واجازت والی احادیث کے ضمن میں بھی اختیار کیا ہے، جس میں اجازت والی احادیث کو بعد میں بیان کیا ہے، اب معترض صاحب اس سلسلے میں اپنا موقف واضح کر دیں کہ وہ کیا ابن شاہین کی اتباع میں مذکورہ حکم کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں؟ کیا ان ابواب میں بھی معترض یہی موقف رکھتے ہیں،؟ اس کو واضح کرنا ضروری ہے“۔(ص752:751)

جواب: سوال یہ نہیں بنتا، بلکہ سوال یہ بنتا ہے کہ اگر امام ابن شاہین پہلی حدیث کو منسوخ اور اُس کے بعد کی مذکور کو ناسخ مانتے ہیں، تو کیا یہ مانیں کہ ابن شاہین بول وبراز کے وقت استقبالِ قبلہ واستدبارِ قبلہ کو بھی بعد میں مذکور جواز والی احادیث سے منسوخ مانتے ہیں؟ تو جواب واضح ہے، خود امام ابن شاہین فرماتے ہیں،

وَهٰذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ حَدِيثَ النَّهْيَ نُسِخَ بِغَيْرِهِ أَوْ يَكُونُ الْأَمْرُ عَلَى مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ النَّهْيَ وَقَعَ عَلَى اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي الْفَضَاءِ، فَإِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَسْتُرُ فَلَا بَأْسَ۔ (ص84)

یہ بات دلیل بنتی ہے کہ منع کی حدیث اجازت کی حدیث سے منسوخ ہے، یا پھر وہ حال ہے جو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فضاء میں استقبال منع ہے، لیکن جب آدمی اور قبلہ کے درمیان پردہ ہو تو حرج نہیں ہے۔

اس سے یہ بات تو خوب واضح ہے کہ امام ابن شاہین نے یہی ترتیب رکھی ہے، کہ وہ اپنے اجتہاد کے مطابق منسوخ پہلے اور ناسخ بعد میں ذکر کرتے ہیں، تو مسئلہ زیر بحث میں امام ابن شاہین نے مانا کہ حضور ﷺ کی والدہ کے لئے استغفار کی ممانعت ختم ہو گئی، اور واقعہ احیاء کے بعد استغفار جائز ہو گیا۔

رہا یہ کہ ہم ہر ہر عنوان میں اُن کے پیروکار ہیں؟ تو یہ سوال تو اس طرح ہے جیسے عالی جناب مسند احمد یا مسند شافعی یا مسند اسحاق بن راہویہ سے حدیث لے کر دلیل بنائیں تو عالی جناب سے سوال کیا جائے کہ اُس مسند میں تو فلاں حدیث بھی ہے، یا وہ مسند والا تو فلاں مسئلے کا قائل ہے، پھر آپ واضح کریں کہ آپ بھی یہی موقف رکھتے ہیں؟ اور آپ جو اپنی تحریرات میں سینکڑوں کتابوں سے اور سینکڑوں مصنفین کے حوالوں سے کتابیں بھر دیتے ہیں، تو کیا آپ اُن کتابوں اور اُن مصنفین کی ہر ہر بات میں اُنہی کے موقف پر ہوتے ہیں؟ آپ تو چاروں فقہوں کے حوالے درج کیا کرتے ہیں تو آپ چاروں فقہوں کے تمام مسائل پر عمل پیرا ہوتے ہوں گے؟

عالی جناب مزید ارشاد فرماتے ہیں

"دوسری بات یہ ہے کہ نسخ میں ناسخ کا صحیح الثبوت ہونا ضروری ہے، جب کہ ناسخ یعنی حدیثِ احیاء کی سند کا اس سے پہلے کی صحیح احادیث کے مقابلہ میں حال سب کو معلوم ہے، تیسری بات یہ ہے کہ عقائد میں نسخ جاری نہیں ہوتا، چوتھی بات یہ ہے کہ نسخ کے لئے تاریخ کا علم ضروری ہے، اور یہ بات گزر چکی کہ استغفار کی اجازت نہ ملنے کا واقعہ فتح مکہ کے سال کا ہے، تو صحیح سند کے ساتھ اس واقعہ کا بعد کے زمانے میں وجود پذیر ہونا ثابت کیا جائے، پانچویں بات یہ ہے کہ حجون میں قبر کا ہونا خلافِ واقعہ ہے جس کا حدیثِ احیاء میں ذکر ہے"۔ (علمی رسائل ج21، ص752)

جواب: حقیقت یہ ہے کہ ہمارے واسطے سے یہ سارے سوال امام ابن شاہین سے ہی بنتے ہیں، اُنہوں نے ممانعتِ استغفار کو منسوخ اور حدیثِ احیاء کو ناسخ مانا ہے، مگر اب چوں کہ سوال ہم سے ہیں، اس لئے کچھ عرض کر دیا جاتا ہے۔

اول: اگر حدیثِ احیاء آپ کے نزدیک صحیح یا کم از کم حسن نہیں، اور ممانعتِ استغفار والی احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی، تو یہ آپ کا موقف ہے، ضروری نہیں کہ امام ابن شاہین اور اُن کی

بات کو لینے والے بھی اِس میں آپ سے متفق ہوں، اِن حضرات کے نزدیک حدیثِ احیاء میں اتنی قوت ہے کہ ناسخ بن سکتی ہے۔

دوم: یہ درست ہے کہ عقائد میں نسخ نہیں ہوتا، لیکن اِن دونوں حدیثوں سے کسی عقیدہ کا استنباط ثانوی درجہ میں ہے، اول درجہ میں یہ حدیثیں جواز وعدمِ جواز، اباحت وعدمِ اباحت سے متعلق ہیں، اوراِس کا تعلق مسائل سے ہے، عقائد سے نہیں، کہ اول حدیث سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے والدہ کے حق میں استغفار ناجائز ثابت ہوا، اور حدیثِ احیاء سے والدہ کے حق میں استغفار کا جواز نکلا، پہلی حدیث میں ممانعت ہوئی، اور دوسری میں رخصت ہوئی۔

سوم: یہ کہ منسوخ کی تاریخ پہلے اور ناسخ کی تاریخ بعد کی ہو، تو حدیثِ احیاء کو ناسخ بتانے والے امام ابن شاہین کو اِس اصول کا علم ہے، اوراِس کا ثبوت بھی حدیثِ احیاء ہی ہے، کیوں کہ اگر استغفار کی ممانعت فتح مکہ کے سال ہے، تو حدیثِ احیاء کا واقعہ حجۃ الوداع کا ہے، اور حجۃ الوداع فتح مکہ کے بعد ہوئی۔

وَقَالَ الْقُرْطُبِيّ فِي التَّذْكِرَة لَا تَعَارُض بَيْنَ أَحَادِيْثِ إِحْيَاءِ الْأَبَوَيْنِ وَأَحَادِيْثِ عَدْمِ الْإِذْنِ فِي الْإِسْتِغْفَار لِأَنَّ إِحْيَاءَهُمَا مُتَأَخِّرٌ عَنِ الْإِسْتِغْفَارِ لَهُمَا بِدَلِيْلِ أَنَّ حَدِيْثَ عَائِشَةَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَلِذَلِكَ جَعَلَهُ ابْنُ شَاهِيْن نَاسِخًا لِمَا ذُكِرَ مِنَ الْأَخْبَار۔

"امام قرطبی التذکرہ میں فرماتے ہیں والدین کے زندہ کئے جانے کی احادیث اوراستغفار کی اجازت نہ ہونے کی احادیث کے درمیان کچھ تعارض نہیں، کیوں کہ زندہ کیا جانا استغفار سے بعد کا واقعہ ہے، جس کی دلیل یہی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حجۃ الوداع سے متعلق ہے، اسی لئے تو امام ابن شاہین نے اس کو دوسری روایات کے لئے ناسخ بنایا"

چہارم: یہ کہ حضرت آمنہ کی قبر کا حجون میں ہونا خلافِ واقعہ ہے؟ اس بارے میں بحث ذکر ہو چکی ہے، دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں،

"معترض صاحب احیاء کے موقف میں جن جن حضرات کے حوالہ جات پیش کر کے ان کی اتباع کرنا اور کرانا چاہتے ہیں، وہ خود اس بات کے قائل ہیں کہ زندہ کئے جانے سے قبل کفر کی وجہ سے استغفار کی ممانعت تھی، جو احیاء و ایمان بالنبی ﷺ کے بعد باقی نہیں رہی، یعنی اس سے پہلے کفر کا حکم تھا، اور کفر کا وہ حکم بھی ان حضرات نے استغفار کی ممانعت والی احادیث سے ہی اخذ کیا ہے"۔ (علمی رسائل ج21، ص747)

جواب: ایسا نہیں ہے بلکہ بہت سے حضرات واقعہ احیاء سے پہلے اُن کے ایمان کے قائل ہیں، بہت سی عبارات میں اوپر ذکر ہوا، ہاں کئی حضرات وہ بھی ہیں جو واقعہ احیاء سے قبل اُن کے غیر مومن ہونے کا بھی کہہ رہے ہیں، لیکن مآل کے اعتبار سے وہ بھی اُن کی نجات کے قائل ہیں، ہمارا مقصود بھی یہ ہے کہ اُن کی نجات کا جو سبب بھی مانا جائے، بہر حال نجات کا قول بہتر ہے۔

اگر والدہ مومنہ تھی تو احیاء سے ایمان لانے کا کیا مطلب؟

مفتی صاحب لکھتے ہیں،

"پھر معترض صاحب کی طرف سے جو موحد اور اہلِ فترت کے دو نظریئے پہلے پیش کئے گئے، ان کا تقاضا ہے کہ احیاء کی چنداں ضرورت ہی نہ تھی، یہاں احیاء کے نظریئے کو پیش کر کے پہلے دو نظریات کی خود ہی تردید کر دی گئی، کیوں کہ اہلِ توحید تو پہلے سے اہلِ ایمان ہیں، ان کو ایمان قبول کرانے کے لئے زندہ کرنے کی کیا ضرورت؟ اور جہاں تک اہل فترت کا تعلق ہے تو احادیث کی رو سے ان کا فیصلہ آخرت میں امتحان کے موقع پر ہو گا"۔

اس قوی اشکال سے بچنے کے لئے معترض صاحب نے اپنے مضمون کے صفحہ 28 پر یہ تاویل کی ہے کہ

"اس کو تجدید ایمان، یا حضور ﷺ کے امتی بننے کا شرف حاصل ہونا کہہ دیں گے، جو اس لئے ہوا تاکہ اُنہیں زیادہ ثواب ملے۔ انتھٰی"

معترض صاحب اس تاویل پر احمقوں کی طرف سے شاباش کے مستحق ہو سکتے ہیں"۔

(علمی و تحقیق رسائل ج21ص746)

جواب: یہ تاویل ہم نے از خود نہیں کی، بلکہ ہم تو اسلاف سے ناقل ہی ہیں، اوپر متعدد عبارات میں یہ بات ذکر ہو گئی ہے، لیکن لیجیۓ استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتے ہوئے مفتی صاحب کے علمی محاسبہ کے اِن تہذیبی کلمات طیبات کے مطابق چند ایسے احمقوں کے نام پیشِ خدمت ہیں جنہوں نے یہ تاویل کی ہے، ذرا مفتی صاحب کی تحریری زبان بھی ملاحظہ کریں، اور دیکھیں کہ یہ علمی محاسبہ ہے، اگر یہ جہلی محاسبہ ہوتا تو کیسے نمونے ملتے؟

(1)۔ علامہ محمد بن محمد بن احمد بدیری دمیاطی شافعی (م1140ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَذَالِکَ الْاِحْیَاءُ وَالْاِیْمَانُ اِنَّمَاکَانَ تَکْرِیْمًالَہٗ ﷺ لَمَزِیْدِارْتِفَاعِ مَقَامِھِمَا فَیَقِرُّ بِہٖ عَیْنُہٗ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ وَاِلَّافَھُمَانَاجِیَانِ وَاِنْ لَمْ یَحْصُلْ لَھُمَا مَاذُکِرَ۔

(فتح الغفور شرح اظہار السرور فی مولدالنبی المسرور ﷺ مخطوطہ، ص117 :118)

یہ احیاء اور ایمان لانا آپ ﷺ کے اعزاز کے لئے محض اس لئے تھا تاکہ اُن کا درجہ بڑھے اور آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، ورنہ تو وہ نجات پانے والے ہیں چاہے اُن کو یہ احیاء حاصل نہ ہوتا۔

(2)۔ علامہ حسن بن علی بن احمد بن عبد اللہ مدابغی شافعی مصری رحمۃ اللہ علیہ (م1170ھ) فرماتے ہیں،

وَفَائِدَةُ اِحْيَائِهِمَامَعَ اِنَّهُمَانَاجِيَانِ لِكَوْنِهِمَامِنْ اَهْلِ الْفَتْرَةِ زِيَادَةُ اِظْهَارِ مُسَرَّتِهٖ ۔ (مخطوطہ مختصر مولد النجم الغیطی: ص49:50)

باوجودیکہ وہ نجات یافتہ ہیں کیوں کہ اہلِ فترت ہیں، پھر اُن کے زندہ کئے جانے کا فائدہ آپ ﷺ کی خوشی میں اضافے کے اظہار کے لئے ہے۔

(3)۔ علامہ عبداللہ بن علی بن عبدالرحمن دمیلجی شافعی سویدان (م1234ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَرُوِیَ اَنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ اَحْیٰ اَبَوَیِ النَّبِیِّ ﷺ وَآمَنَابِهٖ وَبِشَرِيْعَتِهٖ خَصُوْصِيَّةً لَهُمَاوَزِيَادَةً فِی الْكَمَالِ لِاَنَّ اَهْلَ الْفَتْرَةِ نَاجُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ ۔

(حاشیہ علی مولد ابن حجرالھیتمی مخطوطہ ص10)

کیونکہ اہلِ فترت تو نجات یافتہ اور جنتی ہیں، آپ ﷺ کے والدین کو اللہ نے زندہ کیا اورآپ کی شریعت پر ایمان لائے تو یہ آپ ﷺ کی خصوصیت کے لئے اوراُن کے کمال میں اضافہ کے لئے ہوا ہے۔

(4)۔ علامہ محمد قش بن یوسف بن ابراہیم زکی غرقی شافعی (م1232ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَفَائِدَةُ اِحْيَائِهِمَامَعَ اِنَّهُمَانَاجِيَانِ لِكَوْنِهِمَامِنْ اَهْلِ الْفَتْرَةِ زِيَادَةَ اِظْهَارِ مُسَرَّتِهٖ الخ۔ (حاشیہ قش علی مولد ابن حجرالمکی مخطوطہ ص49)

باوجودیکہ اہلِ فترت میں سے ہونے کے سبب نجات یافتہ ہیں پھر اُن کو زندہ کئے جانے کا فائدہ آپ ﷺ کی خوشی کے اظہار میں اضافہ ہے۔

(5)۔ علامہ حسین بن ابراہیم مغربی مصری مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م1292ھ) فرماتے ہیں،

وَكَانَ اِحْيَاءُ اَبَوَیِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ حَجَّةِ الْوِدَاعِ وَحِكْمَةُ تَاخِيْرِهٖ اِلٰی آخِرِحَيَاتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِيَحْصُلَ الْاِيْمَانُ لَهُمَابِجَمِيْعِ مَاجَاءَ بِهٖ ﷺ۔

(قرۃ العین بفتاوی علماء الحرمین: ص10، ط المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین حجۃ الوداع کے موقع میں زندہ کئے گئے، اِس تاخیر میں حکمت یہ تھی تاکہ اُن کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کُل لائی ہوئی شریعت واحکام پر ایمان حاصل ہو جائے۔

(6)۔ علامہ احمد بن احمد بن اسماعیل حلوانی خلیجی شافعی (م1308ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

فَلَیْسَ الْمُرَادُمِنْہُ اَنَّھُمَا کَانَاکَافِرَیْنِ فَآمَنَابَلِ الْمُرَادُ اَنَّ اللہ اَحْیَاھُمَاوَآمَنَابِہٖ لِیُحْرِزَا مَنْقَبَۃَ حِسْبَانِھِمَامَنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ الَّتِیْ ھِیَ اَفْضَلُ الْاُمَمِ وَمِنْ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ ھُمْ خَیْرُ الْقُرُوْنِ۔

(مواکب ربیع فی مولد الشفیع: الموکب الثامن: ص149، ط سن1394ھ)

زندہ کئے جانے اور پھر ایمان لانے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کافر تھے، بلکہ اللہ نے زندہ کیااورآپ پر ایمان لائے تاکہ اِس افضل امت میں سے اور خیر القرون صحابہ میں سے شمار کئے جانے کی فضیلت حاصل کرلیں۔

(7)۔ علامہ محمد بن جعفر الکتانی حسنی فاسی رحمۃ اللہ علیہ (م1345ھ) فرماتے ہیں،

فَاَحْیَالَہٗ اَبَوَیْہِ الشَّرِیْفَیْنِ حَتّٰی آمَنَابِہٖ لِیَکُوْنَامِنْ اُمَّتِہِ الْمَخْصُوْصَۃِ بِہٖ وَمِنْ اَحْزَابِہٖ۔

(الیمن والاسعاد بمولد خیر العباد: ص8:9، المطبعۃ الاھلیۃ الرباط، سنہ ط1345ھ)

اللہ نے اُن کو زندہ فرمایااورآپ پر ایمان لائے تاکہ وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مخصوص امت اور آپ کی جماعت میں سے ہو جائیں۔

(8)۔ علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1231ھ) فرماتے ہیں،

وَاَنَّ اللہَ تَعَالٰی اَحْیَاھُمَاوَآمَنَابِہٖ لِمَاوَرَدَبِہِ الْحَدِیْثُ لِیَنَالَاالْفَضِیْلَۃَ الصُّحْبَۃِ

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج4 ص277، دار الکتب العلمیہ)

اللہ تعالٰی نے اُن کو زندہ کیااورآپ پر ایمان لائے تاکہ صحابیت والی فضیلت حاصل کرلیں۔

(9)و(10)۔ علامہ محمد بن الحاج حسن الانی کردی (م1189ھ)اور شیخ عمران بن احمد بن عمران مصری شاذلی مالکی فرماتے ہیں،

فَاِنْ قُلْتَ قَدْتَقَرَّرَ اَنَّہُمَامِنْ اَہْلِ الْفَتْرَۃِ النَّاجِیْنَ فَمَافَائِدَۃُ الْاِحْیَاءِ ؟قُلْتُ اُجِیْبُ بِاَنَّ فَائِدَتَہٗ اِتِّحَافُہُمَابِمَزِیْدِکَمَالٍ لَمْ یَحْصُلْ لِاَہْلِ الْفَتْرَۃِ

(رفع الخفافی شرح ذات الشفاج1ص64،غایۃ الوصول فی نجاۃ ابوی الرسول ﷺ ص8)

اگر کہو کہ جب ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے والدین نجات یافتہ اہلِ فترت میں سے ہیں توزندہ کرنے کا کیافائدہ ؟میں کہتاہوں کہ جواب دیاگیاکہ اِس کافائدہ اُن کوزیادہ کمال عطاہونا ہے جواہلِ فترت کونہیں دیا گیا۔

(11)۔ علامہ محمد بن عمربالی حنفی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م1285ھ)فرماتے ہیں،

لِتَقِرَّبِذَالِکَ عَیْنُ سَیِّدِالْاَنَامِ وَلِیَفُوْزَابِشَرَفِ صُحْبَتِہٖ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ

(سبل السلام فی حکم آباءسید الانام ص112)

اس لئے زندہ کئے گئے تاکہ اس سے حضور ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور تاکہ آپ ﷺ کی صحابیت کاشرف پاکر کامیاب ہوں۔

مزید محنت کرنے سے اِن احمقوں کی فہرست میں اورنام بھی داخل کئے جاسکتے ہیں، افسوس ہے اِن صاحب پرکہ یہ اہلِ سنّت والجماعت کے ہی اکابرین پرایسے جملے کَستے ہیں،اوریہ مفتی صاحب کاعلمی محاسبہ ہے،جس میں ایسے ایسے گُل پھول بھی ملتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب پنجم

زمانہ فترت والوں کا روزِ قیامت امتحان

اسلاف میں سے کئی حضرات اِس کے قائل ہوئے ہیں کہ زمانہ فترت کے لوگوں کا جن میں دورِ جاہلیت کے سب لوگ ہیں روزِ قیامت امتحان ہو گا۔

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م458ھ) فرماتے ہیں،

وَلَا يَبْعُدُ أَنْ يَمْتَحِنَ الْمَذْكُورِينَ فِي الْخَبَرِ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ بِمَا ذُكِرَ فِيهِ، كَمَا يَمْتَحِنُ غَيْرَهُمْ بِالسُّجُودِ۔ (القضاء والقدر ص362)

"اور یہ بات بعید نہیں کہ حدیث میں مذکور لوگوں کو (جن میں زمانہ فترت والے ہیں قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ اُس امتحان میں ڈالیں جو ذکر ہوا جیسا کہ دوسروں کو سجدے کا حکم کر کے امتحان میں ڈالیں گے"۔

علامہ احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م728ھ) فرماتے ہیں،

فَبَيَّنَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَنَّ اللهَ لَايُعَذِّبُ اَحَدًاحَتّٰى يَبْعَثَ اِلَيْهِ رَسُوْلًا،وَاَنَّهٗ فِى الْآخِرَةِ يُمْتَحَنُ مَنْ لَمْ تَبْلُغْهُ الرِّسَالَةُ فِى الدُّنْيَا اِلٰى قَوْلِهٖ وَقَدْجَاءَ تْ بِذَالِكَ عِدَةُ آثَارٍ مَرْفُوْعَةٍ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ بِاَنَّهٗ فِى الْآخِرَةِ يُمْتَحَنُ اَطْفَالُ الْمُشْرِكِيْنَ وَغَيْرُهُمْ مِمَّنْ لَمْ تَبْلُغْهُ الرِّسَالَةُ فِى الدُّنْيَا۔

(درء تعارض العقل والنقل ج8 ص400:401، ط سعودیہ)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دیں گے جب تک رسول نہ بھیجا ہو، اور یہ کہ جن تک دنیا میں نبی کی دعوت نہیں پہنچی اُن کا آخرت میں امتحان ہو گا اور اس بارے میں کئی روایات آئی ہیں جو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے

منقول ہیں کہ آخرت میں مشرکین کے بچوں کا اور جن تک دنیا میں دعوت نہیں پہنچی اُن کا امتحان کیا جائے گا"۔

فَمَنْ لَمْ تَبْلُغْہُ دَعْوَۃُ رَسُوْلٍ اِلَیْہِ کَالصَّغِیْرِوَالْمَجْنُوْنِ وَالْمَیِّتِ فِی الْفَتْرَۃِ الْمَحْضَۃِ فَھٰذَایُمْتَحَنُ فِی الْآخِرَۃِ کَمَاجَاءَ تْ بِذَالِکَ الْآثَارُ۔

(مجموع الفتاوی ج14، ص477)

"جس تک اُس رسول کی دعوت نہیں پہنچی جو اُس کی طرف بھیجا ہوا ہو جیسے بچہ اور پاگل اور زمانہ فترت میں فوت ہونے والا اِن کا آخرت میں امتحان ہو گا جیسا کہ اس کی احادیث آئی ہیں"۔

علامہ محمد بن ابی بکر ابن قیم جوزی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م 751ھ) کفار کے بچوں سے متعلق بحث میں فرماتے ہیں،

الْمَذْهَبُ الْعَاشِرُ: أَنَّهُمْ يُمْتَحَنُونَ فِي الْآخِرَةِ.وَيُرْسِلُ إِلَيْهِمُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى رَسُولًا، وَإِلَى كُلِّ مَنْ لَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ: فَمَنْ أَطَاعَ الرَّسُولَ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَاهُ دَخَلَ النَّارَ۔ وَعَلَى هَذَا، فَيَكُونُ بَعْضُهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَبَعْضُهُمْ فِي النَّارِ۔ وَهَذَا قَوْلُ جَمِيعِ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَالْحَدِيثِ: حَكَاهُ الْأَشْعَرِيُّ عَنْهُمْ فِي كِتَابِ "الْإِبَانَةِ" الَّذِي اتَّفَقَ أَصْحَابُهُ عَلَى أَنَّهُ تَأْلِيفُهُ، وَذَكَرَهُ ابْنُ فُورَكٍ، وَذَكَرَهُ أَبُو الْقَاسِمِ بْنُ عَسَاكِرَ فِي تَصَانِيفِهِ،وَذَكَرَ لَفْظَهُ فِي حِكَايَتِهِ قَوْلَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْحَدِيثِ، وَطَعَنَ بِذَلِكَ عَلَى مَنْ بَدَّعَ الْأَشْعَرِيَّ وَضَلَّلَهُ۔ (احکام اھل الذمۃ ج3 ص1138)

"دسواں مذہب یہ ہے کہ اُن کا آخرت میں امتحان ہو گا اور اُن کی طرف اللہ تعالیٰ کوئی رسول بھیجیں گے، اور اُن کی طرف بھی جن تک دعوت نہیں پہنچی، تو جو رسول کی اطاعت کرے گا جنت میں داخل ہو گا، اور جو نافرمانی کرے گا دوزخ میں داخل ہو گا، اس طرح بعض جنت میں

اور بعض دوزخ میں ہوں گے، اور یہ تمام اہلِ سنّت اور محدثین کا قول ہے جس کو امام اشعری نے ابانہ میں نقل کیا ہے جس کے اُن کی کتاب ہونے پر سب اشاعرہ کا اتفاق ہے، اور ابن فورک نے بھی ذکر کیا ہے، اور ابو القاسم بن عساکر نے بھی اپنی کتابوں میں بیان کیا، اور اہلِ سنت و محدثین کا قول کہہ کر ذکر کیا، اور جن لوگوں نے امام اشعری کو بدعتی اور گمراہ قرار دیا اُن پر طعن کرتے ہوئے بیان کیا"۔

فَعُلِمَ اَنَّ الَّذِیْ تَدُلُّ عَلَیْہِ الْاَدِلَّۃُ الصَّحِیْحَۃُ وَتَأْتَلِفُ بِہِ النُّصُوْصُ وَمُقْتَضَی الْحِکْمَۃِ ھٰذَاالْقَوْلُ وَاللہُ اَعْلَمُ۔ (طریق الھجرتین ص401)

"معلوم ہوا کہ وہ بات جس پر صحیح دلائل دلیل ہیں اور نصوص اُس کی تائیدی ہیں، اور عقل کا مقتضا ہے یہی قول ہے کہ اُن کا آخرت میں امتحان ہو گا واللہ اعلم"۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) فرماتے ہیں،

وَقَدْ صَحَّتْ مَسْأَلَۃُ الِامْتِحَانِ فِي حَقِّ الْمَجْنُونِ وَمَنْ مَاتَ فِي الْفَتْرَۃِ مِنْ طُرُقٍ صَحِیحَۃٍ، وَحَکَی الْبَیْھَقِيُّ فِیْ کِتَابِ الْاِعْتِقَادِأَنَّہُ الْمَذْھَبُ الصَّحِیحُ ۔قَالَ النَّوَوِیْ وَھُوَالْمَذْھَبُ الصَّحِیْحُ الْمُخْتَارُالَّذِیْ صَارَاِلَیْہِ الْمُحَقِّقُوْنَ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَمَاکُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا،وَاِذَاکَانَ لَایُعَذَّبُ الْعَاقِلُ لِکَوْنِہٖ لَمْ تَبْلُغْہُ الدَّعْوَۃُ فَلَاَنْ لَّایُعَذَّبُ غَیْرُ الْعَاقِلِ مِنْ بَابِ الْاَوْلٰی ۔

(فتح الباری ج3ص477، دار الفکر)

پاگل اور زمانہ فترت میں وفات پانے والے کے حق میں آخرت میں امتحان ہونے کا مسئلہ صحیح سندوں سے صحیح ثابت ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب اعتقاد میں فرمایا کہ یہی صحیح مذہب ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح و مختار مذہب یہی ہے جس کی طرف محققین گئے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ رسول نہ بھیج دیں، اور جب

عقل والے کو اس لئے عذاب نہ ہو گا کہ اُس تک دعوت نہیں پہنچی تو غیر عاقل کو بطریق اولیٰ عذاب نہیں ہو گا۔

امام اسماعیل بن عمر ابن کثیر بصری دمشقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م774ھ) فرماتے ہیں،

وَمِنْهُمْ مَنْ ذَهَبَ إِلَى أَنَّهُمْ يُمْتَحَنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْعَرَصَاتِ، فَمَنْ أَطَاعَ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَانْكَشَفَ عَلَى اللهِ فِيْهِمْ بِسَابِقِ السَّعَادَةِ، وَمَنْ عَصَى دَخَلَ النَّارَ دَاخِرًا وَانْكَشَفَ عِلْمُ اللهِ بِهٖ بِسَابِقِ الشَّقَاوَةِ.وَهَذَا الْقَوْلُ يَجْمَعُ بَيْنَ الْأَدِلَّةِ كُلِّهَا، وَقَدْ صَرَّحَتْ بِهِ الْأَحَادِيثُ الْمُتَقَدِّمَةُ الْمُتَعَاضِدَةُ الشَّاهِدُ بَعْضُهَا لِبَعْضٍ، وَهَذَا الْقَوْلُ هُوَ الَّذِي حَكَاهُ الشَّيْخُ أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْأَشْعَرِيُّ عَنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَهُوَ الَّذِي نَصَرَهُ الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الِاعْتِقَادِ، وَكَذَلِكَ غَيْرُهٗ مِنْ مُحَقِّقِي الْعُلَمَاءِ وَالْحُفَّاظِ وَالنُّقَّادِ۔ (تفسیر ابن کثیر ج5ص53۔، ط العلمیہ)

اور کئی علماء کا مذہب یہ ہے کہ اِن کا قیامت کے میدان میں امتحان ہو گا جو اطاعت کرے گا جنت میں داخل ہو گا اور اللہ کے سامنے اُس کی پہلے والی سعادت کھل جائے گی، اور جو نافرمانی کرے گا دوزخ میں ذلیل ہو کر داخل ہو گا اور اللہ کے سامنے اُس کی محرومی کھل جائے گی، یہی قول سارے دلائل کو جمع کرتا ہے، اور گذشتہ ایک دوسرے کی تائید و تقویت کرنے والی احادیث اِس کی صراحت کرتی ہیں، اور اِسی قول کو شیخ ابوالحسن اشعری نے اہلِ سنت والجماعت سے نقل کیا ہے، اور امام بیہقی نے کتاب اعتقاد میں اِسی کی تائید کی ہے، ایسے ہی دوسرے محققین علماء حفاظ اور پرکھنے کی صلاحیت رکھنے والے علماء نے تائید کی ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (م1402ھ) فرماتے ہیں،

وَقَدْ صَحَّتْ مَسْأَلَةُ الِامْتِحَانِ فِي حَقِّ الْمَجْنُونِ وَمَنْ مَاتَ فِي الْفَتْرَةِ مِنْ طُرُقٍ صَحِيحَةٍ، وَحَكَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْاِعْتِقَادِأَنَّهُ الْمَذْهَبُ الصَّحِيحُ۔

(اوجزالمسالک ج4ص309، تالیفات اشرفیہ)

"پاگل کے حق میں اور جو زمانہ فترت میں فوت ہوا ہو اُس کے حق میں قیامت کے دن امتحان ہونے کی بات صحیح سندوں سے صحیح ثابت ہے، اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اعتقاد میں نقل کیا ہے کہ یہی صحیح مذہب ہے"۔

علامہ شنقیطی (تفسیر اضواء البیان) اور شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز (مجموعہ فتاوی ابن باز) وغیرہم رحمہم اللہ نے بھی اِسی قول کو پسند کیا ہے۔

اِس قول کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں قیامت کے دن زمانہ فترت کے لوگوں کا امتحان ہونا ذکر ہے، کہ میدانِ قیامت میں ایک آگ ظاہر کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ اِس میں داخل ہو جاؤ، سعادت مند داخل ہوں گے اور وہ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی، اور محروم داخل ہونے سے ہچکچائیں گے، اور نتیجہ میں جہنّم میں داخل ہونا پڑے گا۔

اِس مضمون کی احادیث کو مفتی رضوان خان صاحب نے زمانہ فترت کے لوگوں سے متعلق اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے، اور اُن پر تفصیلی بحث کی ہے (علمی و تحقیقی رسائل ج11) اور تسلیم کیا ہے کہ اِن احادیث کو کئی حضرات حسن درجہ کی قرار دے رہے ہیں، لہٰذا اُن پر مزید بحث کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

اِن حضرات کے اِس قول کو اور اِن احادیث کو ترجیح دینے میں غرض یہ نہیں ہے کہ اِن احادیث سے اُن سارے لوگوں کا عذاب سے چھوٹ جانا اور بالکلیہ غیر مکلّف ہونا ثابت کرنا ہے، بلکہ لگتا یہ ہے کہ اُن کی غرض یہ ہے کہ اِن احادیث کے نتیجہ میں زمانہِ فترت کے لوگوں کے (اور

بالخصوص آپ ﷺ کے آباءواجداد اور والدَین شریفین کے)جنّتی جہنّمی ہونے کی بحث ٹھپ ہو جائے، اور فیصلہ اللہ پر اور آخرت پر چھوڑ دیا جائے۔

اس موقف کا نتیجہ یہ کہ نبی کریم ﷺ کے آباءواجداد اور خصوصًا جناب عبد المطلب اور والدَین شریفین سے متعلق توقف کرنا، زبان بند رکھنا ہی بہتر ہے، آخرت کے میدان میں سب کُھل جائے گا کہ اُن کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے، اور انجام کس جانب ہوتا ہے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب ششم

نبی کریم ﷺ کے والدین کے کفر و شرک اور اُس کے ثبوت کی بحث

کئی وہ حضرات بھی ہیں جو نبی کریم ﷺ کے والدین کو کافر لکھتے اور شرک وبت پرستی میں مبتلا مانتے ہیں، اور دوسرے کفار و مشرکین کے ساتھ ہمیشہ کے لئے جہنّم میں اُن کی سزا کے قائل ہوئے ہیں۔

بعض علماء کرام کی عبارات:

1. امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (م458ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَكَيْفَ لَا يَكُونُ أَبَوَاهُ وَجَدُّهُ بِهَذِهِ الصِّفَةِ فِي الْآخِرَةِ، وَكَانُوا يَعْبُدُونَ الْوَثَنَ حَتَّى مَاتُوا، وَلَمْ يَدِينُوا دين عيسى بن مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(دلائل النبوۃ ج1 ص192:193، مفتی رضوان کے علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص377، ادارہ غفران)

"نبی ﷺ کے والدین اور دادا آخرت میں اسی کفر کی صفت پر محشور اور زندہ کیسے نہیں ہوں گے، جب کہ وہ اپنی وفات تک بت پرستی میں مبتلا رہے، اور وہ حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام کے دین پر ایمان نہیں لائے"۔

اِس عبارت میں امام بیہقی نے نبی کریم ﷺ کے والدین اور دادا دونوں کو بت پرست فرمایا، لیکن اُن کے بت پرست ہونے کی کوئی روایت پیش نہیں کی، نہ پیش کی جاسکتی ہے (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تعزیت سے واپس آنے اور حضور ﷺ کے اُن سے استفسار کی جو روایت پیش کی ہے، منکر روایت ہے) اور بغیر صحیح روایت کے محض دعوٰی کر دینے سے اُن کا بت پرست ہونا ثابت نہیں ہو جاتا۔

دوسری بات یہ کی کہ وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دین پر ایمان نہیں لائے، صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام عرب کی طرف مبعوث نہیں ہوئے، نہ ہی وہ اہلِ مکہ کو تبلیغ کرنے کے لئے

مکہ مکرمہ حاضر ہوئے، بلکہ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے یٰبَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللہ اِلَیْکُمْ (الصف:6) نص ہے، جبکہ عرب بنو اسماعیل ہیں، اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پہلے کا ہر نبی صرف اپنی قوم کا نبی ہوتا تھا، دوسروں کے لئے نبی نہیں ہوتا تھا وَكَانَ النَّبِي يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهٖ خَاصَّة (بخاری کتاب التیمم، مسند احمد 14264) اس لئے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی دونوں باتیں درست نہیں معلوم ہوتیں۔

وَاَبَوَاهُ كَانَامُشْرِكَيْنِ وَاسْتَدَلَّ بِهٰذَاالْحَدِيْثِ

(سنن البیہقی الکبریٰ ج7ص308،و190، تالیفات اشرفیہ)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین شرک کرنے والے تھے، امام بیہقی نے اِسی حدیث کو دلیل بنایا۔

جی ہاں آگے تفصیل سے بحث ہوگی کہ اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّار اور ایسے ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ کے لئے استغفار کی ممانعت والی کسی صحیح معتبر حدیث میں کوئی لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس کا ترجمہ ہو کہ اُنہوں نے بتوں کی پوجا کی ہے۔

2. امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ (م310ھ) فرماتے ہیں،

فَإِنْ ظَنَّ ظَانٌ أَنَّ الْخَبَرَ الَّذِي رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ صَحِيحٌ، فَإِنَّ فِي اسْتِحَالَةِ الشَّكِّ مِنَ الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي أَنَّ أَهْلَ الشِّرْكِ مِنْ أَهْلِ الْجَحِيمِ، وَأَنَّ أَبَوَيْهِ كَانَا مِنْهُمْ، مَا يَدْفَعُ صِحَّةَ مَا قَالَهُ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ إِنْ كَانَ الْخَبَرُ عَنْهُ صَحِيحًا، مَعَ أَنَّ ابْتِدَاءَ اللهِ الْخَبَرَ بَعْدَ قَوْلِهِ: إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (البقرة:119) بِالْوَاوِ بِقَوْلِهِ: وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ۔ (علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص409:408)

"اگر کوئی گمان کرنے والا گمان کرے کہ جو خبر محمد بن کعب نے روایت کی وہ صحیح ہے، کیونکہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف سے یہ شک محال ہے کہ مشرکین جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور یہ کہ

آپ ﷺ کے والدین مشرکین میں سے تھے۔۔۔ محمد بن کعب کی حدیث سے مراد نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ میرے والدین کا کیا ہوا؟ تو اِس پر یہ آیت نازل ہوئی"۔

اصل عبارت نضال آلہ رشی کی ہے، جس کو مفتی رضوان صاحب نے نقل کیا ہے، امام طبری رحمۃ اللہ علیہ محمد بن کعب کی روایت والے شان نزول کے صحیح نہیں مانتے، اور فرماتے ہیں

وَالصَّوَابُ عِنْدِي مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي ذَلِكَ قِرَاءَةُ مَنْ قَرَأَ بِالرَّفْعِ عَلَى الْخَبَرِ؛ لِأَنَّ اللهَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ قَصَّ قَصَصَ أَقْوَامٍ مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى، وَذَكَرَ ضَلَالَتَهُمْ وَكُفْرَهُمْ۔

"میرے نزدیک صحیح قرات نافع والی ہے، جو خبر ہے (انشاء اور امر نہیں) کیوں کہ اللہ تعالی نے یہود و نصاری کے واقعات بیان فرمائے، اور ان کی گمراہی و کفر بیان کیا ہے (اور پھر یہ بات فرمائی کہ ان جہنمیوں کے بارے میں آپ سے پوچھ گوچھ نہیں ہو گی)"

اُس کے بعد گمان کرنے والے کا گمان ذکر کرتے ہوئے اُس کا اشکال نقل کرتے ہیں، اور اُسی اشکال کا حصہ ہے آپ ﷺ کے والدین کے اہلِ شرک میں سے ہونے کی بات، آخر میں پھر کہتے ہیں،

وَقَدْ بَيَّنَّا الصَّوَابَ عِنْدَنَا فِي ذَلِكَ۔

"اس بارے میں جو ہمارے نزدیک درست ہے وہ ہم نے بیان کر دیا ہے"۔

جس سے واضح ہے کہ وہ صرف اشکال کرنے والے کا اشکال ذکر کر رہے ہیں، اور حضور ﷺ کے والدین سے متعلق گفتگو بھی اُسی اشکال کرنے والے کی ہے، خود امام طبری کی نہیں، وہ محض ناقل ہیں۔

شیخ بلال فیصل البحر بغدادی فرماتے ہیں

وَعِنْدِیْ فِیْ دَلَالَتِہٖ عَلٰی اِنَّ ابْنَ جَرِیْرٍیُطْلِقُ کُفْرَاَبَوَیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ نَظَرٌ،فَاِنَّ مُرَادَہٗ وَاللہُ اَعْلَمُ اَنَّہٗ بِتَقْدِیْرِکُفْرِھِمَایَسْتَحِیْلُ عَلَیْہِﷺالشَّکُّ فِیْ ذَالِکَ بِحَیْثُ یَحْتَاجُ اِلَی السُّوَالِ عَنْہُ،فَالْاَمْرُمَبْنَاہُ عِنْدَاَبِیْ جَعْفَرٍرَحِمَہُ اللہُ عَلَی التَّنَزُّلِ وَالْاِفْتِرَاضِ،وَلَیْسَ الْجَزْمُ وَالتَّصْرِیْحُ،بِدَلِیْلِ اَنَّہٗ رَحِمَہُ اللہُ رَجَّحَ خِلَافَ ذَالِکَ فِیْ سَبَبِ نُزُوْلِھَاوَاخْتَارَاَنَّھَانَزَلَتْ فِی الْیَھُوْدِ۔

(تحقیق المقال فی محاکمۃ الملاوالجلال:75،76،دارالبصائر)

"میرے نزدیک اس عبارت میں اس کی دلیل نہیں کہ ابن جریر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر بولتے ہیں، کیوں کہ زیادہ تو اللہ کو معلوم ہے ان کی مراد یہ ہے کہ اگر ان کا کفر فرض کرو تو اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح شک کرنا محال ہے کہ آپ کو ان سے متعلق پوچھنے کی ضرورت ہوئی ہو، تو یہ بات ان کے نزدیک فرض وتقدیر کے طور پر ہے، جزم وتصریح نہیں ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے سبب نزول میں اس کے خلاف کو ترجیح دی، اور یہود کے بارے میں آیت کے نازل ہونے کو اختیار کیا"

اور اگر بالفرض کسی درجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدَین کا شرک مان رہے ہوں تو مدار اُس کا آیت کے شانِ نزول کی روایت پر ہے جو امام طبری کے نزدیک بھی قابل اعتماد نہیں ہے، اس لئے ایسا خیال بھی محض ناقابل اعتماد دعوٰی ہوگا۔

3. امام ابن عطیہ فرماتے ہیں،

شَرْعُنَا یُنْبِءُ اَنَّ الْکُفَّارَ الَّذِیْنَ کَانُوْا قَبْلَ النَّبِیِّﷺ کَاَبَوَیْہِ وَغَیْرِھِمَا فِی النَّارِ وَلَایُدْخِلُ اللہ اَحَدًاالنَّارَاِلَّابِتَرْکِ مَاکُلِّفَ بِہٖ۔

(تفسیر ابن عطیہ)۔(علمی وتحقیق رسائل ج12،ص409)

"ہماری شریعت بتاتی ہے کہ وہ کفار جو نبی کریم ﷺ سے پہلے تھے جیسے آپ ﷺ کے والدین وغیرہ دوزخ میں ہوں گے، اور اللہ دوزخ میں کسی کو تب ہی داخل فرمائیں گے جب وہ لوگ وہ چھوڑیں جس کا حکم دیا گیا ہو"۔

درست ہے کہ امام ابن عطیہ اُن کو غیر مومن اور دوزخی بتا رہے ہیں، لیکن کفر و دوزخی ہونے کی دلیلیں کمزور ہیں، جیسا کہ بحث آگے ہو گی۔

4. امام نووی حدیث مسلم کے تحت فرماتے ہیں،

فِيْهِ اَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ فَهُوَ فِى النَّارِ وَلَاتَنْفَعُهٗ شَفَاعَةُ الْمُقَرَّبِيْنَ۔

(شرح مسلم، علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص408)

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کفر پر فوت ہو وہ دوزخ میں ہو گا، اور اُس کے حق میں مقربین کی شفاعت کام نہ آئے گی"۔

درست ہے کہ امام نووی نے حدیث سے یہی سمجھا، اور یہ بھی درست ہے کہ حدیث میں آپ ﷺ کے والد کے دوزخ میں یا برزخ کی آگ میں ہونے کا ذکر ہے، مگر حدیث پر کلام ہے، جس کا ذکر آگے ہو گا۔

5. علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (م1252ھ) فرماتے ہیں،

وَلَایُقَالُ اَنَّ فِيْهِ اِسَاءَةُ اَدَبٍ لِاَقْتِضَائِہٖ كُفْرَ الْاَبَوَيْنِ الشَّرِيْفَيْنِ مَعَ اِنَّ اللہ تَعَالٰى اَحْيَاهُمَا وَ آمَنَا بِہٖ۔۔۔لِاَنَّا نَقُوْلُ اَنَّ الْحَدِيْثَ اَعَمُّ وَاِحْيَاءُ الْاَبَوَيْنِ بَعْدَ مَوْتِهِمْ لَايُنَافِىْ كَوْنَ الْعَقْدِ فِىْ زَمَنِ الْكُفْرِ۔

(ردالمحتار، علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص409)

"یہ نہ کہا جائے کہ اِس میں بے ادبی ہے کیوں کہ یہ بات مقتضی ہے نبی کریم ﷺ کے والدین شریفین کے کفر کو، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو زندہ کیا اور آپ پر ایمان لائے۔۔۔ کیوں

کہ ہم کہتے ہیں حدیث عام ہے، اور والدین کو وفات کے بعد زندہ کیا جانا عقدِ نکاح کے زمانہ کفر میں ہونے کے منافی نہیں"۔

علامہ ابن عابدین نے دو متعارض باتوں میں تطبیق دینا چاہی ہے، اس تطبیق میں توجیہ کرتے ہوئے علی سبیل التسلیم اُنہوں نے مانا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین نکاح کے وقت حالتِ کفر میں تھے، لیکن وفات کے بعد زندہ ہو کر ایمان لا کر مومن ہو گئے ہیں، تو علامہ ابن عابدین کے نزدیک اب اُن کو غیر مومن کہنا اور دوزخی خیال کرنا درست نہیں ہے، تو انجام کار یہ عبارت ان لوگوں کے موقف کے موافق نہیں ہے، بلکہ مخالف ہے، علامہ ابن عابدین کی دوسری کئی عبارتیں جو نافی لوگوں کے ناموافق ہیں، ہمارے مضمون میں اپنے مقام پر ذکر ہو چکی ہیں۔ اِن کے علاوہ،

6. شارح بخاری ابن بطال علی بن خلف بن عبد الملک (م449ھ) لِاَنَّ اَبَوَیْہِ کَانَا مُشْرِکَیْنِ (شرح بخاری ج5 ص97)

7. محمد بن یوسف کرمانی (م786ھ) (الکواکب الدراری) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کو شرک کرنے والا بتا رہے ہیں۔

8. ابن جوزی (م598ھ) اَبَوَا رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ کَافِرَانِ (کشف المشکل ج1 ص19) اور کئی دوسرے مَاتَاکَافِرَیْنِ کہہ کر غیر مسلم کہہ رہے ہیں۔

بت پرستی کے دعوٰی پر کوئی دلیل؟

مزید بحث سے قبل یہاں ایک بات کہنے کی یہ ہے کہ نضال آلہ رشی صاحب آیت وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ میں ساجدین سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آباء مراد ہونے کی تفسیر سے متعلق کہتے ہیں،

قَبْلَ اِدِّعَاءِھِمْ وَاسْتِدْلَالِھِمْ بِھٰذِہِ الْآیَۃِ اَنْ یُّثْبِتُوْا اَوَّلًا اَنَّ آبَاءَہٗ ﷺ کَانُوْا یُصَلُّوْنَ وَالْاِسْنَادُ مِنَ الدِّیْنِ وَاَنّٰی لَھُمْ ذَالِکَ وَدُوْنَہٗ خَرْطَ الْقَتَادَ، بَلْ لَوْ

بَلَغُوْا اَسْبَابَ السَّمَاءِ لَنْ يَّجِدُوْا لِذَالِکَ سَبِیْلًاوَلَوْكَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ (البدرالانور شرح الفقہ الاکبر ص441)

"اِن کے دعوے سے اور آیت سے دلیل پکڑنے سے پہلے یہ لازم ہے کہ پہلے ثابت کریں کہ آپ ﷺ کے آباء نماز پڑھتے تھے، اور سند دین کا حصہ ہے، اور اُن کے پاس سند کہاں ہے؟ اوراس کے بجائے تو قتاد کے کانٹوں پر ہاتھ مارنا آسان ہے، بلکہ اگر آسمانوں کی سیڑھیوں تک رسائی حاصل کرلیں تو بھی اِس کا راستہ نہیں پائیں گے چاہے ایک دوسرے کی مدد کریں"۔

اِسی طرز پر عرض کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کو مشرک بت پرست کہا جا رہا ہے، پہلے یہ تو ثابت کیا جائے کہ اُنہوں نے کبھی کسی بت کی پوجا کی ہے، اور سند دین کا حصہ ہے، اور اِن کے پاس اِس کی سند کہاں سے ہے۔؟ اس کے بجائے تو قتاد کے کانٹوں پر ہاتھ مارنا آسان ہے، بلکہ اگر آسمانوں کی سیڑھیوں تک رسائی حاصل کرلیں تو بھی اِس کا راستہ نہیں پائیں گے چاہے ایک دوسرے کی مدد کریں۔

رہا ہمارے ذمہ اُن کے نمازی ہونے کو ثابت کرنا، تو اپنے مقام پر آیت کی تفسیر اور وضاحت متعدد تفاسیر کے حوالوں سے ہوگئی ہے، جو اِس آیت کے استدلال کے تحت بیان ہوئے ہیں، تو جب آیت کی یہ تفسیر ہو تو آیت سے ہی ثابت ہے کہ وہ اللہ کو سجدہ کرنے والے تھے۔

نبی کریم ﷺ کے والدَین کے شرک پر اور اہلِ دوزخ میں سے ہونے پر دلائل، اور ان کا جائزہ:

قرآن مجید کی بعض آیات کے شان نزول کی روایات:

اس بارے میں قرآن مجید کی بعض آیات کے شانِ نزول کی روایات کو دلیل بنایا گیا، شانِ نزول کی وہ روایات صحیح سندوں سے ثابت ہوں، تب تو آپ ﷺ کے والدین کا اُن آیات میں مذکور کافر و مشرک لوگوں میں درج ہونا، اور کافر و مشرک ہونا ثابت ہو گا، لیکن اگر وہ روایات

ضعیف ہوں، تو کہا جائے گا کہ ان حضرات نے قرآنی آیات سے نہیں بلکہ ضعیف روایات سے نبی کریم ﷺ کے والدین کو کافر و مشرک ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ شانِ نزول کی روایات میں اگر نبی کریم ﷺ کا فرمان ہو کہ اِس موقع پر اوراِس فرد سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، تب تو واقعی اُن آیات میں مذکور لوگوں میں آپ ﷺ کے متعیّن کئے ہوئے لوگ (والدین ہوں یا کوئی اور) داخل ہوں گے، لیکن اگر نبی کریم ﷺ نے شانِ نزول متعیّن نہیں فرمایا، اور راویوں نے بتایا کہ آیت کا سببِ نزول یہ واقعہ اور یہ فرد ہیں، تب ممکن ہے کہ وہ راویوں کا خیال ہو اور ضروری نہیں کہ صحیح ہو، اس صورت میں شانِ نزول کی ایسی روایات سے آپ ﷺ کے والدَین کا اُن آیات میں مذکور لوگوں میں شامل ہونا قطعی طور پر ثابت نہیں ہو گا، محض ظنی درجہ میں ہو گا، جب کہ ایسی سب روایات کا معتبر اور صحیح ہونا بھی ضروری ہے، ورنہ ایسی روایات دلیل نہیں بنائی جاسکتیں، کیوں کہ مفتی محمد رضوان صاحب بھی کہتے ہیں کہ عقیدہ صحیح اور معتبر روایات سے ثابت ہوتا ہے۔

پہلی آیت: سورہ توبہ کی آیت 113 اور شانِ نزول:

اول: قرآن مجید میں ہے

مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْا كَانُوْا اُولِىْ قُرْبٰى

(التوبۃ:113)

"جائز نہیں نبی کے لئے اور مؤمنین کے لئے کہ مشرکین کے لئے استغفار کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں"

اس آیت کے شانِ نزول کی متعدد روایات حضور ﷺ سے نقل ہیں۔

(1)۔ حضرت مسیّب رضی اللہ عنہ سے صحیح سندوں کے ساتھ روایت ہے،

أَنَّ أَبَا طَالِبٍ لَمَّا حَضَرَتْهُ الوَفَاةُ، دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ أَبُو جَهْلٍ، فَقَالَ: أَيْ عَمِّ، قُلْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللهُ، كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللهِ،فَقَالَ أَبُوجَهْلٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ: يَا أَبَا طَالِبٍ، تَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِالمُطَّلِبِ،فَلَمْ يَزَالاَ يُكَلِّمَانِهِ، حَتَّى قَالَ آخِرَ شَيْءٍ كَلَّمَهُمْ بِهِ: عَلَى مِلَّةِ عَبْدِالمُطَّلِبِ،فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ، مَا لَمْ أُنْهَ عَنْهُ،فَنَزَلَتْ:مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الجَحِيمِ (التوبة:113)وَنَزَلَتْ: إِنَّكَ لاَ تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ (القصص:56)،

(بخاری ح 3884، مناقب الانصار، مسلم ح4239، کتاب الایمان، علمی و تحقیقی رسائل ج11، ص226تا229)

خلاصہ یہ کہ جب جناب ابوطالب کی وفات کاوقت ہوا، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کوکلمہ کی تلقین کرناچاہی، مگر اُنھوں نے بالآخر یہی کہا کہ میں دینِ عبد المطلب پر ہوں، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اچھامیں ضرورآپ کے لئے دعاءِ مغفرت کرتارہوں گاجب تک مجھے منع نہ کردیاجائے گا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔

یہ شانِ نزول حضرت مسیب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے حدیث کی اکثرکتابوں میں نقل کیاگیاہے، اِس کے علاوہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے بھی نقل ہے۔

(المستدرک ج2ص448، تفسیر سورۃ التوبۃ، قدیمی کتب خانہ)

شانِ نزول کی اِن روایتوں کے صحیح ہونے میں اہلِ سنّت والجماعت کے علماء میں کسی کو بھی ذراکلام نہیں ہے۔

(2)۔ حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ میں نے ایک آدمی کو اپنے مشرک والدین کے لئے دعاء مغفرت کرتے سنا، تو میں نے کہا مشرک والدین کے لئے استغفار کرتے ہو؟ اُس نے کہا کہ کیا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے مشرک والد کے لئے دعاء مغفرت نہیں کی؟ تو یہ بات میں نے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ذکر کی، تب یہ آیت نازل ہوئی"۔(ترمذی ج2ص136، ابواب التفسیر، سورۃ التوبۃ، فاروقی کتب خانہ ملتان، علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص159:160)

یہ روایت کمزور اور منکر ہے، متن شاذ ہے۔

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ سے متعلق شانِ نزول:

درجِ ذیل بعض روایات نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ سے متعلق شان نزول کی ہیں۔

(3)۔ امام طبری نے اپنی تفسیر میں عطیہ کی سند سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مکہ مکرمہ میں آئے، تو اپنی والدہ کی قبر پر کھڑے ہوئے، اور دیر تک دھوپ میں اس امید پر کھڑے رہے کہ آپ کو والدہ کے لئے استغفار کرنے کی اجازت حاصل ہو جائے، یہاں تک کہ سورہ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔

یہ روایت سخت ضعیف مرسل ہے (1) فضیل بن مرزوق میں کلام ہے، امام نسائی اور یحیی بن معین ضعیف کہتے ہیں (المغنی ج2ص199) عثمان بن سعید ضعیف کہتے ہیں، ابن حبان کہتے ہیں انتہائی منکر الحدیث ہے، روایت کرتے ہوئے ثقات پر بہت غلطیاں کرتا تھا، یَرْوِیْ عَنْ عَطِیَّۃِ الْمَوْضُوْعَاتِ عطیہ سے من گھڑت روایتیں نقل کرتا ہے، امام ذہبی کہتے ہیں تشیع سے مشہور ہے۔ (میزان الاعتدال ج3ص362)

ابو حاتم کہتے ہیں سچا تو ہے لیکن کثرت سے وہم میں پڑتا ہے، اِس کی حدیث حجت نہیں بنائی جاسکتی (تہذیب التہذیب ج5 ص609) امام ابن شاہین فرماتے ہیں فضیل کے بارے میں محدثین کا اختلاف اُس کے معاملہ میں توقیف (توقف) کو واجب کرتا ہے۔۔۔ وہ اس قابل نہیں

کہ صحیح میں داخل ہو(المختلف فیھم، ذکر من اختلف العلماء ونقاد الحدیث فیہ، ترجمہ فضیل)امام ابوعبداللہ حاکم فرماتے ہیں فضیل صحیح کی شرط کے مطابق راویوں میں سے نہیں اس لئے امام مسلم نے جو اُن کی روایت صحیح میں درج کی اُس میں امام مسلم پر طعن کیا گیا(میزان الاعتدال، المغنی)امام ابوحاتم ابن حبان فرماتے ہیں ثقہ راویوں سے روایت کرتے ہوئے جہاں اکیلا ہو تو ایسی روایتوں کو حجت بنانے سے پہلو تہی کی جائے گی (المجروحین، ترجمۃ فضیل)علامہ ابن القیسرانی ابوالفضل محمد بن طاہر شیبانی(م507ھ)فرماتے ہیں فضیل ضعیف ہے (ذخیرۃ الحفاظ ج1، ص539، ط دارالسلف)امام ابن جوزی ایک روایت پر کلام کرتے ہوئے راوی فضیل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ فضیل کو یحیی نے ضعیف قرار دیا، اورابن حبان نے فرمایا کہ من گھڑت روایات کرتا ہے، اور ثقہ راویوں پر غلطیاں کرتا ہے۔(الموضوعات، ج1، ص356، کتاب المناقب)

اور(2)دوسرا راوی عطیہ بن سعد عوفی کوفی محدثین کے نزدیک فضیل سے بڑھ کر ضعیف ہے (میزان الاعتدال ج3ص362)عطیہ کوفہ کے شیعوں میں شمار ہوتا ہے، امام ابوزرعہ، نسائی، ابن عدی، ابوحاتم اور ہشیم ضعیف کہتے ہیں، ابوداؤد فرماتے ہیں قابل اعتماد نہیں ہے، ساجی فرماتے ہیں حجت نہیں (تہذیب التہذیب ج5، ص104:105)امام احمد ضعیف الحدیث کہتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ج3)

پھر یہ روایت ظاہر کرتی ہے کہ حضرت آمنہ کی قبر مکہ مکرمہ میں ہے، اوراِن لوگوں کے نزدیک اُن کی قبر مکہ مکرمہ میں نہیں ہے، اور خود مفتی رضوان صاحب لکھتے ہیں

"تاہم مذکورہ روایت کے عطیہ راوی میں ضعف پایا جاتا ہے"(علمی و تحقیق رسائل ج12، ص311)

(4)۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہمیں ذکر کیا گیا ہے،

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَأَسْتَغْفِرَنَّ لِأَبِي كَمَا اسْتَغْفَرَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى هَذِهِ الْآيَةَ: مَا كانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كانُوا أُولِي قُرْبىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحابُ الْجَحِيمِ :

”نبی کریم ﷺ نے فرمایااللہ کی قسم میں بھی اپنے باپ کے لئے استغفار کروں گا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کے لئے استغفار کرتے تھے،تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر الطبری ج14،ص513،سورۃ توبہ،علمی و تحقیقی،رسائل ج12،ص313:314)

اس روایت کی سند منقطع اور روایت اور متن شاذ ہے،راوی قتادہ بن دعامہ فرقہ قدریہ میں سے ہونے کے ساتھ مدلّس ہیں(المغنی ج2ص214)اور یہاں بھی تدلیس کی ہے، اور بہت سے محدثین کے نزدیک مدلّس راوی کی مدلّس اور پھر منقطع روایت قبول نہیں ہے،اس لئے مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

هٰذِهٖ مُرْسَلٌ لَيْسَ بِصَحِيْحٍ بَلْ ضَعِيْفٌ وَمُخَالِفٌ لِمَافِی الصَّحِيْحَيْنِ كَمَا ذَكَرْنَا فَلَايَجُوْزُ الْقَوْلُ بِكَوْنِ اَبَوَىِ النَّبِيِّ ﷺ مُشْرِكَيْنِ مُسْنِدِیْ بِهٰذِهِ الْآيَۃِ۔

(التفسیر المظھری ج4ص307،رشیدیہ کوئٹہ)

”یہ مرسل ہے، صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے اور بخاری و مسلم کی روایت کے خلاف ہے اس لئے اس آیت سے دلیل بنا کر نبی کریم ﷺ کے والدین کو مشرک کہنا جائز نہیں ہے“۔

شیخ صلاح عبد الفتاح الخالدی کہتے ہیں،

وَلَمْ يَصِحُّ قَوْلٌ نُسِبَ لِلرَّسُوْلِ ﷺ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لِاَبِیْ كَمَااسْتَغْفَرَاِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ فَاَنْزَلَ اللهُ عَلَيْهِ الْآيَتَيْنِ يَنْهَاهُ عَنْ ذَالِكَ۔

(القرآن و نقض مطاعن الرھبان ج1ص663،دار القلم دمشق)

"نبی کریم ﷺ کی طرف جو یہ منسوب ہے کہ میں اپنے والد کے لئے اس طرح استغفار کروں گا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے استغفار کیا تب اللہ تعالیٰ نے یہ دو آیتیں نازل فرما کر آپ ﷺ کو منع فرما دیا، یہ صحیح ثابت نہیں ہے"۔

اور اِس میں یہ بھی امکان ہے کہ راویوں نے لِعَمّی کو لاَبِیْ سے تعبیر کیا ہو، جیسا کہ ابو طالب سے متعلق شان نزول کی صحیح روایات سے واضح ہے، مختلف روایات کے الفاظ میں غور کریں تو سمجھ آتا ہے کہ جیسے آپ ﷺ کے لفظ ہوں

لَاَسْتَغْفِرَنَّ لِاَبِیْ طَالِبٍ

"یعنی میں ابو طالب کے لئے ضرور استغفار کروں گا"۔

پھر لفظ طالب حذف ہو گئے ہوں اور لابی باقی رہ گئے ہوں، جیسا کہ ایک روایت کے لفظ ہیں،

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اسْتَغْفَرَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَهُوَ مُشْرِكٌ، فَلَا أَزَالُ أَسْتَغْفِرُ لِأَبِي طَالِبٍ حَتَّى يَنْهَانِي عَنْهُ رَبِّي فَقَالَ أَصْحَابُهُ: لَنَسْتَغْفِرَنَّ لِآبَائِنَا كَمَا اسْتَغْفَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمِّهِ فَأَنْزَلَ اللهُ: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ۔إِلَى قَوْلِهِ: تَبَرَّأَ مِنْهُ ۔(الدرالمنثور ج4ص300۔۔۔۔۔ابن جریر)

"یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم نے اپنے باپ کے لئے استغفار کیا جب کہ وہ مشرک تھے، تو میں بھی ابو طالب کے لئے استغفار کرتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے میرا رب اس سے منع کرے، تو آپ ﷺ کے صحابہ نے بھی فرمایا کہ جس طرح حضور ﷺ اپنے چچا کے لئے استغفار کرتے ہیں ہم بھی اپنے آباء کے لئے استغفار کریں گے، تب یہ آیت نازل ہوئی"

(5)۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ آمنہ بنت وہب کی قبر پر تشریف لے گئے، اور رب تعالیٰ سے اُن کے لئے استغفار کا سوال کیا، جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت عطا نہیں فرمائی، نبی ﷺ کو اپنی والدہ کے لئے

استغفار کی اجازت نہ ملنے پر رنج و غم ہوا، اورآپ کے آنسو رواں ہوئے، جس پر سورہ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی

(صحیح ابن حبان ح981، رسائل ج12، ص320-321)اخبار مکۃ للازرقی: ج 2ص-210 273، تاریخ المدینۃ لابن شبۃ: ج1ص118، تاریخ مکۃ للفاکھی: ج4ص28، شرح مشکل الآثار: ج 6 ص 285، ح2487، المسند الشاشی: ج1 ص395، ح397، المستدرک ح2392، انیس الساری: ج2ص1545، ح1141،)

اس روایت کی سند میں راوی ایوب بن ہانی سے متعلق امام یحیٰی بن معین فرماتے ہیں ضعیف ہے، ابن عدی فرماتے ہیں میں اِس کو نہیں جانتا، یعنی مجہول ہے، ابن حجر فرماتے ہیں صدوق فیہ لین سچا تو ہے لیکن اِس میں کمزوری ہے (علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص322321:) اکیلے ابن حبان کی توثیق میں وزن نہیں ہے۔

(2) ایوب بن ہانی سے روایت کرنے والا ابن جریج ہے، یحیٰی بن سعید کہتے ہیں کہ جب ابن جریج روایت کرتے ہوئے یوں کہے کہ فلاں راوی نے کہا تو ایسی روایت ہوا کی طرح کی (بے حیثیت) ہے (تہذیب الکمال)

(توجب عَن سے روایت کرے تو وہ بطریق اولیٰ بے حیثیت ہو گی) یہ مدلس اور بکثرت تدلیس کرتا ہے، امام دار قطنی فرماتے ہیں اِس کی تدلیس سے پرہیز کیا جائے کیوں کہ بُری تدلیس کرتا ہے، مجروح راوی سے جو سنا ہوتا ہے اُس میں تدلیس کرتا ہے (اکمال تہذیب الکمال) یزید بن زریع کہتے ہیں ابن جریج جھاگ والے تھے (اُس کی روایات میں جھاگ کی سی بیکار چیزیں بھی ہیں) امام مالک فرماتے ہیں حاطبِ لیل (اندھیری رات میں ہاتھ مارنے والا) ہے، جریر بن عبد الحمید کہتے ہیں ابن جریج متعہ کے جواز کے قائل تھے ساٹھ عورتوں سے نکاحِ متعہ کیا، میں نے اُس کو دیکھا ہے لیکن اُس سے حدیث نہیں سنی (تذہیب تھذیب الکمال)۔

قَالَ شُعَيْبُ الْاَرْنُؤْوطُ اِبْنُ جُرَيْجٍ مُدَلِّسٌ وَقَدْعَنْعَنَ،وَاَيُّوْبُ بْنُ هَانِئْ فِيْهِ لِيْنٌ ۔

شیخ شعیب ارنؤوط فرماتے ہیں اس روایت کی سند میں ابن جریج مدلس ہے، اوراُس نے روایت معنعن بیان کی ہے، اوردوسراراوی ایوب بن ہانی ہے، جس میں کمزوری ہے (علمی و تحقیق رسائل ج12،ص321)

امام ذہبی فرماتے ہیں

هٰذَا مِنْ غَرَائِبِ الحَدِيْث، أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَهْ عَنِ الثِّقَةِ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ مُخْتَصَرًا، وَأَيُّوْبُ هٰذَا كُوْفِيٌّ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ مُعِيْنٍ ۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ ابن مندۃ،)

یہ غریب احادیث میں سے ہے۔۔۔راوی ایوب کوفی کو یحیی بن معین نے ضعیف کہا ہے،

محقق ابوحذیفہ نبیل بن منصور کویتی فرماتے ہیں:

قُلْتُ: اَلْحَدِيْثُ إِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ، فِيْهِ عَنْعَنَةُ ابْنِ جُرَيْجٍ فَإِنَّهُ كَانَ مُدَلِّسًا، وَقَدْ تَفَرَّدَ بِالرِّوَايَةِ عَنْ أَيُّوْبِ بْنِ هَانِئْ كَمَا قَالَ الذَّهَبِيْ فِي "الْمُجَرَّدِ"، وَأَيُّوْبُ اِخْتَلَفُوْا فِيْهِ (انیس الساری۔ :ج2ص547، حرف الھمزۃ،ح1141، موسسۃ الریان، بیروت)

میں کہتاہوں اس حدیث کی سند ضعیف ہے، اس میں ابن جریج نے عنعنہ طریقے سے روایت کی ہے، اوروہ مدلّس تھا، اور پھروہ ایوب بن ہانی سے روایت کرنے میں اکیلاہے، جیساکہ ذہبی نے مجرد میں فرمایا، اورایوب سے متعلق محدثین نے اختلاف کیا۔

شیخ حسن سلیم درانی فرماتے ہیں،

إِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ اِبْنُ جُرَيْجٍ قَدْ عَنْعَنَ وَهُوَ مَوْصُوْفٌ بِالتَّدْلِيْسِ. وَقَالَ الدَّوْرِيْ فِيْ تَارِيْخِ ابْنِ مُعِيْنٍ 4/ 484 برقم (5401): قَالَ يَحْيٰى: هٰذَا فِيْ كُتُبِ ابْنِ جُرَيْجٍ مُرْسَلٌ

فِيْمَا أَظُنُّ، وَلٰكِنْ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ يُسَاوِيْ شَيْئًا، قَدَّمَ أَيُّوْبُ بْنُ هَانِئْ هٰذَا، وَكَانَ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثَ. (تحقیق و تعلیق علی موارد الظمآن، حدیث ہذا)

اس کی سند ضعیف ہے، ابن جریج راوی ہے جس نے معنعن بیان کی اور وہ تدلیس سے موصوف ہے، اور دوری نے تاریخ ابن معین میں بیان کیا کہ یحیی فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ کتبِ ابن جریج میں مرسل نقل ہے، لیکن یہ روایت کسی شے کے برابر نہیں، ایوب بن ہانی نے اس کا اقدام کیا اور وہ حدیث میں کمزور ہے۔

شیخ کمال بسیونی زغلول فرماتے ہیں،

(532)إِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ: اِبْنُ جُرَيْجٍ مُدَلِّسٌ وَقَدْ عَنْعَنَهٗ، أَيُّوْبُ بْنُ هَانِئْ قَالَ الْحَافِظُ فِي التَّقْرِيْبِ: صَدُوْقٌ فِيْهِ لِيْنٌ، وَقَالَ فِيْ تَهْذِيْبِ التَّهْذِيْبِ: قَالَ ابْنُ مُعِيْنٍ ضَعِيْفٌ (تحقیق و تعلیق علی اسباب النزول للواحدی ص268)

اس روایت کی سند کمزور ہے، ابن جریج مدلس ہے جس نے روایت معنعن بیان کی، ایوب بن ہانی سے متعلق حافظ فرماتے ہیں سچا تو ہے لیکن اِس میں کمزوری ہے، تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ ابن معین نے ایوب کو ضعیف بتایا۔

اگر کہا جائے کہ اس حدیث کو دیگر اسناد کے ساتھ بعض دوسرے محدثین نے بھی روایت کیا ہے، چنانچہ ازرقی نے اخبار مکۃ میں عمر بن عبد العزیز اور ابن شہاب زہری کی سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص323)

جواب یہ ہے کہ اخبار مکۃ للازرقی کی جو روایت ہے وہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر تک نہیں ہے، اور عبید اللہ کی اپنے دادا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں، وہ اُن سے مرسل روایات کرتے ہیں جب کہ یہاں تو وہ دادا کا یا اپنے بعد کے کسی راوی کا نام ہی نہیں لے رہے ہیں۔

پھر سند میں راوی(۱) عبد العزیز بن عمران بن عبد العزیز ابن ابی ثابت قرشی زہری ہے جس کی محدثین میں سے کوئی تعریف نہیں کرتا، محدثین فرماتے ہیں، یہ تو محض شعر گو تھا، ثقہ نہیں، لوگوں کو گالی دیتا اور اُن کے انساب میں طعن کرتا، اُس کی حدیث لَیْسَ بِشَیْءٍ ہے، محدثین سخت ضعیف منکر الحدیث، متروک الحدیث کہتے اور اُس کی حدیث نہ لکھنے کا حکم دیتے ہیں۔

(علمی رسائل ج12، ص323، حواشی)

اور(۲) عبد العزیز بن عمران کا استاذ محمد بن عمر کون ہے؟ نہیں معلوم کہ یہ کونسی ہستی ہے؟ تو یہ سند تو شدید ضعیف سے بھی شاید اوپر درجہ کی ضعیف ہو گی، مفتی رضوان خان صاحب بھی لکھتے ہیں،

"اس روایت کی سند بھی اگرچہ ضعیف ہے" (علمی رسائل ج21، ص621)

اگر کہا جائے کہ ازرقی نے ابن جریج سے ابن ابی ہانی وغیرہ کے واسطے کے بغیر براہ راست حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

تو جواب یہ ہے کہ اُس میں ابن جریج براہ راست حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کررہے ہیں، درمیان کے واسطے حذف ہیں، اور(۱) ابن جریج کا حال ابھی گزرا، اور اُس میں راوی(۲) عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی روّاد ہے، یہ مرجی تھا، گو بعض محدثین نے اُس کی توثیق کی ہے، لیکن ابن حبان کہتے ہیں منکر الحدیث قابلِ ترک ہے، روایات کو الٹ پلٹ دیتا ہے اور مشہور راویوں سے منکر روایتیں کرتا ہے، ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں، دار قطنی کہتے ہیں اِس سے حجت نہ لی جائے، امام حمیدی اِس میں کلام کرتے تھے (میزان الاعتدال) محمد بن یحیی نے ضعیف کہا، ابو احمد حاکم کہتے ہیں محدثین کے ہاں مضبوط نہیں، ابن سعد ضعیف کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب)

علامہ محمد بن احمد بن سعید حنفی مکی رحمۃ اللہ علیہ (م1150ھ) حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے متعلق فرماتے ہیں

اَلثَّانِيْ: أَنَّ حَدِيْثَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَإِنْ صَحَّحَهُ الْحَاكِمُ فَقَدْ تَعَقَّبَهُ الذَّهَبِيْ فِيْ مُخْتَصَرِهٖ قَالَ: فِيْ سَنَدِهٖ أَيُّوْبُ بْنُ هَانِيْ، ضَعَّفَهُ ابْنُ مُعِيْنٍ. فَهٰذِهٖ عِلَّةٌ تَقْدَحُ فِيْ صِحَّتِهٖ.اَلثَّالِثُ: أَنَّ الْحَدِيْثَ مُضْطَرِبٌ، فَفِيْ بَعْضِ رِوَايَاتِهٖ أَنَّ الْقَبْرَ بِمَكَّةَ، وَفِيْ بَعْضِهَا، بِالْأَبْوَا، وَفِيْ بَعْضِهَا: قِبَلَ ثَنِيَّةِ عَسْفَانَ. فَهٰذِهٖ عِلَّةٌ ثَانِيَةٌ تَقْدَحُ فِيْهِ.اَلرَّابِعُ: أَنَّ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ هٰذَا الْحَدِيْثِ - وَهُوَ أَصَحُّهَا - كَمَا ذَكَرَهُ الْحَافِظُ السُّيُوْطِيْ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم زَارَ قَبْرَ أُمِّهٖ فِيْ أَلْفِ مُقَنَّعٍ، فَمَا رُأِيَ أَكْثَرُ بَاكِيًا ذَلِكَ الْيَوْمِ. رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ.

وَهٰذِهِ الرِّوَايَاتُ لَيْسَ فِيْهَا ذِكْرٌ لِسَبَبِ نُزُوْلِ الْآيَةِ، وَقَدْ يَكُوْنُ الْبُكَاءُ لِمُجَرَّدِ الرِّقَّةِ الْحَاصِلَةِ مِنْ زِيَارَةِ الْأَمْوَاتِ مِنَ الْأَحْيَاءِ لَا لِأَمْرٍ آخَرَ.فَبِمَا تَقَرَّرَ، ظَهَرَ أَنَّ الْعَمَلَ عَلٰى مَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ مِنْ أَنَّ سَبَبَ النُّزُوْلِ لَهَا قَضِيَّةُ أَبِيْ طَالِبٍ۔

(الزیادۃ والاحسان فی علوم القرآن ج1ص307:306،ط مرکز البحوث والدراسات)

"دوم: حدیثِ ابن مسعود کو اگرچہ حاکم نے صحیح کہا لیکن امام ذہبی نے مختصر میں رد کیا کہ سند میں ایوب بن ہانی ہے جس کو یحیی بن معین نے ضعیف کہا ہے، تو یہ علت حدیث کی صحت کے لئے قادح ہے۔

سوم: حدیثِ ابن مسعود مضطرب ہے، کہ اس کی بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ کی قبر مکہ مکرمہ میں ہے، اور بعض میں ابواء میں اور بعض میں ثنیہ عسفان کی جانب ہو نا ذکر ہے، یہ دوسری قادح علت ہے۔

چہارم: حدیث کے بعض طرق میں جو کہ طرق میں سے زیادہ صحیح ہیں جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے ذکر کیا اتنا ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے والدہ کی قبر کی زیارت کی، اور آپ کے ساتھ ہزاروں آدمی تھے، اُس دن سے زیادہ آپ ﷺ کو روتے نہیں دیکھا گیا، اس کو حاکم نے روایت کیا اور

صحیح کہا، ان روایات میں یہ ذکر نہیں کہ آیت کا سببِ نزول یہ قصہ ہوا، اور کبھی رونا محض اُس رقت کے سبب ہوا کرتا ہے جو مردوں کی زیارت کی وجہ سے زندوں کو ہوا کرتی ہے، اور یہ رونا کسی اور وجہ سے نہیں ہوتا، اس ساری وضاحت سے واضح ہوا کہ صحیحین کی روایت پر عمل (اور عقیدہ) ہوگا کہ سببِ نزول ابو طالب کا قصہ ہے"۔

شیخ خالد بن سلیمان مزینی صاحب آیت کے یہ متعدد اسباب نزول لکھ کر فرماتے ہیں،

هٰذِہٖ ثَلَاثَۃُ اَحَادِیْثٍ جَاءَ فِیْهَانُزُوْلُ هٰذِہِ الْاٰیَۃِ الْکَرِیْمَۃِ فَذَهَبَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ لِتَکَرُّرِ النُّزُوْلِ وَعِنْدِیْ واللّٰہ اَعْلَمُ اَنَّ هٰذِہِ الْاَحَادِیْثَ لَاتَدُلُّ عَلٰی ذَالِکَ وَبَیَانُ ذَالِکَ اَنْ یُّقَالُ اَنَّ حَدِیْثَ ابْنِ مَسْعُوْدٍرَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ فِیْ زِیَارَۃِ النَّبِیِّ ﷺ قَبْرَ اُمِّہٖ وَاسْتِغْفَارِہٖ لَهَا وَنُزُوْلِ الْاٰیَۃِ فِیْہِ لَایَصِحُّ سَبَبًا لِلنُّزُوْلِ لِضُعْفِ سَنَدِہٖ وَقَدْقَالَ فِیْہِ الذَّهَبِیْ هٰذَامِنْ غَرَائِبِ الْحَدِیْثِ وَقَالَ ابْنُ کَثِیْرٍ غَرِیْبٌ،وَاَمَّاحَدِیْثُ عَلِیِّ رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ فِیْ سِمَاعِہٖ رَجُلًا یَسْتَغْفِرُلِاَبَوَیْہِ وَهُمَامُشْرِکَانِ فَالْحَدِیْثُ اَیْضًالَایَصِحُّ لِضُعْفِہٖ فِیْ سَنَدِہٖ وَشُذُوْذِہٖ فِیْ مَتَنِہٖ فَکَیْفَ یُحْتَجُّ بِہٖ عَلَی النُّزُوْلِ فَلَمْ یَبْقَ اِلَّاحَدِیْثُ الْمُسَیِّبِ رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ فِیْ اِسْتِغْفَارِ رَسُوْلِ اللّٰہ ﷺ لِعَمِّہٖ اَبِیْ طَالِبٍ لِصِحَّۃِ اِسْنَادِہٖ وَاحْتِجَاجِ جَمْهُوْرِالْعُلَمَاءِ بِہٖ وَاللّٰہ اَعْلَمُ۔ (المحرر فی اسباب نزول القرآن ج1ص149،)

"یہ تین حدیثیں ہیں جن میں اس آیت کے نزول کا سبب ذکر ہوا، تو بعض علماء اس طرف گئے کہ نزول مکرر ہوا ہے، لیکن زیادہ تو اللہ کو معلوم ہے میرے نزدیک یہ احادیث نزول کے تکرار کی دلیل نہیں بنتیں، اِس کی وضاحت یہ ہے کہ: حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی جو روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے والدہ کی قبر کی زیارت کی اور اُس کے لئے استغفار کرنا چاہا تو یہ آیت نازل ہوئی، یہ بات سببِ نزول نہیں بنتی کیوں کہ حدیث کی سند کمزور ہے اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی جو حدیث ہے کہ اِس کا نزول اس واقعہ میں ہوا کہ اُنہوں نے ایک شخص کو اپنے مشرک والدین کے لئے استغفار کرتے سُنا، یہ حدیث بھی

صحیح نہیں کیونکہ سند ضعیف ہے اور متن شاذ ہے، تونزول سے متعلق اُس کو کیسے حجت بنایا جاسکتا ہے ؟
اب صرف حضرت مسیب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی حدیث باقی رہ گئی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جناب ابو طالب کے لئے استغفار کیا تب یہ آیت نازل ہوئی، اِس کی سند بھی صحیح ہے ،اور جمہور علماء نے بھی اِس کو حجت بنایا ہے"۔

علامہ ناصر الدین البانی بھی اِس مضمون کی روایت کے تحت لکھتے ہیں،

وَفِی الْحَدِیْثِ نَکَارَۃٌ ظَاھِرَۃٌ وَھِیَ نُزُوْلُ الْاٰیَتَیْنِ مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْااِلٰی آخِرِ ھِمَافِیْ زِیَارَتِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم لِقَبْرِاُمِّہٖ وَالْمَحْفُوْظُ اَنَّھَا نَزَلَتَافِیْ مَوْتِ عَمِّہٖ اَبِیْ طَالِبٍ مُشْرِکًا،وَفِیْ ذَالِکَ اَحَادِیْثُ کَثِیْرَۃٌ سَرَدَھَاالسُّیُوْطِیْ فِی الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ(ج3،ص282تا 284)وَاَحَدُھَا فِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیْ وَ صَحِیْحِ مُسْلِمْ وَغَیْرِھِمَامِنْ حَدِیْثِ سَعِیْدِبْنِ الْمُسَیِّبِ عَنْ اَبِیْہِ ۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ج11ص222،رقم5131)

"روایت کا واضح منکر ہونا ظاہر ہے،وہ یہ کہ روایت میں ہے کہ یہ دوآیتیں اُس وقت نازل ہوئیں جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی جب کہ محفوظ شانِ نزول یہ ہے کہ یہ آیتیں جناب ابو طالب کے مشرک ہونے کی حالت میں وفات پانے سے متعلق نازل ہوئیں، اور اِس بارے میں کثرت سے روایات ہیں جن کو علامہ سیوطی نے در منثور میں درج کیا، جن میں سے ایک روایت بخاری و مسلم میں حضرت مسیب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی ہے۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (م1394ھ) فرماتے ہیں،

وَاَمَّامَاوَقَعَ فِیْ حَدِیْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍفَنَزَلَتْ وَمَاکَانَ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْآیَۃَ مُخَالِفٌ لِمَارَوَاہُ الثِّقَاتُ مِنْ اَنَّ نُزُوْلَھَااِنَّمَاکَانَتْ فِیْ قِصَّۃِ اَبِیْ طَالِبٍ کَمَا اَخْرَجَہُ الْبُخَارِیْ وَھِیَ مِنْ آیَاتِ الْبَرَاءَۃِ۔فَھٰذِہٖ رِوَایَۃٌ شَاذَۃٌ لَاتُؤَثِّرُ فِیْمَاحَقَّقْنَاہُ۔

(التعلیق الصبیح ج2ص272، حیدرآباد دکن)

"اور وہ جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سورہ براءت کی آیت آپ ﷺ کی والدہ سے متعلق نازل ہوئی، تو یہ روایت ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہے کہ سورہ براءت کی آیت کا نزول ابو طالب سے متعلق ہوا، جیسا کہ بخاری میں ہے۔۔۔ لہٰذا یہ روایت شاذ ہے، جو ہماری بیان کی ہوئی تحقیق پر اثر انداز نہیں ہوتی"۔

الشیخ علامہ عبد اللہ شاذلی بحری رحمۃ اللہ علیہ (م بعد 1203ھ) بھی فرماتے ہیں،

وَاَمَّاآیَۃُ مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْااَنْ یَّسْتَغْفِرُوْالِلْمُشْرِکِیْنَ الایۃ فَالصَّحِیْحُ اَنَّھَافِیْ حَقِّ اَبِیْ طَالِبٍ ۔ (الجواھر السنیۃ فی شرح الھمزیۃ مخطوطہ ص14)

"رہی یہ آیت! تو صحیح یہ ہے کہ یہ جناب ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے"۔

علامہ نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ (م 1307ھ) فرماتے ہیں،

وَقَدْ رُوِیَ فِيْ سَبَبِ نُزُوْلِ الْآیَۃِ اِسْتِغْفَارُ النَّبِيِّ ﷺ- لِأَبِيْ طَالِبٍ مِنْ طُرُقٍ کَثِیْرَۃٍ وَأَصْلُہٗ فِي الصَّحِیْحِیْنِ، وَمَا فِیْھِمَا مُقَدَّمٌ عَلٰی مَا لَمْ یَکُنْ فِیْھِمَا عَلٰی فَرْضِ أَنَّہٗ صَحِیْحٌ فَکَیْفَ وَھُوَ ضَعِیْفٌ غَالِبُہٗ ۔ (فتح البیان ج5، ص411)

اس آیت کے شان نزول میں نبی کریم ﷺ کا جناب ابو طالب کے حق میں استغفار کرنا بکثرت سندوں سے منقول ہے، جس کی اصل بخاری و مسلم میں ہے، اور جو اُن دو میں ہے وہ اُس پر مقدم ہے جو اُن دو میں نہیں بشرطے کہ صحیح بھی ہو، جب کہ وہ زیادہ تر ضعیف ہے۔

شیخ عبد اللہ بن محمد الحوالی الشمرانی فرماتے ہیں،

اِنَّ آیَتَیِ التَّوْبَۃِ رُوِیَ فِیْ نُزُوْلِھَاعِدَۃُ اَسْبَابٍ،وَالْمَحْفُوْظُ مِنْھَامَارَوَاہُ سَعِیْدُبْنُ الْمُسَیِّبِ بْنِ حَزَنٍ عَنْ اَبِیْہِ رَضِیَ اللہ عَنْھُمَا فِی الصَّحِیْحَیْنِ وَاَنَّھَانَزَلَتْ فِیْ اِسْتِغْفَارِ النَّبِیِّ ﷺ لِعَمِّہٖ اَبِیْ طَالِبٍ ۔ (دررء الحزن ص482، مدار الوطن للنشر)

"سورہ توبہ کی اِن دونوں آیتوں کے نزول کے کئی سبب منقول ہیں، اُن میں سے محفوظ وہی ہے جو حضرت سعید بن مسیب اپنے والد سے بخاری و مسلم میں نقل کرتے ہیں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، اور یہ کہ یہ آیتیں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چچا ابو طالب سے متعلق نازل ہوئی ہیں"۔

شیخ محمد عزت دروزہ بن عبد الہادی فلسطینی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ (م1404ھ) فرماتے ہیں،

وَالْحَدِيْثُ الَّذِيْ يُذْكَرُ أَنَّ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيْ صَدَدِ اِسْتِغْفَارِ النَّبِيِّ لِأُمِّهٖ لَيْسَ مِنْ الصَّحَاحِ۔ (التفسیر الحدیث ج9ص544، ط قاہرہ، ش)

وہ حدیث جو ذکر کی جاتی ہے کہ یہ آیت والدہ کے لئے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے استغفار کرنے سے متعلق نازل ہوئی، یہ صحیح حدیثوں میں سے نہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ (م1270ھ) فرماتے ہیں،

وَلَا يَخْفٰى أَنَّ الصَّحِيْحَ فِيْ سَبَبِ النُّزُوْلِ هُوَ الْأَوَّلُ. نَعَمْ خَبْرُ الْإِسْتِئْذَانِ فِي الْإِسْتِغْفَارِ لِأُمِّهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَعَدْمُ الْإِذْنِ جَاءَ فِيْ رِوَايَةٍ صَحِيْحَةٍ لٰكِنْ لَيْسَ فِيْهَا أَنَّ ذٰلِكَ سَبَبُ النُّزُوْلِ ۔ (روح المعانی ج11، ص34 امدادیہ)

یہ بات مخفی نہیں کہ آیت کا شانِ نزول پہلا (ابو طالب سے متعلق) ہی صحیح ہے، ہاں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا والدہ کے لئے استغفار کی اجازت مانگنا اور اجازت نہ ملنا صحیح روایت میں آیا ہے، لیکن (صحیح) روایت میں یہ نہیں ہے کہ آیت کا شانِ نزول بھی یہی ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ (م1225ھ) فرماتے ہیں،

وَمَا يَدُلُّ عَلٰى اِنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِىْ اٰمِنَةَ أُمِّ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَعَبْدِ اللهِ أَبِيْهِ فَلَا يَصْلِحُ مِنْهَا شَيْءٌ وَلَيْسَ شَيْءٌ مِنْهَا مَا يَصْلِحُ اَنْ يُّعَارِضَ مَا ذَكَرْنَا فِى الْقُوَّةِ فَيَجِبُ رَدُّهَا۔
(التفسیر المظہری ج4ص306)

جو روایتیں دلالت کرتی ہیں کہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کے والدین سے متعلق نازل ہوئی، اُن میں سے کوئی درست نہیں ہے، اور نہ کوئی روایت اس قابل ہے کہ اُس کے مقابل جو (ابو طالب سے متعلق) قوی روایت ہے اُس کا مقابلہ کر سکے، لہٰذا ایسی روایتوں کو رد کر دینا واجب ہے۔

شیخ احمد بن عبد العزیز بن مقرن قصیر فرماتے ہیں،

وَأَمَّا نُزُوْلُ الْآيَةِ فِيْ ذَلِكَ فَضَعِيْفٌ أَيْضًا، وَالثَّابِتُ فِي الصَّحَيْحَيْنِ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ أَبِيْ طَالِبٍ۔

(الاحادیث المشکلۃ الواردۃ فی تفسیر القرآن الکریم ج 1، ص 325)

یہ بات کہ آیت آپ ﷺ کی والدہ سے متعلق نازل ہوئی ضعیف ہے، صحیحین میں یہی ثابت ہے کہ آیت جناب ابو طالب سے متعلق نازل ہوئی ہے۔

آیات کے نزول میں تکرار نہیں ہوا:

پھر اسبابِ نزول کی روایات میں اول تو بہت دفعہ کئی راویوں کو غلطی لگ جاتی ہے، سمجھتے ہیں کہ فلاں آیت اس واقعہ پر نازل ہوئی اور وہ اُن کا اجتہاد ہوتا ہے مضمون ملتا جُلتا دیکھ کر آیت کا سببِ نزول اُس واقعہ کو بناتے ہیں، حالاں کہ آیت کا نزول اُس واقعہ سے پہلے یا کسی دوسرے واقعہ میں ہو چکا ہوتا ہے، اس لئے بہت سی آیات کے متعدد اسبابِ نزول نقل ہو جاتے ہیں، جب کہ کسی آیت کا نزول ایک ہی بار ہو سکتا ہے نہ کہ متعدد بار، علامہ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

لٰكِنَّ الْاَصْلَ عَدْمُ تَكْرَارِ النُّزُوْلِ

(فتح الباری ج9 ص347، کتاب التفسیر باب و انذر عشیرتک الاقربین، دار الفکر)

"اصل یہ ہے کہ آیت کا نزول کئی بار نہیں ہوتا (صرف ایک بار ہی ہوتا ہے)"

تو پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ اول مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہو، پھر دوبارہ مدینہ طیبہ میں نازل ہو گئی ہو؟

شیخ خالد بن سلیمان مزینی آیات میں نزول کے تکرار اور عدمِ تکرار کی بحث کرتے ہوئے عدمِ تکرارِ نزول کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں،

ا۔ - أَنَّ تَكَرُّرِ النُّزُوْلِ خِلَافُ الْأَصْلِ. قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: (وَالْأَصْلُ عَدْمُ تَكَرُّرِ النُّزُوْلِ). وَهٰذَا حَقٌّ أَنَّ الْأَصْلَ عَدْمُهُ، وَمَنْ خَالَفَ الْأَصْلَ طُوْلِبَ بِالدَّلِيْلِ.

ب۔ - عَدْمُ الْفَائِدَةِ فِيْ تَكَرُّرِ النُّزُوْلِ لِأَنَّهُ تَحْصِيْلُ حَاصِلٍ، وَهٰذَا صَحِيْحٌ فَلَمْ أَجِدْ فِيْمَا ذَكَرُوْا فَائِدَةً مِنْ تَكَرُّرِ النُّزُوْلِ، بَلْ هُوَ تَحْصِيْلُ أَمْرٍ حَاصِلٍ مَوْجُوْدٍ.

ج۔ عَدْمُ وُجُوْدِ الدَّلِيْلِ الصَّحِيْحِ عَلَى التَّكَرُّرِ. وَهٰذَا حَقٌّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ مِنْ دِرَاسَةِ الْأَمْثِلَةِ الَّتِيْ ذَكَرُوْهَا، وَإِذَا انْتَفٰى دَلِيْلُ الْقَوْلِ اِنْتَفَى الْقَوْلُ ضَرُوْرَةً.

وَبِمَا تَقَدَّمَ يَتَبَيَّنُ أَنَّهُ لَيْسَ لِتَكَرُّرِ نُزُوْلِ بَعْضِ السُّوَرِ وَالْآيَاتِ وُجُوْدٌ أَصْلاً فِيْ كِتَابِ اللهِ تَعَالٰى أَوْ سُنَّةِ رَسُوْلِهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(المحرر فی اسباب نزول القرآن ج1ص154، ط دار ابن الجوزی)

1. تکرارِ نزول خلافِ اصل ہے، علامہ ابن حجر فرماتے ہیں اصل عدمِ تکرارِ نزول ہے، اور یہ بات حق ہے، کہ اصل عدمِ تکرار ہے، تو جو خلافِ اصل کا دعوی کرے گا اُس سے دلیل مانگی جائے گی۔
2. تکرارِ نزول کا فائدہ نہیں، کیوں کہ یہ تحصیلِ حاصل ہے، واقعی یہ بات صحیح ہے، تو تکرارِ نزول کے جو فائدے بیان کئے ہیں وہ کوئی فائدے نہیں، بس تحصیلِ حاصل ہی ہے۔
3. تکرارِ نزول کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے، واقعی اوپر جو مثالیں ہوئی ہیں، اُن سے واضح ہو گیا کہ اس قول کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور جب اس قول کی کوئی دلیل نہیں تو یہ قول بھی منتفی ہوا، بیان سے واضح ہوا کہ بعض سورتوں اور آیات کے تکرارِ نزول کا وجود نہ کتابُ اللہ میں ہے نہ سنتِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں ہے۔

شیخ مناع بن خلیل القطان (م1420ھ) فرماتے ہیں،

هٰذَا مَا يَذْكُرُهٗ عُلَمَاءُ الْفَنِّ فِيْ تَعَدُّدِ النُّزُوْلِ وَتَكَرُّرِهٖ، وَلَا أَرٰى لِهٰذَا الرَّأْيِ وَجْهًا مُسْتَسَاغًا، حَيْثُ لَا تَتَّضِحُ الْحِكْمَةُ مِنْ تَكْرَارِ النُّزُوْلِ۔

(مباحث فی علوم القرآن ص91)

علماءِ فن جو نزول کا تعدد اور تکرار بیان کرتے ہیں اس رائے کے لئے مجھے کسی طرح کی گنجائش نہیں لگتی، کہ تکرار نزول کی کوئی حکمت واضح نہیں ہوتی۔

رہا یہ کہ مفسرین نزول کا تعدد و تکرار بیان کرتے ہیں !تو بات یہ ہے کہ وہ حضرات متعدد ملتے جلتے اور آگے پیچھے ہونے والے واقعات کے متعلق جو شانِ نزول کی روایات لے لیتے ہیں، تو وہاں آیات کے نزول میں تکرار محض امکانی واحتمالی درجہ میں لیتے ہیں، کہ ہو سکتا ہے کہ اِس واقعہ میں نزول ہوا ہو، اور ممکن ہے کہ اِس واقعہ میں نزول ہوا ہو، اور محض احتمال وامکان وقوع کو لازم نہیں ہے، امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں بھی یہی کچھ ہے۔

فَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالسَّبَبِ الَّذِي كَانَ فِيهِ نُزُولُ مَا قَدْ تَلَوْنَا، غَيْرَ أَنَّهُ قَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ نُزُولُ مَا قَدْ تَلَوْنَا بَعْدَ أَنْ كَانَ جَمِيعُ مَا ذَكَرْنَا مِنْ سَبَبِ أَبِي طَالِبٍ، وَمِنْ سَبَبِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيمَا كَانَ سَمِعَهُ مِنَ الْمُسْتَغْفِرِ لِأَبَوَيْهِ، وَمِنْ زِيَارَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهِ، وَمِنْ سُؤَالِ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَ ذَلِكَ الْإِذْنَ لَهُ فِي الِاسْتِغْفَارِ لَهَاالخ

(شرح مشکل الآثار، علمی رسائل ج21، ص659)

اللہ تعالیٰ ہی اس سبب کو زیادہ جانتے ہیں جس میں یہ آیت نازل ہوئی، مگر ہاں ہو سکتا ہے کہ اِن تمام واقعات ہونے کے بعد نزول ہوا ہو، یعنی ابو طالب کا واقعہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آدمی سے اپنے والدین کے لئے استغفار سننے کا واقعہ، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا والدہ کی قبر کی زیارت کا واقعہ، والدہ کے لئے استغفار کی اجازت کا واقعہ۔

اول امام طحاوی ظاہر کرتے ہیں کہ اُن کو بالتعیین کسی ایک واقعہ کے سببِ نزول ہونے کا علم نہیں، پھر قَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ نُزُولُ سے محض امکان واحتمال کے درجہ میں بتارہے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ سب واقعات سببِ نزول ہوئے ہوں، اور عرض کر دیا کہ محض امکان واحتمال یقینی وقوع کو لازم نہیں ہے۔

مولانا محمد جمال الدین بن محمد سعید القاسمی (م1332ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

سَاقَ الْمُفَسِّرُوْنَ هَاهُنَارِوَايَاتٌ عَدِيْدَةٌ فِيْ نُزُوْلِ الْآيَةِ وَلَمَّارَآهَامُتَنَافِيَةً حَاوَلَ الْجَمْعَ بَيْنَهَابِتَعَدُّدِالنُّزُوْلِ، وَلَاتُنَافِيْ لِمَاقَدَّمْنَاهُ مِنْ اَنَّ قَوْلَهُمْ نَزَلَتْ فِيْ كَذَاقَدْيُرَادُبِهٖ اَنَّ حُكْمَ الْآيَةِ يَشْمُلُ مَاوَقَعَ مِنْ كَذَابِمَعْنٰى اَنَّ نُزُوْلَهَايَتَنَاوَلُهٗ ،وَقَدْ يُرَادُبِهٖ اَنْ كَذَاكَانَ سَبَبًا لِنُزُوْلِهَاوَمَاهُنَامِنَ الْاَوَّلِ،وَنَظَائِرُهٗ كَثِيْرَةٌ فِى التَّنْزِيْلِ۔ (تفسیر القاسمی ج5ص516)

مفسرین نے اِس آیت کے شان نزول میں متعدد روایتیں ذکر کیں، اور جب اُن میں تضاد معلوم ہوا، تو تطبیق یہ کی کہ اِس آیت کا نزول کئی بار ہوا، حالاں کہ تضاد نہیں (تو تکرار نزول نہیں) کیوں کہ راوی جو کہتے ہیں کہ آیت فلاں واقعہ میں نازل ہوئی کبھی اُس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ آیت کا حکم اِس واقعہ کو بھی شامل ہے، یعنی آیت کا نزول اِس قصہ کو بھی عام ہے، اور کبھی یہ مراد ہوتی ہے کہ آیت کا واقعی سببِ نزول یہی واقعہ ہے، یہاں پہلا مطلب مراد ہے، اور قرآن مجید میں اِس کی مثالیں بہت ہیں۔

عبارت کا مطلب واضح ہے کہ مختلف راویوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق سمجھا کہ یہ یہ واقعہ آیت کے مضمون میں داخل ہے، جب کہ آیت ایک واقعہ میں نازل ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ کسی راوی کا اجتہاد عقیدہ کے ثبوت کے لئے دلیل نہیں بن سکتا۔

رہی مفسرین کی عبارتیں! تو حضور ﷺ کی والدہ سے متعلق آیت کے نزول کی روایتیں تو یہی ہیں جن کا ابھی ذکر ہوا، مفسرین کئی توقیل ، يُقَالُ، رُوِی، يُرْوٰی سے ذکر کرتے

ہیں(جو قابلِ توجہ نہیں، کیوں کہ وہ کوئی علیحدہ مستقل روایت نہیں)اور کئی اِس اشکال سے جان نہ چھڑا سکے کہ ابو طالب کی وفات مکہ مکرمہ میں ہے اور آیت مدینہ میں نازل ہوئی تو جناب ابو طالب کی وفات کا واقعہ کیسے سببِ نزول بن سکتا ہے؟

تواِس سے جان چھڑانے کی صورت یہ سمجھے کہ آیت کو تو مکی نہ کہا اور سببِ نزول حضور ﷺ کا والدہ کی قبر کی زیارت کا واقعہ ٹھہرا لیا، اور سمجھے کہ اشکال سے خلاصی ہو گئی، حالانکہ اِس سے خلاصی نہیں ہوئی، اشکال کا حل یہ ہے کہ سببِ نزول جناب ابو طالب کا واقعہ ہے اور آیت بھی مکی ہے گو مدنی سورت میں ہے۔

رہا یہ کہ اگرچہ یہ روایات کمزور ہیں لیکن شانِ نزول میں مفسرین کمزور روایات لیا کرتے ہیں!!

توبات یہ ہے کہ مفسرین تو واقعی شانِ نزول سے متعلق کمزور روایات لیا کرتے ہیں (اگرچہ شانِ نزول میں بھی کمزور روایات لینا بہتر نہیں، سوائے اس کے کہ مجبوری ہو) مگر یہاں شانِ نزول سے زیادہ بات عقیدے کے اثبات کی ہے، اور عقیدے کے اثبات کے لئے معتبر صحیح نصوص ضروری ہیں، اور جب یہ کمزور ہیں، تو معتبر صحیح نصوص تو نہ ہوئیں، پھر ان سے عقیدے کا اثبات (اور وہ بھی نبی کریم ﷺ کی والدہ کے مشرکہ اور جہنمی ہونے کا اثبات) کیوں کیا جا رہا ہے؟

دوسری آیت: سورہ توبہ آیت 114 کا شانِ نزول:

(1)۔ امام طبری نے حضرت علی رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے،

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَسْتَغْفِرُ لِاَبَوَیْہِ وَ ھُمَامُشْرِکَانِ حَتّٰی نَزَلَتْ وَمَاکَانَ اسْتَغْفَارُاِبْرَاھِیْمَ لِاَبِیْہِ

(تفسیر الطبری ج4ص515، علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص302)

"نبی کریم ﷺ اپنے والدین کے لئے دعاء مغفرت فرماتے جب کہ آپ کے والدین مشرک تھے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی"۔

روایت میں وَ هُمَامُشْرِكَانِ آپ ﷺ کے والدین کے شرک پر صریح دلیل ہے، مگر یہ کسی راوی کے الفاظ ہیں، نبی کریم ﷺ کے فرمائے ہوئے الفاظ نہیں، پھر اول: تو سند ضعیف ہے، ابوالخلیل عبد اللہ بن الخلیل راوی مجہول الحال ہے، دوری کہتے ہیں کہ میں نے یحیی بن معین نے پوچھا کہ ابو اسحاق کی جو ابوالخلیل سے روایت ہے، یہ ابوالخلیل کون ہے؟ فرمایا میں نہیں جانتا۔

(تاریخ ابن معین ج3ص513)

ابن حبان کے ثقات میں ذکر کرنے سے راوی کی ثقاہت متعین نہیں ہوتی۔

دوم: متن کے لحاظ سے روایت شاذ ہے جیسا کہ اوپر کی بحث سے واضح ہے، اس لئے کہ صحیح سندوں کے ساتھ سورہ توبہ کی اِن دونوں آیتوں کا نزول نبی کریم ﷺ کے والدین کے بجائے جناب ابو طالب کے بارے میں ہوا ہے، جیسا کہ ابھی اوپر تفصیل سے ذکر ہو گیا۔

نیز محقق شیخ احمد محمد شاکر فرماتے ہیں،

الأثر: 17335 - رَوَاهُ أَحْمَدُ فِي الْمُسْنَدِ رقم: 771، مِنْ طَرِيْقِ يَحْيَى بْنِ آدَمَ أَيْضًا، وَلٰكِنْ بِغَيْرِ هٰذَا اللَّفْظِ، وَأَنَّ الْمُسْتَغْفِرَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنِ، كَالَّذِيْ سَلَفَ۔

(الطبری مع الحواشی ج14، ص515)

اس روایت کو امام احمد نے بھی یحیی بن آدم کی سند سے روایت کیا ہے (رقم 771) لیکن یہ الفاظ نہیں ہیں، اور اس میں یہ ہے کہ والدین کے لئے دعاء کرنے والا ایک مسلمان آدمی ہے، جیسا کہ اوپر والی روایت میں ایک مسلمان کا اپنے والدین کے لئے استغفار کرنا ذکر ہے (نہ کہ نبی کریم ﷺ کا اپنے والدین کے لئے دعاء کرنا)

جب بات اس طرح ہو تو لفظ وَ هُمَامُشْرِكَانِ میں نبی کریم ﷺ کے والدین کا نہیں ایک مسلمان کے والدین کا مشرک ہونا اور اُس کا اُن کے لئے استغفار کرنا ذکر ہے، جس پر آیت نازل ہوئی، اور مشرکوں کے لئے استغفار سے منع کر دیا گیا، چنانچہ مزید تحقیق کرنے سے معلوم

ہوا کہ یہی اصح ہے کہ اصل روایت کے الفاظ یہ نہیں ہیں بلکہ اصل الفاظ وہ ہیں جن کو مفتی رضوان صاحب علمی و تحقیقی رسائل ج لد12 ص159 میں نقل کر رہے ہیں۔

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا يَسْتَغْفِرُ لِأَبَوَيْهِ وَهُمَا مُشْرِكَانِ، فَقُلْتُ: أَيَسْتَغْفِرُ الرَّجُلُ لِأَبَوَيْهِ وَهُمَا مُشْرِكَانِ؟ فَقَالَ: أَوَلَمْ يَسْتَغْفِرْ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ؟ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَنَزَلَتْ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ إِلَى قَوْلِهِ: تَبَرَّأَ مِنْهُ۔

"حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو اپنے مشرک ماں باپ کے لئے استغفار کرتے ہوئے سنا، تو میں نے اُس سے کہا کہ تم اپنے ماں باپ کے لئے استغفار کر رہے حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے، اس نے جواب دیا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے مشرک باپ کے لئے استغفار نہیں کیا تھا؟ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے بیان کیا تو سورہ توبہ کی آیت 113:114 نازل ہوئیں"۔

یہ روایت اِسی سند سے اسی مضمون کے ساتھ بہت سی کتبِ حدیث میں وَمَاكَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ کے شان نزول کے طور پر ملتی ہے،

سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا يَسْتَغْفِرُ لِأَبَوَيْهِ وَهُمَا مُشْرِكَانِ،فَقُلْتُ: تَسْتَغْفِرُ لِأَبَوَيْكَ وَهُمَا مُشْرِكَانِ؟ فَقَالَ: أَلَيْسَ قَدِ اسْتَغْفَرَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَهُوَ مُشْرِكٌ؟فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَزَلَتْ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَّعَدَهَااِيَّاهُ۔

(شرح مشکل الآثار ج1 ص279، سنن الترمذی ج2 ص136، المستدرک ح 4028، شعب الایمان ح 9377:9378، مسند ابی داؤد طیالسی ح133، مسند احمد ح1085 ,771، مسند ابی یعلی ج1، ص175، ح330، المختارۃ للضیاء ح585، وغیرہ)

جو واضح دلیل ہے کہ تفسیر ابن جریر طبری کی روایت کے متن کے الفاظ میں تغیر و تبدل ہو گیا ہے، اور یہ ذرا بھی ناممکن نہیں بلکہ واقع ہے، تو روایت میں اصل الفاظ یوں تھے

رَجُلًا يَسْتَغْفِرُ لِأَبَوَيْهِ وَهُمَا مُشْرِكَانِ

کاتبین و ناسخین سے غلطی ہو گئی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور نہ کوئی دوسرا راوی وَهُمَا مُشْرِكَانِ نبی کریم ﷺ کے والدین سے متعلق نہیں فرمارہے، بلکہ

رَجُلًا يَسْتَغْفِرُ لِأَبَوَيْهِ وَهُمَامُشْرِكَانِ

جس کسی شخص کو استغفار کرتے سنا اُسی کے والدین کا مشرک ہونا بیان فرمارہے ہیں اور بس۔

(2)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس ہوئے، اور عمرہ کیا، تو ثنیہ عسفان سے اترے، اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لائے، اور دیر تک مناجات کی، پھر سخت روئے، اور آپ کے ساتھ موجود صحابہ بھی روئے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے رونے کی وجہ پوچھی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

نَزَلْتُ عَلَى قَبْرِ أُمِّي فَدَعَوْتُ اللهَ أَنْ يَأْذَنَ لِي فِي شفاعَتِها يَوْمَ الْقِيامَةِ فَأَبَى اللهُ أَنْ يَأْذَنَ لِي فَرَحِمْتُهَا وَهِيَ أُمِّي فَبَكَيْتُ، ثُمَّ جَاءَنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ فَتَبَرَّأْ أَنْتَ مِنْ أُمِّكَ كَمَا تَبَرَّأَ إِبْرَاهِيمُ مِنْ أَبِيهِ۔

(المعجم الکبیر ج11ص374،ح12049، علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص282تا284)

"میں نے اپنی والدہ کی قبر پر حاضر ہو کر اللہ سے دعاء کی کہ مجھے قیامت کے دن ان کی شفاعت کی اجازت حاصل ہو جائے، لیکن اللہ نے مجھے اس کی اجازت دینے سے منع فرمادیا، تو مجھے اُن پر شفقت آئی کہ میری والدہ ہیں، تو جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے، اور یہ آیت سنائی وَمَاكَانَ

اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ، اور فرمایا آپ اپنی والدہ سے اس طرح برأت کرو جس طرح حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے باپ سے برأت ظاہر کی تھی"۔

روایت کا نتیجہ ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے باپ کی طرح حضرت آمنہ بھی اللہ کی دشمن تھی، معاذاللہ۔

جواب: اس روایت کی سند بھی ضعیف ہے، جس کا مفتی رضوان خان کو بھی اقرار ہے(علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص284)

اس میں راوی(۱) اسحاق بن عبداللہ بن کیسان سے متعلق امام حاکم ابواحمد فرماتے ہیں لین یعنی کمزور ہے (میزان الاعتدال ج1ص194) امام ابن حبان فرماتے ہیں اس کی جو روایت بیٹے سے ہو اس سے پرہیز کیا جائے، صدر یاسوفی فرماتے ہیں باپ بیٹا دونوں سخت کمزور ہیں۔
(لسان المیزان ج1ص365:366، المغنی ج1ص109)

اور (۲) عبداللہ بن کیسان سے متعلق امام بخاری فرماتے ہیں منکر الحدیث ہے، ابوحاتم کہتے ہیں، ضعیف ہے، نسائی کہتے ہیں قوی نہیں، ابوحاتم کہتے ہیں حدیث میں کمزور ہے، ابن عدی کہتے ہیں اِس کی عکرمہ سے روایات محفوظ نہیں، عقیلی کہتے ہیں اِس کی حدیث میں بہت وہم ہوتے ہیں(المغنی ج1ص560، میزان الاعتدال ج2ص475، تہذیب التہذیب ج4، ص132)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَسِيَاقٌ عَجِيْبٌ۔(تفسیر)

یہ غریب روایت اور عجیب متن ہے۔

شیخ ابوحذیفہ نبیل بن منصور فرماتے ہیں،

وَقَالَ الْهَيْثَمِيْ: وَفِيْهِ أَبُو الدَّرْدَاءِ عَبْدُ الْغَفَّارِبْنِ الْمُنِيْبِ عَنْ إِسْحَاقِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عِكْرَمَةَ، وَمَنْ عَدَا عِكْرَمَةَ لَمْ أَعْرِفْهُمْ وَلَمْ أَرَ مَنْ ذَكَرَهُمْ" المجمع 117/1

قُلْتُ: اَلْحَدِيْثُ إِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ لِضُعْفِ إِسْحَاقِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَيْسَانَ، وَأَبُوْهُ مُخْتَلَفٌ فِيْهِ - (انیس الساری، رقم 1141)

"امام ہیثمی فرماتے ہیں اس میں راوی ابو درداء عبد الغفار بن منیب اسحاق بن عبد اللہ عن ابیہ عن عکرمۃ روایت کر رہا ہے، اور عکرمہ کے سوا راویوں کو میں نہیں جانتا اور نہ مجھے معلوم ہے کہ کسی نے اُن کا ذکر کیا (یعنی مجہول ہیں) میں کہتا ہوں اس کی سند ضعیف ہے، کہ اسحاق ضعیف راوی ہے، اور اُس کے باپ میں اختلاف ہے"۔

شیخ احمد بن عبد العزیز بن مقرن القصیر فرماتے ہیں،

وَأَمَّا نُزُوْلُ الْآيَةِ فِيْ ذٰلِكَ فَضَعِيْفٌ أَيْضًا، وَالثَّابِتُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ أَبِيْ طَالِبٍ۔ (الاحادیث المشکلۃ ج1 ص325)

آیت کا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے والدین سے متعلق نازل ہونا ضعیف ہے، صحیحین میں ثابت ہے کہ یہ ابو طالب سے متعلق نازل ہوئیں۔

شیخ ناصر الدین البانی مرحوم علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے اسی روایت سے متعلق فرماتے ہیں،

فَهَلَّا بَادَرْتَ إِلٰى تَضْعِيْفِ الَّذِيْ قَبْلَهٗ؟! وَهُوَ أَوْلٰى بِذٰلِكَ؛ لِأَنَّ إِسْحَاقَ ابْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَيْسَانَ ضَعِيْفٌ جِدًّا، وَأَبَاهُ ضَعِيْفٌ۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ رقم 5131)

"آپ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے میں کیوں جلدی نہیں کی؟ جب کہ یہ اس کے زیادہ لائق ہے کیوں کہ راوی اسحاق بن عبد اللہ سخت ضعیف راوی ہے، اور اُس کا باپ بھی ضعیف ہے"۔

ایک اشکال اور اس کا حل، اور مفتی رضوان صاحب کی مغالطہ دہی:

مفتی رضوان صاحب لکھتے ہیں،

"معترض صاحب نے جو شانِ نزول کے متعلق انیس الساری کی ایک عبارت کے اقتباس کو لے کر اعتراض کیا ہے، اس کے متعلق خود محقق ابو حذیفہ نبیل بن منصور کویتی نے واضح طور پر لکھا ہے کہ

وَفِيْهِ نُزُوْلُ الْآيَةِ فِيْ ذَلِكَ، فَهٰذِهِ طُرُقٌ يَعْضُدُ بَعْضُهَا بَعْضًا" وَرَدَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَمِنْ حَدِيْثِ بُرَيْدَةَ وَمِنْ حَدِيْثِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ وَمِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَمِنْ حَدِيْثِ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيْ مُرْسَلًا ۔

اور یہ موقف علامہ ابن حجر نے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں اختیار فرمایا ہے، جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ،

فَهٰذِهِ طُرُقٌ يَعْضُدُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَفِيْهَا دَلَالَةٌ عَلٰى تَأْخِيْرِ نُزُوْلِ الْآيَةِ عَنْ وَفَاةِ أَبِيْ طَالِبٍ ،الخ " (علمی رسائل ج21،ص620)

جواب:۔ اس میں شک نہیں کہ اس مضمون کی روایات متعدد ہیں، لیکن بعض وہ ہیں جن میں آپ ﷺ کا جناب ابو طالب کے لئے دعاءِ مغفرت کرنا اور پھر ابو طالب کے حق میں دعاءِ مغفرت کی ممانعت کے لئے سورہ توبہ کی ان آیات کا نازل ہونا ذکر ہے، جیسے حضرت مسیب اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی صحیحین وغیرہ کی روایات ہیں، اور طبری کے حوالے سے عمرو بن دینار رحمہ اللہ کی مرسل روایت ہے۔

اور بعض وہ روایات ہیں جن میں والدہ کے حق میں دعاءِ مغفرت کی ممانعت ذکر ہے، اور پھر ایسی روایات دو قسم کی ہیں، ایک وہ ہیں جن میں محض اتنا سا واقعہ ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے والدہ کی قبر کی زیارت کی، اور استغفار کی اجازت مانگی، مگر اجازت نہیں ملی، اور یہ ذکر نہیں کہ سورہ توبہ کی آیت والدہ کی قبر کی زیارت کے واقعہ سے متعلق نازل ہوئی، جیسے بحوالہ امام احمد و طبری حضرت

بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، اوراس مضمون کی دوسری وہ بہت سی روایات ہیں جن کا ذکر آگے ہونے والا ہے ان شاء اللہ۔

دوسری وہ ہیں جن میں زیارت کے واقعہ کے ساتھ استغفار کی اجازت نہ ملنا اور پھر اِسی بارے میں سورہ توبہ کی یہ دو آیات یا ایک آیت نازل ہونا ذکر ہے، جیسے بحوالہ حاکم وابن ابی حاتم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، ایسے ہی بحوالہ طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اور ایسے ہی بحوالہ طبری عطیہ کی روایت ہے جن میں ہے کہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی، اوران تین میں سے ایک روایت بھی صحیح ثابت نہیں ہے، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔

تو جن روایات میں صرف اتنا ذکر ہے کہ آپ ﷺ کو والدہ کے لئے استغفار سے ممانعت ہوگئی، ان میں جو ضعیف روایات ہیں وہ بھی تعددِ طُرُق سے قوی ہو جاتی ہیں لاشک فیہ، لیکن جن روایات میں آپ ﷺ کی والدہ کے لئے استغفار سے ممانعت کے بارے میں آیات کا نازل ہونا ذکر ہے، وہ شاذ، منکَر اور سخت ضعیف درجہ کی روایات ہیں، اگر علامہ ابن حجر اور شیخ نبیل کا مقصود محض استغفار سے ممانعت کی روایات سے متعلق تعدد طرق کا سہارا لینا ہے، تو درست ہے، اور اگر آیات کے نزول سے متعلق اس اصول کا سہارا لینا ہے تو درست نہیں ہے۔

شیخ بلال فیصل البحر بغدادی فرماتے ہیں

طُرُقُہٗ کُلُّھَادَائِرَۃٌ بَیْنَ الْاِنْقِطَاعِ وَالضُّعْفِ وَالنَّکَارَۃِ،فَلَایَنْتَھِضُ مَجْمُوْعُھَالِلتَّقْوِیَۃِ

(تحقیق المقال فی محاکمۃ الملاوالجلال:83 دارالبصائر)

"اس روایت کی ساری سندیں منقطع، ضعیف یا منکر ہیں، لہٰذا ان کا مجموعہ قوی قرار نہیں دیا جاسکتا"

علامہ ابن حجر کی تطبیق:

اسی بحث میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے دو قسم کی روایات سامنے آنے پر تطبیق دینے کی کوشش بھی فرمائی، یعنی بعض صحیح روایات میں آیا کہ یہ آیات جنابِ ابو طالب سے متعلق نازل ہوئیں، اور بعض روایات میں آیا (گو سخت کمزور ہیں) کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ سے متعلق نازل ہوئیں، جب کہ جنابِ ابو طالب کی وفات اور ان کے لئے استغفار کا واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے، اور والدہ کی قبر پر حاضری اور استغفار کا واقعہ ہجرت کے بعد کا ہے، دونوں کے درمیان کئی سال کے عرصے کا فاصلہ ہے، تو آیت دونوں سے متعلق کیسے ہوئی؟ جب کہ یہ بھی نہیں مان سکتے کہ یہ آیات دوبار نازل ہوئیں، ایک بار جناب ابو طالب سے متعلق، اور دوبارہ والدہ سے متعلق، کیوں کہ اصل ہے کہ کسی آیت کا نزول مکرر نہیں ہوتا؟

تو علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تطبیق دیتے ہوئے محض امکانی واحتمالی درجہ میں کہا ہے کہ شاید جناب ابو طالب کی وفات کے بعد سے حضرت آمنہ کے لئے استغفار کے واقعہ تک سورہ توبہ کی آیات کا نزول مؤخر رہا ہو، اور آیات کے نزول تک آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جناب ابو طالب کے حق میں استغفار کرتے رہے ہوں، پھر ان آیات کے نزول پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ممانعت کر دی گئی، اور یوں استغفار کی ممانعت دونوں سے متعلق ہوئی، کہ نہ تو جنابِ ابو طالب کے حق میں استغفار کریں، اور نہ والدہ کے حق میں، تو یوں تطبیق بھی ہو گئی، اور آیات بھی دونوں سے متعلق ٹھہریں۔

لیکن علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی یہ تطبیق اور تقریر محض احتمالی درجے میں ہے، جس میں خبر واحد صحیح جتنی بھی طاقت نہیں ہے، ان کے مقابلہ میں دوسرے علماء کے نزدیک تطبیق کی صورت یہ ہے کہ سورہ توبہ کی مذکورہ آیات جنابِ ابو طالب سے متعلق ہیں، اور یہ دونوں آیات مکی ہیں گو مدنی سورت میں ہے، اور حضرت آمنہ کی قبر پر حاضری اور استغفار کی اجازت کا واقعہ بعد کا ہے، اور یہ آیات اس سے متعلق ہی نہیں، اور والدہ سے متعلق جو روایات آئیں اول تو سخت کمزور، شاذ

اور منکر ہیں، اور اگر بالفرض کسی درجہ میں لے لی جائیں تو یہ راویوں کا فہم ہے، جنہوں نے آیت کا مضمون حضرت آمنہ کے لئے استغفار کی اجازت کے واقعہ سے متعلق سمجھ کر آیت کا شانِ نزول اِسی کو بیان کر دیا۔

علامہ ابو شہبہ محمد بن محمد بن سویلم رحمۃ اللہ علیہ (م1403ھ) فرماتے ہیں،

وَأَمَّا الْإِمَامُ الزُّرْقَانِيْ فِيْ شَرْحِ الْمَوَاهِبِ اللَّدُّنِّيَةِ فَقَدْ نَحَا مَنْحًى اٰخَرَ، فَجَعَلَ الْاٰيَةَ مَكِّيَّةً وَتَكُوْنُ مُسْتَثْنَاةً مِنْ كَوْنِ سُوْرَةِ بَرَاءَةِ مَدْنِيَّةً حَيْثُ قَالَ:

وَلَا يُشْكَلُ بِأَنَّ بَرَاءَةَ مِنْ أَوَاخِرِ مَا نَزَلَ بِالْمَدِيْنَةِ، وَهٰذِهِ الْقِصَّةُ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِثَلَاثِ سِنِينَ؛ لِأَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ مُسْتَثْنَاةٌ مِنْ كَوْنِ السُّوْرَةِ مَدَنِيَّةً كَمَا نَقَلَهٗ فِي الْإِتِّقَانِ عَنْ بَعْضِهِمْ وَأَقَرَّهٗ، فَلَا حَاجَةَ إِلٰى تَجْوِيْزِ أَنَّهٗ كَانَ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ إِلٰى نُزُوْلِهَا، لِأَنَّ التَّشْدِيْدَ مَعَ الْكُفَّارِ إِنَّمَا ظَهَرَ فِيْ هٰذِهِ السُوْرَةِ۔ قَالَ وَأَمَّا قَوْلُ السُّيُوْطِيْ فِي التَّوْشِيْحِ : اَلْمَعْرُوْفُ أَنَّهَا نَزَلَتْ لَمَّا زَارَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَأُمِّهٖ، وَاسْتَأْذَنَ رَبَّهٗ فِي الْإِسْتِغْفَارِ لَهَا كَمَا رَوَى الْحَاكِمُ وَغَيْرُهٗ،فَتَسَاهُلٌ لَا يَلِيْقُ بِمِثْلِهٖ، فَإِنَّهَا لَا تُعَادِلُ رِوَايَةَ الصَّحِيْحِ، وَقَدْ رَدَّ الْإِمَامُ الذَّهَبِيْ فِيْ مُخْتَصَرِ الْمُسْتَدْرَكِ تَصْحِيْحَ الْحَاكِمِ؛ لِأَنَّ فِيْ إِسْنَادِهٖ أَبَا رَزِيْنِ هَانِىءْ وَقَدْ ضَعَّفَهُ ابْنُ مُعِيْنُ، وَلَهٗ عِلَّةٌ ثَانِيَةٌ وَهِيَ مُخَالَفَتُهٗ لِلْمَقْطُوْعِ بِصِحَّتِهٖ فِي الْبُخَارِيْ مِنْ نُزُوْلِهَا عَقِبَ مَوْتِ أَبِيْ طَالِبٍ، وَهُوَ كَلَامٌ حَسَنٌ، وَلَعَلَّ تَأوِيْلُ الزُّرْقَانِيْ أَوْلٰى وَأَقْرَبُ مِنْ تَأوِيْلِ الْحَافِظِ ابْنِ حَجَرٍ ؛ لِأَنَّهٗ يُبْعَدُ أَنْ يَّسْتَمِرَّ النَّبِيُّ بِضْعَ سَنَوَاتٍ يَسْتَغْفِرُ لِعَمِّهٖ حَتّٰى نُهِيَ بَعْدُ۔

(السیرۃ النبویۃ علی ضوء القرآن والسنۃ ج1، ص394:393، ط دارالقلم، شرح الزرقانی علی المواہب 2:42، دارالکتب العلمیہ)

"امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواہب لدنیہ میں دوسرا طرز اختیار کیا ہے، کہ سورہ توبہ کی اِس آیت کو مکی ٹھہرایا اور سورہ برات کے مدنی ہونے سے مستثنا کیا، کہ فرمایا کہ یہ اشکال نہ ہو کہ سورۃ برات مدینہ میں نازل ہونے والی آخری سورتوں میں سے ہے اور یہ قصہ (ابو طالب کا) ہجرت سے تین سال پہلے کا ہے، وجہ یہ ہے کہ یہ آیت سورت کے مدنی ہونے سے مستثنا ہے، جیسا کہ اتقان میں بعض سے نقل کیا اور بر قرار رکھا (الاتقان ج1ص58) لہٰذا اس امکان ماننے کی ضرورت نہیں کہ آپ ﷺ آیت کے نزول تک استغفار کرتے رہے، کیوں کہ کفار کے ساتھ حکم میں سختی اس سورت میں نازل ہوئی ہے، مزید فرماتے ہیں کہ علامہ سیوطی نے جو توشیح میں ذکر کیا کہ مشہور یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ نے والدہ کی قبر کی زیارت کی، اور رب تعالیٰ سے اُن کے لئے استغفار کی اجازت مانگی، جیسا کہ حاکم وغیرہ نے روایت کی ہے، تو یہ تساہل ہے جو اُن جیسے کے لائق نہیں، کیوں کہ یہ روایت صحیح بخاری کی روایت کے برابر نہیں (جس میں ہے کہ آیت ابو طالب سے متعلق نازل ہوئی) اور ذہبی نے مختصر المستدرک میں حاکم کی تصحیح کو رد کیا، کیوں کہ سند میں راوی ابو رزین (ایوب بن) ہانی ہے، جس کو ابن معین نے ضعیف قرار دیا، اور اس روایت کی دوسری علت بھی ہے کہ بخاری کی صحیح قطعی روایت کے خلاف ہے، جس میں ہے کہ آیت کا نزول ابو طالب کی وفات کے بعد ہوا، امام زرقانی کی یہ گفتگو بہتر ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ زرقانی کی تاویل حافظ ابن حجر کی تاویل سے اولی واقرب ہے، کیوں کہ یہ بات بعید ہے کہ مسلسل اتنے سالوں تک آپ ﷺ چچا ابو طالب کے حق میں استغفار کرتے رہے ہوں، اس کے بعد منع کیا گیا ہو"۔

تیسری آیت: سورہ بقرہ آیت 119 اور شان نزول:

قرآن مجید میں ہے وَ لَاتُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ اور آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا جہنّم والوں کے بارے میں۔

اس آیت کے شان نزول سے متعلق تین روایات آئی ہیں۔

(1)۔ حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے حدیث ہے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا،

لَیْتَ شَعْرِیْ مَافَعَلَ اَبَوَیَّ

”کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ میرے والدین کا کیا حال ہوا“

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (فوائد ابن نصر ص64، ح44)

یعنی حدیث اور آیت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین جہنّمی ہیں۔

جواب: سند میں راوی (۱) محمد بن الحسن الاشر سونی اور (۲) اُس کا شاگرد محمد بن یحیی الانطاکی، اور (۳) محمد بن سعید بن ابراہیم جحدری یا حجری تینوں مجہول راوی ہیں، جن کا کوئی اتا پتا نہیں کہ کون لوگ ہیں، تو روایت انتہائی سخت ضعیف ہے۔

شیخ احمد بن عبد العزیز بن مقرن القُصَیر فرماتے ہیں،

حَدِیْثُ لَیْتَ شَعْرِیْ مَافَعَلَ اَبَوَایَ لَمْ یُخَرَّجْ فِیْ شَیْءٍ مِنَ الْکُتُبِ الْمُعْتَمَدَةِ وَاِنَّمَاذُکِرَفِیْ بَعْضِ التَّفَاسِیْرِ بِسَنَدٍمُنْقَطِعٍ لَایُحْتَجُّ بِہٖ وَلَایُعَوَّلُ عَلَیْہِ ــ وَاَمَّانُزُوْلُ الْآیَةِ فِیْ ذَالِکَ فَضَعِیْفٌ اَیْضًا ۔

(الاحادیث المشکلة الواردة فی تفسیر القرآن الکریم ج1 ص325)

”یہ حدیث کسی قابل اعتماد کتاب میں نقل نہیں ہوئی، بس بعض تفسیروں میں منقطع سند سے ذکر ہے جو نہ قابل حجت ہے نہ اُس پر اعتماد کیا جائے۔۔۔ اور لیکن آیت کا اس بارے میں نازل ہونا بھی ضعیف ہے“۔

شیخ ابن خلیفہ علیوی خریج جامعة الازھر فرماتے ہیں،

ضَعَّفَہُ الْخَطِیْبُ ــ وَفِی الْخَطِیْبِ وَالْمُخْتَارُ اَنَّھَانَزَلَتْ فِیْ کُفَّارِ اَھْلِ الْکِتَابِ ۔

(جامع النقول فی اسباب النزول ج1 ص151، مطابع الاشباع سعودیة)

"اس کو خطیب نے ضعیف کہا ہے۔۔۔اور کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ آیت اہل کتاب کافروں سے متعلق نازل ہوئی ہے"۔

علامہ محمد بن احمد بن الخطیب شربینی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م977ھ) کے الفاظ ہیں،

لٰكِنَّ الْخَبْرَ ضَعِيْفٌ وَالْمُخْتَارُ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ كُفَّارِ أَهْلِ الْكِتَابِ

(السراج المنیر ج1،ص89)

یہ روایت ضعیف ہے، مختار یہ ہے کہ یہ آیت اہلِ کتاب کافروں سے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(2)۔ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ میرے والدین کا کیا حال ہوا؟ تو اِس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(الدر المنثور ج1 ص144، بحوالہ وکیع، وسفیان بن عیینہ، عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، غریب الحدیث لابراہیم الحربی وغیرہا)

یہ روایت بھی سخت کمزور ہے، اس میں راوی موسیٰ بن عبیدہ بن نشیط ربذی مدنی ہے، امام احمد فرماتے ہیں میرے نزدیک اُس سے روایت لینا جائز نہیں، ابن معین کہتے ہیں اُس کی حدیث حجت نہ بنائی جائے، علی بن مدینی فرماتے ہیں ضعیف ہے منکر روایتیں بیان کی ہیں، ابو زرعہ کہتے ہیں احادیث میں قوی نہیں، ابو حاتم کہتے ہیں منکر الحدیث ہے، امام ترمذی و نسائی ضعیف کہتے ہیں، یعقوب بن ابی شیبہ کہتے ہیں سچا تو ہے لیکن حدیث میں بہت کمزور ہے، ابن عدی کہتے ہیں موسیٰ کی حدیثیں زیادہ تر غیر محفوظ ہیں اوراس کی روایتوں پر ضعف واضح ہے، ابو احمد حاکم کہتے ہیں محدثین کے نزدیک قوی نہیں، ساجی کہتے ہیں نیک آدمی ہے، لیکن منکر الحدیث ہے، ابن قانع اور ابن حبان فرماتے ہیں اِس راوی میں کمزوری ہے (تہذیب التہذیب ج7 ص239 تا 241)۔

شیخ احمد محمد شاکر مرحوم (م1377ھ) فرماتے ہیں،

هُمَا حَدِيْثَانِ مُرْسَلَانِ. فَإِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبِ بْنِ سَلِيْمِ الْقُرَظِيْ: تَابِعِيٌّ. وَالْمُرْسَلُ لَا تَقُوْمُ بِهِ حُجَّةٌ، ثُمَّ هُمَا إِسْنَادَانِ ضَعِيْفَانِ أَيْضًا، بِضُعْفِ رَاوِيْهِمَا: مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ نَشِيْطِ الرَّبَذِيْ: ضَعِيْفٌ جِدًّا، مُتَرْجَمٌ فِي التَّهْذِيْبِ، وَالْكَبِيْرِ لِلْبُخَارِيْ291/1/4، وَالصَّغِيْرِ:172:173،وَابْنِ أَبِيْ حَاتِمٍ151/1/4،فَقَالَ الْبُخَارِيْ: "مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ قَالَهُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ. وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمُدَيْنِيْ، عَنِ الْقَطَّانِ: كُنَّا نَتَّقِيْهِ تِلْكَ الْأَيَّامِ. وَرَوَى ابْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ عَنِ الْجَوْزَجَانِيْ قَالَ:"سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ: لَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عِنْدِيْ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ، قُلْنَا: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ، لَا يَحِلُّ؟ قَالَ: عِنْدِيْ، قُلْتُ: فَإِنَّ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ قَدْ رَوَيَا عَنْهُ؟ قَالَ: لَوْ بَانَ لِشُعْبَةَ مَا بَانَ لِغَيْرِهِ مَا رَوٰى عَنْهُ"۔ وَقَالَ ابْنُ مُعِيْنٍ: "لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيْثِهٖ"۔وَقَالَ أَبُوْ حَاتِمٍ: مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ"

(تحقیق و تعلیق علی تفسیر الطبری ج2ص558،ش)

"یہ دونوں سندیں مرسل ہیں،راوی محمد بن کعب قرظی تابعی ہے،اور مرسل حجت نہیں بن سکتی، پھر دونوں سندیں کمزور بھی ہیں، کہ راوی موسی بن عبیدہ بن نشیط ربذی سخت ضعیف ہے، امام بخاری کہتے ہیں کہ منکر الحدیث ہے، یحیی قطان کہتے ہیں ہم اِس کی روایت سے بچتے تھے، امام احمد فرماتے ہیں میرے نزدیک موسی بن عبیدہ سے روایت لینا جائز نہیں، ابن معین کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہ بنائی جائے، ابو حاتم کہتے ہیں منکر الحدیث ہے"۔

اس لئے یہ روایت عقیدہ میں قبول کرنے کے قابل نہیں، نہ ہی آیت کے شانِ نزول میں قابلِ تسلیم ہو سکتی ہے۔

(3)۔ داؤد بن ابی عاصم سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے والدین کہاں ہوں گے ؟ تو اِس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(الدر المنثور ج1ص271،بحوالہ ابن جریر)

اس کی سند میں راوی الحسین سنید بن داؤد المصیصی ہے، امام خلال کہتے ہیں کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حجاج (اعور) سے روایت کرنے والے سنید کے سوا دوسرے راویوں کی احادیث صحیح ہیں (یعنی سنید کی روایتیں صحیح نہیں ہیں) ابو داؤد کہتے ہیں قوی نہیں، ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف ہے، نسائی کہتے ہیں ثقہ نہیں، امام احمد فرماتے ہیں یہ سنید اپنے استاد حجاج پر تلقینِ حدیث کر کے اُس سے تبدیلیاں کرواتا تھا۔ (تہذیب التہذیب ج3ص238)

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م902ھ) شان نزول کی اِن تمام روایات سے متعلق فرماتے ہیں،

وَكُلُّهَاضَعِيْفَةٌ وَرَدَّهٗ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُفَسِّرِيْنَ الخ

(الاجوبۃ المرضیۃ ج3ص966)

"اِس مضمون کی ساری روایتیں ضعیف ہیں اور مفسرین کی ایک جماعت نے اِن کو رد کیا ہے"۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ ایسی روایات صحیح ثابت ہونا بعید ہے۔

(العجاب فی بیان الاسباب ج1ص369)

شیخ احمد بن عبد العزیز بن مقرن القصیر کا فرمان پیچھے گذرا،

"ان روایتوں کو کسی معتبر کتاب میں ذکر نہیں کیا گیا، صرف بعض تفسیروں میں درج کی گئیں، سند منقطع نا قابل حجت اور نا قابل اعتبار ہے"۔

(الاحادیث المشکلۃ الواردۃ فی تفسیر القرآن الکریم ص323)

شیخ عبد اللہ بن محمد الحوالی الشمرانی اِس شانِ نزول کی تفصیلی بحث کے آخر میں کہتے ہیں،

اِنَّ سَبَبَ النُّزُوْلِ حُكْمُهٗ حُكْمُ الْحَدِيْثِ الْمَرْفُوْعِ،لَايُقْبَلُ مِنْهُ اِلَّاالصَّحِيْحُ الْمُتَّصِلُ الْاِسْنَادِ،لَاضَعِيْفٌ وَلَامَقْطُوْعٌ،وَهٰذَاالسَّبَبُ لَايُعْرَفُ لَهٗ فِى الدُّنْيَااِسْنَادٌصَحِيْحٌ مُتَّصِلٌ۔ (دراء الحزن ص115، ط مدار الوطن للنشر، سعودیہ)

شانِ نزول کا حکم مرفوع حدیث کا ہوتا ہے، جو صحیح متصل سند کی صورت میں ہی قبول ہوتا ہے، ضعیف مقطوع قبول نہیں ہوتا، اوراِس شانِ نزول کے لئے دنیا میں کوئی صحیح متصل سند معلوم نہیں۔

شیخ سلیم بن عبد الہلالی و محمد بن موسی آل نصر، ان روایتوں کو ضعیف کہتے ہیں۔

(الاستیعاب فی بیان الاسباب ج1ص66)

خود مفتی رضوان خان صاحب بھی کہتے ہیں کہ،

"مذکورہ روایات کی اسناد میں کچھ ضعف پایا جاتا ہے، امام سخاوی نے الاجوبۃ المرضیۃ میں اور علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس پر کچھ تفصیلی کلام کیا ہے"۔

(علمی رسائل ج12، ص287:286)

شیخ بلال فیصل البحر بغدادی فرماتے ہیں

وَفِیْ کَلَامِہٖ نَظَرٌ فَاِنَّ طُرُقَہٗ کُلَّھَادَائِرَۃٌ بَیْنَ الْاِنْقِطَاعِ وَالضُّعْفِ وَالنَّکَارَۃِ ،فَلَایَنْتَھِضُ مَجْمُوْعُھَالِلتَّقْوِیَۃِ،وَعَلَی التَّنَزُّلِ فَاِنَّ التَّمَسُّکَ بِھَافِیْ اِثْبَاتِ الْمَطْلُوْبِ فَاسِدٌفِی النَّظْرِ،وَلَایَتَاَتّٰی عَلَی الْاَصْلِ الَّذِیْ ذَکَرَہُ الْمُلَّانَفْسُہٗ فِیْ اَوَّلِ شَرْحِہٖ وَھُوَاَنَّ الْحُکْمَ بِاِیْمَانِ اَحَدٍاَوْکُفْرِہٖ لَایُمْکِنُ اِلَّافِیْمَاطَرِیْقُہُ الْیَقِیْنُ وَالتَّوَاتُرُ،فَکَیْفَ اَمْکَنَ الْمُلَّااَنْ یَّحْکُمَ بِکُفْرِوَالِدَیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِمُجَرَّدِخَبَرٍ لَایُفِیْدُاِلَّاالظَّنَّ عَنْ وَھَاءِ سَنَدِہٖ وَنَکَارَۃِ مَتَنِہٖ۔ (تحقیق المقال فی محاکمۃ الملاوالجلال:83 دارالبصائر)

"ملا علی قاری کی اس کلام میں نظر ہے (کہ متعدد طرق سے یہ روایات قوی ہو جاتی ہیں) کیوں کہ یہ ساری سندیں منقطع، ضعیف، اور منکر ہیں، توان کا مجموعہ قوی نہیں قرار دیا جاسکتا، اگر بالفرض تسلیم کر لیں توان روایات سے مقصود کے اثبات میں استدلال فاسد ہے، اور خود ملا علی قاری نے شرح کے شروع میں جو اصول ذکر کیااس کے مطابق نہیں، وہ اصول یہ ہے کہ کسی کے

ایمان یا کفر کا حکم لگانا ممکن نہیں مگر یقین و تواتر کے طریق سے، تو ملا علی قاری حضور ﷺ کے والدین پر کفر کا حکم ایسی خبر سے کس طرح لگا سکتے ہیں جو محض ظن کا فائدہ دیتی ہے، جب کہ سند یں کمزور اور متن منکر ہے"

وَفِیْ نَفْسِ نَظْمِ الْآیَۃِ الْکَرِیْمَۃِ مَایَدُلُّ عَلٰی فَسَادِمَارُوِیَ فِیْ سَبَبِ نُزُوْلِھَاوَیَبْطُلُ الْاِسْتِدْلَالُ بِھَاعَلٰی اِکْفَارِوَالِدَیْہِ ﷺ،فَاِنَّ قَوْلَہٗ اِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِیرًا وَنَذِیرًا وَ لَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِیمِ یَقْتَضِی الْحُکْمَ بِالْجَحِیْمِ عَلٰی مَنْ بَلَغَتْہُ بَشَارَۃُ النَّبِیِّ وَ نَذَارَتُہٗ ﷺ،دُوْنَ مَنْ لَمْ تَبْلُغْہُ ،وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ اَبَوَیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمْ یُدْرِکَابَشَارَتَہٗ وَ نَذَارَتَہٗ ﷺ،وَلَاتَقْدَمَ لَھُمَابَلَاغُ مَنْ قَبْلَہٗ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ کَمَامَرَّ ،فَکَیْفَ یُحْکَمُ عَلَیْھِمَا بِالْجَحِیْمِ وَالْحَالُ ھٰذِہٖ ؟بَلِ الْآیَۃُ عَلٰی اِعْذَارِھِمَاوَاِنَّھُمَاغَیْرُمُعَذَّبِیْنَ اَدَلُّ مِنْھَاعَلٰی نَقِیْضِہٖ،وَھُوَکَوْنُھُمَامِنْ اَھْلِ الْجَحِیْمِ،فَتَاَمَّلْ کَیْفَ اِنْقَلَبَ دَلِیْلُ الْآیَۃِ عَلَی الْمُلَّا،فَعَادَ حُجَّتُہٗ عَلَیْہِ لَالَہٗ۔ (تحقیق المقال فی محاکمۃ الملاوالجلال:85)

"اور شانِ نزول کی منقول روایت کے فاسد ہونے پر دلیل اس آیت کریمہ کے نظم میں موجود ہے، جو آیت سے حضور ﷺ کے والدین کو کافر بتانے کے استدلال کو باطل کرتی ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے "بیشک ہم نے آپ کو حق دے کر بھیجا خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اور آپ سے پوچھ نہیں ہوگی جہنم والوں سے متعلق" یہ فرمان تقاضا کرتا ہے کہ جہنمی ہونے کا حکم اس پر لگے گا جس تک نبی کریم ﷺ کی بشارت اور ڈرانا پہنچ گیا، اور اس پر نہیں لگے گا جس تک نہیں پہنچا، اور یہ تو معلوم ہے کہ آپ ﷺ کے والدین نے آپ کی بشارت اور ڈرانا نہیں پایا، اور ان انبیاء کی تبلیغ بھی ان تک نہیں پہنچی جو آپ ﷺ سے پہلے ہوئے، جیسا کہ بیان ہو چکا، تو جب حال یہ ہے تو ان پر جہنمی ہونے کا حکم کیسے لگے گا؟

بلکہ آیت تو ان کے جہنمی ہونے کی بہ نسبت اس کی ضد پر یعنی ان کے معذور ہونے پر اور جہنمی نہ ہونے پر زیادہ دلالت کرتی ہے (کیوں کہ آیت بتاتی ہے کہ جس تک آپ کی تبلیغ نہیں پہنچی وہ جہنمی نہیں) غور کرو کہ ملا علی قاری کی دلیل خود ان کے خلاف دلیل بن کر کیسے پلٹ گئی؟"

لہٰذا یہ سب روایات اس لائق نہیں کہ اِن پر عقیدہ رکھا جائے، خصوصًا ایسے موضوع میں جو نبی کریم ﷺ کے والدین سے متعلق ہے۔

احادیث نبویہ سے استدلال:

اوپر اُن آیات کا ذکر ہوا جن سے مفتی رضوان خان صاحب جیسے حضرات نے استدلال کیا ہے، مگر یہ استدلال جیسا کہ واضح ہو گیا درحقیقت آیات سے نہیں، اُن کے شان نزول کی روایات سے ہے، یوں وہ بھی روایات سے استدلال ہے، مگر آیات کے ذیل میں، اب روایاتِ محضہ سے استدلال کا حال بیان ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کو والدہ کے لئے استغفار سے منع کی روایات:

بعض اُن روایات کو بھی دلیل بنایا گیا جن میں آپ ﷺ کو اپنی والدہ کے لئے استغفار (دعائے مغفرت کرنے) سے منع کیا گیا ہے، وہ روایات درج ذیل ہیں۔

(1)۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی مختلف الفاظ میں حدیث ہے فرمایا،

اِنِّیْ اَتَیْتُ قَبْرَ اُمِّ مُحَمَّدٍسَأَلْتُ رَبِّیْ الشَّفَاعَۃَ فَمَنَعَنِیْھَا (مسند احمد ح23017)

وَاسْتَأْذَنْتُہٗ فِی الشَّفَاعَۃِ فَاَبٰی عَلَیَّ (مسند ابی حنیفہ بروایت ابی نعیم ص149)

اِنِّیْ سَأَلْتُ رَبِّیْ فِیْ اِسْتِغْفَارٍ لِاُمِّیْ فَلَمْ یَأْذَنْ لِّیْ (مسند احمد ح23003، صحیح ابن حبان ح5290، المستدرک ح1391، کتاب الجنائز)

وَسَأَلْتُہُ الْاِسْتِغْفَارَ فَلَمْ یَأْذَنْ لِیْ (مصنف ابن ابی شیبہ ح11930، کتاب الجنائز)

میں نے اپنے رب سے والدہ کے لئے شفاعت مانگی تو اللہ نے منع کر دیا، اپنی والدہ کے لئے دعاء مغفرت کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت نہ دی۔

شفاعت واستغفار میں تعارض نہیں، شفاعت بھی دعاءِ مغفرت کرنے کے لئے تھی، اور استغفار بھی وہی ہے، اِن روایتوں میں سے پہلی روایت کی سند ضعیف ہے، دوراویوں سماک بن حرب اور ایوب بن جابر پر کلام ہے، باقی صحیح معلوم ہوئیں۔

(2)۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے،

اِسْتَأْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَافَلَمْ يُؤْذَنْ لِّیْ

(مسلم ح976, 108، کتاب الجنائز)

میں نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ والدہ کے لئے دعاء مغفرت کروں تو مجھے اجازت نہیں ملی۔

اس حدیث کی سند میں راوی یزید بن کیسان یشکری کوفی کو کئی محدثین ثقہ کہتے ہیں تو کئی محدثین نے اُس پر کلام کی ہے۔

(3)۔ زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے،

اِنِّیْ اِسْتَأْذَنْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ زِيَارَةِ قَبْرِ اُمِّیْ وَكَانَتْ وَالِدَةً وَلَهَا قِبَلِیْ حَقٌّ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَا فَنَهَانِیْ ۔

(المعجم الکبیر ج5 ص82، ح4648، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم ح2868)

"میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت میں اجازت مانگی اور وہ والدہ تھیں اور میری طرف اُن کا حق تھا (اور اجازت مانگی) کہ اُس کے لئے دعائے مغفرت کروں تو مجھے منع کر دیا"۔

یہ حدیث سخت ضعیف ہے (۱) ابوجناب یحیی بن ابی حیہ کلبی پر محدثین کو کلام ہے۔ (۲) محمد بن حزام ضبعی بصری، اور (۳) عبدالرحمن بن خلاد دورقی اور (۴) اسماعیل بن محمد ابوعامر انصاری مجہول ہیں۔

(4)۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے،

اِنِّیْ سَأَلْتُ رَبِّیْ اَنْ یَّشْفَعَنِیْ فِیْهَا وَاِنَّہٗ اَبٰی عَلَیَّ ۔

(اخبار مکۃ للفاکھی ج4 ص31، ح2373، تاریخ المدینۃ لابن شبۃ ج1 ص119)

”میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ والدہ کے حق میں شفاعت کروں، اللہ نے مجھے منع کر دیا“۔

اس روایت کی سند میں (۱) بشر بن حرب ندبی پر اور (۲) حرب بن سریج بصری پر محدثین کو کلام ہے، اور (۳) اسد بن راشد مجہول ہے، اس لئے یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

(5)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے،

نَزَلْتُ عَلٰی قَبْرِ اُمِّیْ فَدَعَوْتُ اللہ اَنْ یَّأْذَنَ لِّیْ فِیْ شَفَاعَتِهَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَاَبَی اللہ اَنْ یَأْذَنَ لِیْ۔ (المعجم الکبیر ج11، ص374، ح12049)

”میں والدہ کی قبر پر اترا اور اللہ سے دعا کی کہ قیامت کے دن مجھے والدہ کی شفاعت کی اجازت دیں، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اِس کی اجازت سے انکار فرما دیا“۔

یہ حدیث بھی سخت ضعیف ہے (۱) اسحاق بن عبد اللہ بن کیسان مروزی، اور (۲) اُس کے باپ عبد اللہ بن کیسان دونوں پر محدثین کو سخت کلام ہے، جیسا کہ پیچھے گذرا، اور اِس میں لفظ یوم القیامۃ شاذ ہے۔

یہ درست ہے کہ استغفار کی اِن روایات میں سے کئی روایات سند کے لحاظ سے صحیح ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو والدہ کے لئے استغفار کی اجازت نہیں دی، لیکن نجات کے قائل اہلِ علم فرماتے ہیں کہ اِن روایات سے آپ ﷺ کی والدہ کا مشرکہ ہونا ثابت نہیں ہوتا، سوال ہوتا ہے کہ پھر استغفار سے منع کی وجہ کیا ہے؟

استغفار سے ممانعت کی وجہ!

اس بارے میں ہم چھوٹوں کی نہ کوئی تاویل ہے، نہ ہماری تاویل کی کوئی اہمیت ہے، اکابر اہلِ علم نے اِن روایات کی تاویل میں کئی طرح تقریر فرمائی ہے،

مولانا ابوالحسن محمد بن عبد الہادی سندھی حنفی (م1138ھ) رحمۃ اللہ علیہ نجات کے قائل علماء سے یہ توجیہہ نقل فرماتے ہیں،

إِنَّ الِاسْتِغْفَارَ فَرْعُ تَصَوُّرِ الذَّنْبِ وَذَلِكَ فِي أَوَانِ التَّكْلِيفِ وَلَا يُعْقَلُ ذَلِكَ فِيمَنْ لَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ فَلَا حَاجَةَ إِلَى الِاسْتِغْفَارِ لَهُمْ فَيُمْكِنُ أَنَّهُ مَا شُرِعَ الِاسْتِغْفَارُ إِلَّا لِأَهْلِ الدَّعْوَةِ لَا لِغَيْرِهِمْ وَإِنْ كَانُوا نَاجِينَ۔

(حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجۃ تحت حدیث ھذا ج1ص476)

"(جو حضرات کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے والدین اُن میں سے ہیں جن تک دعوت نہیں پہنچی اور اُن کو عذاب نہ ہو گا وہ کہتے ہیں کہ) استغفار تب ہو جب گناہ کا تصور ہو، اور وہ مکلف ہونے کی صورت میں ہو سکتا ہے، لیکن جب وہ مکلف نہیں تو اُنہیں استغفار کی ضرورت نہیں، تو ممکن ہے کہ (ممانعت کی وجہ یہ ہو کہ) استغفار صرف اُن کے لئے مشروع ہو جن کو دعوت پہنچی ہو، مگر جن تک دعوت نہیں پہنچی چاہے نجات پانے والے ہوں اُن کے لئے استغفار مشروع نہ ہو"۔

علامہ محمود محمد خطاب سبکی اور علامہ احمد بن عبد الرحمن البنا ساعاتی، اور علامہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف زرقانی مالکی، اور علامہ عبد القادر بن محمد شنطیقی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَلَعَلَّ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ ﷺ فِی الْاِسْتِغْفَارِ لِاَنَّہٗ فَرْعُ الْمُوَاخَذَۃِ عَلَی الذَّنْبِ وَمَنْ لَمْ تَبْلُغْہُ الدَّعْوَۃُ لَایُؤَاخَذُعَلٰی ذَنْبِہٖ فَلَا حَاجَۃَ اِلَی الْاِسْتِغْفَارِلَھُمَا وَ لِاَنَّ عَدْمَ الْاِذْنِ بِالْاِسْتِغْفَارِ لَا یَسْتَلْزِمُ اَنْ تَکُوْنَ کَافِرَۃً لِجَوَازِاَنْ یَکُوْنَ اللہ تَعَالٰی مَنَعَہٗ ﷺ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِلَھَالِمَعْنًی آخَرَکَمَاکَانَ ﷺ مَمْنُوْعًافِیْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ

مِنَ الصَّلَاۃِ عَلٰی مَنْ عَلَیْہِ دَیْنٌ لَمْ یَتْرُکْ لَہٗ وَفَاءً وَ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ لَہٗ مَعَ اِنَّہٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔۔ فَقَوْلُ مَنْ قَالَ اِنَّ عَدْمَ الْاِذْنِ فِی الْاِسْتِغْفَارِ لِکُفْرِھَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لِلْکَافِرِ لَایَجُوْزُ غَیْرُ سَدِیْدٍ۔

(المنھل العذب المورود ج9، ص93:94، الفتح الربانی ج8ص159:160، شرح الزرقانی علی المواھب ج1ص335، وغیرہ)

”اورآپ کو جو استغفار کی اجازت نہ ہوئی تو شاید اس لئے کہ استغفار گناہ پر پکڑ ہونے کے بعد ہوتا ہے، اور جس تک دعوت نہیں پہنچی اُس کے گناہ پر پکڑ نہیں، اس لئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کے لئے استغفار کی ضرورت نہیں تھی، استغفار کی اجازت نہ ہونے سے اُن کا کافرہ ہونا لازم نہیں آتا (یا) ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کسی اور وجہ سے استغفار سے منع کیا ہو جیسے ابتداءِ اسلام میں جو مقروض قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ نہ چھوڑ جاتا اُس کی نماز جنازہ سے منع تھی حالانکہ وہ مسلمان ہوتا۔۔۔ اُن کا قول درست نہیں جو کہتے ہیں کہ استغفار کی ممانعت (معاذاللہ) والدہ کے کافرہ ہونے کے سبب تھی کہ کافر کے لئے استغفار جائز نہیں“۔

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

لَعَلَّ حِکْمَۃَ عَدْمِ الْاِذْنِ لَہٗ فِی الْاِسْتِغْفَارِ لَھَا اِتْمَامُ النِّعْمَۃِ عَلَیْہِ بِاِحْیَائِھَا لَہٗ بَعْدَ ذَالِکَ حَتّٰی تَصِیْرَ مِنْ اَکَابِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَوِ الْاِمْھَالُ اِلٰی اِحْیَائِھَا لِتُؤْمِنَ بِہٖ فَتَسْتَحِقَّ الْاِسْتِغْفَارِ الْکَامِلِ حِیْنَئِذٍ، وَحَدِیْثُ اِحْیَائِھَا وَاِحْیَاءِ اَبِیْہِ لَہٗ حَتّٰی آمَنَابِہٖ ثُمَّ تَوَفَّیَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ ۔

(فتح الالٰہ فی شرح المشکاۃ ج6ص175 ط دارالکتب العلمیۃ)

”آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جو والدہ کے لئے استغفار کی اجازت نہیں ملی، تو شاید اُس میں یہ حکمت ہے کہ اُن کو اِس کے بعد زندہ کرکے تاکہ وہ بڑے مؤمنین میں سے ہو جائیں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر پورا

احسان ہو، یا مقصود یہ ہو کہ اُن کو آپ ﷺ پر ایمان لانے کے لئے زندہ کرنے تک استغفار رہنے دیں تاکہ پھر کامل استغفار کی مستحق ہوں، اورآپ ﷺ کی والدہ اور والد کے زندہ ہو کر آپ ﷺ پر ایمان لا کر وفات پا جانے کی حدیث (کا مضمون) صحیح ہے"۔

شیخ احمد بن عبد العزیز بن مقرن قصیر اُن اہلِ علم میں سے ہیں جو اس کو ترجیح دیتے ہیں کہ زمانہ فترت والوں کا روزِ قیامت امتحان ہو گا، اُس امتحان میں کامیاب اہلِ جنّت ہوں گے، اور ناکام دوزخ میں جائیں گے، وہ اپنے موقف کے موافق حضور ﷺ کی والدہ کے لئے استغفار سے ممانعت کی توجیہ میں یوں فرماتے ہیں،

أَنَّ اللهَ تَعَالٰی لَمْ يَأْذَنْ لِنَبِيِّهٖ - صلى الله عليه وسلم - بِالْاِسْتِغْفَارِ لِأُمِّهٖ لِأَنَّهَا مَاتَتْ فِي الْفَتْرَةِ، وَمَصِيْرُ أَهْلِ الْفَتْرَةِ مَجْهُوْلٌ، فَلَا يُدْرٰى مَا يَصِيْرُوْنَ إِلَيْهِ، وَقَدْ شَاءَ سُبْحَانَهٗ أَنْ يَّكُوْنَ مَصِيْرُ أُمِّهٖ صلى الله عليه وسلم مَخْفِيًّا عَنْهُ لِحِكَمٍ يُرِيْدُهَا سُبْحَانَهٗ، وَقَدْ يَكُوْنُ مِنْ هٰذِهِ الحِكَمِ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم لَوْ أُذِنَ لَهٗ بِالْاِسْتِغْفَارِ لِأُمِّهٖ لَفُهِمَ مِنْهُ جَوَازُ الْاِسْتِغْفَارِ لِأَهْلِ الْفَتْرَةِ عُمُوْمًا، وَمَعْلُوْمٌ أَنَّ مِنْ أَهْلِ الْفَتْرَةِ مَنْ قَضَى اللهُ تَعَالٰی بِأَنَّهُمْ لَا يُجِيْبُوْنَ، وَلَا يَجُوْزُ الْاِسْتِغْفَارُ لِمَنْ قَضَى اللهُ تَعَالٰی بِأَنَّهُمْ لَا يُجِيْبُوْنَ، لِأَنَّ حُكْمَ هٰؤُلَاءِ هُوَ حُكْمُ أَهْلِ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ، وَالَّذِيْنَ مَنَعَ اللهُ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ لَهُمْ۔ (الاحادیث المشکلۃ ج1، ص335)

اللہ تعالیٰ نے جو حضور ﷺ کو والدہ کے لئے استغفار کی اجازت نہیں دی تو اس لئے کہ وہ زمانہ فترت میں فوت ہوئیں، اور زمانہ فترت والوں کا ٹھکانہ نامعلوم ہے (نصوص کے تعارض کے سبب) معلوم نہیں کہ کہاں جائیں گے؟ اور اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ کی والدہ کا ٹھکانہ مخفی رہے جن حکمتوں کے سبب بھی چاہا، اُن حکمتوں میں سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر آپ کو اُن کے لئے

استغفار کی اجازت ملتی، توسب اہلِ فترت کے لئے استغفار کی عمومی اجازت سمجھی جاتی ، اور یہ معلوم ہے کہ اہل فترت میں سے بعض وہ ہوں گے جو روزِ قیامت امتحان کے وقت حکم نہیں مانیں گے ، اور ایسے لوگ جو حکم قبول نہیں کریں گے ان کے لئے استغفار جائز نہیں ، کیوں کہ ایسے لوگ کافروں مشرکوں کے حکم میں ہیں ، اور وہ وہ ہیں جن سے اللہ نے استغفار سے منع فرمایا (مگر اُس سب کا فرداً فرداً علم آخرت کے امتحان کے وقت ہو گا)۔

شیخ بلال فیصل البحر بغدادی بھی اہل فترت کے آخرت میں امتحان کے قائل ہیں ، وہ اپنے موقف کے مطابق فرماتے ہیں

وَاَیْضًافَلَادَلَالَۃَ فِی الْحَدِیْثِ لِلْمُلَّابِوَجْہٍ مِنَ الْوُجُوْہِ اِلَّابَعْدَتَسْلِیْمِ اَنَّ النَّھْیَ عَنِ الْاِسْتِغْفَارِلَھَایَسْتَلْزِمُ اِکْفَارَھَا،وَلَانُسَلِّمُہٗ اِذْلَایَقْتَضِیْہِ ظَاہِرُاللَّفْظِ فَلَا دَلَالَۃَ فِیْہِ عَلٰی کُفْرِھَاوَلَاعَلٰی عَدْمِہٖ،بَلْ فِیْہِ اَنَّہٗ اِنَّمَانُھِیَ عَنِ الْاِسْتِغْفَارِلَھَالِاَنَّہٗ لَایَعْلَمُ مَصِیْرَھَابَعْدُ،وَھٰذَاظَاھِرٌفِیْ اَنَّھَامِنْ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ الَّذِیْنَ لَایُحْکَمُ عَلَیْھِمْ بِاِیْمَانٍ وَلَابِکُفْرٍ،وَمَنْ کَانَتْ ھٰذِہٖ حَالَہٗ لَایُشْرَعُ الْاِسْتِغْفَارُلَہٗ۔ (تحقیق المقال فی محاکمۃ الملاوالجلال:87،88 دارالبصائر)

"استغفار سے ممانعت کی حدیث میں ملا علی قاری کے لئے کسی طرح دلیل نہیں ، مگر تب جب استغفار سے ممانعت والدہ کو کافر قرار دینے کو مستلزم ہو جب کہ ہم یہ استلزام نہیں مانتے ، اس لئے کہ ظاہری الفاظ اس کا تقاضا نہیں کرتے ، تو اس حدیث میں نہ تو والدہ کے کافر ہونے کی دلیل ہے نہ نہ ہونے کی ، بلکہ اس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کو ان کے لئے استغفار سے منع کیا گیا کیوں کہ آپ ﷺ ابھی تک اُس کا ٹھکانہ نہیں جانتے تھے ، اور یہی بات زمانہ فترت کے ان لوگوں سے متعلق ظاہر ہے جن پر نہ مؤمن ہونے کا حکم کیا جا سکتا ہو نہ غیر مؤمن ہونے کا ، اور جس کا حال ایسا ہو اس کے لئے استغفار کا حکم نہیں ہے"

حضور ﷺ والدہ کی قبر پر روئے کیوں؟

زیارت کی اِن احادیث میں سے بعض میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے والدہ کی قبر کی زیارت کی تو روئے اور اتنا سخت روئے کہ موجود صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی رلا دیا۔

فَبَکٰی وَاَبْکٰی مَنْ حَوْلَہٗ۔ (مسلم)

اس کو بھی بعض نے حضور ﷺ کی والدہ کے عذاب میں ہونے پر دلیل بنایا ہے، کہ یہ رونا اس لئے تھا کہ والدہ عذاب میں تھیں، اور عذاب اس لئے تھا کہ ایمان کے بغیر تھیں۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ کا والدہ کی قبر پر اس قدر رونا والدہ کے عذاب میں ہونے کی دلیل نہیں بنتا، کیوں کہ رونا اور عذاب میں ہونا لازم وملزوم نہیں ہیں، اور نہ ہی رونا اور بغیر ایمان کے ہونا لازم وملزوم ہیں۔

علامہ ابوالحسن سندھی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ ابن ماجہ میں فرماتے ہیں،

كَأَنَّهُ أَخَذَ التَّرْجَمَةَ مِنَ الْمَنْعِ عَنِ الِاسْتِغْفَارِ أَوْ مِنْ مُجَرَّدِ أَنَّهُ الظَّاهِرُ عَلَى مُقْتَضَى وَجُودِهَا فِي وَقْتِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا مِنْ قَوْلِهِ: فَبَكَى وَأَبْكَى إِذْ لَا يَلْزَمُ مِنَ الْبُكَاءِ عِنْدَ الْحُضُورِ فِي ذَلِكَ الْمَحَلِّ الْعَذَابُ أَوِ الْكُفْرُ بَلْ يُمْكِنُ تَحَقُّقُهُ مَعَ النَّجَاةِ وَالْإِسْلَامِ أَيْضًا۔ (حواشی علی ابن ماجۃ، ج1ص476)

"امام ابن ماجہ نے باب کا جو عنوان باندھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سے لیا کہ آپ ﷺ کو والدہ کے لئے استغفار سے ممانعت ہوئی، یا محض اس لئے کہ ظاہر یہی ہے اس بناء پر کہ والدہ جاہلیت کے دور میں تھیں جس کا مقتضا شرک پر ہونا ہے، ورنہ حدیث کے ان لفظوں سے نہیں لیا، کہ آپ ﷺ روئے اور رُلایا، کیوں کہ اس جگہ حاضر ہو کر رونے کو نہ عذاب لازم ہے، نہ کفر کا ہونا لازم ہے، بلکہ نجات اور مسلمان ہونے کی صورت میں بھی رونا ہو سکتا ہے"۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (م544ھ) فرماتے ہیں،

وَقَوْلُهٗ: "فَبَكٰى وَأَبْكٰى": بُكَاؤُهٗ عليه السلام عَلٰى مَا فَاتَهَا مِنْ لِحَاقِ أَيَّامِهٖ وَالْإِيْمَانِ بِهٖ۔ (اکمال المعلم)

"آپ ﷺ کا رونا اس لئے تھا کہ آپ ﷺ کا زمانہ پانا اور آپ ﷺ پر ایمان لانا والدہ سے فوت ہو گیا"۔

اور ظاہر ہے کہ والدہ کا آپ کا زمانہ نہ پانا اور آپ پر ایمان نہ لانا بھی عذاب ہونے کو لازم نہیں۔

علامہ احمد بن عبد الرحمن بن محمد البنا ساعاتی رحمۃ اللہ علیہ (م1378ھ) فرماتے ہیں،

بُكَاءُهٗ ﷺ لَيْسَ لِتَعْذِيْبِهَا وَاِنَّمَا هُوَ اَسَفٌ عَلٰى مَافَاتَهَا مِنْ اِدْرَاكِ اَيَّامِهٖ وَالْاِيْمَانِ بِهٖ۔ (الفتح الربانی ج8ص159)

"آپ ﷺ کا رونا اس لئے نہ تھا کہ والدہ کو عذاب ہو رہا تھا، رونا اس افسوس پر تھا کہ اُنہوں نے آپ ﷺ کا زمانہ نہیں پایا اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کا موقع نہ پایا"۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات باب البکاء علی المیّت میں فرماتے ہیں،

رَوٰى مُسْلِمٌ اَنَّهٗ ﷺ زَارَ قَبْرَ اُمِّهٖ فَبَكٰى وَاَبْكٰى مَنْ حَوْلَهٗ، وَمَارَوَى الْبُخَارِيْ اَنَّهٗ بَكٰى عَلٰى قَبْرِ بِنْتٍ لَهٗ۔ (تحت ح1724)

"مسلم نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے والدہ کی قبر کی زیارت کی تو روئے اور آس پاس والوں کو بھی رُلایا، اور بخاری نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ اپنی بیٹی کی قبر پر روئے ہیں"۔

اگر بیٹی کی قبر پر رونا غیر مومن اور عذاب ہونے کی وجہ سے ہے تو پھر والدہ سے متعلق بھی دعوٰی و دلیل درست ہے، اور ایسا نہیں تو دعوی اور دلیل درست نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ بیٹی کی قبر پر رونا غیر مومن اور عذاب میں ہونے کو لازم نہیں تو والدہ کی قبر پر رونا بھی والدہ کے غیر مومن ہونے اور عذاب میں ہونے کی دلیل نہیں ہے، واضح یہ ہے کہ اِس کے بعد ہی واقعہ

احیاء ہوا ہو گا، کہ آپ ﷺ کی درخواست پر زندہ ہو کر آپ پر ایمان لانے کا موقع اور سعادت بھی حاصل ہوگئی، بلکہ اگر یہ دیکھیں کہ والدہ نے آپ ﷺ کا نبی ورسول ہونا سن رکھا تھا تو اسی وقت سے آپ پر ایمان لائی ہوں گی،

بہر حال اِس مضمون کی احادیث میں کوئی ایسے صریح الفاظ نہیں ہیں جو دلیل بنتے ہوں کہ آپ ﷺ کی والدہ مشرکہ تھی، زیادہ تر بعض شارحین کی باتیں اور بعض محدثین کے تراجمِ ابواب ہیں جن کو لے کر حضور ﷺ کے والدَین کو جہنّمی اور مشرک ثابت کیا جارہا ہے، اور ظاہر ہے کہ شارحین کی باتیں خبر واحد صحیح کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتیں، پھر اُن کے مقابلہ میں یہ بھی محدثین اور شارحین ہیں جن کے حوالے ابھی ذکر ہوئے، جو استغفار سے ممانعت کی وجہ کفر وشرک نہیں مانتے، لہٰذا استغفار سے متعلق احادیث سے یہ عقیدہ ثابت نہیں کیا جاسکتا، (کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ مشرکہ تھی) اور صرف شارحین کی عبارات وتشریحات عقیدہ کے باب میں حجت نہیں ہیں (خود مفتی رضوان صاحب بھی کہتے ہیں کہ اس بارے میں صرف قرآن وسنّت کی معتبر نصوص حجت ہیں)۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے ودان میں، یا قبروں کے پاس تھے کہ آپ ﷺ نے والدہ کے لئے شفاعت کی درخواست کی، تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ کے سینے پر مارا اور فرمایا،

لَاتَسْتَغْفِرْ لِمَنْ مَّاتَ مُشْرِكًا ۔ (مسند البزار ح4453)

”جو مشرک ہو کر فوت ہوا آپ اُس کے لئے استغفار نہ کرو، تو آپ ﷺ غم زدہ ہو کر واپس لوٹے“۔

بس یہی ایک روایت نبی کریم ﷺ کی والدہ کے مشرک ہونے سے متعلق صریح ہے، لیکن یہ بھی صحیح نہیں سخت ضعیف ہے، سند میں (۱) محمد بن جابر بن سیار یمامی سحیمی حنفی ہے، امام یحییٰ بن معین اور نسائی ضعیف کہتے ہیں، بخاری کہتے ہیں قوی نہیں، امام احمد فرماتے ہیں اِس سے وہی حدیث بیان کرے گا جو اِس سے بھی برا ہو گا، ابن حبان کہتے ہیں یہ اندھا اپنی کتابوں میں وہ ملا دیتا تھا جو اِس کی حدیث نہ ہوتی اور حدیث چوری کرتا تھا، اور جو بھی اِس کو ذکر کر دیا جاتا یہ اُس کو حدیث ظاہر کر کے بیان کر دیتا (میزان الاعتدال ج3ص496) عمرو بن علی کہتے ہیں سچا ہے مگر بکثرت وہم میں پڑنے والا متروک الحدیث ہے، ابوزرعہ کہتے ہیں، اہلِ علم کے نزدیک ساقط الحدیث ہے، بخاری فرماتے ہیں محدثین اِس میں کلام کرتے ہیں، اس نے منکر روایتیں بیان کی ہیں، ابوداؤد کہتے ہیں لیس بشیء ہے، ابن مہدی اِس کو ضعیف کہتے ہیں، یعقوب بن سفیان و عجلی ضعیف کہتے ہیں (تہذیب التہذیب ج6ص175:176) امام احمد فرماتے ہیں اِس کی منکر روایتیں ہیں (المغنی ج2ص274)

اور (۲) دوسرے راوی سماک بن حرب پر بھی بہت سے محدثین کو کلام ہے، حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں ضعیف ہے، امام شعبہ ضعیف کہتے ہیں، امام احمد فرماتے ہیں حدیث میں اضطراب کا شکار ہوتا ہے، صالح جزرہ کہتے ہیں ضعیف قرار دیا گیا ہے، نسائی فرماتے ہیں جب اکیلا ہو حجت نہیں، ابن المدینی کہتے ہیں اِس کی عکرمہ سے روایت اضطراب کا شکار ہے، یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں عکرمہ کے سوا سے درست ہے لیکن مضبوط راویوں میں سے نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال ج2ص233:234) ابن خراش کہتے ہیں اِس کی حدیث میں کمزوری ہے، ابن حبان کہتے ہیں کثرت سے غلطیاں کرتا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج3، ص228:229)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَأَمَّا حَدِيثُ أَنَّ جِبْرِيلَ ضَرَبَ فِي صَدْرِهِ وَقَالَ:"لَا تَسْتَغْفِرْ لِمَنْ مَاتَ مُشْرِكًا"، فَإِنَّ الْبَزَّارَ أَخْرَجَهُ بِسَنَدٍ فِيهِ مَنْ لَا يُعْرَفُ

(الحاوی للفتاوی، مسالک الحنفا)

یہ جو حدیث ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے سینے میں مارا اور فرمایا جو مشرک ہو کر فوت ہوا اُس کے لئے استغفار نہ کرو، امام بزار نے اِس کو روایت کیا، سند میں مجہول راوی ہیں۔

علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَفِيْ سَنَدِهٖ مَنْ لَا يُعْرَفُ فَلَا تَقُوْمُ بِهٖ حُجَّةٌ۔

(سبل الهدی والرشاد ج2، ص125)

اس کو بزار نے روایت کیا، اور سند میں مجہول راوی ہیں لہٰذا حجت نہیں بن سکتی۔

شیخ احمد بن عبد العزیز بن مقرن قصیر بھی یہی فرماتے ہیں

فَاِنَّ الْبَزَّارَ اَخْرَجَہٗ بِسَنَدٍفِيْہِ مَنْ لَايُعْرَفُ۔

(الاحادیث المشکلۃ 1:325 دار ابن الجوزی)

"اس کو بزار نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں مجہول راوی ہیں"

شیخ بلال فیصل البحر بغدادی فرماتے ہیں

وَهُوَخَبَرٌ مُنْكَرٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ ،تَفَرَّدَبِهٖ مُحَمَّدُبْنُ جَابِرِ الْيَمَامِيْ،وَهُوَسَيِّئُ الْحِفْظِ يَخْلُطُ كَثِيْرًا،وَيُتَلَقَّنُ بَعْدَاَنْ عَمِيَ ،وَقَدْاَشَارَالْحَافِظُ اَبُوْبَكْرِ الْبَزَّارُاِلٰى اَنَّهٗ اَخْطَاَفِيْ مَتَنِهٖ وَسَنَدِهٖ۔ (تحقیق المقال فی محاکمۃ الملا والجلال:87 دار البصائر)

"یہ روایت ان الفاظ سے منکر ہے، جس کو اکیلا محمد بن جابر یمامی روایت کرتا ہے، جو برے حافظے والا ہے، کثرت سے اختلاط کرتا ہے، نابینا ہونے کے بعد اس کو تلقین کی جاتی تھی، امام ابو بکر بزار نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ یمامی نے اس کی سند اور متن میں غلطی کی ہے"

تو یہ روایت بھی سخت ضعیف ہے، اور یہ مفتی رضوان صاحب کے نزدیک بھی مسلّم ہے کہ عقیدہ صرف معتبر صحیح نصوص سے ثابت ہوتا ہے (علمی رسائل ج12، ص213)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! میرا باپ کہاں ہے؟ فرمایا دوزخ میں ہے، اُس نے غصہ کی حالت میں پیٹھ پھیری، تو آپ ﷺ نے فرمایا،

اِنَّ اَبِیْ وَ اَبَاکَ فِی النَّارِ۔ (مسلم، مسند احمد، ابو داؤد، بزار، ابو یعلی، ابو عوانہ، ابن حبان)

بیشک میرا باپ بھی اور تیرا باپ بھی دونوں دوزخ میں ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کی حدیث:

لیکن اس حدیث کا دوسرا متن اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے اُس دیہاتی کے اِس سوال پر کہ پھر آپ کا باپ کہاں ہے؟ فرمایا، حَیْثُمَامَرَرْتَ بِقَبْرِ کَافِرٍ فَبَشِّرْہُ بِالنَّارِ۔

(ابن ماجہ، مسند بزار، طبرانی کبیر، ابن السنی، الاحادیث المختارۃ)

"جہاں کہیں تو کافر کی قبر کے پاس سے گذرے تو اُس کو دوزخ کی خبر سُنا دے"۔

اس متن کے راوی (۱) حضرت عبد اللہ بن عمر اور (۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم ہیں پہلے متن کی حدیث صاف طور پر اِس منفی موقف کی مؤید ہے کہ آپ ﷺ کے والد دوزخ میں ہیں، لیکن انصاف کی آنکھ سے دیکھا جائے تو دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں، پہلے متن کے مرکزی راوی حماد بن سلمہ ہیں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حماد بن

سلمہ کی بڑی عمر ہوئی حافظہ خراب ہو گیا، اس لئے امام بخاری نے اُس کی حدیث سے حجت نہیں لی، صرف بطور تائید وشاہد کے روایات لائے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج2ص278)

وَاِذَاکَانَ الْاَمْرُ عَلٰی ھٰذَافَالْاِحْتِیَاطُ لِمَنْ رَاقَبَ اللہ تَعَالٰی لَایَحْتَجُّ بِمَایَجِدُفِیْ حَدِیْثِہٖ مِمَّایُخَالِفُ الثِّقَاتَ۔ (اکمال تھذیب الکمال)

"جب حال یہ ہے تو جس کو اللہ کا دھیان ہو وہ اُس حدیث کو حجت نہ بنائے جس میں حماد ثقہ راویوں کے خلاف روایت کرتا ہو"۔

ابن سعد کہتے ہیں حماد ثقہ کثیر الحدیث ہے لیکن کبھی منکر روایت بیان کرتا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج2ص279) امام ذہبی فرماتے ہیں حماد امام ہیں ثقہ ہیں لیکن اُس کے اوہام اور غرائب ہیں، وَغَیْرُہٗ اَثْبَتُ مِنْہُ حماد کے سوا دوسرے راوی اُس سے زیادہ مضبوط ہیں (المغنی ج1ص286)

علامہ ناصر الدین البانی ایک روایت کے تحت فرماتے ہیں،

حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ إِنَّمَا أَخْرَجَ لَهُ الْبُخَارِيْ تَعْلِيْقًا، وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُهُمْ؛ قَالَ الْحَافِظُ فِي "التَّقْرِيْبِ":"أَثْبَتُ النَّاسِ فِيْ ثَابِتٍ، وَتَغَيَّرَ حِفْظُهٗ بِأَخِرَةٍ" وَقَالَ الذَّهَبِيْ فِي "الْمِيْزَانِ" "وَكَانَ ثِقَةً، لَهٗ أَوْهَامٌ" وَقَالَ فِي "الْكَاشِفِ": "هُوَ ثِقَةٌ صَدُوْقٌ يَغْلِطُ، وَلَيْسَ فِيْ قُوَّةِ مَالِكٍ" قُلْتُ: وَأَنَا أَظُنُّ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ أَغْلَاطِهٖ۔

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ج11، ص794، ش، رقم 5455)

"حماد کی روایت بخاری نے تعلیقًا بیان کی ہے، اور بعض نے اُس میں کلام کیا ہے، حافظ تقریب میں کہتے ہیں ثابت سے روایت میں سب سے مضبوط ہیں، اور آخر میں اُس کا حافظ گڑبڑ ہو گیا تھا، ذہبی میزان میں فرماتے ہیں کہ ثقہ ہیں اور اُس کے اوہام ہیں، اور الکاشف میں فرماتے ہیں

ثقہ ہیں، سچے ہیں غلطی کرتے ہیں، امام مالک کی قوت میں نہیں، میں کہتا ہوں یہ حدیث بھی اُس کے اغلاط میں سے ہے"۔

ایک دوسری جگہ ایک روایت کے مضمون پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

وَيُؤَيِّدُ مَا ذَكَرْتُ أَنَّهُ ذُكِرَ نَحْوُ هٰذَا فِيْ تَرْجَمَةِ حَمَّادٍ مِنَ "الْمِيْزَانِ"، فَقَالَ عَقِبَ حَدِيْثِهٖ هٰذَا: "فَهٰذَا مِنْ أَنْكَرِ مَا أَتٰى بِهٖ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ۔

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ج13، ص728)

"جو کچھ میں نے ذکر کیا اِس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو میزان میں حماد کے ترجمہ میں ذکر ہوا کہ اس روایت کے بعد فرمایا کہ یہ وہ منکر روایت ہے جو حماد بن سلمہ لائے ہیں"۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں،

أَنَّ حَمَّادًا وَإِنْ كَانَ ثِقَةً مِنْ رِجَالِ مُسْلِمٍ -؛ قَدْ تُكُلِّمَ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ، وَبِالْخُصُوْصِ فِيْ رِوَايَتِهٖ عَنْ غَيْرِ ثَابِتٍ - كَمَا هُنَا (الی قولہ) أَنَّ الْمُعَلِّقَ عَلَى "الْإِحْسَانِ" (305/7 - طبع المؤسسة) ،وَقَعَ فِيْ خَطَأَيْنِ اثْنَيْنِ:اَلْأَوَّلُ: أَنَّهُ صَحَّحَ إِسْنَادَ حَمَّادَ بْنِ سَلَمَةَ؛ فَلَمْ يَتَنَبَّهْ لِمَا وَقَعَ فِيْهِ مِنَ الشُّذُوْذِ وَالْمُخَالَفَةِ لِثُقَاتٍ

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ج13 ص1132، ش)

"حماد اگرچہ مسلم کے راویوں میں سے ہے لیکن اس کے حافظہ کے اعتبار سے کلام کیا گیا ،اور پھر خصوصًا ثابت کے سوا سے روایت میں جیسا کہ یہاں ہے۔۔۔ الاحسان پر تعلیق لکھنے والا دو غلطیوں میں مبتلا ہوا، ایک یہ کہ حماد بن سلمہ کی روایت کو صحیح کہا اور جو اس میں شذوذ اور ثقات کی مخالفت ہے اُس پر متنبہ نہیں ہوا"۔

اس لئے امام مسلم کی اس روایت پر کلام کرنے والے حضرات کہتے ہیں کہ دوسرے ثقہ راویوں کے متن کے مقابلہ میں اُس کی روایت کا متن شاذ بن جاتا ہے۔

ایسی بات اولاً علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہنے والے نہیں ہیں، بلکہ اُس وقت جب امام سیوطی پیدا ابھی نہیں ہوئے تھے۔ امام ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی (م 581ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی، چنانچہ الروض الانف میں فرماتے ہیں،

وَقَدْرَوَاہُ مَعْمَرُبْنُ رَاشِدٍبِغَیْرِ ھٰذَا اللَّفْظِ فَلَمْ یَذْکُرْ اَنَّہٗ قَالَ لَہٗ اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ وَلٰکِنْ ذَکَرَ اَنَّہٗ قَالَ لَہٗ اِذَامَرَرْتَ بِقَبْرِ کَافِرٍ فَبَشِّرْہُ بِالنَّارِ۔

(الروض الانف ج1 ص113، مطبعۃ الجمالیۃ مصر)

"اِس روایت کو معمر بن راشد نے اِن لفظوں کے سوا لفظوں میں روایت کیا ہے، اُس کی روایت میں یہ ذکر نہیں اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ، بلکہ یہ لفظ ہیں، اِذَامَرَرْتَ بِقَبْرِ کَافِرٍ فَبَشِّرْہُ بِالنَّارِ (جب کسی کافر کی قبر پر سے گذرو اُس کو دوزخ کی خبر سناؤ)"۔

مفتی رضوان صاحب کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں معمر کی روایت کا کتبِ حدیث میں کوئی وجود نہیں البتہ معمر کی روایت کا زہری سے مرسلاً وجود ہے، جس میں ہے کہ اُس (دیہاتی) نے کہا کہ آپ کے والد کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ تو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ تم جب بھی کسی کافر کی قبر سے گزرو تو اُس کو آگ کی بشارت سناؤ الخ۔

(جامع معمر بن راشد ح19687، علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص276)

ممکن ہے کہ علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی روایت معمر عن ثابت ملی ہو، نہیں تو بات کا مدار اِس پر نہیں ہے، اتنی بات صاف ہے کہ حماد کے حافظہ کی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مسلم کی حدیث جیسا ذکر ہو گیا احتیاط اِسی میں ہے کہ اُس کے مقابلہ میں حضرت سعد اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کی روایت کو لیا جائے، جس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے والد سے متعلق کچھ نہ فرماتے ہوئے اُس کو ایک عمومی حکم سُنا دیا، اور یہ حدیث آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والد سے متعلق کچھ نہیں بتاتی، اِس لئے اِس حدیث سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والد کے دوزخی ہونے کو ثابت نہیں کیا جا سکتا، رہا اِس کے عموم

سے ثابت کرنا تووہ اُن حضرات کے خلاف حجت نہیں بن سکتا جو آپ ﷺ کے والدین کے مومن وموحّد ہونے کے قائل ہیں۔

الشیخ حسن عدوی شاذلی مصری مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م1303ھ) فرماتے ہیں،

وَمَاوَرَدَمِنْ قَوْلِہٖ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِفَمُتَکَلَّمٌ فِیْہِ وَعَلٰی صِحَّتِہٖ فَمُؤَوَّلٌ

(النفحات الشاذلیۃ شرح القصیدۃ البردیۃ ص34، ط دارالکتب العلمیہ)

"اور یہ جو نقل ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا"میرا اور تیرا باپ دونوں جہنّم میں ہیں" تواِس روایت میں کلام ہے، اوراگر صحیح مانی جائے تو مؤول ہے (مناسب تاویل کی جائے گی)۔

علامہ شیخ عبداللہ بن محمد بن الصدیق غماری حسنی (م1413ھ) مسلم شریف کی حدیث (اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ) سے متعلق فرماتے ہیں،

هٰذَاالْحَدِیْثُ بِهٰذَااللَّفْظِ شَاذٌمَرْدُوْدٌ (الی قولہ) وَالْخُلَاصَۃُ اَنَّ الْحَدِیْثَ شَاذٌمَرْدُوْدَۃٌ کَمَا تَقَدَّمَ،لٰکِنْ وَرَدَمِنْ طَرِیْقٍ آخَرَبِلَفْظٍ لَاشُذُوْذَ فِیْہِ،رَوَی الْبَزَّارُوَالطَّبْرَانِیْ وَالْبَیْهَقِیْ مِنْ طَرِیْقِ إِبْرَاهِیمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِیهِ، أَنَّ أَعْرَابِیًّاقَالَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ أَيْنَ أَبِي؟ قَالَ فِي النَّارِ. قَالَ: فَأَيْنَ أَبُوكَ؟ قَالَ:حَیْثُ مَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ کَافِرٍ فَبَشِّرْہُ بِالنَّارِ،اِسْنَادُہٗ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ وَهُوَاَصَحُّ مِنْ حَدِیْثِ مُسْلِمٍ،وَلَیْسَ فِیْہِ اَنَّ اَبَاالنَّبِیِّ ﷺ فِی النَّارِ،فَهٰذَاالْحَدِیْثُ هُوَالْمُعْتَمَدُ۔

(الفوائدالمقصودۃ فی بیان الاحادیث الشاذۃ المردودۃ ص27تا29، دارالامام النووی عمان، اردن)

"یہ حدیث ان الفاظ سے شاذاور مردود ہے، لیکن دوسرے الفاظ میں بھی آئی ہے جو شاذ نہیں، کہ بزار، طبرانی، بیہقی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دیہاتی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ فرمایادوزخ میں ہے، کہنے لگاپھر آپ کا

باپ کہاں ہے؟ فرمایاجب بھی تو کسی کافر کی قبر سے گزرا کر اُس کو دوزخ کی خبر دے دیا کر، اِس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے، اور یہ مسلم کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے، اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ آپ ﷺ کے والد دوزخ میں ہیں، یہی حدیث قابلِ اعتماد ہے"۔

علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م974ھ) فرماتے ہیں،

وَحَدِيْثُ مُسْلِمٍ يَتَعَيَّنُ تَاوِيْلُهٗ، وَاَظْهَرُ تَاوِيْلٍ لَهٗ عِنْدِيْ اَنَّهٗ اَرَادَبِاَبِيْهِ عَمَّهٗ اَبَاطَالِبٍ لِمَاتَقَرَّرَ اَنَّ الْعَرَبَ تُسَمِّى الْعَمَّ اَبًا، وَقَرِيْنَةُ الْمَجَازِ فِيْهِ الْاٰيَةُ الْاٰتِيَةُ الشَّاهِدَةُ بِخِلَافِهٖ عَلٰى اَصَحِّ مَحَامِلِهَا عِنْدَاَهْلِ السُّنَّةِ، وَاَنَّ عَمَّهٗ هُوَالَّذِيْ كَفَلَهٗ بَعْدَجَدِّهٖ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَوْ كَانَ ذَالِكَ قَبْلَ اَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ وَمَاكُنَّامُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا، كَمَاوَقَعَ لَهٗ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ اَطْفَالِ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ هُمْ مَعَ آبَاءِ هِمْ، ثُمَّ سُئِلَ عَنْهُمْ فَذَكَرَاَنَّهُمْ فِى الْجَنَّةِ۔ (المنح المکیۃ ص102، ط دار المنہاج)

"مسلم شریف کی حدیث کا مؤول ہونا متعیّن ہے، اور میرے نزدیک اِس کی اظہر تاویل یہ ہے کہ اب سے مراد چچا ابو طالب ہے، کیوں کہ عرب کے ہاں یہ مقرر ہے کہ وہ چچا کو اب کہتے ہیں، اور اِس مجاز کا قرینہ آگے ذکر ہونے والی آیت ہے، جو اہل سنت کے نزدیک زیادہ صحیح مراد کے مطابق اِس حدیث کے خلاف گواہی دیتی ہے، اور دادے جناب عبد المطلب کے بعد اِسی چچانے آپ ﷺ کی کفالت کی تھی۔۔۔ یا آپ ﷺ کا یہ فرمانا اِس آیت کے نازل ہونے سے پہلے تھا "ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ رسول بھیج دیں" جیسا کہ یہ واقعہ ہوا کہ اول آپ ﷺ سے مشرکین کے بچوں سے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ اپنے آباء کے ساتھ (دوزخ میں) ہوں گے، اُس کے بعد پوچھا گیا تو ذکر فرمایا کہ وہ جنت میں ہوں گے"۔

علامہ محمد بن احمد ابو زہرہ رحمۃ اللہ علیہ (م1394ھ) فرماتے ہیں،

وَلَا شَكَّ أَنَّ الْخَبَرَ الَّذِیْ یَقُوْلُ أَنَّ أَبَا مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِی النَّارِ خَبَرٌ غَرِیْبٌ فِیْ مَعْنَاهُ، كَمَا هُوَ غَرِیْبٌ فِیْ سَنَدِهٖ، لِأَنَّ اللهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ: وَما كُنَّا مُعَذِّبِینَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُولًا ،وَقَدْ كَانَ أَبُوْ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَأُمُّهٗ عَلٰی فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ، فَكَیْفَ یُعَذَّبُوْنَ؟ إِنَّ هٰذَا مُخَالِفٌ لِلْحَقَائِقِ الدِّیْنِیَّةِ، لَقَدْ مَاتَ أَحَدُهُمَا قَبْلَ أَنْ یَبْرُزَ الرَّسُوْلُ إِلَی الْوُجُوْدِ، وَمَاتَتِ الْأُخْرٰی وَهُوَ غُلَامٌ لَمْ یُبْعَثْ رَسُوْلًا، وَلِذٰلِكَ كَانَ الْخَبْرُ الَّذِیْ یَقُوْلُ اِنَّهُمَا فِی النَّارِ مَرْدُوْدًا لِغَرَابَةِ سَنَدِهٖ أَوَّلًا،وَلِبُعْدِ مَعْنَاهُ عَنِ الْحَقِیْقَةِ ثَانِیًا۔ (خاتم النبیین ج1ص118)

"اس میں شک نہیں کہ جو روایت بتاتی ہے کہ حضور ﷺ کے والد دوزخ میں ہے مفہوم کے اعتبار سے بھی غریب ہے،سند کے اعتبار سے بھی غریب ہے،کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک ہم رسول نہ بھیجیں عذاب نہیں دیتے،اور حضور ﷺ کے والدین تو زمانہ فترت میں تھے،تو اُن کو کیسے عذاب ہو گا؟ یہ حقائق دینیہ کے خلاف ہے،اُن میں سے ایک رسول کریم ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے اور دوسرے اس وقت وفات پاگئے جب آپ بچے تھے، رسول ہو کر مبعوث نہیں ہوئے تھے،اس لئے جو روایت اُن کے دوزخی ہونے کا بتاتی ہے اولًا سند غریب ہونے کے سبب ثانیاً مفہوم حقیقت سے دور ہونے کے سبب قابلِ رد ہے"۔

شیخ احمد بن عبد العزیز بن مقرن قصیر روایت پر دونوں طرح کی کلام ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

أَمَّا حَدِیْثُ أَبِیْهِ صلی الله علیه وسلم فَقَدْ عَلِمْتَ مَا فِیْهِ مِنْ اِخْتِلَافِ الرُّوَاةِ فِیْ لَفْظِهٖ، وَهٰذَا الْاِخْتِلَافُ مُوْجِبٌ لِلتَّوَقُّفِ فِیْهِ وَعَدْمِ الْقَطْعِ بِمَضْمُوْنِهٖ۔

(الاحادیث المشکلۃ ج1ص325)

"اس حدیث کے الفاظ میں جو راویوں کا اختلاف ہے وہ آپ کو معلوم ہو گیا، یہ اختلاف حدیث سے متعلق توقف کرنے کو اور اس کے مضمون پر یقین نہ کرنے کو لازم کرتا ہے"۔

شیخ محمد حبش دمشقی فرماتے ہیں،

و َقَدْ أَجَابَ الْعُلَمَاءُ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ إِجَابَاتٍ كَثِيْرَةٍ؛ مِنْهَا أَنَّهٗ حَدِيْثُ آَحَادٍ فَلَا يُعَارِضُ الْقَطْعِيْ مِنَ الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ، كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: وَما كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا-(الاسراء15:17)وَمِنْهَا أَنَّ فِي الْحَدِيْثِ اِضْطِرَابًا، إِذْ لَمْ تَتَّفِقِ الرُّوَاةُ فِيْ حَدِيْثِ مُسْلِمٍ عَلٰى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَبِيْ وَأَبَاكَ فِي النَّارِ"، فَفِيْ رِوَايَةٍ أَنَّهٗ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَلَ ذٰلِكَ: إِذَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ كَافِرٍ فَبَشِّرْهُ بِالنَّارِ الخ ۔ (القراءات المتواترة واثرها ص169)

"علماء نے اس حدیث کے بکثرت جواب دیئے ہیں، ایک یہ کہ یہ خبر واحد ہے قطعی قرآن مجید کا مقابلہ نہیں کر سکتی، کہ ارشاد ہے کہ "جب تک ہم رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں دیتے" اور ایک یہ کہ حدیث میں اضطراب ہے، کہ راوی الفاظ میں متفق نہیں ہیں، کہ مسلم میں لفظ ہیں کہ میرا اور تیرا باپ دوزخ میں ہوں گے، اور ایک روایت میں اس کے بجائے لفظ ہیں جب تو کافر کی قبر کے پاس سے گذرے اُس کو دوزخ کی خبر سنا دے"۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی میں مرتب کتاب کے حاشیہ میں مسلم شریف کی اِس روایت کے تحت یہ درج ہے،

قَالَ السُّيُوْطِيْ فِيْ مَسَالِكِ الْحُنَفَاءِ فِيْ وَالِدِي الْمُصْطَفٰى ص77تَحْتَ قَوْلِهٖ "إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ" لَمْ يَتَّفِقْ عَلَى ذِكْرِهَا الرُّوَاةُ، وَإِنَّمَا ذَكَرَهَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثابت عَنْ أَنَسٍ، وَهِيَ الطَّرِيقُ الَّتِي رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْهَا، وَقَدْ خَالَفَهُ معمر عَنْ ثابت فَلَمْ يَذْكُرْ: "إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ" ، وَلَكِنْ قَالَ لَهُ:"إِذَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ كَافِرٍ فَبَشِّرْهُ

بِالنَّارِ"، وَهَذَا اللَّفْظُ لَا دَلَالَةَ فِيهِ عَلَى وَالِدِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِأَمْرٍ الْبَتَّةَ، وَهُوَ أَثْبَتُ مِنْ حَيْثُ الرِّوَايَةُ، فَإِنَّ معمرا أَثْبَتُ مِنْ حماد۔الی ان قال۔ ثُمَّ وَجَدْنَا الْحَدِيثَ وَرَدَ مِنْ حَدِيثِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ بِمِثْلِ لَفْظِ رِوَايَةِ معمر عَنْ ثابت عَنْ أَنَسٍ ۔ ۔ وَقَدْ أَخْرَجَ ابْنُ مَاجَهْ مِنْ طَرِيقِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سالم عَنْ أَبِيهِ الخ ۔ (المدونۃ الجامعۃ ج1ص709 ط دار القلم)

"علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مسالک الحنفاص 77 میں فرماتے ہیں کہ ان لفظوں کے ذکر میں راوی متفق نہیں، ان کو بس حماد بن سلمہ نے ثابت عن انس سے روایت کیا ہے، اور یہی وہ سند ہے جس سے مسلم نے روایت کیا، جب کہ حماد کے خلاف کیا معمر نے ثابت سے، اور اُس نے یہ لفظ ذکر نہیں کئے کہ میرا اور تیرا باپ دوزخ میں ہے، بلکہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا جب تو کسی کافر کی قبر سے گذرے اس کو دوزخ کی خبر دے، اور ان لفظوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد سے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا، اور یہ لفظ روایت کے اعتبار سے اثبت ہیں، کیوں کہ معمر حماد سے اثبت ہے۔۔ پھر ہم نے یہ پایا کہ یہ حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے معمر والے الفاظ میں نقل ہے۔۔ اورابن ماجہ نے ابراہیم بن سعد سے عن الزہری عن سالم عن ابیہ روایت کی ہے"

شیخ بلال فیصل البحر بغدادی حدیث مسلم کو صحیح ماننے کی صورت میں فرماتے ہیں

لٰكِنْ لَادَلِيْلَ فِيْهِ عَلٰى اِكْفَارِ وَالِدِهٖ ﷺ لِمَاتَقَدَّمَ اَنَّ الْمُرَادَبِاَبِيْهِ عَمُّهٗ وَهُوَ اَبُوْ لَهْبٍ اَوْ اَبُوْطَالِبٍ،وَقَدْمَرَّ تَحْقِيْقُ ذَالِكَ،فَفِيْ دَلَالَةِ هٰذَاالْحَدِيْثِ عَلٰى اِكْفَارِ اَبِيْهِ ﷺ خِفَاءٌ،وَحَمْلُهٗ عَلٰى عَمِّهٖ اَوْلٰى،لِمَافِيْهِ مِنْ اِعْمَالِ الْاَدِلَّةِ وَدَفْعِ مُعَارَضَتِهٖ لِلْاُصُوْلِ الْقَطْعِيَّةِ بِامْتِنَاعِ التَّعْذِيْبِ قَبْلَ الْبُلُوْغِ۔

(تحقیق المقال فی محاکمۃ الملا والجلال:91، دار البصائر)

"لیکن حدیث میں والد کو کافر قرار دینے پر دلیل نہیں، کیوں کہ پہلے بیان ہوا کہ اب سے چچا مراد ہے، یعنی ابو لہب یا ابو طالب، نہ کہ والد مراد ہے، اور اس کی تحقیق پہلے گذر چکی، تو آپ ﷺ کے والد کو کافر قرار دینے پر حدیث کے دلیل بننے میں خفاء ہے، اور چچا پر محمول کرنا اولی ہے، کیوں کہ اس سے تمام دلائل کارگر ہو جاتے ہیں، اور جو قطعی اصول ہیں جن کا تقاضا ہے کہ دعوت پہنچنے سے پہلے عذاب نہیں ہو گا ان سے تعارض بھی ختم ہو جاتا ہے"

اگر علی سبیل التسلیم حدیث سے منفی موقف کا ثبوت مان لیا جائے تو جو علماء حدیثِ احیاء کو صحیح مانتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ مسلم میں مذکور یہ واقعہ اور استغفار سے ممانعت والی روایات اُن کے زندہ کئے جانے کے واقعہ سے پہلے کے ہیں، زندہ کیا جانا اُس کے بعد کا ہے، اس لئے یہ روایت حجت نہیں ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنے اجتہاد سے اس روایت کو حجت بنانے کے قابل سمجھا ہو تو خیر یہ اُن کا اجتہاد ہے، جو ضروری نہیں کہ دوسرے بھی قبول کریں، کتنے راوی اور احادیث ہیں جن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام مسلم سے متفق نہیں ہیں جیسا کہ اس حدیث میں بھی متفق نہیں ہیں۔

رہا یہ کہ اگر روایت کے الفاظ یہی ہوں تو بھی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں فوت شدہ کافر و مشرک جہنم میں جائیں گے!!

تو اس بارے میں ظاہر ہے کہ دونوں طرف کے دلائل ہیں، اور دونوں طرف اہلِ سنت والجماعت اشاعرہ و ماتریدیہ اور شافعیہ و حنفیہ و غیرہم ہیں، جو زمانہ فترت والوں کی نجات کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ روایات اخبار احاد ہیں جو قرآن مجید کی اُن قطعی آیات کے مقابلہ میں مرجوح یا مؤول ہیں جن سے اُن لوگوں کی نجات معلوم ہوتی ہے جن تک رسول نہ پہنچے ہوں، اور رسول کی دعوت نہ پہنچی ہو۔

بہر حال عام زمانہ فترت والوں سے متعلق ہمارا کسی ایک جانب پر زور نہیں، محض ترجیح کی بات ہے، اور جذبہ بس یہ ہے کہ کم از کم نبی کریم ﷺ کے والدین سے متعلق نجات کو ترجیح دی جائے، نہیں تو کم از کم سکوت ہی کر لیا جائے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے نقل ہے، خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے والد حصین حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، اور (اپنے باپ کی تعریف کرتے ہوئے) سوال یوں کیا کہ آدمی صلہ رحمی کرتا، مہمان نوازی کرتا تھا اور آپ سے پہلے فوت ہو گیا (تو کیا فرماتے ہیں؟) تو فرمایا،

اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ،وفی روایۃ فَاِنَّھُمَافِی النَّار۔

(طبرانی کبیر، الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم، شرح مشکل الآثار، علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص256 تا258)

"بیشک میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں، یا وہ دونوں آگ میں ہیں"۔

اس روایت کی مختلف سندیں ہیں، اور کوئی سند بھی صحیح نہیں ہے۔

1. طبرانی کبیر کی ایک سند میں تین راویوں کی وجہ سے روایت سخت ضعیف ہے۔(1) العباس بن عبدالرحمن مولی بنی ہاشم مجہول ہے۔(2) ابو خالد الاحمر سلیمان بن حیان سے متعلق امام ابن عدی اور ابن معین فرماتے ہیں کہ سچا راوی ہے لیکن حجت نہیں، حافظہ بہت برا ہے۔ (میزان الاعتدال ج2ص200، المغنی ج1ص435) اور (3) داؤد بن دینار ابی ہند سے متعلق ابن حبان کہتے ہیں روایات میں مضبوط راوی تو ہے لیکن جب حافظہ سے بیان کرے وہم کا شکار ہو جاتا ہے، امام احمد سے نقل ہے کہ حدیث میں کثرت سے اضطراب کا شکار ہوتا اور دوسرے راویوں کے خلاف روایت کرتا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج2ص449:448)

2. طبرانی کبیر کی ہی دوسری سند میں (1) العباس کے ساتھ (2) سوید بن سعید بن سہل ہروی انباری ہے، جس پر بہت سے محدثین نے مثلاً یعقوب بن شیبہ، ابوزرعہ، نسائی، بخاری، علی بن مدینی، ابن معین، امام احمد وغیرہ نے سخت کلام کیا ہے (تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال)۔
3. اور طبرانی کی ہی ایک سند میں (1) العباس کے ساتھ (2) عبدان بن محمد العسکری اور (3) شعیب بن عمران العسکری تین مجہول راوی ہیں تو یہ سند بھی شدید ضعیف ہے۔
4. ابن خزیمہ (التوحید) کی روایت کی سند میں (1) عمران بن خالد بن طلیق بن محمد راوی سے متعلق امام احمد فرماتے ہیں متروک الحدیث ہے، ابوحاتم ضعیف کہتے ہیں، ابن حبان فرماتے ہیں اِس سے حجت لینا جائز نہیں۔ (لسان المیزان ج4ص345) اور (2) دوسرے راوی خالد بن طلیق سے متعلق دارقطنی کہتے ہیں قوی نہیں۔ (لسان المیزان ج2ص379، المغنی ج1ص305)
5. شرح مشکل الآثار کی سند میں (۱) العباس بن عبد الرحمن ہاشمی، اور (۲) داؤد بن ابی ہند راوی ہیں، جن کا حال ابھی ذکر ہوا۔
6. ابن ابی عاصم کی روایت کی سند میں بھی (1) ابوخالد اور (2) داؤد بن ابی ہند اور (3) العباس بن عبد الرحمن راوی ہیں جن کا حال ابھی ذکر ہوا ہے۔

ان روایتوں کے بے بنیاد ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ اِن روایتوں میں ہے کہ حصین چند دن بعد مشرک ہونے کی حالت میں وفات پا گئے، حالاں کہ حق اور صحیح یہ ہے کہ حصین صحابی مسلمان ہو کر اِس دنیا سے گئے ہیں، اس پر اتنے حوالے دیئے جاسکتے ہیں جنہیں گننا بھی مشکل ہو جائے گا، اسماء الرجال و تاریخ کے بجائے احادیث کی کتابوں کے حوالے لیجیے۔

(سنن الترمذی ج2ص186، فاروقی کتب خانہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج7ص55، دار الفکر: عمل الیوم واللیلۃ للنسائی ص288، ح1002-1001، دارالباز، مسند احمد ح19992، المستدرک ج2ص70، ح1916، وج4ص186، ذکر مناقب عمران بن حصین الخزاعی، قدیمی، الاسماء والصفات للبیہقی ص422، دارالحدیث، المعجم الاوسط ج2ص28، ح1985، المعجم الکبیر ج18، ص174، ح396، مسند البزار ج9ص53، ح3580، الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم ج4 ص332 ،ح2355 مجمع الزوائد ح17413، و16031، دارالفکر)

علامہ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حصین رضی اللہ عنہ کے مسلمان صحابی ہونے پر دس سے اوپر حوالے دے کر شعر لکھا ہے،

اَتَجْعَلُ مَنْ قَدْمَاتَ فِی السِّلْمِ کَافِرًا : وَمَاذَاکَ اِلَّامِنْ ذُھُوْلٍ وَّ غَفْلَۃٍ

(الابانۃ ج1ص168)

اُس کو جو مسلمان ہو کر فوت ہوا کیا تو کافر ہی بنائے گا؟ یہ بات محض ذہول اور غفلت ہی ہو گی۔

اس لئے علماء اِس مضمون کی حدیث پر کلام کرتے ہیں۔

مفتی محمد رضوان صاحب اس روایت سے متعلق ہماری مختصر بحث پر ذرا تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

”نیز اس بات کا امکان ہے کہ حضرت عمران کے والد اسلام لے آئے ہوں، اور دادا اسلام نہ لائے ہوں، جس روایت میں اسلام لانے کا ذکر ہے اس سے والد مراد ہوں، اور شرک کی حالت میں فوت ہونے والے سے مراد دادا ہوں، اور دلائل کے لحاظ سے راجح بھی یہی معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت عمران اور اُن کے والد حصین بن عتبہ دونوں اسلام لے آئے تھے، اور شرک کی حالت میں فوت ہونے والے مذکورہ صحابہ کرام کے علاوہ ایک الگ شخص تھے، جو کہ عمران کے دادا عتبہ تھے“۔(علمی رسائل ج21، ص662)

قابلِ غور بات ہے کہ یہاں اب پر اطلاق بطور مجاز دادا پر مان لیا گیا، جیسا کہ نصوص میں چچا پر بھی اب کا اطلاق ہوا، لیکن اگر مخالفین اب سے چچا یا دادا مراد لیں تو اُن کا مجاز درست نہیں، اور جناب کا مجاز درست ہے، یہ بَاءُ کَ تَجُرِّیْ وَبَاءِ یْ لَاتَجُرُّ والی بات ہوئی۔

رہی یہ بات کہ مسلمان کون تھا؟ سو جو ہم نے کہا تھا وہی مفتی صاحب نے مان لیا ہے، اور مفتی صاحب کو تسلیم ہے کہ ان روایات میں ضعف ہے، اور جناب کو نظر آیا ہوگا کہ اِن میں اضطراب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یارسول اللہ! کیا آپ اپنے والدین کی شفاعت فرمائیں گے؟ فرمایا ہاں میں اُن کی شفاعت کروں گا چاہے دی جائے یا نہ دی جائے، اور مجھے اُن کی دوزخ سے پوری نجات کی امید نہیں ہے۔

وَمَا اَرْجُوْ لَهُمَا النَّجَاةَ عَنِ النَّارِ بِالْكُلْيَةِ

(بحر الفوائد المسی بمعانی الاخبار للکلاباذی: ج1ص139، علمی و تحقیقی رسائل ج12)

اس میں راوی یزید بن عبد الرحمن بن ابی سلامہ ابو خالد اسدی کوفی ہے، یہ درست ہے کہ کئی محدثین نے اِن کی تعریف کی ہے، لیکن امام ابن حبان کہتے ہیں سخت وہم میں پڑنے والا سخت غلطیاں کرنے والا ہے، اِس سے حجت لینا جائز نہیں، ابن عدی کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ اِس سے روایت کرنے والا عبد السلام بن حرب ہے اور اس کی روایت میں کمزوری ہے، بہت غلطیاں کرنے والا، ثقہ راویوں کے خلاف روایت کرنے والا ہے (میزان الاعتدال ج4ص432) ابن حجر کہتے ہیں سچا تو ہے لیکن بہت غلطیاں کرتا ہے، اور تدلیس بھی کرتا ہے (تقریب) یعقوب بن سفیان اور ابن حبان کہتے ہیں ضعیف ہے (تحریر تقریب التہذیب) ابن

حبان کہتے ہیں جب ثقہ راویوں کے موافق روایت کرے تب بھی اُس سے حجت لینا جائز نہیں ،ابن سعد کہتے ہیں منکر الحدیث ہے، ابن عبد البر فرماتے ہیں حجت نہیں۔

(تہذیب التہذیب ج8ص197:196)

اس لئے یہ روایت اِس قابل نہیں کہ اِس کے ذریعے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدَین کے جہنّمی ہونے کا عقیدہ ثابت کیا جائے۔

مفتی رضوان صاحب بھی اس روایت کو کمزور، اور نا قابل اعتماد مانتے ہیں۔

(علمی رسائل ج12، ص243،ج21، ص668:667)

ملیکہ کے بیٹوں کی روایت:

ملیکہ کے دو بیٹوں سے روایت ہے جس میں رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُن کو اُن کی والدہ سے متعلق فرمایا کہ وہ جہنّم میں ہے، اُن کو یہ بات ناگوار گذری تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا،

وَاُمِّیْ مَعَ اُمِّکُمَا

(معجم الشیوخ ابن عساکر، مسند طیالسی، علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص316 تا318)

”میری والدہ بھی تمہاری والدہ کے ساتھ ہے“۔

ابن عساکر کی اِس روایت کی سند بھی سخت کمزور ہے، اِس میں (۱) داؤد بن ابی ہند ہے جس پر کلام گذر گئی ہے، (۲) اور راوی حفص بن غیاث نخعی کوفی پر بھی بہت سے محدثین نے کلام کی ہے، داؤد بن رشید کہتے ہیں بہت غلطیاں کرنے والا راوی ہے، ابوزرعہ کہتے ہیں قاضی بنائے جانے کے بعد اِس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا، صرف وہی روایتیں ٹھیک ہیں جو راویوں نے اِس کی کتاب سے لکھیں۔ (میزان الاعتدال ج1ص567)

اور حفص سے روایت کرنے والا (۳) ابو عمر احمد بن عبد الجبار عطاردی ہے، بہت سے محدثین نے اُن کو ضعیف کہا ہے، ابن عدی کہتے ہیں کہ میں محدثین کو دیکھتا ہوں کہ اِس کے کمزور

ہونے پر متفق ہیں، ضعیف قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اُن سے روایت کرتا ہے جن سے ملاقات نہیں کی ہوتی، ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ (میزان الاعتدال ج1ص112) ابو احمد حاکم کہتے ہیں محدثین کے نزدیک قوی نہیں، ابن عقدہ نے اِس کو چھوڑ دیا، دار قطنی کا کہنا ہے کہ اِس کے بارے ہمارے شیوخ کا اختلاف ہے، اور یہ محدثین میں سے نہیں ہے۔(تہذیب التہذیب ج1ص92 :93) امام عقیلی کہتے ہیں اِس کی حدیث میں کثرت سے وہم ہیں، مسلمہ بن قاسم کہتے ہیں ضعیف ہے(لسان المیزان) علامہ ابن حجر فرماتے ہیں ضعیف ہے۔(تقریب التہذیب)

اور مسند طیالسی کی روایت کی سند بھی سخت ضعیف ہے، اِس میں راوی (۱) یزید بن مرہ جعفی ہے، جس کے متعلق امام بخاری کہتے ہیں اِس کی حدیث صحیح نہیں ہوتی (تاریخ) ابو حاتم کہتے ہیں مجہول ہے۔(الجرح والتعدیل) اور (۲) ابو داؤد کا شیخ سلیمان بن معاذ سلیمان بن قرم بن معاذ ضبی کوفی ہے، ابن معین کہتے ہیں لیس بشیء (بے حیثیت) ہے، ابو حاتم کہتے ہیں مضبوط نہیں، ابن حبان کہتے ہیں غالی رافضی ہے، اور روایتوں کو الٹتا پُلٹتا ہے، نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔(میزان الاعتدال ج2ص219) ابو زرعہ کہتے ہیں قوی نہیں (المغنی ج1ص442) اور (۳) سلیمان کا استاذ عمران بن مسلم کون ہے؟ عمران بن مسلم فزاری ہو یا قصیر ہو اُس پر کلام ہے، کوئی دوسرا ہو تو متعیّن نہیں معلوم ہوتا، لہٰذا روایت قابلِ حجت نہیں۔

نیز "اس حدیث کو امام احمد نے بھی اپنی مسند میں دوسری سند سے روایت کیا ہے جس کے راوی ثقہ ہیں تاہم اس میں نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ کا کوئی ذکر نہیں، کئی اہلِ علم حضرات نے مذکورہ حدیث کے متن میں نکارۃ کا حکم لگایا ہے، کیوں کہ اس میں زندہ در گور کردہ کے بھی جہنم میں ہونے کا ذکر ہے"۔ (علمی و تحقیق رسائل ج12، ص319)

نتیجہ یہ کہ چوں کہ یہ روایت امام احمد کی معتبر صحیح روایت کے خلاف ہے جس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ کا ذکر تک نہیں، اور بہت سی صحیح روایات کے خلاف ہے جن میں زندہ در گور

کی ہوئی بچی کے جہنّم میں نہ جانے اور جنّت میں جانے کا ذکر ہے، اس لئے اہلِ علم حضرات اِس روایت کو منکر اور شاذ مانتے ہیں، اور یہ مفتی رضوان صاحب کو بھی تسلیم ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ملیکہ کے دو بیٹے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، اُنہوں نے اپنی والدہ کی اچھائیاں، نیکیاں بیان کیں، البتہ یہ بتایا کہ اُس نے دورِ جاہلیت میں بچیوں کو زندہ در گور کیا، آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں دوزخ میں ہے، اُن کے چہروں پر غم تھا، آپ ﷺ نے دوبارہ بلا کر فرمایا، اُمِّیْ مَعَ اُمِّکُمَا۔

(مسند احمد، بزار، طبرانی اوسط و کبیر، مستدرک، ابو نعیم حلیۃ و معرفۃ الصحابۃ، علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص325تا335)

”میری والدہ بھی تمہاری والدہ کے ساتھ ہے“۔

اِس حدیث کی سند بھی سخت ضعیف ہے، اس میں بھی کئی راویوں پر کلام ہے۔

(ا) راوی ابو الیقظان عثمان بن عمیر بجلی کوفی کی کسی محدث نے تعریف نہیں کی سب نے اُس پر کلام کیا ہے، امام احمد، عبد اللہ بن نمیر ضعیف الحدیث کہتے ہیں، ابن معین کہتے ہیں اِس کی حدیث لیس بشیء (بے وقعت) ہے، ابو احمد زبیری کہتے ہیں کہ یہ شیعہ کا عقیدہ رجعت رکھتا اور تشیع میں غالی تھا، امام بخاری و جوزجانی منکر الحدیث کہتے ہیں، دار قطنی کہتے ہیں متروک زائغ یعنی عقیدہ میں ٹیڑا اور نا قابلِ حجت ہے، ابن عبد البر کہتے ہیں سب محدثین نے اِس کو ضعیف کہا، ابن عدی کہتے ہیں گندے مذہب والا تشیع میں غالی رجعت پر ایمان رکھنے والا ہے (تہذیب التہذیب) امام ابن حبان کہتے ہیں حافظہ خراب ہو گیا تھا جو بیان کرتا اُس کو خود نہ سمجھتا تھا، اُس کی اُس حدیث سے حجت لینا بھی جائز نہیں جو ثقہ راویوں کے موافق ہو اور اُس سے بھی جس میں اکیلا اور مضبوط راویوں سے روایت کر رہا ہو۔ (المجروحین)

اور (۲) ایک راوی سعید بن زید بن درہم بصری ہے امام یحیی بن سعید فرماتے ہیں بہت ضعیف اور لیس بشیء ہے، ابو حاتم ونسائی کہتے ہیں قوی نہیں، جوزجانی کہتے ہیں محدثین اِس کی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اور یہ حجت نہیں، ابن حبان کہتے ہیں سچا حافظ ہے، لیکن اُن میں سے ہے جو روایتوں میں وہم کا شکار ہوتے اور غلطیاں کرتے ہیں یہاں تک کہ جب اکیلا ہو اُس کی حدیث حجت نہ بنائی جائے، بزار کہتے ہیں کمزور ہے، اِس کا حافظہ ٹھیک نہ تھا، دار قطنی کہتے ہیں ضعیف ہے (تہذیب التہذیب) سعدی کہتے ہیں کہ محدثین اِس کی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں، یہ کسی حال میں حجت نہیں۔ (اکمال تہذیب الکمال)

مفتی رضوان صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے کمزور، اور ناقابل احتجاج ہے۔ (علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص335, 332, 330، علمی رسائل ج21، ص668)

حضرت ابورزین عقیلی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی روایت:

ابورزین عقیلی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضرت ابورزین نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اپنی ماں کے بارے میں پوچھا کہ کہاں ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تیری ماں دوزخ میں ہے، تو پوچھا آپ کے گھرانے کے جو لوگ دنیا سے چلے گئے وہ کہاں ہیں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

اَمَاتَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ اُمُّکَ مَعَ اُمِّیْ ۔(السنۃ لابن ابی عاصم ص153، ح650، دار ابن حزم)

"کیا تو اِس پر خوش نہیں کہ تیری ماں میری ماں کے ساتھ ہو"۔

اِس میں ابورزین سے روایت کرنے والا راوی وکیع بن عدس مجہول ہے (میزان الاعتدال) ابن قتیبہ اور ابن قطان بھی اُس کو مجہول بتاتے ہیں (تہذیب التہذیب) تو یہ سند بھی ضعیف ہے، امام ذہبی نے الکاشف میں اور ابن حجر نے تقریب میں جو وُثِّقَ اور مَقْبُوْل کہا ہے، تو وہ اس بناء پر کہ تابعی ہے، اور اُس پر جرح منقول نہیں ہوئی، ورنہ اصل یہی ہے کہ مجہول ہے جیسا کہ میزان اور تہذیب التہذیب میں ہے۔

شیخ شعیب الارناؤوط فرماتے ہیں اسنادہ ضعیف، اس کی سند ضعیف ہے۔
(تعلیق علی مسند احمد)

شیخ بلال فیصل البحر بغدادی فرماتے ہیں

وَقَدْتَفَرَّدَبِہٖ وَکِیْعُ بْنُ عَدَسٍ اَوْحَدَسٍ ذَکَرَہُ ابْنُ حِبَّانَ فِیْ ثُقَاتِہٖ فَوَھِمَ،وَقَدْقَالَ ابْنُ قُتَیْبَۃَ غَیْرُمَعْرُوْفٍ،وَقَالَ ابْنُ الْقَطَانِ مَجْھُوْلُ الْحَالِ،وَقَالَ الذَّھَبِیْ فِی الْمِیْزَانِ لَایُعْرَفُ،فَحَدِیْثُہٗ مَجْھُوْل ضَعِیْفٌ،وَقَدْتَفَرَّدَبِہٖ فَھُوَمُنْکَرٌ

اس کو وکیع بن عدس یا حدس روایت کرنے میں اکیلا ہے، ابن حبان اس کو ثقات میں ذکر کر کے وہم میں پڑے ہیں، جب کہ ابن قتیبہ کہتے ہیں معروف نہیں، ابن قطان کہتے ہیں مجہول الحال ہے، ذہبی کہتے ہیں معروف نہیں، تو اس کی روایت مجہول اور ضعیف ہے، اور جب اکیلا ہے تو منکر ہے"۔ (تحقیق المقال فی محاکمۃ الملا والجلال:86،85 دار البصائر)

اور متن میں بھی نکارت محسوس ہوتی ہے، کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اُس کو تسلی دیتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ

"کیا تو اِس پر خوش نہیں کہ تیری ماں میری ماں کے ساتھ ہو"

کیا حضرت ابورزین کی خوشی اِس میں ہے کہ اُن کی والدہ دوزخ میں ہو؟ خوشی تو اِس میں ہے کہ والدہ جنّت میں ہو، پھر دوزخ میں ہونے پر خوش ہونے کا کیسے فرمایا جارہا ہے؟

اور اگر روایت کسی درجہ میں صحیح ہو تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ کلام اُس کی تسلی کے لئے توریہ کے طریقے پر فرمایا، اور مراد صرف عالمِ برزخ میں ساتھ ہونا ہے، نہ کہ دوزخ میں ساتھ ہونا مراد ہے۔

نیز کئی اہلِ علم یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ واقعہ بھی واقعہ احیاء سے پہلے کا ہے، اور واقعہ احیاء اس کے بعد کا ہے، تو اُس سے پہلے جو آپ کے علم میں تھا وہ بیان کیا، بعد میں واقعہ احیاء سے اُن کا ایمان لانا بیان فرمایا۔ (سبل الھدی والرشاد، شرح الزرقانی علی المواھب)

حضرت حسن بن حسن رحمہ اللہ کا قول، کہ اگر بغیر عمل واطاعت کے حضور ﷺ کی رشتہ داری فائدہ دیتی:

مفتی رضوان صاحب ایک بحث میں امام ابو بکر احمد بن ابی خیثمہ کے حوالے سے حضرت حسن بن حسن (بن حسن بن علی رضی اللہ عنہما) رحمہ اللہ کا قول ذکر کرتے ہیں،

فَلَوْ كَانَ اللهُ نَافِعًا اَحَدًا لِقَرَابَتِہٖ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِغَيْرِ طَاعَةٍ لَنَفَعَ بِذَالِكَ اَبَاهُ وَ اُمَّہٗ۔

(ماہنامہ التبلیغ: ج18، ص73 تا75، بحوالہ التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمہ، جزء محمد بن عاصم الثقفی)

"اگر اللہ کسی کو رسول اللہ ﷺ کی قرابت ورشتہ داری کی وجہ سے بغیر طاعت کے نفع پہنچاتا تو اس قرابت ورشتہ داری کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے والد اور آپ کی والدہ کو ضرور نفع پہنچاتا"۔

مطلب واضح ہے کہ رسول کریم ﷺ کے والدین کو آپ ﷺ سے نفع نہیں ہوا۔

جواب 1: یہ روایت تاریخ ابن عساکر، تہذیب التہذیب، طبقات ابن سعد، اور دوسری تاریخ واسماء الرجال کی کئی کتابوں میں ذکر ہے، مرکزی راوی الفضیل بن مرزوق ہے، جس پر بہت سا کلام پہلے روایات کے ضمن میں گذرا ہے، اِس کو بعض محدثین ثقہ کہتے ہیں، لیکن ابن حبان کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے، ثقہ راویوں کے ذمہ لگا کر غلط روایت کرنے والا ہے، جو روایتیں ایسی بیان کرے جو ثقات کے موافق ہوں اُن سے حجت لی جائے، لیکن جس میں اکیلا ہو اور کوئی متابع نہ ہو، ایسی روایت کو حجت بنانے سے پرہیز کیا جائے، امام یحییٰ بن معین ایک قول میں فرماتے ہیں ضعیف ہے (المجروحین) علامہ اکرم بن محمد الاثری اور ابن حجر لکھتے ہیں سچا تو ہے لیکن وہم کا شکار ہوتا ہے

اور شیعہ بھی ہے (المعجم الصغیر لرواۃ الامام ابن جریر) نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے (تہذیب التہذیب) امام ابن شاہین فرماتے ہیں فضیل میں محدثین کا اختلاف ہے، جس کا تقاضا ہے کہ فضیل میں توقف کیا جائے، اور اُس کی حدیث کو صحیح میں داخل نہ سمجھا جائے (المختلف فیہم ص60) امام ذہبی فرماتے ہیں امام نسائی وغیرہ نے فضیل کو ضعیف کہا، اور امام مسلم نے جو فضیل کی روایت لی اِس پر امام مسلم پر طعن کیا گیا ہے (من تکلم فیہ وھو موثق، رقم279) علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں فضیل بن مرزوق میں حافظہ کے اعتبار سے کمزوری ہے (ارواء الغلیل: ج3ص54) باوجودے کہ مسلم کا راوی ہے اِس میں ضعف ہے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ح3601)

مفتی رضوان خان صاحب نے اس کے جواب میں فضیل بن مرزوق کا ثقہ ہونا نقل کیا ، اس سے ہماری بات پر اثر نہیں پڑتا، کیوں کہ ہم نے لکھا ہے کہ "بعض محدثین ثقہ کہتے ہیں" تو توثیق بیان کرنے کا فائدہ نہیں، البتہ اُس سے اگلے حوالے جو ہم نے درج کئے ہیں، کہ جب اکیلا ہو تو حجت نہیں، کہ حافظہ خراب ہے، اور اِس روایت میں بھی اکیلا ہے، اِس کا جواب چاہیئے، اور وہ ندارد، بہرحال یہ قابل احتجاج نہیں، خصوصاً اِس سے عقیدہ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

اور ایک سند میں فضیل سے روایت کرنے والا شبابہ بن سوار ہے، اگرچہ کئی محدثین نے شبابہ کو ثقہ کیا ہے، لیکن کئی محدثین کو اُس میں بھی کلام ہے، ابوحاتم کہتے ہیں سچا ہے لیکن اُس سے حجت نہ لی جائے، بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہ فرقہ مرجئہ سے تعلق رکھنے کے ساتھ بغضِ اہلِ بیتِ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مریض ہے، اور اس روایت کے ذریعے وہ ظاہر کرتا ہے کہ نبی کے اہل بیت کو اُن کا اہل بیت ہونا کام نہیں آئے گا، اور یہ اُس کا بدعتی عقیدہ ہے، وہ اس روایت کے ذریعے اپنے بدعتی عقیدے کی تائید و تقویت حاصل کر رہا ہے، اور بدعتی کی وہ روایت جو اُس کی بدعت کی مؤید ہو نا قابلِ قبول ہوتی ہے، اس لئے یہ روایت بھی ضعیف اور مردود ہے۔

جواب2: پھر اِس روایت کے الفاظ ایک تو وہی نقل ہیں جو اوپر ذکر ہوئے، دوسرے الفاظ یوں بھی نقل ہیں،

لَوْکَانَ اللہ مَانِعًابِقَرَابَۃٍ مِنْ رَسُوْلِ اللہ اَحَدًابِغَیْرِطَاعَۃِ اللہ لَنَفَعَ بِذَالِکَ مَنْ ھُوَ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنَّااَبَاوَ اُمًّا۔ (الطبقات لابن سعد: ج5ص245)

"اس میں قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ لَنَفَعَ بِذَالِکَ مَنْ ھُوَ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنَّااَبَاوَ اُمًّا میں مَنْ ھُوَ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنَّا اور اَبَاوَ اُمًّا ترکیب میں کیا واقع ہے؟ اَبَاوَ اُمًّا منصوبات میں سے کیا ہے؟ اور اِس کا عامل ناصب کیا ہے؟ اور اُس کے اعتبار سے صحیح مفہوم کیا نکلتا ہے؟

لَنَفَعَ بِذَالِکَ مَنْ ھُوَ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنَّااَبَاوَ اُمًّا میں نَفَعَ کا فاعل ضمیر محذوف ہے، جس کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اور بِذَالِکَ میں اسم اشارہ کا مشارالیہ قرابت ہے، پھر مَنْ موصوف ہے، اور اگلا جملہ صفت ہے، اور اس صفت جملہ میں اَقْرَبُ صیغہ اسم تفضیل ہے، جس میں ضمیر محذوف ممیَّز ہے، اور اَبَاو اُمًّا اُس ضمیر مُمیَّز سے تمیز ہے، اس ترکیبِ نحوی کو سامنے رکھتے ہوئے صحیح معنی یوں ہوا،

"اگر اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کی رشتہ داری کے سبب بغیر طاعت کے کسی کو عذاب نہ دینے والے ہوتے تو آپ کی رشتہ داری کا نفع اُس کو دیتے جو ماں باپ کے اعتبار سے ہم سے بھی زیادہ حضور ﷺ کے قریب ہے"۔

اور ظاہر ہے کہ جب اَبَاوَ اُمًّا تمیز ہے، تو مفعول بہ نہیں ہے، تو اِس کا معنی و مفہوم مفعول بہ والا کرنا ترکیبِ نحوی کے اعتبار سے بالکل غلط ہے، اَبَاوَ اُمًّا مفعول بہ ہوتا تب معنی یوں بنتا، کہ "تو اللہ تعالیٰ رشتہ داری سے نفع دیتا اُس کو جو ہم سے بھی حضور ﷺ کے زیادہ قریب ہیں یعنی آپ کے ماں باپ کو"

حالانکہ مفعول بہ نہیں، بلکہ اسم موصول مفعول بہ ہے جو موصوف ہے، اور اگلا جملہ اُس کی صفت ہے، مطلب واضح ہے کہ حسن بن حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ کتنے دور کے واسطوں سے نبی ﷺ سے رشتہ داری رکھتے ہیں، اگر بغیر اطاعت و فرمانبرداری محض نبی ﷺ کی رشتہ داری کام دیتی تو اُس کو دیتی جو اُن کی بہ نسبت ماں باپ کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کا اقرب رشتہ دار ہے، اب وہ اقرب رشتہ دار کون ہے؟ روایت میں اِس کا کچھ ذکر نہیں، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ جناب ابو طالب مراد ہو یا ابولہب مراد ہو، جو ماں باپ کے اعتبار سے حسن بن حسن بن علی سے بھی آپ ﷺ کا زیادہ قریبی ہے، مگر اطاعت اختیار نہ کرنے کے سبب محض رشتہ داری اُس کے کام نہیں آئی، اِس میں آپ ﷺ کے والدَین کا حکم ذکر نہیں ہے۔

نیز آپ ﷺ کے والدَین کو وہ موقع نہیں ملا جس میں اُن تک کوئی حکم الٰہی پہنچا ہوتا جس کے سبب ان پر طاعتِ الٰہی لازم ہوتی، اور اس صورت میں اگر طاعت کے بجائے اُن سے نافرمانی صادر ہوتی، تب اُن سے متعلق یہ کہنا درست ہوتا کہ آپ ﷺ کے والدَین نے طاعت نہیں کی تو ان کو محض رشتہ داری نے نفع نہیں دیا، لہٰذا حسن بن حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے اِس قول کو اس بارے میں دلیل بنانا درست نہیں ہے۔

مفتی رضوان خان صاحب نے ہمارے اس مکمل جواب پر جو تبصرہ کیا ہے (علمی رسائل ج21، ص674) وہ اس لائق نہیں کہ اُس پر توجہ دی جائے، مفتی صاحب نے ماہنامہ التبلیغ کے ایک شمارہ میں بھی ذرا تفصیلی جواب لکھا تھا، اُس میں ہمارے دوسرے جواب کے جواب سے مفتی صاحب اور اُن کے عملہ کی علمِ نحو میں عدمِ مہارت آشکارہ ہوتی ہے، جس پر ہمیں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، کوئی چاہے تو مفتی صاحب کے ماہنامہ التبلیغ کے اُس شمارے کا مطالعہ کرے، جس میں لب کشائی کی گئی ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی دربار کا واقعہ:

ابن عساکر کے حوالے سے نوفل بن فرات سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایسے آدمی کو شام کے علاقے میں عامل بنایا جس کا باپ منانیہ علاقے کی عورتوں سے بدکاری کرتا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو اُس شخص کو عامل بنانے کی وجہ پوچھی تو اُس شخص نے کہہ دیا،

مَاعَلَیَّ ؟مَاکَانَ اَبُوْہُ ؟کَانَ اَبُو النَّبِیِّ ﷺ مُشْرِکًا (وفی روایۃ) کَانَ اَبُو النَّبِیِّ ﷺ کَافِرًا فَمَاضَرَّہٗ۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ج45، ص222، علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص351 تا354)

"مجھ پر کیا حرج ؟اُس کے باپ میں کیا نقص تھا؟ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا باپ مشرک کافر تھا اُس سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کیا نقصان ہے ؟"

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سُن کر آہ بھری، پھر گردن جھکا دی، پھر سر اٹھا کر فرمانے لگے، کیا میں اِس شخص کی زبان کاٹ دوں، کیا میں اِس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں، کیا میں اِس کی گردن اڑادوں؟ پھر فرمایا کیا تو نے اِس کو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے برابر کر دیا؟"

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اِس مسئلہ میں جس راستے پر چلے ہیں، اِس واقعہ پر اُن کی حاشیہ آرائی یہ ہے۔

وَھٰذَا یُوَافِقُ مَاقَالَ اِمَامُنَافِی الْفِقْہِ الْاَکْبَرِ اَنَّ وَالِدَیْ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ مَاتَاعَلَی الْکُفْرِ۔

(شرح الشفاج2ص447، علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص355)

"یہ اُس کے موافق ہے جو ہمارے امام صاحب نے فقہ اکبر میں کہی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین نے کفر پر وفات پائی ہے"۔

اندازہ لگائیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اُس شخص کی ایسی گستاخی سُن کر غصہ میں ہیں، اور چاہتے ہیں کہ شریعت میں اجازت ہوتی تو میں اِس کی زبان کاٹ دیتا، یا ہاتھ پاؤں کاٹ دیتا، یا قتل کر ڈالتا، مگر اِن منفی لکھنے والوں کو اپنے موقف کی سوجھی ہے کہ جی دیکھو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم ﷺ کے والدین کا (صرف والد نہیں والدَین، حالانکہ واقعہ میں والدہ کا ذکر تک نہیں) کافر و مشرک ہونا مانا، اور اِس سے فقہ اکبر کی عبارت کی تائید ہے، حالانکہ اِن کے مقابلہ میں اِسی واقعہ کی وضاحت میں علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی مصری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا میں فرماتے ہیں،

وَفِیْ ذَالِکَ اِشَارَۃٌ اِلٰی اِسْلَامِ اَبَوَیْہِ ﷺ قَالَ ابْنُ حَجَرَ وَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقُّ

(نسیم الریاض: ج4 ص414، ط تالیفات اشرفیہ)

اس میں اشارہ ہے حضور ﷺ کے والدین کے مسلمان ہونے کی طرف، ابن حجر (ہیتمی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں یہی حق ہے۔

سوچ سوچ کا فرق ہے ملا علی قاری وغیرہ کو اِس واقعہ میں نبی کریم ﷺ کے والدَین کا کفر و شرک نظر آتا ہے، تو علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کو اِس واقعہ میں نبی کریم ﷺ کے والدَین کا مسلمان ہونا نظر آتا ہے، بس اس پر ہم اِس سے زیادہ کیا کہہ سکتے ہیں؟

اگر بالفرض اس واقعہ سے اِن لوگوں کے موقف کی تائید ہے تو کیا اِس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ نبی کریم ﷺ کے والدَین سے متعلق ایسا بُرا تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو بالکل ناگوار تھا، اور اتنا ناگوار کہ اگر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دور ہوتا اور یہ لوگ آپ ﷺ کے والدَین کے خلاف رسائل یا کتابیں لکھتے، تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ یہی خواہش فرماتے کہ میں اِن کی گردن اڑا دوں، میں اِن کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں، میں اِن کی زبان کاٹ دوں، اِن کی قلم توڑ ڈالوں!!۔

اِس واقعہ سے تو یہ ہی ثابت ہوا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ منفی لکھنے والوں نے انتہائی ناپسندیدہ کام کیا ہے۔

شیخ بلال فیصل البحر بغدادی فرماتے ہیں

وَمِنْ عَجَبٍ اَنَّ هٰذَاالْقَوْلَ بِعَيْنِهٖ هُوَمَايَقُوْلُهٗ بَعْضُ الْاَحْدَاثِ مِنَ النَّاشِئَةِ الَّذِيْنَ يَتَقَفَّرُوْنَ الْعِلْمَ،فَتَرَاهُمْ يَجْتَرِؤُوْنَ عَلٰى ذَالِكَ كَمَاقَالَهٗ هٰذَاالْعَامِلُ،فَمَاكَانَ عُمَرُرَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيَفْعَلُ بِهِمْ لَوْكَانَ حَيًّا

(تحقیق المقال فی محاکمۃ الملاوالجلال:8 دارالبصائر)

" تعجب کی بات ہے کہ بعینہ یہی بات بعض وہ ابھرتے نو عمر کہہ رہے ہیں جو علم حاصل کر رہے ہیں ،تو دیکھتا ہو گا کہ وہ وہی کہنے پر جرات کرتے ہیں جو اس عامل نے کہا تھا،تو (غور کرو کہ) اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو ان کے ساتھ کیا کرتے"

الحاصل حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا غصہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدَین کے کفر و شرک کے خلاف دلیل بن سکتا ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدَین کے کفر و شرک کی دلیل نہیں بن سکتا ہے۔

اِس آخری باب میں مفتی محمد رضوان صاحب کے پیش کردہ دلائل سے متعلق محققین اہلِ علم کی طرف سے کی جانے والی کلام کو قارئین نے ملاحظہ کیا، بندہ محض ناقل ہے، چوں کہ اسلاف واخلاف کی اِس کلام سے مفتی صاحب کے دلائل گویا ڈھیر ہو گئے ہیں، اس لئے مفتی صاحب اِس پر غصہ ہیں، اُنہوں نے غصہ نکالتے ہوئے اِس بارے میں کیا لکھا؟ اس کا کچھ نمونہ ملاحظہ ہو۔

مفتی رضوان کی غصے سے بھری ہوئی چند باتیں:

مفتی رضوان صاحب لکھتے ہیں،

"(اہل باطل کا طرز ہے) کہ جب اُن کے سامنے کسی آیتِ قرآنی کو شانِ نزول کی روایات کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ یہ حکم قرآن کی صریح نص سے ثابت

نہیں، اور جب احادیث وروایات کو پیش کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں روایات کی سندیں ضعیف ہیں، اور جب صحیح ومستند احادیث کو پیش کیا جاتا ہے، تو وہ اُن کے معنی میں بے جا تاویلات کرتے ہیں، اور مطلب و تشریح اپنی من مانی اور مرضی کے مطابق بیان کرتے ہیں"۔

(علمی رسائل ج21، ص599)

جواب: ہمیں بھی یہ سوال کرنے کا حق ہو گا کہ کیا وہ اہلِ حق ہیں جو نام آیاتِ قرآنی کا لیں اور پیش کریں کمزور روایات، جن کو خود کمزور جانتے اور مانتے ہوں؟ اور نام احادیث کا لیں اور پیش کریں وہ کمزور روایات جن کے راویوں اور سندوں پر خود مطمئن نہ ہوں؟ اصول تو یہ بتائیں اور لکھیں کہ عقیدہ کا ثبوت صرف معتبر نصوص سے ضروری ہے، مگر خود اپنے عقیدے کے اثبات کے لئے غیر معتبر نصوص پیش کریں؟

خیر! جن اہلِ علم کے حوالے ہیں، آپ اُن کو ایسا ہی سمجھیے، آپ کی مرضی!۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں،

"پھر معترض صاحب کی قرآن وسنت کے خلاف جرات وبے باکی کا یہ عالم ہے کہ اُنہوں نے شانِ نزول کی روایات کو بھی رد کرنے کی کوشش کی"۔ (ص599)

جواب: ایسا نہیں، بلکہ جن اہلِ علم کے حوالے درج کئے ہیں، اُنہوں نے رد کی ہیں، جناب اب کی تیسری تحریر میں بھی اُن کو صحیح ثابت نہیں کر سکے، آپ ثابت کرتے ہیں اپنا عقیدہ، اور عقیدہ کے لئے معتبر نصوص کی شرط بھی خود ذکر کرتے ہیں، مگر جب آئینہ دکھایا جاتا ہے کہ آپ کی پیش کردہ نصوص معتبر نہیں ہیں، تو غصے سے غیر مہذب تحریر لکھ کر ٹرخا رہے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں،

"بعض روایات کے مجموعہ کو محدثین کے اصول وقواعد کے مقابلے میں نظر انداز، بلکہ پامال کر کے ضعیف ہونے کا حکم بھی لگایا"

جواب: میں نے حکم لگایا نہیں، حکم نقل کیا ہے۔

اور لکھتے ہیں،

"اس سلسلہ میں جو صحیح روایات تھیں (صرف استغفار سے ممانعت والی، مرتب) بالآخر ان کو بھی اپنی من پسند تاویلات و تشریحات کی بھینٹ چڑھا کر اُن کے غیر صریح الدلالۃ ہونے کا دعوی کر بیٹھے، یہ طرز عمل سراسر اہل باطل کا طریق ہے۔ (ص599)

جواب: بندہ اپنا دعوی نہیں کر بیٹھا، بلکہ اسلاف و اخلاق کا دعوی نقل کر بیٹھا، اور تاویلات بھی از خود نہیں کی ہیں، بلکہ محض نقل کی ہیں، تو جو جرم ہمارے سر ڈال رہے ہیں، وہ اُن کے سر تھوپیے جن سے نقل کیا ہے، ہاں تو وہی اہلِ باطل ہوئے ناں جن سے نقل کیا ہے؟ اور جن کی فہرست دی ہے ناں؟

حضور ﷺ کے والدین شریفین کی عزت و شرف ثابت کرنے کے لئے ان کی عزت و ثابت کے خلاف نقل ہونے والی روایات کے راویوں پر کلام کرنا، اور روایات کی تاویل کرنا ان کی عزت و شرف پر داغ دھبے ڈالنے سے بہر حال بہتر ہے۔

لکھتے ہیں،

"معترض صاحب نے اپنے مطلب کی صرف چند باتوں پر جرح واعتراض کیا ہے، اور وہ بھی اکثر ایسی چیزوں سے متعلق جن پر ہم خود اپنے مضمون میں کلام کر چکے ہیں"۔

جواب: تو مقصود یہی تھا کہ اگر ہماری تحریر شائع ہو تو اُس میں وہ روایات آجائیں جو آپ کی تحریر میں ہیں، ایسی روایات جن پر کلام تھا اور اس کو آپ نقل کرتے رہے، ان روایات کو نقل کر کے تحریر کو لمبا کرنے کی ضرورت نہیں تھی، صرف معتبر نصوص ہی پیش کر کے آپ اپنا موقف بیان کرتے۔

اور لکھتے ہیں،

”معترض صاحب نے اسی مضمون سے سرقہ کرکے اپنی تحقیق کا سہرا سجانے اور دوسروں کے سر پر تحقیق کے بجائے تحکیک کا الزام عائد کرنے کی سازش رچائی ہے، اور خیانت وبددیانتی سے کام لیا ہے جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آنے والی تفصیل سے معلوم ہو جائے گا“۔

(ص597)

جواب: بندہ کے پاس اسماء الرجال کی کتابیں ”تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال، تقریب، تذکرۃ الحفاظ، لسان المیزان، احوال الرجال“ وغیرہ بھی ہیں، اور مکتبہ شاملہ، مکتبہ جوامع الکلم وغیرہ بھی ہے، آپ کی تحریر کے حوالے تو محض آپ ہی کو دوبارہ دیکھنے کے لئے پیش کر دیئے، تا کہ جناب اپنے ہی حوالوں سے اپنی تحریر کا چہرہ دیکھ لیں، اگر کوئی اپنے مخالف کو اُسی کی باتیں پیش کر دیا کرے تو دارالافتاء سے کون سے گناہ کا شرعی حکم صادر ہوتا ہے؟ یہ کہ ”جس تھالی سے کھائیں اسی میں چھید کرنے کا ثبوت فراہم کیا ہے“ سبحان اللہ۔ (علمی رسائل ج21، ص611)

جمہور کا موقف:

لکھتے ہیں،

”معترض صاحب نے اپنے مضمون میں لکھا کہ علامہ جلال الدین سیوطی اور ملا علی قاری دونوں کی تحقیقات میں سے کس کو اب سے پہلے کے اسلاف کی اکثریت نے قبول کیا ہے؟ پھر جس طرف جمہور ہوتے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرمان اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ، عَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ کے مطابق جمہور کے مسلک کے سامنے چاہے تحقیق کا سر نہ جھکتا، لیکن ہمیں اپنا سر جھکا دینا چاہیئے تھا“ انتھٰی۔

لیکن معترض صاحب کا یہ دعوی سراسر خلافِ واقعہ ہے، جس پر ہم اپنے سابق مضمون میں کلام کر چکے ہیں، اور مدلل انداز میں یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ نہ تو سوادِ اعظم اور جمہور کا

مسلک وہ ہے جس کا معترض صاحب دعوی کرتے ہیں، اور نہ تحقیق کی رو سے جمہور کے مقابلے میں معترض صاحب کا اختیار کردہ موقف راجح ہے"۔ (علمی رسائل ج21، ص596)

جواب: یہ بھی ہمارا اپنا دعوی نہیں ہم تو ناقل ہیں، چنانچہ

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی حنفی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (م1394ھ) فرماتے ہیں،

جمہور علماءِ اسی طرف ہیں (امداد الاحکام: ج1ص341)

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

ذَهَبَ اِلَيْهِ كَثِيْرٌ مِنْ اَجِلَّةِ اَهْلِ السُّنَّةِ (روح المعانی:10/135)

کثیر تعداد میں جلیل القدر اہل سنت کا یہ مذہب ہے۔

علامہ محمد بن عبد الرسول برزنجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

فَقَدْقَالَ بِنَجَاتِهِمَاجَمْعٌ كَثِيْرٌ وَجَمٌّ غَفِيْرٌ مِمَّنْ جَمَعَ بَيْنَ الْحَدِيْثِ وَالْفِقْهِ

(سداد الدین، ص86)

حدیث وفقہ کے جامع علماء حضرات کی بہت بڑی تعداد حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کی نجات کے قائل ہیں۔

علامہ احمد بن احمد بن اسماعیل حلوانی خلیجی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م1308ھ) فرماتے ہیں

عَلٰى مُخْتَارِ جَمْهُوْرِ الْاَشَاعِرَةِ وَمُوَافِقِيْهِمْ مِنَ الْمَاتُرِيْدِيَّةِ

(مواکب ربیع فی مولد الشفیع: الموکب الثامن)

جمہور اشاعرہ اور اُن کے موافق ماتریدیہ کا یہی مختار ہے۔

علامہ محمد بن عمر بالی حنفی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م1285ھ) فرماتے ہیں،

جَمَاهِيْرُ اَهْلِ السُّنَّةِ قَالُوْا بِذَالِکَ (سبل السلام فی حکم آباء سید الانام ص32)

جمہور اہلِ سنت اسی کے قائل ہوئے ہیں۔

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م 1241ھ) فرماتے ہیں،

خِلَافًا لِّمَنْ شَذَّ ۔(شرح الصاوی علی جوھرۃ التوحید ص101 دار ابن کثیر دمشق)

شاذ قول کرنے والے اِس کے بر خلاف ہیں۔

شیخ بلال فیصل البحر بغدادی فرماتے ہیں

اَلْقَوْلُ الثَّانِیْ اَنَّ اَبَوَیْہِ ﷺ مُوْمِنَانِ نَاجِیَانِ،وَ ھُوَ قَوْلُ جَمَاھِیْرِ الْمُتَاَخِّرِیْنَ مِنْ اَھْلِ الْفِقْہِ وَ الْحَدِیْثِ وَ التّصَوَّفِ وَ الْکَلَامِ وَ السِّیَرِ وَ التَّفْسِیْرِ

(تحقیق المقال فی محاکمۃ الملا والجلال:21 دار البصائر)

"دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کے والدین مومن اور نجات پانے والے ہیں، جمہور متاخرین فقہاء، محدثین، صوفیاء، متکلمین، اہلِ سیر اور مفسرین کا یہی قول ہے"

دکتور علی عاید مقدادی حاتمی اشعری (استاذ جامعہ طیبہ مدینہ منورہ) فرماتے ہیں

ذَھَبَ جَمْھُوْرُ الْعُلَمَاءِ اِلَی الْقَوْلِ بِنَجَاۃِ وَالِدَیْہِ ﷺ حَتّٰی اِنَّ الْمُؤَلَّفَاتِ فِیْ نَجَاۃِ وَالِدَیْہِ اَبْلَغَتْ مَبْلَغًا عَظِیْمًا،حَتّٰی اَوْصَلَھَا الْبَعْضُ اِلٰی مَایَزِیْدُ عَلٰی اَرْبَعِیْنَ مُؤَلَّفًا۔

(اتحاف الشرفا بنجاۃ والدی المصطفی:7)

"جمہور علماء نبی کریم ﷺ کے والدین کی نجات کے قول کی طرف گئے ہیں، حتی کہ آپ کے والدین کی نجات میں لکھی ہوئی کتابیں بڑی تعداد کو پہنچ گئی ہیں، حتی کہ بعض نے چالیس سے زائد شمار کی ہیں"

ہمارے اس مضمون کے آخر میں صرف اُن علماء کے اسماء گرامی کی فہرست دے دی گئی ہے جو ہمارے مطالعہ میں آئے ہیں، جو دو سو کے قریب ہیں، نامعلوم اور کتنے نام ہوں گے، جو مجموعہ ہائے تحریرات میں پڑے ہوں گے۔

اِن لوگوں نے فضول محنت کی:

یہاں تک اختصار کے ساتھ اُن علماء کے موقف کے دلائل کا جائزہ لیا گیا جو نبی کریم ﷺ کے والدَین کے غیر مسلم، مشرک و کافر، غیر موحّد اور غیر ناجی اور جہنّمی ہونے کے قائل ہوئے ہیں، اِن میں سے مفتی رضوان اور اِن جیسے کئی لوگوں نے اِس منفی قول کی تائید و تقویت کے لئے خوب محنت کی ہے، لیکن اِنہیں اِس محنت پر کچھ نہیں ملا، چنانچہ نضال آلہ رشی صاحب لکھتے ہیں،

فَلَيْسَ فِيْ ذِكْرِ هٰذَا الْاَمْرِ فِيْ ذَاتِہٖ ثَوَابٌ وَلَافِيْ تَرْكِہٖ عِقَابٌ اَوْ عِتَابٌ

(البدرالانور ص449، ط دار النور المبین للنشر والتوزیع، علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص454)

"اس مسئلہ کے ذکر میں بذات خود کوئی ثواب نہیں ہے، اور نہ ہی اس کے ترک میں کوئی عقاب یا عتاب ہے"۔ (رسائل ج12، ص538)

باب ہفتم

متفرقات

اس بارے میں کئی باتیں جو باقی رہ گئی ہیں، اِس باب کے مختلف عنوانات کے تحت اُن کا ذکر مناسب معلوم ہوا ہے۔

فقہ اکبر اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

مفتی رضوان خان صاحب اور ملا علی قاری وغیرہ حضرات نے اِس پر زور دیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کافر اور مشرک تھے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اِس قول کی نسبت کا مدار کتاب الفقہ الاکبر پر ہے۔

الفقہ الاکبر سے متعلق اہلِ علم نے جو کچھ لکھا اور کہا ہے، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ

کئی حضرات فقہ اکبر کو امام صاحب کی کتاب نہیں مانتے:

کئی حضرات الفقہ الاکبر کی امام صاحب کی طرف نسبت کو صحیح نہیں مانتے چنانچہ علامہ خیر الدین محمود بن محمد زرکلی دمشقی (م1396ھ) فرماتے ہیں،

وَتُنْسَبُ اِلَيْہِ رِسَالَۃُ اَلْفِقْہِ الْاَکْبَرِ وَلَمْ تَصِحَّ النِّسْبَۃُ

(الاعلام للزرکلی: ج8ص36، ترجمۃ ابو حنیفۃ النعمان)

"امام صاحب کی طرف الفقہ الاکبر رسالہ منسوب کیا جاتا ہے لیکن اُن کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے"۔

الشیخ مناع بن خلیل القطان (م1420ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَقَدْ نُسِبَ اِلَيْہِ فِی الْعَقِيْدَۃِ کَذَالِکَ الْفِقْہُ الْاَکْبَرُ ــ وَھُوَ عَقِيْدَۃٌ سَلَفِيَّۃٌ لَاتَتَجَاوَزُ عِدَۃَ صَفْحَاتٍ وَلَمْ تَصِحُّ نِسْبَتُہٗ اِلَيْہِ۔ (تاریخ التشریع الاسلامی: ص340)

”امام صاحب کی طرف عقیدہ میں لکھی ہوئی کتاب الفقہ الاکبر بھی منسوب کی گئی ہے، جس میں عقیدہ سلفیہ تحریر ہے، یہ چند صفحات سے زیادہ نہیں، لیکن اِس کی امام صاحب کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے“۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م1353ھ) فرماتے ہیں،

فَالْمُحَدِّثُوْنَ عَلٰی اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ تَصْنِیْفِہٖ بَلْ مِنْ تَصْنِیْفِ تِلْمِیْذِہٖ اَبِیْ مُطِیْعِ الْبَلَخِیْ۔ وَقَدْرَئَیْتُ عِدَۃَ نُسَخٍ لِلْفِقْہِ الْاَکْبَرِ فَوَجَدْتُّھَا کُلَّھَا مُتَغَائِرَۃً وَھٰکَذَاکِتَابُ الْعَالِمِ وَالْمُتَعَلِّمِ وَالْوَسْطَیْنِ الصَّغِیْرِوَالْکَبِیْرِکُلُّھَامَنْسُوْبَۃٌ اِلَی الْاِمَامِ لٰکِنِ الصَّوَابُ اَنَّھَالَیْسَتْ لِلْاِمَامِ۔ (فیض الباری: ج1ص59، کتاب الایمان: ذکر الزیادۃ والنقصان)

”محدثین اس پر ہیں کہ الفقہ الاکبر امام صاحب کی تصنیف نہیں ہے، بلکہ ان کے شاگرد امام ابو مطیع بلخی کی تصنیف ہے۔۔۔ اور میں نے الفقہ الاکبر کے کئی نسخے دیکھے سب کو ایک دوسرے سے تبدیل پایا، ایسے ہی کتاب العالم والمتعلم اور وسط صغیر و کبیر، یہ سب امام صاحب کی طرف منسوب ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ امام صاحب کی نہیں ہیں“۔

علامہ علی بن صادق داغستانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1199ھ) فرماتے ہیں،

اِنَّ نِسْبَۃَ ھٰذَاالْکِتَابِ اِلَی الْاِمَامِ لَیْسَتْ بِثَابِتَۃٍ کَمَاقَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ فَالتَّصْنِیْفُ فِیْ زَمَنِہٖ مَاکَانَ مُسْتَفِیْضًا شَائِعًا ۔(رسالۃ فی اثبات النجاۃ والایمان لوالدی سید الاکوان: ص7)

”اس کتاب فقہ اکبر کی امام صاحب کی طرف نسبت ثابت نہیں ہے جیسا کہ یہی بات بعض علماء نے فرمائی ہے، کیوں کہ اُن کے زمانہ میں تصنیف عام اور شائع نہیں تھی“۔

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

”فقہ اکبر کی نسبت امام صاحب کی طرف تواتر یا سند صحیح سے ثابت نہیں“۔

(امداد الاحکام: ج1ص341، ط مکتبہ دارالعلوم کراچی)

فقہ اکبر کے دو متن ہیں: ایک متن کا نسخہ:

دوسری بات یہ سامنے آتی ہے کہ فقہ اکبر کے متن دو ہیں، ایک متن کی ابتداء اِن لفظوں سے ہے۔

قَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللہ عَنْہُ لَانُکَفِّرُ اَحَدًابِذَنْبٍ وَلَانَنْفِیْ اَحَدًامِنَ الْاِیْمَانِ

یا

قَالَ رَضِیَ اللہ عَنْہُ لَایُکَفَّرُ اَحَدٌبِذَنْبٍ وَلَایَخْرُجُ بِہٖ اَحَدٌمِنَ الْاِیْمَانِ ،

یا

سَأَلْتُ اَبَاحَنِیْفَۃَ النُّعْمَانَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِیَ اللہ عَنْہُ عَنِ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِفَقَالَ اَلَّاتُکَفِّر اَحَدًامِنْ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ بِذَنْبٍ وَلَاتَنْفِیْ اَحَدًامِنَ الْاِیْمَانِ۔

اس متن کی کئی سندیں بھی ہیں جو شروع متن میں درج ہیں کیونکہ اسلاف میں باقاعدہ سند لکھنے کا اہتمام تھا۔

1. رَوَی الْاِمَامُ اَبُوْبَکْرِبْن مُحَمَّدالْکَاسَانِیْ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ عَلَاؤُالدِّیْنِ مُحَمَّدبْن اَحْمَدَالسَّمَرْقَنْدِیْ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوالْمُعِیْنِ مَیْمُوْنُ بْنُ مُحَمَّدِبْنِ مَکْحُوْلِ النَّسْفِیْ اَخْبَرَنَااَبُوْعَبْدِاللہ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیِّ الْکَاشَغَرِیْ اَلْمُلَقَّبُ بِالْفَضَلِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْمَالِکِ نَصْرَانُ بْنُ نَصَرِالْخَتَلِیْ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ الْغَزَالِ عَنْ اَبِی الْحَسَنِ عَلِیِّ بْنِ اَحْمَدَ الْفَارَسَیِّ حَدَّثَنَانَصِیْرُبْنُ یَحْیَی الْفَقِیْہُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَامُطِیْعِ الْحَکَمَ بْنَ عَبْدِاللہ الْبَلَخِیْ یَقُوْلُ سَأَلْتُ اَبَاحَنِیْفَۃَ النُّعْمَانَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِفَقَالَ اَلَّا تُکَفِّر اَحَدًا مِنْ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ بِذَنْبٍ۔ الخ

(المطبوع مع کتاب العالم والمتعلم بتحقیق العلامۃ الکوثری، ص40، مطبعۃ الانوار القاہرہ، سنہ 1368ھ، نظم الدرر فی شرح الفقہ الاکبر: ص87:88، المجلس العلمی کراچی، الفقہ الاکبر للامام ابی حنیفۃ بشرح محمد بن عبد الرحمن الخمیس، ص65:66، مکتبۃ الرشد، ریاض)

2. وَقَدْرَوَاہُ یَحْیَی بْنُ مُطرف عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ مُحَمَّدَبْنِ الْحُسَیْنِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ سَعْدَانِ بْنِ مُحَمَّدِالْبَسْتِیْ الْجُرْمُقِیْ عَنْ اَبِی الْحُسَیْنِ عَلِیِّ بْنِ اَحْمَدَالْفَارِسِیْ عَنْ اَبِیْ بَکْرنَصِیْرِبْنِ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْ مُطِیْع الخ۔

(نظم الدرر فی شرح الفقہ الاکبر: ص88، سَدادالدِّین و سِدادالدَّین: ص88)

3. وَقَدْرُوِی ھٰذَاالْکِتَابُ مِنْ طَرِیْقِ اَبِی الْفَضْلِ عَبْدِالْمُؤْمِنِ بْنِ مُحَمَّدِ (بْنِ مُحَمَّدِ) بْنِ اَحْمَدَبْنِ عِیْسَی الْعَاصَمِیْ عَنْ اَبِیْ مُطِیْعِ اَیْضًا۔

(نظم الدرر فی شرح الفقہ الاکبر: ص88، الجواھر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ: ج1 ص332، رقم903)

امام اسماعیل بن اسحاق ابو ابراھیم الخطیری یا ابراہیم بن اسماعیل ملطی جن سے متعلق اتنا ذکر آتا ہے کہ وہ پانچویں صدی میں گذرے ہیں، اور اُن کے تعارف میں عمادالدین شمس الائمہ کردری جیسے وقیع الفاظ تحریر ہیں، اُنہوں نے اِسی متن کی شرح لکھی ہے، اچھی لکھائی میں 18 صفحات میں ہے، نیٹ سے مخطوطہ ملی ہے، جو ابھی تک مطبوع نہیں ہے، امام ابو منصور ماتریدی سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (م332ھ) کی طرف جس شرح فقہ اکبر کی نسبت ہے گو علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں وہ امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (م373ھ) کی شرح ہے، وہ شرح اِسی متن کی شرح ہے، مکتبہ دار البصائر قاہرہ نے الرسائل السبعۃ فی العقائد کے نام سے کتاب شائع کی ہے، اُس میں امام ماتریدی کی طرف منسوب یہ شرح بھی شامل ہے (طبع سنہ 1430ھ، 2009ء) یہی شرح مطبعۃ

مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدرآباد دکن سے 1321ھ کو شائع ہوئی تھی، اور پھر اِسی دائرۃ المعارف والے نسخہ کو قطر سے بھی شائع کیا گیا ہے۔

علامہ محمد بن عبد الرسول برزنجی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی پوری عبارت آگے آرہی ہے) فرماتے ہیں،

اَقُوْلُ قَدْحَصَلْتُ نُسْخَۃً صَحِیْحَۃً مِنَ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِ لِلْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللہ عَنْہُ رِوَایَۃَ صَاحِبِہٖ اِبِیْ مُطِیْعِ الْبَلَخِیْ رَوَاہُ یَحْیَی بْنُ الْمَطرف عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ مُحَمَّدِبْنِ الْحُسَیْنِ عَنْ اَبِیْ سَعْدِسَعْدَانَ بْنِ مُحَمَّدِالْبَسْتِی الْجُرْمُقِیْ عَنْ اَبِی الْحَسَنِ عَلِیِّ بْنِ اَحْمَدَبْنِ مَرْوَانَ الْفَارِسِیِّ الْفَقِیْہِ عَنْ اَبِیْ بَکْرِنَصِیْرِبْنِ یَحْیٰی قَالَ سَمِعْتُ اَبَامُطِیْعِ الْحَکَمَ بْنَ عَبْدِاللہ الْبَلَخِیْ یَقُوْلُ سَأَلْتُ اَبَاحَنِیْفَۃَ النُّعْمَانَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِقَالَ فَذَکَرَہٗ وَھِیَ قَدْکُتِبَتْ فِیْ مُسْتَھِلِّ صَفَرسَنَۃَ اِحْدٰی وَخَمْسِیْنَ وَسِتَّ مِئَۃَ وَمَرَّ عَلَیْھَاالْحُفَّاظُ وَالْعُلَمَاءُ وَاتَّصَلَ سَنَدِیْ بِھَاوَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ (سَدادالدِّین وسِدادالدَّین:ص88)

”میں (برزنجی) کہتاہوں کہ مجھے فقہ اکبر کا صحیح نسخہ ملاہے، جس میں امام ابو مطیع بلخی تک پوری سند ہے (یحیی بن مطرف نے ابوصالح محمد بن الحسین سے اُنہوں نے ابو سعد سعدان بن محمد بستی جرمقی سے اُنہوں نے ابوالحسن علی بن احمد بن مروان فارسی فقیہ سے، اُنہوں نے ابو بکر نصیر بن یحیی سے روایت کی، انہوں نے امام ابو مطیع حکم بن عبد اللہ سے سماع کیا) کہ ابو مطیع نے فرمایا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ اکبر (بہت بڑی دینی سمجھ) سے متعلق پوچھا۔۔یہ نسخہ شروع صفر سنہ 651ھ کو لکھا گیااور اِس کو حفاظ وعلماء نے دیکھا ہے“۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ ابو مطیع بلخی والی امام صاحب کی فقہ اکبر وہ ہے جو آج الفقہ الابسط کے نام سے چھپی ہوئی ہے، کیوں کہ الفقہ الابسط کے شروع میں امام ابو مطیع تک پوری سند

درج ہے،اوراُسی میں سوال وجواب کی طرز ہے، اور پہلا سوال یہی ہے کہ امام ابو مطیع نے الفقہ الاکبر (دین کی سب سے بڑھیا سمجھ کی بات) سے متعلق پوچھاتوامام صاحب نے اُس کے جواب میں فرمایا،

اَلَّاتُکَفِّرْ(لَانُکَفِّرُ)اَحَدًامِنْ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ بِذَنْبٍ وَلَاتَنْفِیْ(لَانَنْفِیْ) اَحَدًامِنَ الْاِیْمَانِ وَاَنْ تَأْمُرَبِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِوَتَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَکَ لَمْ یَکُنْ لِیُخْطِئَکَ وَاَنَّ مَا اَخْطَأَکَ لَمْ یَکُنْ لِیُصِیْبَکَ وَلَاتَتَبَرَّأَمِنْ اَحَدٍمِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللہ ﷺ۔ الخ

(الفقہ الابسط مع کتاب العالم والمتعلم ص40،شرح الفقہ الاکبرلابی منصورفی الرسائل السبعۃ ص7،وطبع قطرص5،ومخطوطہ معھد الثقافۃ والدراسۃ الشرقیۃ جامعہ طوکیوالیابان ص1)

"فقہ اکبر یعنی دین کی سب سے بڑھیا سمجھ کی بات یہ ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کو گناہ کے ارتکاب پر کافر نہ کہو،اور گناہ کے سبب آدمی سے ایمان کی نفی نہ کرو،اور نیکی کا حکم کرو،برائی سے روکو،اور جو مصیبت آئے یقین کرو کہ وہ ٹلنے والی نہ تھی،اور جو تکلیف نہ پہنچے یقین کرو کہ وہ پہنچنے والی نہ تھی،اور صحابہ میں سے کسی ایک سے بھی اظہارِ برأت نہ کرو،الخ۔"

اور جو الفقہ الابسط علامہ زاہد الکوثری کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوئی ہے اُسکے پہلے صفحہ (سرورق) پر درج ہے۔

اَلْفِقْہُ الْاَبْسَطُ رِوَایَۃُ اَبِیْ مُطِیْعٍ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللہ عَنْھُمَاوَھُوَالْفِقْہُ الْاَکْبَرِرِوَایَۃُ اَبِیْ مُطِیْعٍ عُرِفُ بِالْفِقْہِ الْاَبْسَطِ تَمْیِیْزًالَہٗ عَنِ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِرِوَایَۃُ حَمَّادِبْنِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ اَبِیْہِ۔

(ص39،بتحقیق علامہ محمد زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ ط مطبعۃ الانوار قاہرہ شعبان سنہ 1368ھ)

"یہ کتاب الفقہ الابسط بروایت امام ابو مطیع عن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہے، اور یہی وہی الفقہ الاکبر ہے جو ابو مطیع کی روایت سے ہے، جو الفقہ الابسط کے نام سے اس لئے مشہور ہوگئی ہے تاکہ حماد عن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی الفقہ الاکبر سے ممتاز رہے"۔

علامہ محمد زاہد الکوثری رحمہ اللہ کے اپنے الفاظ بھی ہیں،

وَالْفِقْہُ الْاَکْبَرُ رِوَایَۃُ اَبِیْ مُطِیْعِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اَلْمَعْرُوْفُ عِنْدَاَصْحَابِنَابِالْفِقْہِ الْاَبْسَطِ (مقدمۃ العالم والمتعلم ص3، ط مطبعۃ الانوار قاہرہ مصر)

"الفقہ الاکبر ابو مطیع کی روایت سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اور وہ ہمارے علماء کے ہاں الفقہ الابسط کے نام سے مشہور ہے"۔

کئی سال پہلے مولانا مفتی قاضی عبید اللہ صاحب ڈیروی (ڈیرہ غازیخان رحمۃ اللہ علیہ) کی شرح "نظم الدرر فی شرح الفقہ الاکبر" کے نام سے (مجلس علمی کراچی پاکستان سے) طبع ہوئی، اُس کا متن بھی الفقہ الابسط والا ہے۔

انٹرنیٹ سے ایک نسخہ ملا ہے جس پر ابو شعبہ السنبادی نے تحقیق وتعلیق کا کام کیا ہے، اور عصام بن سامی السعید راشد (البحیرۃ) نے مقدمہ لکھا ہے، اِن حضرات نے اِس نسخہ میں تین رسائل جمع کئے ہیں، دو الفقہ الاکبر، اور ایک رسالہ امام صاحب کی وصیت کا درج کیا ہے، مخطوطہ نسخوں کو بھی مجموعہ میں شامل کیا ہے، الفقہ الاکبر کا ایک رسالہ جو بروایت امام ابو مطیع بلخی ہے اُس کی ابتداء امام ابو مطیع عن ابی حنیفۃ تک سند سے ہو رہی ہے، اور پہلا سوال وہی ہے جو درج ہوا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ اکبر سے متعلق پوچھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جواب دیا،

اَلَّاتُکَفِّرَ اَحَدًامِنْ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ بِذَنْبٍ وَلَاتَنْفِیْ اَحَدًامِنَ الْاِیْمَانِ وَاَنْ تَأْمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ الخ۔ (ص48:49)

بہر حال فقہ اکبر کے اِس صحیح معلوم ہونے والے نسخہ میں تقریباً وہی ضروری عقائد بیان ہیں جو یاتو قطعی درجہ کے ہیں، کہ متواتر نصوص سے ثابت ہیں، یا احادیث مشہورہ سے ثابت ظنی درجہ کے ہیں، اِس میں نہ تو نبی کریم ﷺ کے والدین سے متعلق کچھ تذکرہ ہے، نہ ہی آپ ﷺ کی اولاد سے متعلق کچھ ذکر ہے۔

محقق علامہ عبد العزیز بن احمد بن محسن الحمیدی مصری فرماتے ہیں،

وَاَمَّاالْكِتَابُ الثَّانِیْ فَهُوَالَّذِیْ یَرْوِیْہِ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِالله الْبَلْخِیْ فَهُوَالَّذِیْ یَعْرِفُهُ الْعُلَمَاءُ وَیَنْقُلُوْنَ مِنْہُ۔

(براء ة الائمة الاربعة من مسائل المتكلمین المبتدعة :ص69ط دارابن عفان للنشر والتوزیع قاہرہ مصر)

اس کتاب کو جس کو حکم بن عبد اللہ بلخی روایت کرتے ہیں علماء جانتے بھی ہیں اور اُس سے نقل بھی کرتے ہیں۔

فقہ اکبر کے دوسرے متن کا نسخہ:

اور فقہ اکبر کا دوسرا متن اس عبارت سے شروع ہوتا ہے،

اَصْلُ التَّوْحِیْدِوَمَایَصِحُّ الْاِعْتِقَادُعَلَیْہِ،یَجِبُ اَنْ یَّقُوْلَ آمَنْتُ بِالله وَمَلَائِكَتِہٖ وَكُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْبَعْثِ بَعْدَالْمَوْتِ ۔الخ

انٹرنیٹ سے بندہ کو جو نسخہ ملا ہے جس پر ابو شعبہ السنبادی نے تحقیق و تعلیق کا کام کیا ہے، اور عصام بن سامی السعید راشد (البحیرۃ) نے مقدمہ لکھا ہے، اُس میں بروایت حماد بن ابی حنیفہ جو الفقہ الاکبر درج کی ہے اُس کے شروع میں بسمِ اللہ کے بعد لفظ ہیں۔

قَالَ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْحَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ اَصْلُ التَّوْحِیْدِوَمَایَصِحُّ الْاِعْتِقَادُ عَلَیْہِ،یَجِبُ اَنْ یَّقُوْلَ آمَنْتُ بِاللہ وَمَلَائِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْبَعْثِ بَعْدَالْمَوْتِ۔ الخ ۔ (ص30)

اس متن کی سند فقہ اکبر کی ابتداء یا آخر میں یا کہیں بھی درج نہیں، اور مضبوط طریقہ سے کسی کتاب میں بھی نہیں ملتی، علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مخطوطہ نسخہ مکتبہ شیخ الاسلام علامہ عارف حکمت (مدینہ منورہ) میں ایک مجموعہ رقم 226 کے ضمن میں ہے، اُس کے شروع میں شیخ ابراہیم الکورانی کی سند ہے علی بن احمد الفارسی تک اور الفارسی نصیر بن یحیی سے وہ ابن مقاتل محمد بن مقاتل رازی سے وہ عصام بن یوسف سے وہ حماد بن امام ابی حنیفہ سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

(مقدمۃ کتاب العالم والمتعلم: ص6:7، ط1368ھ، المطبعۃ الانوار القاہرہ)

شیخ محمد بن عبد الرحمن الخمیس لکھتے ہیں کہ مجھے مکتبہ شیخ الاسلام عارف حکمت (مدینہ منورہ) میں ایک مخطوطہ مجموعہ کے ضمن میں اِس نسخہ کی سند ملی ہے، کہ نصر بن یحیی ابن مقاتل سے وہ عصام بن یوسف سے وہ حماد بن ابی حنیفہ سے وہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔

(اصول الدین عند الامام ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ ص117، دار الصمیعی للنشر والتوزیع سعودیہ، الفقہ الاکبر للامام ابی حنیفۃ بشرح محمد بن عبد الرحمن الخمیس ص63، مکتبۃ الرشد، ریاض)

قابل غور بات ہے کہ تراجم وحالات کی کتابیں اور تالیفات سے متعلق لکھی جانے والی کتابیں امام حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مرویہ ومؤلفہ فقہ اکبر کا کچھ ذکر نہیں کرتی، نہ حماد کو کسی فقہ اکبر کا راوی بتاتی ہیں جیسا کہ ابو مطیع کو صراحت سے راویِ فقہ اکبر بتارہی ہیں، وجہ کیا ہے؟

نیز علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اوپر حماد سے فقہ اکبر کی روایت کرنے والے عصام بن یوسف بلخی ذکر ہوئے ہیں، جب کہ عصام کے تراجم میں کہیں اُن کا حماد بن ابی حنیفہ سے

روایت کرنا، یا حماد سے فقہ اکبر روایت کرنا درج نہیں، کیوں؟ ہر طرح کھود کرید کے بعد بھی اِن سوالوں کا جواب نہیں ملا، نہ اس بارے میں کوئی تشفی بخش بات کہیں درج ملی ہے، جو فقہ اکبر حمادی کے قطعی (امام حمادوامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب) ہونے پر یقین رکھتے ہیں وہ اِن باتوں کو حل کریں۔

فقہ اکبر کی تقریباً اکثر شروحات اِسی نسخہ کی شروحات ہیں، ملا علی قاری حنفی، شیخ ابوالمنتہی احمد بن محمد مغنیساوی حنفی، شیخ الیاس بن ابراہیم شیبانی، اکمل الدین البابری وغیرہم رحمہم اللہ کی اور عصر حاضر کے شیخ محمد بن عبدالرحمن الخمیس (سلفی سعودیہ) اور شیخ نضال آلہ رشی کی شروحات ہیں، اردو میں مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمۃ اللہ علیہ کی البیان الازہر (جس کا مقدمہ حضرت الاستاذ امام اہلِ سنت مولانا محمد سرفراز خان صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے یہ) بھی اِسی متن کی شرح ہے۔

اِس متن سے متعلق علامہ عبدالعزیز بن احمد بن محسن الحمیدی مصری نے بہت سے اشکالات اٹھائے ہیں مثلاً، اس متن کے ابتدائی لفظ ہیں۔

اَصْلُ التَّوْحِيْدِوَمَايَصِحُّ الْاِعْتِقَادُعَلَيْہِ، اس میں الاعتقاد کا صلہ علیٰ درست نہیں ہے، عربی اصول کے اعتبار سے وَمَايَصِحُّ الْاِعْتِقَادُبِہٖ صحیح ہے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایسی غلطی نہیں کر سکتے۔

اِس میں حضور ﷺ کے بیٹوں اور بیٹیوں کا ذکر اور اُن کے نام ہیں، جب کہ یہ ایسی بات نہیں جو اصولِ دین میں سے ہو۔

(براءة الائمة الاربعة من مسائل المتكلمين المبتدعة ص48:49، دار ابن عفان للنشر والتوزیع قاہرہ مصر)

اگر کہا جائے کہ روافض کے رد کے لئے ذکر ضروری ہوا؟ تو روافض کا مذہب اُس زمانہ میں ابتدائی مراحل میں تھا، اس قدر مدوّن نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے حضور ﷺ کے داماد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دامادی کا انکار کیا ہو، اور صرف ایک بیٹی کے قائل ہوئے ہوں (شیعہ مذہب کی پہلی کتاب الکافی کے مؤلف محمد بن یعقوب کلینی سے لے کر گیارہویں صدی کے شیعہ علماء مثل باقر مجلسی وغیرہ تک تمام متقدمین ومتاخرین آنحضرت ﷺ کی چار بیٹیوں اور تین دامادوں کے قائل رہے ہیں، بعد کے لوگوں نے انکار کرنا شروع کیا ہے)

اس لئے علامہ عبد العزیز بن احمد بن محسن الحمیدی مصری فرماتے ہیں،

فَظَهَرَ بِمَاتَقَدَّمَ اَنَّ الْكِتَابَ الْاَوَّلَ مِنْ رِوَايَةِ حَمَّادِبْنِ اَبِىْ حَنِيْفَةَ مَوْضُوْعٌ عَلَى الْاِمَامِ لَايَعْرِفُهُ الْاَئِمَّةُ وَلَايَنْقُلُوْنَ مِنْهُ۔ (براءۃ الائمۃ الاربعۃ:ص49)

"اس بحث سے ظاہر ہوا کہ جو کتاب حماد بن ابی حنیفہ کی روایت سے ہے، یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر گھڑی ہوئی ہے، اِس کو نہ ائمہ جانتے ہیں، نہ اِس سے نقل کرتے ہیں"۔

شیخ محمد بن عبد الرحمن الخمیس فرماتے ہیں،

مِمَّنْ تَكَلَّمَ فِيْ نِسْبَةِ هٰذِهِ الْكُتُبِ إِلَى الْإِمَامِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ مِنَ الْكُتَّابِ الْمُعَاصِرِيْنَ كَارَلْ بَرُوْكَلْمَانِ، فَقَدْ نَفٰى نِسْبَةَ هٰذِهِ الْكُتُبِ كُلِّهَا إِلٰى أَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَتَبِعَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ فُؤَادُ سَزْكِيْن، حَيْثُ يَرٰى أَنَّ هٰذِهِ الْكُتُبَ مِنْ عَمَلِ تَلَامِذَةِ الْإِمَامِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى سِوٰى رِسَالَتِهٖ إِلٰى عُثْمَانَ الْبتِيْ، فَإِنَّهَا مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ، أَمَّا أَرَنْدَجَان وَنْسَنك فَقَدْ نَفٰى صِحَّةَ كِتَابِ الْفِقْهِ الْأَكْبَرِ وَصَحَّحَ نِسْبَةَ الْفِقْهِ الْأَبْسَطِ إِلَيْهِ، وَتَابَعَهٗ مُحَمَّدُ أَبُوْ زُهْرَة فِي التَّشْكِيْكِ فِيْ نِسْبَةِ الْفِقْهِ الْأَكْبَرِ إِلَى الْإِمَامِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ، أَمَّا أَحْمَدُ أَمِيْنُ فَيَرٰى أَنَّ الْفِقْهَ الْأَكْبَرَ الَّذِيْ بَيْنَ أَيْدِيْنَا أَسَاسُهٗ صَحِيْحُ النِّسْبَةِ إِلٰى أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَنَّهٗ زِيْدَ عَلَيْهِ۔ (اصول الدین عند الامام ابی حنیفۃ حواشی ص115)

زمانہ حاضر کے جن لکھنے والوں نے ان کتابوں کی امام صاحب کی طرف نسبت سے متعلق گفتگو کی ہے، اُن میں کارل برو کلمان ہیں جس نے امام صاحب کی طرف ان سب کتابوں کی نسبت کی نفی کی ہے، فواد سزکین بھی اُنہی کے پیرو ہوئے، کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کتابیں امام صاحب کے شاگردوں کی ہیں، سوائے عثمان بتی کی طرف امام صاحب کے خط کے، کہ وہ امام صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، اور لیکن أرنذجان ونسنك نے امام صاحب کی طرف فقہ اکبر کی نسبت کی نفی کی، اور فقہ ابسط کی نسبت صحیح مانی ہے، شیخ محمد ابوزہرہ بھی فقہ اکبر کی امام صاحب کی طرف نسبت کے مشکوک ماننے میں اِن کے پیرو ہیں، احمد امین کا موقف یہ ہے کہ جو فقہ اکبر ہمارے سامنے ہے اصل کے اعتبار سے تو امام صاحب کی طرف اس کی نسبت صحیح ہے، لیکن اِس میں اضافے کئے گئے ہیں۔

حضور ﷺ کے والدین سے متعلق عبارت:

اِسی متن کے بعض نسخوں میں حضور ﷺ کے والدین سے متعلق بحث ہے، حضور ﷺ کے والدین کے ایمان یا عدمِ ایمان کی بحث کا ضروریاتِ دین اور اصولِ دین سے کیا واسطہ کہ اُس کو عقائد کے رسالہ میں چھیڑا جائے؟ اس لئے بہت سے اہلِ علم آپ ﷺ کے والدین سے متعلق الفاظ کی امام صاحب کی طرف نسبت کو اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اکبر میں اُس کے اندراج کو درست تسلیم نہیں کرتے اور اُس خاص عبارت کو بے اصل بتاتے ہیں۔

علامہ محمد بن عبد الرسول برزنجی رحمۃ اللہ علیہ (م1103ھ) فرماتے ہیں،

اَمَّااَوَّلًا فَلَانُسَلِّمُ اَنَّ اَبَاحَنِیْفَۃَ قَالَ ذَالِکَ فَقَدْقَالَ الْعَلَّامَۃُ ابْنُ حَجَرٍفِی الْفَتَاوٰی وَمَا نُقِلَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اَنَّہٗ قَالَ فِی الْفِقْہِ الْاَکْبَرِ اَنَّھُمَامَاتَاعَلَی الْکُفْرِمَرْدُوْدٌبِاَنَّ النُّسَخَ الْمُعْتَمَدَۃَ مِنَ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِلَیْسَ فِیْھَاشَیْءٌ مِنْ ذَالِکَ وَبِاَنَّ الْمَوْجُوْدَفِیْھَاذَالِکَ لِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ مُحَمَّدِبْنِ یُوْسُفَ الْبُخَارِیْ لَالِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتِ الْکُوْفِیْ

اِنْتَھٰی،اَقُوْلُ قَدْحَصلَتْ نُسْخَۃٌ صَحِیْحَۃٌ مِنَ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِ لِلْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللہ عَنْہُ رِوَایَۃَ صَاحِبِہٖ اِبِیْ مُطِیْعِ الْبَلَخِیْ رَوَاہُ یَحْیَی بْنُ الْمطرف عَنْ اَبِیْ صَالِحِ مُحَمَّدِبْنِ الْحُسَیْنِ عَنْ اَبِیْ سَعْدِسَعْدَانَ بْنِ مُحَمَّدِالْبَسْتِی الْجُرْمُقِیْ عَنْ اَبِی الْحَسَنِ عَلِیِّ بْنِ اَحْمَدَبْنِ مَرْوَانَ الْفَارِسِیّ الْفَقِیْہِ عَنْ اَبِیْ بَکْرِنَصِیْرِبْنِ یَحْیٰی قَالَ سَمِعْتُ اَبَامُطِیْعِ الْحَکَمَ بْنَ عَبْدِاللہ الْبَلَخِیْ یَقُوْلُ سَأَلْتُ اَبَاحَنِیْفَۃَ النُّعْمَانَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِقَالَ فَذَکَرَہٗ وَھِیَ قَدْکُتِبَتْ فِیْ مُسْتَھِلِّ صَفَرسَنَۃَ اِحْدٰی وَخَمْسِیْنَ وَسِتَّ مِئَۃَ وَمَرَّعَلَیْھَاالْحُفَّاظُ وَالْعُلَمَاءُ وَاتَّصَلَ سَنَدِیْ بِھَا وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ،وَھِیَ کَمَاقَالَ غَیْرُ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِ ھٰذَافَقَدْصَحَّ اَنَّ ھٰذَالَیْسَ لِلْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ ،غَایَتُہٗ اِنَّمَا نَشَأَالْاِشْتِبَاہُ مِنَ الْاِشْتِرَاکِ بِالتَّأْلِیْفَیْنِ فِی الْاِسْمِ وَاشْتِرَاکِ الْمُؤَلِّفَیْنِ فِی الْکُنِیَّۃِ وَلَمْ یَظْفُرُوْا اِلَّا بِنُسْخَۃٍ وَاحِدَۃٍ فَظَنُّوْا اَنَّھَاھِیَ الَّتِیْ لِلْاِمَامِ وَاَمَّا ثَانِیًافَلَیْسَ فِیْ ھٰذَاالْقَوْلِ تَصْرِیْحٌ بِذَالِکَ لِاَنَّ قَوْلَہٗ مَاتَاعَلَی الْکُفْرِ، اَلْمُرَادُبِالْکُفْرِ اَلْفَتْرَۃُ فَقَدْتَقَدَّمَ اَنَّ الْکُفْرَیُطْلَقُ عَلَی الْفَتْرَۃِ مَجَازًافَھُوَعَلٰی وَزَّانِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی عَلٰی فَتْرَۃٍ مِنَ الرُّسُلِ اَیْ مَاتَافِی الْفَتْرَۃِ وَھٰذَاقَوْلٌ صَحِیْحٌ، اَلَاتَرٰی کَیْفَ غَیَّرَالْعِبَارَۃَ فِیْ اَبِیْ طَالِب فَقَالَ فِیْ حَقِّہٖ مَاتَ کَافِرًافَاَطْلَقَ عَلَیْہِ الْکَافِرَحَیْثُ اَنَّہٗ بَلَغَتْہُ الدَّعْوَۃُ فَکَانَ کُفْرُہٗ حَقِیْقِیًّانَظْرًا لِظَاھِرِالشَّرْعِ وَلَمْ یُطْلِقْ ذَالِکَ عَلَیْھِمَافَلَمْ یَقُلْ مَاتَاکَافِرَیْنِ،فَتَنَبَّہْ لِذَالِکَ فَاِنَّہٗ مُھِمٌّ وَلَاتَسْتَرْوِح فِیْ مِثْلِ ھٰذِہِ الْمَزَالِقِ فَاِنَّانَبْرَأُاِلَی اللہ تَعَالٰی مِنْ ھٰذِہِ الْمَقَالَۃِ وَ نُنَزِّہُ جَنَابَ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللہ عَنْہُ اَنْ یَّعْمَدَاِلٰی مُقَدِّمَۃٍ فِی الْاِعْتِقَادِوَ یُرَغِّبَ النَّاسَ فِیْ قِرَاأَتِھَاوَ یُسَمِّیْھَاالْفِقْہَ الْاَکْبَرِوَیَجْعَلَھَااَسَاسَ الشَّرْعِ وَیَکُوْنُ مَضْمُوْنُھَاسَبَّ وَالِدَیِ النَّبِیِّ ﷺ اَلْمُوْجِبِ لِاَذَی النَّبِیِّ ﷺ فَاِنَّانُبْرِئُہٗ مِنْ شَنَاعَۃِ ھٰذِہِ الْعَوْرَاءِ وَبِشَاعَۃِ ھٰذِہِ الزُّوْرَاءِ کَیْفَ

وَالْاِمَامُ حَافِظُ الدِّیْنِ النَّسَفِیْ مِمَّنْ ذَھَبَ اِلٰی نَجَاتِھِمَا وَرَوَی الْحَدِیْثَ الْوَارِدَفِیْ اِحْیَائِھِمَا وَھُوَمِمَّنْ شَرَّحَ مَنَاقِبَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللہ عَنْہُ وَلَوْکَانَ ھٰذَاالْقَوْلُ مَوْجُوْدًاوَ کَانَ صَرِیْحًالَمَا خَالَفَ اِمَامَہٗ وَھٰذَاالشَّمْنِیْ بِنَقْلِ تِلْمِیْذِہِ السُّیُوْطِیْ قَدْاَقَرَّاِبْنَ الْعَرَبِیْ الْمَالِکِیْ عَلٰی قَوْلِہٖ فِیْمَنْ قَالَ اَنَّھُمَافِی النَّارِ اَنَّہٗ مَلْعُوْنٌ وَالشَّمْنِیْ مِنْ مُحَقِّقِی الْحَنَفِیَّۃِ الْجَامِعِیْنَ بَیْنَ الْفِقْہِ وَالْحَدِیْثِ وَالْعَرَبِیَّۃِ کَمَاھُوَمَعْلُوْمٌ مِنْ تَصَانِیْفِہٖ ،وَقَدْ دَلَّتْ عِبَارَۃُ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِ عَلٰی نَجَاۃِ مِثْلَیْھِمَاقَالَ اَبُوْمُطِیْع قُلْتُ لِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ لَوْاَقَرَّ بِجَھْلِہِ الْاِسْلَامَ فِیْ اَرْضِ الشِّرْکِ وَلَایَعْلَمُ شَیْئًامِنَ الْفَرَائِضِ وَالشَّرَائِعِ وَلَابِالْکِتَابِ وَلَابِشَیْءٍ مِنَ الشَّرَائِعِ فَمَاتَ اَھُوَمُؤْمِنٌ ؟قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَلَوْلَمْ یَعْلَمْ شَیْئًاوَلَایَعْمَلُ بِہٖ اِلَّااَنَّہٗ مُقِرٌّبِالْاِیْمَانِ فَمَاتَ قَالَ ھُوَ مُؤْمِنٌ اِنْتَھٰی بِحُرُوْفِہٖ ،فَانْظُرْ اَنَّہٗ حَکَمَ بِاِیْمَانِ الْمُقِرِّبِالتَّوْحِیْدِقَبْلَ بُلُوْغِ الدَّعْوَۃِ وَلَاشَکَّ اَنَّ الْوَالِدَیْنِ الشَّرِیْفَیْنِ اَلثَّابِتُ عَنْھُمَا التَّوْحِیْدُ دُوْنَ الشِّرْکَ کَمَا سَیَأْتِیْ ،فَکَیْفَ یُتَصَوَّرُاَنْ یَحْکُمَ بِقَاعِدَۃٍ کُلِّیَّۃٍ وَھِیَ نَجَاتُ مَنْ مَاتَ فِی الْفَتْرَۃِ مُوَحِّدًاثُمَّ یُخَالِفُھَا فِیْ حَقِّ وَالِدَیْہِ ﷺ وَیَحْکُمُ بِکُفْرِھِمَا،ھٰذَامِمَّالَایَقْبَلُہٗ عَقْلٌ وَلَانَقْلٌ وَبِاللہ التَّوْفِیْق۔

(سداد الدّین وسداد الدّین ص88تا91،دارالکتب العلمیہ)

”اول تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی بات کہی، علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتاوی میں فرماتے ہیں کہ فقہ اکبر میں جو امام صاحب سے نقل ہے کہ اُنہوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین سے متعلق فرمایا کہ اُنہوں نے کفر پر وفات پائی، یہ قول مردود ہے اس وجہ سے کہ یہ فقہ اکبر کے قابل اعتماد نسخوں میں نہیں ہے، اور جن میں موجود ہے وہ ابو حنیفہ محمد بن یوسف بخاری کی ہے امام صاحب کی نہیں ہے، میں (برزنجی) کہتا ہوں کہ مجھے فقہ اکبر کا صحیح نسخہ ملا ہے، جس میں امام ابو مطیع بلخی تک پوری سند ہے (جو پہلے درج ہو چکی ہے) جس کی ابتداء یوں ہے

کہ ابو مطیع کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے فقہ اکبر (بہت بڑی دینی سمجھ) سے متعلق پوچھا تو اُنہوں نے یوں جواب دیا، اور یہ نسخہ شروع صفر سنہ ۶۵۱ھ کو لکھا گیا اور اِس کو حفاظ وعلماء نے دیکھا ہے، اور الحمدللہ اُس تک میری متصل سند ہے، اور وہ موجودہ فقہ اکبر کے سوا ہے جیسا کہ ابن حجر نے فرمایا، لہٰذا صحیح یہی ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ کی نہیں ہے، مقصد یہ ہے کہ دونوں کتابوں کا نام اور دونوں مولفین کی کنیت ملنے کے سبب اشتباہ پیدا ہوا، اور اُن لوگوں نے صحیح نسخہ نہ پایا تو اِسی کو امام صاحب کی فقہ اکبر سمجھے۔

دوم اس قول میں اِس کی صاف تصریح نہیں ہے، کیوں کہ کفر سے مراد فَتَرَت ہے، اور کفر کا مجازاً فتَرَت پر اطلاق ہوتا ہے، تو یہ عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ کے مطابق ہے، یعنی وہ فترت پر فوت ہوئے ہیں، اور یوں کہنا صحیح ہے، کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ امام صاحب نے ابو طالب کے متعلق عبارت کیسے بدلی کہ کہا مَاتَ کَافِرًا کافر ہونے کی حالت میں فوت ہوئے، اُس پر کافر کا لفظ بولا کیونکہ کہ اُس تک دعوت پہنچی تو ظاہر شرع کے مطابق اُس کا کفر حقیقی تھا، لیکن یہی لفظ حضور ﷺ کے والدَین پر نہیں بولے اور مَاتَا کَافِرَین نہیں فرمایا (مرتب عرض کرتا ہے کہ مخطوطہ نسخوں میں دونوں طرح کی عبارتیں ہیں

وَوَالِدَارَسُوْلِ اللہ ﷺ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ، وَوَالِدَا رَسُوْلِ اللہ ﷺ مَاتَا کَافِرَیْنِ۔

اَبُوْطَالِب عَمُّہٗ مَاتَ کَافِرًا، مَاتَ عَلَی الْکُفْرِ۔

اس اعتبار سے یہ نکتہ کمزور ہو جاتا ہے) اِس بات سے آگاہ ہو جاؤ کہ اہم ہے، اور اس قسم کے لغزش کے مواقع میں مطمئن نہ بیٹھ، کیونکہ ہم اللہ کے سامنے ایسے بول سے اظہارِ برأت کرتے ہیں، اور امام اعظم کو اِس سے صاف مانتے ہیں کہ وہ عقیدہ میں ایسی بات کہیں اور لوگوں کو ایسی بات کے پڑھنے کی ترغیب دیں اور اِس کا نام فقہ اکبر (بہت بڑھیا سمجھ) رکھیں، اور شریعت کی اساس بنالیں، جب کہ مضمون حضور ﷺ کے والدین کو بُرا کہنے کا ہو جو آپ ﷺ کی ایذاء کا

سبب ہے، لہٰذا اہم امام صاحب کو اِس بیہودگی کی قباحت سے لا تعلق اور اِس جھوٹ کی برائی سے بری ٹھہراتے ہیں، اور وہ کیسے بری نہیں جب کہ امام حافظ الدین نسفی آپ ﷺ کے والدین کی نجات کے قائل ہیں، اور اُن کے زندہ کئے جانے کی حدیث نقل کرتے ہیں جب کہ اُنہوں نے مناقب ابی حنیفہ کی تشریح کی ہے، تو اگر یہ قول موجود ہوتا اور صریح ہوتا تو وہ اپنے امام کے خلاف نہ ہوتے، ایسے ہی شمنی (اُن کے شاگرد علامہ سیوطی کی نقل کے مطابق) جو محققین احناف میں سے حدیث وفقہ ولغت عربی کے جامع ہیں ابن العربی کے اِس قول کو برقرار نہ رکھتے کہ جو شخص کہے کہ آپ ﷺ کے والدین دوزخ میں ہیں وہ ملعون ہے، جب کہ (صحیح) فقہ اکبر کی ایک عبارت آپ ﷺ کے والدین جیسوں کی نجات پر دلالت کرتی ہے، کہ ابو مطیع کہتے ہیں میں نے امام صاحب سے پوچھا کہ اگر آدمی شرک والی زمین میں اپنی جہالت کے سبب اسلام کا اقرار کرے لیکن فرائض احکام کتاب اور کوئی حکم بھی نہ جانتا ہو اور وفات پا جائے کیا وہ مؤمن ہے؟ فرمایا ہاں مؤمن ہے، میں نے پوچھا چاہے نہ کچھ جانتا ہے نہ کسی چیز پر عمل کیا ہے صرف ایمان کا اقرار کر کے فوت ہو تا ہے؟ فرمایا وہ مؤمن ہے (الفقہ الابسط مع نظم الدرر ص105 کراچی) دیکھو جو دعوت پہنچنے سے پہلے توحید کا اقراری ہے اُس کے مؤمن ہونے کا حکم کیا، اور لا شک بات ہے کہ آپ ﷺ کے والدین سے توحید ثابت ہے شرک نہیں، تو کیسے تصور کیا جائے کہ امام صاحب ایک قاعدہ کلیہ کا حکم دیتے ہیں کہ جو موحّد ہو اور فترت میں فوت ہو جائے اُس کی نجات ہے، پھر حضور ﷺ کے والدین کے حق میں اِس کے خلاف کہتے اور اُن کے کفر کا حکم دیتے ہیں؟ اِس کو نہ عقل قبول کرتی ہے نہ نقل"۔

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1213ھ) فرماتے ہیں،

وَمَافِی الْفِقْہِ الْاَکْبَرِ مِنْ اَنَّ وَالِدَیْہِ ﷺ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ فَمَدْسُوْسٌ عَلَی الْاِمَامِ وَیَدُلُّ عَلَیْہِ اَنَّ النُّسَخَ الْمُعْتَمَدَةَ مِنْہُ لَیْسَ فِیْہَا شَیْءٌ مِنْ ذَالِکَ۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر، کتاب النکاح، باب نکاح الکافرج4ص278، دارالکتب العلمیہ بیروت، ورشیدیہ کوئٹہ)

"اور یہ جو فقہ اکبر میں ہے کہ حضور ﷺ کے والدین نے کفر پر وفات پائی یہ امام صاحب پر گھڑی ہوئی بات ہے، اوراِس کی دلیل یہ ہے کہ فقہ اکبر کے قابلِ اعتماد نسخوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔

علامہ محمد بن محمد بن احمد السنباوی الازہری (م1232ھ) فرماتے ہیں،

وَمَافِی الْفِقْہِ الْاَعْظَمِ لِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ اَنَّھُمَامَاتَاعَلَی الْکُفْرِفَاِمَّامَدْسُوْسٌ عَلَیْہِ بَلْ نُوْزِعَ فِیْ نِسْبَۃِ الْکِتَابِ مِنْ اَصْلِہٖ لَہٗ۔

(حاشیۃ ابن الامیر علی شرح جوہرۃ التوحید:ص59، دارالکتب العلمیۃ)

اورامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اعظم میں جو ہے کہ آپ ﷺ کے والدین نے کفر پر وفات پائی، تو یہ امام صاحب پر بہتان ہے بلکہ سرے سے کتاب کی اُن کی طرف نسبت میں ہی اختلاف ہے۔

علامہ محمد بن علی بن منصور شنوانی شافعی مصری رحمۃ اللہ علیہ (م1233ھ) فرماتے ہیں،

وَاَمَّامَانُقِلَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِی الْفِقْہِ الْاَکْبَرِمِنْ اَنَّ وَالِدَیِ الْمُصْطَفٰی کَانَاکَذَالِکَ فَھُوَ مَکْذُوْبٌ عَلَیْہِ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ وَحَاشَااَنْ یَقُوْلَ فِیْ وَالِدَیِ الْمُصْطَفٰی عَلَی الْاِطْلَاقِ ذَالِکَ،وَاِمَّامَدْسُوْسٌ عَلَیْہِ بِفَرْضِ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِلَہٗ ،وَاَمَّاعَلٰی اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ وَاِنَّمَانُسِبَ اِلَیْہِ وَاُلِّفَہٗ (کذافی الاصل)کَذِبًافَلَایُحْتَاجُ لِلْجَوَابِ عَنْہُ لِعَدْمِ مَعْرِفَۃِ صَاحِبِہٖ ۔

(حاشیۃ الشنوانی مخطوطۃ علی شرح اللقانی علی جوھرۃ التوحید ص52، ومخطوطۃ اخری ص38)

”امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جو فقہ اکبر میں منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین اِس طرح کے تھے یہ امام صاحب پر غلط بیانی ہے، اور وہ اس سے بعید ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدَین سے متعلق مطلق اس طرح فرمائیں، اور اگر فرض کریں کہ فقہ اکبر امام صاحب کی ہے تو یہ بات بلاثبوت اُن کے ذمہ لگائی ہوئی ہے، لیکن اگر فقہ اکبر اُن کی نہ ہو اور محض بناء بر کذب اُن کی طرف منسوب ہو تو جواب کی ضرورت نہیں کیوں کہ معلوم نہیں کہ اُس کا مصنف کون ہے“

علامہ عبد العزیز فرہاروی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م بعد 1239ھ) فرماتے ہیں،

ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّہٗ یُنْسَبُ اِلَی الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ رِسَالَۃً فِی الْکَلَامِ تُسَمَّی الْفِقْہَ الْاَکْبَر وَلَہَا نُسَخٌ مُخْتَلِفَۃٌ جِدًّاوَقَعَ فِیْ بَعْضِہَا اَنَّ وَالِدَیْ رَسُوْلِ اللہ ﷺ مَاتَاعَلَی الْکُفْرِ وَلَاشَکَّ اَنَّ ھٰذَا اِفْتِرَاءٌ عَلَیْہِ فَحَاشَاہُ اَنْ یَّتَّخِذَہٗ عَقِیْدَۃً وَاَیُّ حُکْمٍ مِنْ اَحْکَامِ الدِّیْنِ یَتَوَقَّفُ عَلَیْہِ۔ (مرام الکلام: ص99:100، مکتبہ امدادیہ ملتان)

”جان لیں کہ علم کلام میں ایک رسالہ الفقہ الاکبر کے نام سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے، اور اُس کے مختلف نسخے ہیں، اُس کے کسی نسخہ میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدَین کفر پر فوت ہوئے، کوئی شک نہیں کہ یہ بات امام اعظم پر گھڑا ہوا جھوٹ ہے، امام صاحب اس سے صاف ہیں کہ ایسی بات کو عقیدہ بنائیں، آخر دین کا کونسا حکم اِس پر موقوف ہے؟“

الشیخ محمد بن ابراہیم بیجوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م1276ھ) فرماتے ہیں،

مَانُقِلَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِی الْفِقْہِ الْاَکْبَرِمِنْ اَنَّ وَالِدَیِ الْمُصْطَفٰی مَاتَاعَلَی الْکُفْرِ فَمَدْسُوْسٌ عَلَیْہِ وَحَاشَاہُ اَنْ یَّقُوْلَ ذَالِکَ وَغَلَطَ مُلَّاعَلِیُّ الْقَارِیْ غَفَرَاللہ لَہٗ فِیْ کَلِمَۃٍ شَنِیْعَۃٍ قَالَہَا۔ (تحفۃ المرید شرح جوھرۃ التوحید: ص38، دار الکتب العلمیہ)

"امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ اکبر میں حضور ﷺ کے والدین سے متعلق جو نقل ہے یہ امام صاحب پر گھڑا ہوا ہے، اور امام صاحب اس سے دور ہیں کہ ایسی بات کہیں، اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسی بُری بات کہہ کر غلطی کی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرے"۔

علامہ احمد بن احمد بن اسماعیل حلوانی شافعی (م1307ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَاَمَّامَانُقِلَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللہ عَنْہُ فِی الْفِقْہِ الْاَکْبَرِمِنْ اَنَّہُمَامَاتَاعَلَی الْکُفْرِ فَمَدْسُوْسٌ عَلَیْہِ وَحَاشَاہُ رَضِیَ اللہ عَنْہُ اَنْ یَّقُوْلَ ذَالِکَ فِیْ اَبَوَیْہِ ﷺ بَلْ نُوْزِعَ فِیْ نِسْبَۃِ ھٰذَاالْکِتَابِ مِنْ اَصْلِہٖ اِلَیْہِ اَوْیُؤَوَّلُ بِاَنَّ الْمُرَادَاَنَّہُمَامَاتَافِیْ زَمَنِ الْکُفْرِاَیِ الْجَاھِلِیَّۃِ وَاِنْ کَانَامُؤْمِنَیْنِ نَاجِیَیْنِ۔

(مواکب ربیع فی مولد الشفیع: ص151، ط سنہ 1294ھ)

"اور وہ جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ اکبر میں نقل ہے کہ آپ ﷺ کے والدین نے کفر پر وفات پائی، تو یہ امام صاحب پر گھڑی ہوئی بات ہے، امام صاحب اس سے صاف ہیں کہ حضور ﷺ کے والدین سے متعلق ایسی بات کہیں، بلکہ فقہ اکبر کی امام صاحب کی طرف نسبت ہی سرے سے زیر بحث ہے، یاپھر یہ تاویل ہوگی کہ مراد یہ ہے کہ اُنہوں نے زمانۂ کفر یعنی زمانہ جاہلیت میں وفات پائی اگرچہ وہ نجات پانے والے مؤمنین تھے"۔

علامہ علی انور بن علی اکبر حنفی ہندی کاکوری رحمۃ اللہ علیہ (م1324ھ) فرماتے ہیں،

فَنَقُوْلُ مَافِی الْفِقْہِ الْاَکْبَرِاَنَّ وَالِدَاہُ ﷺ مَاتَاعَلَی الْکُفْرِفَمَدْسُوْسٌ عَلَی الْاِمَامِ وَیَدُلُّ عَلَیْہِ اَنَّ النُّسَخَ الْمُعْتَمَدَۃَ لَیْسَ فِیْہَاشَیْءٌ مِنْ ذَالِکَ۔

(الدرالیتیم فی ایمان آباء النبی الکریم ص37، المطبعۃ المیمونیۃ رامپور)

"ہم کہتے ہیں کہ فقہ اکبر میں جو ہے کہ آپ ﷺ کے والدین نے کفر پر وفات پائی یہ امام صاحب کے ذمہ لگائی ہوئی بے بنیاد بات ہے، جس پر دلیل یہ ہے کہ قابل اعتماد نسخوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔

علامہ محمد زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ (م1371ھ) فرماتے ہیں،

فَفِیْ بَعْضِ تِلْکَ النُّسَخِ وَاَبَوَاالنَّبِیِّ ﷺ مَاتَاعَلَی الْفِطْرَۃِ وَالْفِطْرَۃُ سَہَلَۃُ التَّحْرِیْفِ اِلَی الْکُفْرِفِی الْخَطِّ الْکُوْفِیْ ،وَ فِیْ اَکْثَرِھَا مَا مَاتَاعَلَی الْکُفْرِکَأَنَّ الْاِمَامَ الْاَعْظَمَ یُرِیْدُبِہِ الرَّدَّ عَلٰی مَنْ یَرْوِیْ حَدِیْثَ اَبِیْ وَاَبُوْکَ فِی النَّارِوَیَرٰی کَوْنَہُمَامِنْ اَھْلِ النَّارِ،لِاَنَّ اِنْزَالَ الْمَرْءِ فِی النَّارِ لَایَکُوْنُ اِلَّابِدَلِیْلٍ قَطْعِیٍّ ،وَیَقُوْلُ الْحَافِظُ مُحَمَّدُالْمُرْتَضٰی الزُّبَیْدِیْ شَارِحُ الْاِحْیَاءِ وَالْقَامُوْسِ فِیْ رِسَالَتِہِ الْاِنْتِصَارِ لِوَالِدَیِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ وَکُنْتُ رَئَیْتُھَابِخَطِّہٖ عِنْدَشَیْخِنَااَحْمَدِبْنِ مُصْطَفَی الْعُمْرِی الْحَلْبِیْ مُفْتِیُّ الْعَسْکَرِالْعَالِمِ الْمُعَمَّرِمَا مَعْنَاہُ اَنَّ النَّاسِخَ لَمَّارَأٰی تَکَرُّرَمَافِیْ مَامَاتَاظَنَّ اَنَّ اِحْدَاھُمَا زَائِدَۃٌ فَحَذَفَھَافَذَاعَتْ نُسْخَتُہُ الْخَاطِئَۃُ،وَمِنَ الدَّلِیْلِ عَلٰی ذَالِکَ سِیَاقُ الْخَبْرِ لِاَنَّ اَبَاطَالِب وَالْاَبَوَیْنِ لَوْکَانُوْا جَمِیْعًا عَلٰی حَالَۃٍ وَاحِدَۃٍ جَمَعَ الثَّلَاثَۃَ بِجُمْلَۃٍ وَاحِدَۃٍ لَابِجُمْلَتَیْنِ مَعَ عَدَمِ التَّخَالُفِ بَیْنَہُمْ فِی الْحُکْمِ، وَھٰذَا رَأْیٌ وَجِیْہٌ مِنَ الْحَافِظِ الزُّبَیْدِیْ اِلَّااَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ رَأَی النُّسْخَۃَ الَّتِیْ فِیْھَا مَامَاتَاوَاِنَّمَاحَکٰی ذَالِکَ عَمَّنْ رَأٰھَا،وَاِنِّیْ بِحَمْدِاللہ رَئَیْتُ لَفْظَ مَامَاتَافِیْ نُسْخَتَیْنِ بِدَارِ الْکُتُبِ الْمِصْرِیَّۃِ قَدِیْمَتَیْنِ کَمَارَأٰی بَعْضُ اَصْدِقَائِیْ لَفْظَیْ مَامَاتَاوَعَلَی الْفِطْرَۃِ فِیْ نُسْخَتَیْنِ قَدِیْمَتَیْنِ مَکْتَبَۃ شَیْخِ الْاِسْلَامِ الْمَذْکُوْرَۃ وَعَلِیُّ الْقَارِیْ بَنٰی شَرْحَہٗ عَلَی النُّسْخَۃِ الْخَاطِئَۃِ وَاَسَاءَ الْاَدَبَ سَامَحَہُ اللہ۔ (مقدمۃ کتاب العالم والمتعلم ص7، مطبعہ انوار قاہرہ)

"فقہ اکبر کے بعض نسخوں میں ہے کہ وَ اَبَوَا النَّبِیِّ ﷺ مَاتَا عَلَی الْفِطْرَۃِ (نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین نے فطرت پر وفات پائی) اور لفظ فطرۃ خط کوفی میں لفظ کفر کی طرف آسانی سے تبدیل ہو سکتا ہے، اور اکثر نسخوں میں مَامَاتَا عَلَی الْکُفْرِ ہے (کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین نے کفر پر وفات نہیں پائی) لگتا ہے کہ امام اعظم اُس پر رد کر رہے ہیں جو یہ حدیث روایت کرتا ہے کہ میرا اور تیرا والد آگ میں ہیں، اور وہ سمجھتا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین دوزخی ہیں، کیوں کہ کسی آدمی کا آگ میں داخلہ ماننا یقینی دلیل سے ہی ہو سکتا ہے (ظنی دلیل سے نہیں)۔۔۔ علامہ حافظ محمد مرتضٰی زبیدی احیاء و قاموس کے شارح رحمہ اللہ اپنے رسالہ الانتصار لوالدی النبی المختار میں فرماتے ہیں کہ میں نے ایک فقہ اکبر مخطوطہ اپنے شیخ احمد بن مصطفی عمری حلبی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دیکھی (اور فرمایا) فقہ اکبر نقل کرنے والے نے جب لفظ ماماتا میں مَا کا تکرار دیکھا تو سمجھا کہ ایک مَا زائدہ ہے تو مَا حذف کر دی، تو وہی غلط نسخہ عام ہو گیا، اور اِس پر دلیل طرزِ خبر ہے کہ جناب ابو طالب اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین جب ایک ہی حال میں تھے تو تینوں کو ایک جملہ میں جمع کرتے نہ کہ دو جملے لاتے جب کہ حکم میں کوئی فرق نہیں، امام زبیدی کی یہ رائے اچھی ہے، مگر اُنہوں نے وہ نسخہ نہیں دیکھا جس میں مَامَاتَا ہے، اور بحمد اللہ میں نے دار الکتب المصریہ میں دو پرانے ایسے نسخے دیکھے ہیں، اور میرے ایک دوست نے مکتبہ شیخ الاسلام میں ماماتا، اور علی الفطرۃ دو پرانے نسخوں میں دیکھا ہے، ملا علی قاری نے غلط نسخے پر شرح کی بنیاد رکھ کر سُوئے ادب کیا ہے اللہ اُس کو معاف کرے"۔

مطلب واضح ہے کہ یہ فرما رہے ہیں کہ ہم نے دو قسم کے نسخے دیکھے ہیں ایک میں ہے وَوَالِدَا رَسُوْلِ اللہ ﷺ مَامَاتَا عَلَی الْکُفْرِ کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کفر پر فوت نہیں ہوئے ہیں دوسرے نسخوں میں ہے وَوَالِدَا رَسُوْلِ اللہ ﷺ مَاتَا عَلَی الْفِطْرَۃِ کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین فطرت پر فوت ہوئے ہیں، دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، اگر کوئی محض

مناظرانہ طرز اختیار کر کے اپنی بات کو اونچا اور مخالف کی بات کو نیچا کرتا ہے اوراِس کو تعارض کہتا ہے تو یہ تعارض نسخوں کا تعارض ہے بیان کرنے والوں کا تعارض نہیں ہے، اور نسخوں کے تعارض کی بناء پر یوں کہنا درست ہو گا اذاتعارضاتساقطا لہٰذا آپ ﷺ کے والدین کے تذکرے والے سب نسخے ہی بالکل ناقابلِ اعتبار مانے جائیں۔

علامہ محمد بن الحسن بن العربی الثعالبی الفاسی (م1376ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں،

وَالْحَنْفِيَّةُ يُنْكِرُوْنَ مِنْهُ مَسَائِلَ مِنْهَامَسْأَلَةُ اِثْبَاتِ كُفْرِ اَبَوَيِ الرَّسُوْلِ ﷺ

(الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی ج2ص537)

"احناف فقہ اکبر کے کئی مسائل کا انکار کرتے ہیں اُن میں سے ایک مسئلہ رسول کریم ﷺ کے والدین کے کفر کا ہے"۔

علامہ معین الدین عطاء اللہ بن محمد قور صاوی (م مابین 1300ھ و1400ھ) فرماتے ہیں،

وَلِمِثْلِ هٰذِهِ الْاِحْتِمَالَاتِ الْقَرِيْبَةِ اِلَى الصَّوَابِ اِسْتَبْعَدَالْعُلَمَاءُ صُدُوْرَ هٰذَاالْكَلَامِ عَنِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ فِيْ هٰذَاالْمَقَامِ حَتّٰى قَالَ بَعْضُهُمْ اَنَّ هٰذَاالْقَوْلَ لَيْسَ مَوْجُوْدٌفِى الْفِقْهِ الْاَكْبَرِالَّذِىْ صَنَّفَهُ الْاِمَامُ اَبُوْحَنِيْفَةَ رَحِمَهُ الله وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَنَّهَامَدْسُوْسٌ وَضَعَهٗ اَعْدَاءُهٗ فِيْ كِتَابِهٖ كَمَادَسُّوْافِىْ كُتُبِ الْاِمَامِ حُجَّةِ الْاِسْلَامِ رَحِمَهُ الله وَقَالَ ذَالِكَ الْبَعْضُ وَيَدُلُّ عَلَيْهِ اَنَّ الْعَلَّامَةَ حَافِظَ الدِّيْنِ شَارِحَ مَنَاقِبِ الْاِمَامِ مِنْ كِبَارِ الْحَنَفِيَّةِ صَرَّحَ بِنَجَاةِ اَبَوَيْهِ ﷺ وَذَكَرَحَدِيْثِ الْاِحْيَاءِ وَلَوْكَانَ هٰذَااللَّفْظُ فِى الْفِقْهِ الْاَكْبَرِ لَمَاخَفِىَ عَلَيْهِ وَلَاخَالَفَهٗ ۔

(مختصر المقال علی شرح الفقہ الاکبر ص174، مطبع ویچیسلاوی س نہ 1307ھ)

"ایسے ہی درستگی کے قریب احتمالات کی وجہ سے اِس مقام پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اِس کلام کے صادر ہونے کو علماء نے بعید بتایا، حتی کہ بعض نے فرمایا کہ یہ قول اُس فقہ اکبر میں موجود

نہیں جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے، اور بعض نے فرمایا یہ امام صاحب کے ذمہ لگائی ہوئی بات ہے جس کو اُن کی کتاب میں دشمنوں نے گھسیڑ دیا جیسا کہ امام حجۃ الاسلام کی کتابوں میں کئی باتیں گھسائی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ مناقب امام کے شارح احناف میں سے بڑے حنفی علامہ حافظ الدین نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کی نجات کی تصریح کی ہے، اور زندہ کئے جانے کی حدیث ذکر کی، تو اگر فقہ اکبر کے یہ الفاظ محفوظ ہوتے اُن پر مخفی نہ ہوتے اور وہ اِن کے خلاف نہ کہتے"۔

مولانا مفتی قاضی عبید اللہ صاحب ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ (م 1405ھ) فرماتے ہیں،

قَالَ الْعَبْدُاَصْلَحَہُ اللہ فَالَّذِیْ شَرَّحَہُ الْعَلَّامَۃُ الْقَارِیْ وَغَیْرُہٗ لَیْسَ لِلْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ النُّعْمَانَ عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰنِ بَلْ ھُوَلِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ مُحَمَّدِبْنْ یُوْسُفِ الْبُخَارِیْ کَمَااَفَادَہُ الشَّیْخُ ابْنُ حَجَرِالْمَکِّیْ فِیْ فَتَاوَاہُ وَلَعَلَّ الْبُخَارِیْ لَخَّصَ فِیْ کِتَابِہٖ مَسَائِلَ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِ وَسَمَّاہُ بِاسْمِ مَاتَضَمَّنَ عَلَیْہِ کَکِتَابِ الْاٰثَارِوَغَیْرِہٖ،لِاَنَّ الْفِقْہَ الْاَکْبَرَاِسْمٌ لِعِلْمِ الْعَقَائِدِ اَلَا تَرٰی اَنَّہٗ یُقَالُ لِکُتُبِ الْفِقْہِ اَنَّہٗ فِقْہُ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ مَعَ اِنَّھَامُؤَلَّفَاتُ مُقَلِّدِیْہِ فَکَذَا مَا شَرَّحَہُ الْعَلَّامَۃُ الْقَارِیْ،قَالَ اِلْیَاسُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ وَغَیْرُہٗ وَمَانُقِلَ مِنْ بَعْضِ الْمُعْتَزِلَۃِ مِنْ اَنَّ الْاِمَامَ اَبَاحَنِیْفَۃَ لَیْسَ لَہٗ کِتَابٌ وَاَنَّ ھٰذَاالْکِتَابَ لِمُحَمَّدِبْنِ یُوْسُفِ الْمَعْرُوْفُ بِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ الْبُخَارِیْ فَھُوَغَلَطٌ صَرِیْحٌ لِاَنَّہٗ ثَبَتَ بِالْاِسْنَادِالصَّرِیْحِ الْاَشْھَرِاَنَّہٗ مِمَّااَلَّفَہُ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْحَنِیْفَۃَ الْکُوْفِیْ رَحِمَہُ اللہ،قُلْتُ قَوْلُ الْعَلَّامَۃِ اِلْیَاسَ وَالْمُعْتَزِلِیِّ مُشْتَمِلٌ عَلَی الْاِثْبَاتِ وَالنَّفْیِ فَقَوْلُ الْمُعْتَزِلِیِّ مُشْتَمِلٌ عَلٰی اِثْبَاتِ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِلِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ الْبُخَارِیْ وَنَفْیِ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِلِلْاِمَامِ الْاَعْظَمِ الْکُوْفِیْ رَحِمَہُ اللہ ،وَقَوْلُ الْعَلَّامَۃْ اِلْیَاسِ مُشْتَمِلٌ عَلٰی اِثْبَاتِ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِلِلْاَمَامِ الْاَعْظَمِ رَحِمَہُ اللہ وَنَفْیِ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِ لِلْبُخَارِیْ، وَفِی الْاَصْلِ

الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ اَنَّ قَوْلَ الْمُثْبِتِ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِىْ فَلِذَا اَخَذْنَا بِالْمُثْبِتِ مِنْ قَوْلِهِمَاوَتَرَكْنَاقَوْلَ النَّافِىْ مِنْهُمَا،وَقُلْنَااِنَّ اِثْبَاتَ الْمُعْتَزِلِى الْفِقْهَ الْاَكْبَرَ لِلْبُخَارِىْ وَالْعَلَّامَةْ اِلْيَاسِ الْفِقْهَ الْاَكْبَرَلِلْاِمَامِ الْاَعْظَمِ حَقٌّ صَحِيْحٌ، وَاَمَّا نَفْيُهُمَا فَغَلَطٌ صَرِيْحٌ،لَكِنْ بَقِىَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْاِثْبَاتَيْنِ فَنَقُوْلُ اَلَّذِىْ اَثْبَتَهُ الْمُعْتَزِلِىُّ لِلْبُخَارِىْ فَهُوَالَّذِىْ شَرَّحَهُ الْقَارِىْ،وَاَمَّاالَّذِىْ اَثْبَتَهٗ اِلْيَاسُ فَهُوَالَّذِىْ رَوَاهُ الْاِمَامُ يَحْيٰى عَنْ اَبِىْ مُطِيْعِ عَنِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ لِدَلِيْلِ قَوْلِ اِلْيَاسَ اَنَّهٗ ثَبَتَ بِالْاِسْنَادِالصَّرِيْحِ الْاَشْهَرِالخ وَاَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ الَّذِىْ لَهٗ الْاِسْنَادُالْمَشْهُوْرُفَهُوَالَّذِىْ شَرَّحْتُهٗ وَعَلَيْهِ يَدُلُّ قَوْلُ ابْنِ تَيْمِيَّةِ فِى الْحَمْوِيَّةِ كِتَابُ الْفِقْهِ الْاَكْبَرِ الْمَشْهُوْرِ عِنْدَاَصْحَابِ الْاِمَامِ اَبِىْ حَنِيْفَةَ الَّذِىْ رَوَوْهُ بِالْاِسْنَادِعَنْ اَبِىْ مُطِيْعِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِاللهِ فَقَالَ سَأَلْتُ اَبَاحَنِيْفَةَ عَنِ الْفِقْهِ الْاَكْبَرِفَقَالَ لَاتُكَفِّرْ اَحَدًابِذَنْبٍ اِنْتَهٰى،وَاَمَّاالَّذِىْ شَرَّحَهُ الْعَلَّامَةُ الْقَارِىْ فَلَايُعْرَفُ لَهٗ اِسْنَادٌ،وَمَاهُوَبِكَلَامِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ رَحِمَهُ اللهِ ،لَقَدْسَمِعْتُ وَالِدِىْ مُدَّظِلُّهٗ(اَلشَّيْخَ غُلَام يٰسِيْن بِنِ الْعَلَّامَة عَبْدِالرَّزَّاقِ بْنِ الْقَاضِىْ مُحَمَّدرَحِمَهُمُ اللهِ) غَيْرَمَرَّةٍ يَقُوْلُ كَلَامُ الَّذِىْ رَوَاهُ نَصِيْرُبْنُ يَحْيٰى يَشْهَدُ اَنَّهٗ كَلَامُ الْاِمَامِ وَالَّذِىْ شَرَّحَهُ الْقَارِىْ رَحِمَهُ اللهِ يَشْهَدُاَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ كَلَامِ الْاِمَامِ،بَلْ لَيْسَ مِنْ كَلَامِ اَحَدٍمِنَ السَّلَفِ اَيْضًاالخ۔

(فتح العلام فی مقدمۃ النظم والانتظام مقدمۃ نظم الدررص25تا27،المجلس العلمی کراچی)

"بندہ کہتا ہے(اللہ اُس کے حال کی اصلاح فرمائے)جس فقہ اکبر کی شرح ملا علی قاری وغیرہ نے کی ہے وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں ہے، بلکہ ابو حنیفہ محمد بن یوسف بخاری کی ہے، جیسا کہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی میں بیان کیا، شاید بخاری نے کتاب میں مسائلِ فقہ اکبر کی تلخیص کی اور جس مضمون پر کتاب مشتمل تھی وہ نام رکھ دیا، جیسے کتاب الآثار وغیرہ نام ہوتے ہیں، کیوں کہ

فقہ اکبر علمِ عقائد کا نام ہے، آپ کو معلوم تو ہے کہ فقہ کی کتابوں کے متعلق کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ امام اعظم کی فقہ ہے، حالانکہ وہ مقلدین کی تالیفات ہیں، تو یہی حال اُس فقہ اکبر کا ہے جس کی شرح ملا علی قاری نے لکھی، شارح الیاس بن ابراہیم وغیرہ کہتے ہیں کہ،

"یہ جو بعض معتزلہ سے منقول ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی کتاب نہیں، اور یہ کہ فقہ اکبر ابو حنیفہ محمد بن یوسف بخاری کی ہے، تو یہ صاف غلط بات ہے، کیونکہ صریح مشہور سند سے ثابت ہے کہ فقہ اکبر کو امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے"۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ الیاس اور معتزلی نے جو بات کہی وہ اثبات اور نفی پر مشتمل ہے، کہ معتزلی کے قول میں ابو حنیفہ بخاری کی فقہ اکبر کا اثبات اور امام اعظم کوفی کی فقہ اکبر کی نفی ہے، اور علامہ الیاس کی قول میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اکبر کا اثبات اور بخاری کی فقہ اکبر کی نفی ہے، اور متفق علیہ اصول ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہے، اس لئے ہم دونوں کے مثبِت قول کو لے لیتے ہیں، اور نفی والے کو چھوڑتے ہیں، اور ہم کہتے ہیں کہ معتزلی کا بخاری کی فقہ اکبر اور علامہ الیاس کا امام اعظم کی فقہ اکبر کے اثبات کا قول حق اور صحیح ہے، اور نفی دونوں کی صاف غلط ہے، اب رہی دونوں اثبات کے درمیان تطبیق! تو ہم کہتے ہیں کہ معتزلی نے جس فقہ اکبر کو بخاری کی کتاب کہا وہ وہی ہے جس کی شرح ملا علی قاری نے کی، اور جس کو علامہ الیاس نے ثابت مانا وہ وہ ہے جس کی میں نے شرح لکھ دی، اِس پر علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول دلیل ہے کہ حمویہ میں فرمایا کہ "کتاب فقہ اکبر وہ جو امام ابو حنیفہ کے اصحاب (احناف) کے ہاں مشہور ہے، جس کو اُنہوں نے ابو مطیع حکم بن عبد اللہ سے سند کے ساتھ روایت کیا کہ ابو مطیع کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ اکبر سے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ کسی کو گناہ کے سبب کفر سے منسوب نہ کر"۔ (یہ عبارت اِسی صحیح نسخہ میں ہے) اور جس کی شرح ملا علی قاری نے کی اُس کی سند مشہور ہی نہیں، نہ وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں ہیں، میرے والد مدظلہ (شیخ علامہ غلام یسین بن علامہ

عبد الرزاق بن قاضی محمد) بارہا فرمایا کرتے کہ جس کو نصیر بن یحیی نے روایت کیا وہ خود گواہی دیتی ہے کہ امام صاحب کی باتیں ہیں، اور جس کی ملا علی قاری نے شرح کی وہ خود گواہی دیتی ہے کہ وہ امام صاحب کی باتیں نہیں بلکہ اسلاف میں سے کسی کی باتیں نہیں ہیں۔ الخ"

مولانا مفتی محمد عیسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م1438ھ سابق مفتی نصرۃ العلوم) فرماتے ہیں،

نَسَبَ الْعَلَّامَۃُ ابْنُ حَجَرِالْمَکِّیْ فِیْ فَتَاوَاہُ الْفِقْہَ الْاَکْبَرَالْمَشْھُوْرَاِلٰی مُحَمَّدِبْنِ یُوْسُفِ الْبُخَارِیْ اَلْمُلَقَّبِ بِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاعْتَمَدَعَلَی الْمَرْوِیَّۃِ الَّتِیْ لَیْسَتْ فِیْھَاالْعِبَارَۃُ الْمَنْسُوْبۃُ اِلٰی کُفْرِوَالِدَیْ رَسُوْلِ اللہ ﷺ،قَالَ (مَوْلَانَاوَکِیْلَ اَحْمَد)اَلسِّکَنْدَرْفُوْرِیْ اَلْحَسْرَۃُ اَنَّ الشَّارِحَ الْقَارِیْ لَوْ فَازَ بِالنُّسْخَۃِ الصَّحِیْحَۃِ الَّتِیْ تَفَضَّلَ اللہ بِھَاعَلَیَّ لَمَاقَالَ فِیْ وَالِدَیْ رَسُوْلِ اللہ ﷺ مَاقَالَ۔

(نظم الدرر ص15، المجلس العلمی کراچی)

"علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے اپنے فتاوی میں مشہور فقہ اکبر کو محمد بن یوسف بخاری کی طرف جس کا لقب ابو حنیفہ ہے منسوب کیا ہے، اور جس نسخہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کی طرف کفر کی نسبت نہیں ہے اُسی پر اعتماد کیا ہے، مولانا وکیل احمد سکندر پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہائے حسرت! اگر شارح ملا علی قاری صحیح نسخہ کو پانے میں کامیاب ہوتے جس کا اللہ نے مجھ پر فضل فرمایا تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین سے متعلق وہ نہ کہتے جو کہا"۔

حضرت مفتی محمد عیسی صاحب رحمہ اللہ نے جس مولانا وکیل احمد سکندر پوری رحمہ اللہ کا حوالہ دیا ہے وہ مولانا وکیل احمد بن قلندر حسین بن محمد وسیم عمری سکندر پوری (م1322ھ) ہیں، جنہوں نے الکلام المقبول فی اسلام آباء الرسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لکھی، اور فقہ اکبر کے صحیح نسخے کا اردو ترجمہ کیا، اور ایک عربی شرح لکھی، اس وقت ہمارے سامنے وہ اردو ترجمہ ہے، جس کا نام رکھا مہرِ انور ترجمہ فقہ اکبر، اس کے مقدمہ میں اس موضوع پر بحث فرمائی ہے، لکھتے ہیں

"مجھے عرصہ سے یہ خیال تھا کہ اس کا ترجمہ کیجیے، مگر اس وجہ سے کہ اس کا نسخہ مرویہ ہاتھ نہیں آتا تھا، میرے دل کی یہ آرزو دل میں رہتی ہوئی چلی آئی، اتفاقاً ایک نسخہ پرانا لکھا ہوا مجمع کمالات منبع خیر وبرکات جناب مفتی محمد سعید شافعی مدراسی دام فیوضہ کے کتب خانہ میں میری نظر سے گذرا، جسے دیکھ کر میں پھڑک اٹھا، پھر اس کی نقل کرکے ترجمہ کیا۔۔۔۔۔ یہ فقہ اکبر جو مشہور ہے، اور جس کا نہ صرف ترجمہ شائع کیا گیا ہے، بلکہ اکابر نے اس کی شروح لکھی ہیں، امام اعظم کی فقہ اکبر نہیں ہے، بلکہ ابی حنیفہ محمد بن یوسف بخاری کی تصنیف ہے، الخ"

(مہر انور: 2 مطبع مجتبائی دہلی، طبع سن 1306ھ)

"علماء نے اس (فقہ اکبر) کی جس عبارت کا انکار کیا (جو والدین شریفین سے متعلق ہے) ملا علی قاری نے اس انکار پر جرح کی، اور جو عبارت علماء متقدمین نے فقہ اکبر مرویہ سے لکھی، اور اسے ملا علی قاری نے فقہ اکبر مشہور میں نہ پایا تو اس عبارت کا انکار کیا، اگر ان کو فقہ اکبر مرویہ کا نسخہ صحیح اس طرح سے ملتا جس طرح اللہ تعالی کے فضل وکرم سے مجھے ملا ہے، تو وہ اس فقہ اکبر مرویہ کو اسی طرح ابو مطیع کا نسخہ مرویہ کہتے، جس طرح ہم اس کے قائل ہیں، اور ان کو والدینِ رسول اللہ ﷺ میں خلافِ مذہبِ منصور لکھنے کی زحمت اٹھانی نہ پڑتی، الخ" (مہر انور: 6)

ذہن میں رہے کہ مولانا سکندر پوری کا مہر انور ترجمہ فقہ اکبر اُس فقہ اکبر کا متن اور ترجمہ ہے، جس کو فقہ ابسط کہا جانے لگا، جس کا تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے۔

شیخ بلال فیصل البحر بغدادی فرماتے ہیں

وَالظَّاهِرُ اَنَّ هٰذَاالنَّصَّ الْمَنْقُوْلَ عَنِ الْاِمَامِ فِی الْكَلَامِ عَلٰی اَبَوَیِ النَّبِیِّ ﷺ لَایَصِحُّ عَنْهُ، وَاَغْلَبُ الظَّنِّ اَنَّهٗ زِیْدَفِی الْكِتَابِ وَاُلْحِقَ بِهٖ بَعْدَذَالِكَ (الی قولہ) وَقَدْرَاجَعْتُ بَعْضَ النُّسَخِ الْمَطْبُوْعَةِ مِنَ الْفِقْهِ الْاَكْبَرِوَكَشَفْتُ فِیْهَاعَنْ هٰذَاالنَّصِّ الْمَنْقُوْلِ عَنِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ فِی الْمَسْاَلَةِ فَلَمْ اَجِدْهُ، وَكَذَالَمْ اَجِدْهُ فِی

الْمَطْبُوْعِ مِنَ الشَّرْحِ الْمَنْسُوْبِ لِلْاُسْتَاذِاَبِیْ مَنْصُوْرِ الْمَاتُرِیْدِیْ،وَقَدْحَکَی الْمُلَّانَفْسُہٗ فِیْ رِسَالَتِہِ الْمُفْرَدَۃِ عَنِ الْکُرْدِیْ وَحَکَاہُ اَیْضًافِیْ شَرْحِ الْفِقْہِ الْاَکْبَرِلَہٗ عَنْ بَعْضِ الْحَنَفِیَّۃِ اَنَّ ھٰذَاالْقَوْلَ غَیْرُلَائِقٍ بِالْاِمَامِ وَمَقَامِہٖ وَمَحَلِّہٖ مِنَ الْعِلْمِ،وَاَیْضًافَاِنَّ ھٰذِہِ الْمَسْاَلَۃِ لَمْ تَکُنْ مَعْرُوْفَۃً عَلٰی عَھْدِالْاِمَامِ وَلَمْ یَتَکَلَّمْ فِیْھَاالْاَئِمَّۃُ الْمُتَقَدِّمُوْنَ کَمَالِکٍ وَالْاَوْزَاعِیْ وَاللَّیْثِ وَالثَّوْرِیْ وَالشَّافِعِیْ وَابْنِ الْمُبَارَکِ وَاَحْمَدَوَاِسْحَاقَ وَاَبِیْ ثَوْرٍوَاَبِیْ عُبَیْدٍ وَابْنِ جَرِیْرٍوَدَاوٗدٍوَنُظَرَائِھِمْ مِنَ الْاَئِمَّۃِ فَضْلًا عَمَّنْ تَقَدَّمَھُمْ مِنَ السَّلَفِ الْاَوَّلِ،وَاِنَّمَاھِیَ مِنَ الْمَسَائِلِ الْحَادِثَۃِ ،وَلِذَالَمْ یُنْقَلْ عَنْ وَاحِدٍمِنْ ھٰؤُلَاءِ الْاَئِمَّۃِ فِیْھَانَصٌّ اَوْاَثَرٌ ، مِمَّایَدُلُّ عَلٰی اِنَّ اَبَاحَنِیْفَۃَ لَمْ یَتَکَلَّمْ فِیْھَااَصْلًا،وَلَوْقُدِّرَاَنَّہٗ تَکَلَّمَ فِیْھَالَشَاعَتْ وَخَاضَتْ فِی الْبَحْثِ فِیْھَااَھْلُ عَصْرِہٖ فَمَنْ بَعْدَھُمْ،وَانْتَشَرَالْکَلَامُ فِیْھَاعَنْھُمْ وَتَنَاقَلَہُ الْاَئِمَّۃُ الْمُصَنِّفُوْنَ فِیْ اُصُوْلِ الدِّیْنِ وَالْاِعْتِقَادِ الخ ۔

(تحقیق المقال فی محاکمۃ الملاوالجلال:75،74،دارالبصائر، قاہرہ)

"ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت جو نبی کریم ﷺ کے والدین سے متعلق امام صاحب سے نقل ہوئی،ان سے صحیح ثابت نہیں،اورزیادہ غالب گمان یہ ہے کہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جو بعد میں کتاب میں بڑھائی اور ملائی گئی ہیں،۔۔۔میں نے فقہ اکبر کے بعض مطبوعہ نسخوں کی طرف رجوع کیا،اوران میں امام صاحب سے منقول اس مسئلہ کی عبارت کی تحقیق کی،تومیں نے یہ عبارت نہیں پائی،ایسے ہی جو شرح استاذابو منصورماتریدی کی طرف منسوب ہے،اس میں میں نے نہ پایا،اورخود ملاعلی قاری نے اپنے رسالہ میں کردی سے اور شرح فقہ اکبر میں بعض احناف سے نقل کیاہے کہ (نبی کریم ﷺ کے والدین سے متعلق) یہ قول امام صاحب کے اوران کے علمی مقام ومرتبے کے لائق نہیں ہے،نیزیہ مسئلہ امام صاحب کے زمانہ میں مشہور نہیں تھا،نہ اس

بارے میں ائمہ متقدمین نے کلام کی ہے، جیسے امام مالک، اوزاعی، لیث، ثوری، شافعی، ابن مبارک، احمد، اسحاق، ابو ثور، ابو عبید، ابن جریر، داؤد اوران جیسے ائمہ ہیں، چہ جائے کہ ان سے پہلے کے ائمہ اسلاف نے کلام کی ہو، یہ تو جدید مسائل میں سے ہے، اس لئے اس بارے میں ان ائمہ میں سے کسی سے کچھ نص یا روایت منقول نہیں، یہ باتیں ان دلائل میں سے ہیں جو دلالت کرتے ہیں کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے اس سے متعلق بالکل کچھ کلام نہیں کی، اوراگر بالفرض انہوں نے کلام کی ہوتی تو عام ہوتی، اوران کے زمانے والے اور بعد کے لوگ اس میں بحث کرتے، اوران سے منقول کلام پھیل گیا ہوتا، اوراصول دین وعقائد میں لکھنے والے ائمہ نقل کرتے"

فقہ اکبر کے نسخوں کی عبارتوں کا تعارض:

یہ بھی ذہن میں رہے کہ اِس غلط نسخہ کے نسخوں میں عبارتیں مختلف طرح ہیں،

رَسُوْلُ اللہ ﷺ مَاتَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَوَالِدَارَسُوْلِ اللہ ﷺ مَاتَا عَلَى الْكُفْرِ وَاَبُوْطَالِبِ عَمُّہٗ مَاتَ كَافِرًا ۔ (متن الفقہ الاکبر مع فارسی ترجمہ ص11)

وَوَالِدَا رَسُوْلِ اللہ ﷺ مَاتَا كَافِرَيْنِ وَاَبُوْطَالِبِ عَمُّ رَسُوْلِ اللہ ﷺ مَاتَ كَافِرًا۔

(القول الفصل شرح الفقہ الاکبر، ص422)

وَوَالِدَا رَسُوْلِ اللہ ﷺ مَاتَا عَلَى الْكُفْرِ وَاَبُوْطَالِبِ عَمُّہٗ مَاتَ كَافِرًا

(مخطوطہ مع اردو ترجمہ: مکتوبہ 15 ذیقعدہ 1259ھ، مخطوطۃ آخر رمضان سنہ 1244ھ مکتبۃ الازھر مصر، مخطوطۃ ص8، کاتب عمر بن عثمان، جامعہ ملک سعود، رقم4480، شرح ابی المنتھی مخطوطۃ، جامعہ سعود، رقم7812، مخطوطۃ مختصر الحکمۃ النبویۃ شرح فقہ اکبر، ص81، جامعۃ الامام محمد بن سعود، رقم4367، مخطوطۃ1215 جامعۃ سعود۔

وَالِدَارَسُوْلِ اللہ ﷺ مَاتَا عَلَى الْكُفْرِ وَاَبُوْطَالِبِ عَمُّہٗ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ۔

(مخطوطۃ الفقہ الاکبر، جامعہ سعود، رقم1215)

بعض نسخوں میں سرے سے نہ حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین سے متعلق عبارت ہے، نہ جناب ابو طالب سے متعلق ہے۔

(الفقہ الاکبر، مجلس دائرۃ المعارف طبع اول سنہ 1342ھ، ص13، طبعۃ ثالثۃ، سنہ 1399ھ، ص8، جنی الفوائد بمعرفۃ متون العقائد موئلف محمد عوض ص14، بیت اللحم فلسطین)

سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ایمان پر وفات پانے کے تذکرہ کا کیا مطلب ہے؟ کیا آپ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے متعلق بھی کوئی مسلمان غیر ایمان پر وفات پانے کا خیال کر سکتا ہے معاذاللہ؟

علامہ بیاضی احمد بن حسن بن سنان الدین رومی حنفی بسنوی رحمۃ اللہ علیہ (م1097ھ) نے امام صاحب کی عبارات لے کر اُن کی شرح وبسط کے ساتھ وضاحت فرمائی ہے، جس کا نام اشارات المرام من عبارات الامام رکھا ہے (دارالکتب العلمیہ) اوراُنہوں نے دونوں فقہ اکبر والبسط کی اور امام صاحب کی طرف منسوب دوسری بعض کتابوں کی عبارات لی ہیں، لیکن حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اولاد یا آپ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدَین سے متعلق کوئی عبارت ذکر نہیں فرمائی، جس سے سمجھ آتا ہے کہ اُن کے نزدیک بھی کم از کم فقہ اکبر کی زیر بحث عبارت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت نہیں، ورنہ وہ اُس سے متعلق بھی تشریح فرماتے۔

بہرحال گواِس فقہ اکبر کے مضامین میں اکثر یا سارے مضامین اہلِ حق اہلِ سنّت والجماعت کے نظریات کے ہوں مگر اِس کو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں معلوم ہوتا۔

فقہ اکبر سے متعلق بحث اول مختصر لکھی تھی، اب کافی تفصیل ہوگئی ہے، مفتی رضوان خان صاحب نے ہماری پہلے والی مختصر بحث کے جواب میں گیارہ صفحات کی کئی سطریں فضول کالی کردیں، محض شیخ محمد بن عبد الرحمن الخمیس کے ایک حوالے پر گفتگو کرکے اپنی تحریر کو پھیکا کیا ہے ،باقی ساری بحث کو ہضم کرکے خاموشی سے آگے کو چل دیئے، وہ جواب جس کو معقول جواب کہا

جائے، اِن گیارہ صفحات میں ایسا کچھ نہیں ہے، نہ اُن کے رسائل کی بیسویں جلد میں ہے، اس لئے اِن کی سب باتوں کے جواب میں ہماری اوپر کی بحث ہی منصف کے لئے کافی وشافی ہے، مزید کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، ورنہ ہمارا یہ مضمون ایک مناظرانہ طرز کا بن جائے گا، اور ہم اِس کو مناظرانہ طرز نہیں دینا چاہتے، لہٰذا یہی کچھ کافی سمجھا جائے۔

فائدہ 1: البیان الازھر اردو شرح فقہ اکبر اور اُس کے مقدمہ سے متعلق گذارشات:

حضرت الاستاذ امام اہلِ سنّت مولانا محمد سرفراز خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے البیان الازہر کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ استاد صاحب البیان الازھر کے متن والی فقہ اکبر کو امام صاحب کی فقہ اکبر سمجھتے تھے، اور اِس پر اُنہوں نے بعض اکابر کے حوالے بھی درج فرمائے ہیں، لیکن اُس میں کچھ تسامح ہو گیا ہے، جس کی وضاحت بترتیبِ حوالہ جات درج ذیل ہے۔

۱. امام ابو مطیع بلخی اِس فقہ اکبر کو امام صاحب کی فقہ اکبر نہیں بتاتے، بلکہ پہلے والے متن کو امام صاحب کی فقہ اکبر ظاہر کرتے ہیں۔

۲. علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس فقہ اکبر کو امام صاحب کی کہہ کر حوالے دیئے ہیں وہ بھی اِس فقہ اکبر کے حوالے نہیں جس کا ترجمہ البیان الازہر ہے، بلکہ پہلے متن کے ہیں جس کو فقہ ابسط کہتے ہیں، کوئی تسلی کرنا چاہے تو علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتیں فقہ اکبر وابسط میں چیک کرلے، اُن کی دی ہوئی عبارتیں فقہ ابسط کی یعنی متن نمبر 1 کی ہیں۔

۳. علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اجتماع جیوش الاسلامیۃ میں فقہ ابسط کی ابتدائی عبارت کا یعنی متن نمبر 1 کی عبارت کا حوالہ دیا ہے۔

۴. ہاں جن حضرات نے اِسی دوسرے متن کی شروح لکھی ہیں اُنہوں نے دوسرے متن کو امام صاحب کی فقہ اکبر سمجھا ہے، اور کئی حضرات نے امام صاحب کی تصنیف فقہ اکبر کا ذکر کیا ہے، مگر اُس سے یہ تعیین نہیں ہوتی کہ وہ کونسے متن والی فقہ اکبر کو امام

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اکبر کہہ رہے ہیں، بہرحال جن حضرات نے امام ابو مطیع بلخی اوراُن کی مرویہ فقہ اکبر کا ذکر کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اُس فقہ اکبر سے مراد وہ متن نہیں جس کا ترجمہ البیان الازہر ہے، جیسا کہ تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے، دوبارہ دُھرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

فائدہ2:

شیخ محمد بن عبدالرحمن الخمیس نے بھی فقہ اکبر حمادی کے تذکرہ میں اُس کو مستند بتانے میں کچھ ایسی ہی غلطیاں کی ہیں۔(الفقہ الاکبر بشرح محمد بن عبدالرحمن الخمیس ص62:63)

لکھاہے کہ فقہ اکبر حمادی کو کئی مصنفین نے امام صاحب رحمہ اللہ کی فقہ اکبر کے طور پر ذکر کیا ہے، مثلاً

1. ابن ندیم نے الفہرست ص256 میں مطلق فقہ اکبر کا ذکر ہے حمادی وابو مطیع کا فرق نہیں کیا گیا، تو الخمیس صاحب نے کیسے متعین کیا کہ جو ذکر ہوئی وہ فقہ اکبر حمادی ہے ؟ دیکھیں۔(الفہرست ص251 دارالمعرفۃ)
2. اورابوالمظفر اسفرائینی نے کتاب التبصیر فی الدین ص113:114 میں ذکر کیا ، مگر فقہ اکبر حمادی کے بجائے ابو مطیع کی فقہ اکبر کا ذکر کیا ہے اورابو مطیع تک پہنچنے والی اپنی سند بیان کی ہے، دیکھیں۔ (التبصیر ص184)
3. اور علی بن محمد بزدوی نے کشف الاسرار فی شرح اصول البزدوی ص7:8 میں جو ذکر کیا، تو وہ عبارت ابو مطیع بلخی کی فقہ اکبر کی ہے، ص9 میں بھی ایک عبارت فقہ اکبر بلخی کی ہے۔

4. ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی ج5 ص46 میں جو حوالہ دیا تو وہاں صراحت کے ساتھ ابو مطیع بلخی والی فقہ اکبر کا اوراُس کی ابتدائی عبارت کا ذکر ہے، نہ کہ فقہ اکبر حمادی کا ذکر ہے۔

5. ابن القیم نے اجماع جیوش الاسلامیۃ ص138 میں حوالہ دیا، لیکن ان کے اِس صفحہ اور حوالے میں بھی صراحت کے ساتھ ابو مطیع بلخی کی فقہ اکبر کا ذکر ہے۔

6. امام ذہبی نے المشتبہ ج1ص138 میں نصران بن نصر ختلی کا ذکر کرتے ہوئے ابو مطیع بلخی کی سند والی فقہ اکبر کا ذکر کیا، حمادی فقہ اکبر کی سند میں نصران بن نصر تو ہے ہی نہیں۔

7. حاجی خلیفۃ نے کشف الظنون ج2ص1287 میں ذکر تو ابو مطیع بلخی والی فقہ اکبر کا کیا ہے، لیکن اُنہیں مغالطہ لگا ہے کہ حمادی فقہ اکبر کی شروح بلخی فقہ اکبر کی شروح ٹھہرائیں۔

8. محمود شکری آلوسی نے غایۃ الامانی ج1ص448 میں حوالہ دیا، مگر اس میں صراحت کے ساتھ ابو مطیع کی فقہ اکبر اوراُس کی عبارت ذکر کی ہے، نہ کہ حمادی فقہ اکبر کا ذکر کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ متن (نمبر1) امام ابو مطیع بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جو امام صاحب سے روایت کر رہے ہیں، اور ہماری تحقیق میں اُس کو امام صاحب سے مروی کہنا درست ہے، لیکن (متن نمبر2) امام ابو مطیع بلخی کا مرویہ نہیں ہے، اوراِس متن کی امام صاحب کی طرف نسبت درست نہیں معلوم ہوتی، اوراسی میں حضور ﷺ کے والدَین کے ایمان کو چھیڑا گیا ہے۔

فقہ اکبر سے متعلق ہمارے ایک حوالے پر مفتی رضوان صاحب کا تبصرہ:

مفتی رضوان صاحب لکھتے ہیں،

”معترض صاحب کی ہٹ دھرمی اور خیانت کا عالم یہ ہے کہ خود ہی مذکورہ کتاب سے امام ابو حنیفہ کا مذہب اہلِ نار ہونے کا نقل کیا، چنانچہ صفحہ 29 پر خود ہی لکھا کہ ”اس کتاب میں

زمانہ فترت میں وفات پانے والوں سے متعلق تین مذاہب نقل کئے ہیں، اول یہ کہ آپ کے والدین شریفین اہلِ نار میں سے ہیں، اس قول کو امام ابو حنیفہ و بیہقی وابن تیمیہ وابن کثیر اورالبانی وغیر ہم رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے" لیکن معترض حنفی ہونے کے باوجود اس موقف کی بلا دلیل وخلافِ دلیل تردید کرنے کے درپئے ہوئے"۔الخ (ج21ص750:749)

جواب: نامعلوم اس حوالے میں بندہ نے کونسی خیانت کی ہے، جس سے مفتی صاحب کے علمی محاسبہ کی نظر میں میری ہٹ دھرمی اور خیانت کا ظہور ہوا ہے؟ مذکورہ کتاب الاحادیث المشکلۃ الواردۃ فی تفسیر القرآن الکریم میں مصنف نے بیان فرمایا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین سے متعلق ایک قول یہ ہے کہ وہ اہلِ نار میں سے ہیں، اس قول کے قائل لوگوں کے میں بندہ نے مصنف کے ذکر کئے ہوئے تمام نام بیان کر دیئے، جن میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا نام بھی ہے، اس کو ہم نے چھپایا نہیں، مگر چوں کہ ظاہر کیا ہے اس لئے یہ بھی بندہ کی خیانت میں سے ہے، واہ سبحان اللہ۔

پھر مفتی صاحب یا اُس کے کاتب کی امانتداری کا بھی یہ عالم ہے کہ اس حوالے کے فوراً بعد نیچے کی سطر میں ہم نے لکھا کہ،

"امام ابو حنیفہ کی طرف اس قول کی نسبت کا مدار فقہ اکبر پر ہے، جس کی بحث آگے آتی ہے" (ص64)

مفتی صاحب نے اس سطر کو نہ ذکر کیا، نہ اس پر کوئی حرف لکھا، اور تعجب ہے کہ جب علمی رسائل کی 21ویں جلد میں فقہ اکبر کے عنوان کے تحت ہماری پوری بحث پر کلام کرنے کی ضرورت تھی، جنابِ عالی نے محض ایک حوالے پر چند تلخ سطریں لکھ کر باقی بحث کو ہضم کرلیا، اب کے مضمون میں اس موضوع پر کافی بسط وتفصیل سے بحث ہوگئی ہے، اس لئے یہاں نہ تو مزید

تفصیل کی ضرورت ہے، اور نہ 21ویں جلد کی اُن تلخ سطروں پر کچھ لکھنے کی ضرورت ہے، جہاں ہمیں اپنی تحریر کی اصلاح کی ضرورت ہوئی کر دی گئی ہے۔

ملا علی قاری کا رجوع: اور شرح شفا میں غلطی نمبر 1:

بعض صاحبان نے اپنی تحقیق میں یہ بتانے اور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ملا علی قاری نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین سے متعلق اپنے اِس موقف سے رجوع کر لیا تھا، چنانچہ مفتی رشید احمد العلوی صاحب نے (جنہوں نے کئی عربی کتابوں کے اردو تراجم کئے ہیں) فقہ اکبر وابسط کتاب میں لکھا ہے،

جب بعد میں مسئلہ اُن کے لئے واضح ہوا، تو اپنی آخری تصنیف شرح الشفاء میں آپ خود فرماتے ہیں۔

وَاَبُوْطَالِبِ لَمْ يَصِحْ اِسْلَامُہٗ وَاَمَّااِسْلَامُ اَبَوَيْہِ فَفِيْہِ اَقْوَالٌ وَالْاَصَحُّ اِسْلَامُهُمَاعَلٰى مَااتَّفَقَ عَلَيْہِ الْاَجِلَّۃُ مِنَ الْاُمَّۃِ ۔ (شرح شفاء ج1ص605)

"والدین رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مؤمن ہونے میں متعدد اقوال ہیں، مگر صحیح ترین رائے یہ ہے کہ ان کی وفات اسلام پر ہوئی ہے، اور امت کے جلیل القدر ائمہ کی رائے بھی یہی ہے"۔

اور جب ملا علی قاری کا پہلا موقف تھا، تو انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں ایک رسالہ ادلۃ معتقدابی حنیفۃ الامام فی ابوی الرسول بھی لکھا، مگر بعد میں حقیقت حال معلوم ہو جانے کے بعد اپنا موقف بدل لیا، اور شرح الشفاء میں اس کی وضاحت بھی لکھ دی"۔

(فقہ اکبر وابسط اردو: ص276:277، ط جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور، سال اشاعت 1430ھ)

مفتی رشید احمد علوی صاحب نے فقہ اکبر وابسط کے مقدمہ میں کافی تحقیق کی کوشش کی مگر اپنی تحقیق میں گہرائی تک نہیں پہنچ سکے، مکتبہ شاملہ میں شرح شفاء ج1ص605، دارالکتب العلمیہ بیروت کی عبارت وہی ہے جو مفتی رشید احمد علوی نے لکھی ہے، دارالکتب العلمیہ کا ایک قدیم

مطبوعہ شرح شفا کا نسخہ نیٹ سے ملاو،جو المطبعۃ العثمانیۃ(دارالخلافۃ العثمانیۃ) سنہ 1319ھ کا مطبوعہ ہے، اُس میں بھی ایسی ہی محرّف عبارت ہے، لیکن اصل شرح شفاء میں اِس مقام کی عبارت یہ نہیں، صحیح شرح شفاء کی عبارت اس طرح ہے۔

اَبُوْطَالِبِ لَمْ یَصِحُّ اِسْلَامُہٗ وَاَمَّاقَوْلُ التِّلْمَسَانِیْ وَرُوِیَ اِسْلَامُ اُمِّہٖ بِاِسْنَادٍصَحِیْحٍ وَرُوِیَ اِسْلَامُ اَبَوَیْہِ فَمَرْدُوْدٌعَلَیْہِ کَمَابَیَّنْتُ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃَ فِیْ رِسَالَۃٍ مُسْتَقِلَّۃٍ رَدًّاعَلَی السُّیُوْطِیْ فِیْ رَسَائِلِہِ الثَّلَاثِ۔

(شرح الشفاء علی حاشیۃ نسیم الریاض: ج3ص28، تالیفات اشرفیہ ،وطبع دارالکتاب العربی بیروت عکس المطبعۃ الازھریۃ مصر مطبوعۃ سنہ 1326ھ)

ترجمہ: ”ابوطالب کا اسلام صحیح ثابت نہیں ہے،رہا تلمسانی کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ کی والدہ کا اسلام صحیح سند سے ثابت ہے،اورایسے ہی حضور ﷺ کے ماں باپ دونوں کا اسلام بھی منقول ہے،تو یہ بات تلمسانی پر رد کی جاتی ہے جیسا کہ میں نے سیوطی کے تین رسالوں پر رد کرتے ہوئے یہ مسئلہ مستقل رسالہ میں بیان کر دیاہے“۔

بندہ نے اپنی تحقیق کو یقینی بنانے کے لئے انٹرنیٹ سے شرح شفا مخطوطہ حاصل کی، تو مخطوطہ شرح شفامیں بھی یہی عبارت ملی ہے جو ابھی ہم نے صحیح عبارت کہہ کر درج کی ہے دیکھیں۔

(شرح الشفامخطوطہ ج1ص449،سطر3تا5،الباب الرابع فیمااظھرہ اللہ علی یدیہ من المعجزات،فصل ومما یشبہ ھذا،کاتب نسخۃ مصنف ملا علی القاری مکتوبۃ اوسط رمضان المبارک سنۃ 1011ھ،ومخطوطہ کاملہ فی مجلد ص209،رقم نسخۃ 202، کاتب اسماعیل بن ابراھیم،سنۃ 1167ھ، واقف محمد راغب)

مفتی رضوان خان صاحب اور نضال آلہ رشی صاحب بھی مولانا مفتی رشید احمد جیسی محرّف عبارت لکھ کر گویا ملا علی قاری کا رجوع تسلیم کر رہے ہیں۔

(علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص450:451، و685 حاشیہ نمبر1)

ایسے ہی دوسرے کئی علماء نے بھی اِس محرّف عبارت سے ملا علی قاری کا رجوع ثابت کیا ہے، جیسے شیخ وہبی سلیمان غاوجی (مقدمۃ منح الروض الازھر ص18، دار البشائر الاسلامیۃ بیروت) اور شیخ مصطفی ابو سیف حمامی (علمی و تحقیقی رسائل ج12، ص451، بحوالہ النھضۃ الاصلاحیۃ للاسرۃ الاسلامیۃ) اور شیخ عبد اللہ بن محمد العلی الحسینی شافعی شاذلی اردنی شامی (تکحیل العین بادلۃ نجاۃ الوالدین ص75:76) اور شیخ احمد عمر عبد بیلی صومالی (اقوال الائمۃ المعتمدۃ فی مصیر اھل الفترۃ ص101:102) اور پاکستان کے دعوتِ اسلامی کے مرکزی ارکان علماء (حواشی علی شرح الفقہ الاکبر للملاعلی القاری ص195، مجلس دعوۃ اسلامی کراچی) اور فیض احمد اویسی (ابوینِ مصطفٰی ص293۔ مکتبۃ اویسیۃ رضویۃ بہاولپور) اور محمد رضاء المصطفٰی قادری (والدینِ مصطفی ﷺ کا ایمان ص13، مکتبۃ قادریۃ گوجرانوالہ پاکستان) اور محمد خان قادری (ایمان والدینِ مصطفٰی (ص43 تا45، حجاز پبلی کیشنز لاھور) اور ابوذہیب محمد ظفر علی سیالوی (عظمت والدینِ مصطفٰی ص186:187، اکبر بک سیلرز لاہور) وغیر ھم۔

فاضل آلہ رشی کی ایک غلطی:

آگے چلنے سے پہلے اِسی عبارت سے متعلق یہ عرض کرتا چلوں کہ نضال آلہ رشی نے ایک اور بے حقیقت بات بھی کہی ہے، اُن کی عبارت اور اُس کا ترجمہ یہ ہے۔

فَقَدْنَقَلَ الْغَاوِجِیْ وَالْحَمَامِیْ اَنَّ الْقَارِیْ قَالَ فِیْ شَرْحِ الشِّفَا "وَاَبُوْطَالِبِ لَمْ يَصِحَّ اِسْلَامُہٗ وَاَمَّااِسْلَامُ اَبَوَیْہِ فَفِیْہِ اَقْوَالٌ وَالْاَصَحُّ اِسْلَامُهُمَاعَلٰی مَااتَّفَقَ عَلَیْہِ الْاَجِلَّۃُ

مِنَ الْاُمَّۃِ کَمَا بَیَّنَہُ السُّیُوْطِیْ فِیْ رَسَائِلِہِ الثَّلَاثِ الْمُؤَلَّفَۃِ" (ینظرشرح الشفاللملاعلی القاری ج1ص605)

فَظَنَّااَنَّ ھٰذَاالْکَلَامَ مِنْ قَوْلِ الْقَارِیْ وَلَیْسَ کَذَالِکَ لِاَنَّ الْقَارِیْ اِنَّمَا یَنْقُلُ کَلَامَ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِالدَّلَجِی الشَّافِعِیِّ الْمِصْرِیْ شَارِحِ الشِّفَا،حَیْثُ قَالَ الْقَارِیْ،قَالَ الدَّلَجِیْ اَلظَّاھِرُاَنَّ ھٰذَاکَانَ قَبْلَ النُّبُوَّۃِ یَعْنِیْ فَیَکُوْنُ مِنَ الْاِرْھَاصَاتِ۔ ھٰذَاوَاَبُوْطَالِبِ لَمْ یَصِحُّ اِسْلَامُہٗ وَاَمَّااِسْلَامُ اَبَوَیْہِ فَفِیْہِ اَقْوَالٌ ۔ الخ فَمَاتَوَھَّمَاہُ اَنَّہٗ مِنْ کَلَامِ الْقَارِیْ اِنَّمَاھُوَمِنْ کَلَامِ الدَّلَجِیْ الخ ۔(علمی و تحقیقی رسائل ج12،ص451)

"(ترجمہ مفتی رضوان) غاوجی نے اوراُن سے پہلے حمامی نے یہ نقل کیا کہ ملا علی قاری نے شرح الشفامیں یہ فرمایاہے کہ ابو طالب کااسلام لانا صحیح نہیں،جہاں تک نبی ﷺ کے والدین کے اسلام کا تعلق ہے،تواس میں مختلف اقوال ہیں،جن میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ دونوں اسلام لاچکے تھے،جیسا کہ اس پر امت کے جلیل القدر حضرات کااتفاق ہے،جیسا کہ سیوطی نے اپنے تالیف شدہ تین رسائل میں اس کی وضاحت کی ہے (ملاحظہ ہو شرح الشفاللملاعلی القاری) پس ان دونوں (غاوجی وحمامی) حضرات نے گمان کرلیا کہ یہ ملاعلی قاری کا قول ہے،جب کہ واقعہ اس طرح نہیں ہے،کیوں کہ ملاعلی قاری نے تو محمد بن محمد دلجی شافعی مصری شارح شفاکے قول کو نقل کیاہے،چنانچہ ملاعلی قاری نے فرمایا کہ دلجی نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ نبوت سے پہلے کی بات ہے،تو یہ ارہاصات کے قبیل سے ہو گا،اورابو طالب کااسلام لانا صحیح نہیں،جہاں تک نبی ﷺ کے والدین کے اسلام کا تعلق ہے،تواس میں مختلف اقوال ہیں"۔

(علمی و تحقیقی رسائل ج12،ص533)

یہاں نضال آلہ رشی صاحب جو کہہ اور لکھ رہے ہیں کہ درج ذیل عبارت،

وابُوْطَالِبِ لَمْ یَصِحُّ اِسْلَامُہٗ وَاَمَّااِسْلَامُ اَبَوَیْہِ فَفِیْہِ اَقْوَالٌ وَالْاَصَحُّ اِسْلَامُھُمَاعَلٰی مَااتَّفَقَ عَلَیْہِ الْاَجِلَّۃُ مِنَ الْاُمَّۃِ کَمَابَیَّنَہُ السُّیُوْطِیْ فِیْ رَسَائِلِہِ الثَّلَاثِ الْمُؤَلَّفَۃِ

دلجی کی ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ خود ملا علی قاری اس سے پہلے لکھ رہے ہیں،

قَالَ الدَّلَجِیْ اَلظَّاھِرُ اَنَّ ھٰذَاکَانَ قَبْلَ النُّبُوَّۃِ یَعْنِیْ فَیَکُوْنُ مِنَ الْاِرْھَاصَاتِ۔ ھٰذَا وَاَبُوْ طَالِبِ لَمْ یَصِحُّ اِسْلَامُہٗ وَاَمَّااِسْلَامُ اَبَوَیْہِ فَفِیْہِ اَقْوَالٌ ۔

یعنی نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کے مسلمان ہونے کی بات اور اُس میں کئی اقوال ہونا، یہ دلجی کی کہی ہوئی بات ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہاں فاضل آلہ رشی نے بن دیکھے تیر چلادیا، کہ یہ دلجی کی عبارت ہے ملا علی قاری کی نہیں ہے، ہم نے تحقیق کی، اور علامہ دلجی کی شرح شفا تلاش کی، معلوم ہوا کہ اُن کی شرح کا نام ہے الاصطفالبیان معانی الشفا، اور یہ طبع نہیں ہوئی ہے، انٹرنیٹ پر اِس کا مخطوطہ ملا ہے، اور اُس مخطوطہ سے معلوم ہوا کہ جناب ابوطالب کے اسلام کی بات ہو یا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کے اسلام کی بات، یہ محض ملا علی قاری نے چھیڑی ہے، علامہ دلجی نے اِس بحث کو چھیڑا ہی نہیں ہے، لیجیۓ شفا کے متن کی عبارت کے ساتھ ہی اُن کی وضاحتی عبارت درج ذیل ہے۔

وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَیْبِ بْنِ مُحَمَّدِبْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِیْ اَنَّ اَبَا طَالِبٍ قَالَ لِلنَّبِیِّ وَھُوَرَدِیْفُہٗ بِذِی الْمَجَازِ عَطَشْتُ،وَعَنِ ابْنِ سَعْدٍاَنَا اِسْحٰقُ بْنُ یُوْسُفَ الْاَزْرَقِ ثَنَاعَبْدُاللّٰہِ بْنِ عَوْنٍ عَنْ عَمْرٍووَھُوَاِبْنُ دِیْنَارٍ اَنَّ اَبَاطَالِبٍ قَالَ کُنْتُ بِذِی الْمَجَازِوَمَعِیَ ابْنُ اَخِیْ یَعْنِیْ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَہٗ عَطَشْتُ،وَلَیْسَ عِنْدِیْ مَاءٌ فَنَزَلَ وَضَرَبَ بِقَدَمِہِ الْاَرْضَ فَخَرَجَ الْمَاءُ فَقَالَ

اِشْرَبْ،اَلظَّاھِرُ اَنَّ ھٰذَاکَانَ قَبْلَ الْبَعْثَۃِ وَذُوالْمَجَازِ سُوْقٌ مِنْ اَسْوَاقِ الْجَاھِلِیَّۃِ کَانَ عِنْدَ عَرَفَۃَ ۔ (الاصطفا مخطوطہ ص186)

"(ترجمہ) عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ ذی المجاز میں جب نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ابو طالب کے پیچھے سوار تھے تب ابو طالب نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کہا مجھے پیاس لگی ہے، ابن سعد نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہے (جس کے لفظ یہ ہیں) کہ ابو طالب نے کہا کہ میں ذی المجاز میں تھا اور میرے ساتھ میرے بھتیجے یعنی نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی تھے، تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے پیاس لگی ہے، میرے پاس پانی بھی نہیں تھا، تو نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نیچے اترے اور زمین پر پاؤں مارا، تو پانی نکل آیا، فرمایا پی لو، ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت سے پہلے کا ہے، ذوالمجاز دور جاہلیت کا ایک بازار تھا جو میدان عرفات کے پاس لگتا تھا"

علامہ دلجی کے الفاظ میں صرف اتنی بات بتائی گئی کہ جناب ابو طالب نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاؤں مارنے پر زمین سے پانی نکل آنے کا جو واقعہ ذکر کیا ہے، یہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت سے قبل کا واقعہ ہے، اور یہ ذوالمجاز ایک بازار تھا، اِس سے آگے دلجی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ نہیں فرمایا، یعنی فیکون من الارھاصات الخ سے آگے تک ساری عبارت جس میں ابو طالب اور والدین شریفین کے اسلام کو بھی چھیڑا کیا گیا ہے، ملا علی قاری کی ہے، دلجی کی عبارت میں اِس بحث کی بو تک نہیں ہے، مگر یہ لوگ کس درجہ محقق ہیں کہ جو دلجی نے نہیں کہا، اور ملا علی قاری نے کہا، وہ ملا علی قاری کے بجائے دلجی کے سر تھونپ رہے ہیں، اور اِس بے حقیقت بات پر اُنہیں تحقیق کی ضرورت نہیں محسوس ہو رہی، کم از کم اتنا کہہ دیتے کہ ممکن ہے، اور ہو سکتا ہے کہ یہ بات ملا علی قاری کی نہ کہی ہو، اور دلجی نے کہی ہو تو پھر بھی ایک بات تھی، مگر یہ تو ملا علی قاری کی بات صاف دلجی کے ذمہ لگا رہے ہیں، اور دلجی کی شرح شفا دیکھنے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کر رہے فیاا سفاعلی تحقیق ھولاء !

بہر حال یہ ایک محرّف عبارت ہے، جس سے ایسے لوگوں کو ملا علی قاری کے رجوع کا مغالطہ لگا ہے، اور۔۔۔۔

شرح شفا میں غلطی نمبر 2:

مکتبہ شاملہ کی شرح شفاء میں یہی مسئلہ دوسری جگہ بھی آیا اور وہاں بھی عبارت غلط ہے، مفتی رضوان اور نضال آلہ رشی بھی اُس غلط عبارت کو لکھ کر تاویلیں کرنے میں لگے ہیں، وہ عبارت یوں ہے۔

وَاَمَّامَاذَکَرُوْامِنْ اِحْیَائِہٖ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ اَبَوَیْہِ فَالْاَصَحُّ اَنَّہٗ وَقَعَ عَلٰی مَاعَلَیْہِ الْجَمْہُوْرُ الثِّقَاتُ کَمَاقَالَ السُّیُوْطِیْ فِیْ رَسَائِلِہِ الثَّلَاثِ الْمُؤَلَّفَاتِ۔

(شرح الشفاء ج1 ص561، شاملہ، وعلمی و تحقیقی رسائل ج12، ص451 تا 454)

"اور جو حضور ﷺ کے والدین کے زندہ کئے جانے کو علماء نے ذکر کیا ہے تو زیادہ صحیح یہ ہے کہ واقعی ایسا ہوا ہے جیسا کہ جمہور ثقہ اہلِ علم اِسی پر ہیں جیسا کہ علامہ سیوطی نے اپنے تین رسائل میں فرمایا ہے"۔

صحیح عبارت اس طرح ہے،

وَاَمَّامَاذَکَرُوْاعَنْہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنْ اِحْیَاءِ اَبَوَیْہِ وَاِیْمَانِہِمَابِہٖ عَلٰی مَارَوَاہُ الطَّبْرَانِیْ (اَلطَّبْرِیْ) وَغَیْرُہٗ عَنْ عَائِشَۃَ فَاتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰی ضُعْفِہٖ کَمَاصَرَّحَ بِہِ السُّیُوْطِیْ وَقَالَ ابْنُ دِحْیَۃَ ھُوَمَوْضُوْعٌ مُخَالِفٌ لِلْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَقَدْبَیَّنْتُہٗ فِیْ رِسَالَۃٍ مُسْتَقِلَّۃٍ لِتَحْقِیْقِ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ رَدًّا عَلَی الْعَلَّامَۃِ السُّیُوْطِیْ فِیْ رَسَائِلِہِ الثَّلَاثِ الْمُؤَلَّفَۃِ وَبَیَانًا لِدَلَائِلِہِ الْمُضَعَّفَۃِ۔

(شرح الشفا علی حاشیۃ نسیم الریاض ج3 ص99، ط تالیفات اشرفیہ، و دار الکتاب العربی بیروت عکس المطبعۃ الازھریۃ مصر مطبوعۃ سنہ 1326ھ، و مخطوطۃ ج1 ص484، کاتب نسخۃ مصنف ملا علی القاری

مکتوبۃ اوسط رمضان المبارک سنۃ 1011ھ و مخطوطۃ کاملۃ فی مجلد ص223، رقم نسخۃ 202، کاتب اسماعیل بن ابراہیم، سنۃ1167ھ واقف محمد راغب)

اوروہ جو علماء نے ذکر کیا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین زندہ کئے گئے اورآپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لائے، جیساکہ طبرانی (طبری، از مرتب) وغیرہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے، تواُس روایت کے ضعیف ہونے پر حفاظ متفق ہیں، جیساکہ سیوطی نے بھی صاف کہاہے، اورابن دحیہ نے کہایہ من گھڑت ہے کتاب وسنت کے خلاف ہے، اورمیں نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے علامہ سیوطی پررد کرتے ہوئے اوراُس کے کمزور دلائل کوبیان کرتے ہوئے مستقل رسالہ لکھاہے۔

اس لئے ان عبارتوں سے ملاعلی قاری کے رجوع کاثبوت بے بنیادہے،

البتہ حیرانگی ہوئی جب حدیثِ احیاء کاذکر ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر میں بغیر تنقید کے ملا، چنانچہ فرماتے ہیں،

قَالَ السُّیُوْطِیْ رَحِمَہُ اللہ نَقْلًاعَنْ بَعْضِہِمْ وَلَمْ تُرْضِعْہُ ﷺ اِمْرَأَۃٌ اِلَّااَسْلَمَتْ،قَالَ وَمُرْضِعَاتُہٗ اَرْبَعٌ،اُمُّہٗ وَقَدْوَرَدَاِحْیَاؤُھَاوَاِیْمَانُھَافِیْ حَدِیْثٍ،وَحَلِیْمَۃُ وَثُوَیْبَۃ وَاُمُّ اَیْمَنَ ۔

(مرقاۃ المفاتیح ج6، ص296، کتاب النکاح، باب المحرمات، الفصل الاول، ح3163، ط رشیدیہ کوئٹہ)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بعض علماء سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جس عورت نے بھی دودھ پلایاوہ مسلمان ہوئی، فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دودھ پلانے والی چارہیں، ایک آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ، اوراُس کے زندہ ہوکرایمان لانے کی حدیث آئی ہے، اور حلیمہ اور ثویبہ اورام ایمن رضی اللہ عنہن۔

یہاں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی دو باتیں ذکر کیں، اور دونوں کا رد نہیں کیا، ایک یہ کہ جس جس عورت نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا اُس کو اسلام و ایمان نصیب ہوا، اور دودھ پلانے والیوں میں آپ ﷺ کی والدہ بھی ہیں۔

دوسری بات یہ کہ حدیث آئی ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ زندہ کی گئیں اور ایمان لائیں، اب ملا علی قاری کی کونسی بات پہلے کی ہے اور کونسی بعد کی؟ مطبوعہ شرح فقہ اکبر کے آخر میں شرح فقہ اکبر کے لکھے جانے کی تاریخ ذکر نہیں، نہ شرح مشکوۃ کے آخر میں شرح مشکوۃ لکھے جانے کی تاریخ ذکر ہے، البتہ مرقات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا رسالہ ادلۃ معتقدابی حنیفۃ شرح مشکوۃ سے پہلے کا ہے، جس سے اندازہ یہی ہوتا ہے کہ شرح مشکوۃ کی درج بالا عبارت بعد کی ہے، اسی عبارت کے پیش نظر علامہ محمد بن عمر بالی مدنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

يُؤْخَذُمِنْ نَقْلِ عَلِيِّ الْقَارِئ اِيْمَانُ اُمِّهٖ وَاِقْرَارِهٗ لَهٗ بِالرُّجُوْعِ اِلَيْهِ حَيْثُ لَمْ يَتَعَقَّبْهٗ، وَلَعَلَّ شَرْحُهٗ لِلْمِشْكَاةِ مُتَأَخِّرٌ عَنْ شَرْحِهِ الْفِقْهَ الْاَكْبَرِ۔ (سبل السلام ص102)

ملا علی قاری کے حضور ﷺ کی والدہ کے ایمان کو نقل کرنے اور اُس کو برقرار رکھنے (رد نہ کرنے) سے ملا علی قاری کا اپنی بات سے رجوع اخذ ہوتا ہے، کیوں کہ علامہ سیوطی کی بات پر رد نہیں کیا، ممکن ہے کہ اُن کی شرح مشکوۃ شرح فقہ اکبر کے بعد کی ہو واللہ اعلم"۔

نبی کریم ﷺ کے والدین سے متعلق منفی حکم لگانے والے کا حکم:

1. امام ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی (م581ھ) فرماتے ہیں،

وَلَيْسَ لَنَااَنْ نَّقُوْلَ نَحْنُ هٰذَافِيْ اَبَوَيْهِ ﷺ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَاتُؤْذُواالْاَحْيَاءَ بِسَبِّ الْاَمْوَاتِ۔ (الروض الانف: ج1ص113، المطبعۃ الجمالیۃ بمصر)

"ہمارے لئے جائز نہیں کہ کہیں کہ حضور ﷺ کے والدین دوزخ میں ہیں، کیوں کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مردوں کو بُرا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ دو"۔

2. عارف باللہ مولانا عبد اللہ عبدی بن محمد بوسنوی رومی (م1054ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَمَنْ اَضَافَ اِلَیْہِمَا اَمْرًا یُخَالِفُ رُتْبَتَہُ الْعُلْیَۃَ وَطَہَارَتَہُ الذَّاتِیَۃَ فَھُوَمِنَ الَّذِیْنَ قَالَ اللہ تَعَالٰی فِیْہِمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللہ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللہ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۔

(القول الجلی ص132)

"جو حضور ﷺ کے والدین کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ ﷺ کے بلند رتبہ اور ذاتی طہارت کے خلاف ہو، وہ شخص اُن میں سے ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بیشک وہ اللہ اور رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ اُنہیں دنیا وآخرت میں اپنی رحمت سے دور فرماتے ہیں"۔

3. علامہ محمد بن محمد ابن شرف الدین خلیلی شافعی قادری رحمۃ اللہ علیہ (م1147ھ) کے فتاوی الخلیلی میں ہے،

وَلَاشَکَّ اَنَّ اَبَوَیْہِ ﷺ فِی الْجَنَّۃِ وَمَنْ قَالَ بِخِلَافِ ذَالِکَ فَقَدْبَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللہ تَعَالٰی وَقَدْصَنَّفَ الْعُلَمَاءُ رَحِمَہُمُ اللہ تَعَالٰی فِیْ ذَالِکَ رَسَائِلَ جُمَّۃٍ مِنْہُمُ الْعَلَّامَۃُ الْجَلَالُ السُّیُوْطِیْ رَحِمَہُ اللہ تَعَالٰی اَلَّفَ فِیْ ذَالِکَ رَسَائِلَ مِنْہَاالسُّبُلُ الْجَلِیَّۃُ فِی الْاٰبَاءِ الْعُلْیَۃِ۔ (فتاوی الخلیلی علی المذھب الشافعی: ج2ص300)

"اِس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ آپ ﷺ کے والدین جنت میں ہیں اور جو اِس کے خلاف کہے وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹا، علماء نے اِس بارے میں کافی رسالے لکھے ہیں جن میں سے ایک امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے کئی رسائل لکھے، ان میں سے ایک رسالہ السبل الجلیۃ فی الآباء العلیۃ ہے"۔

4. علامہ یاسین بن خیر اللہ بن محمود بن موسیٰ الخطیب العمری (م بعد1232ھ) فرماتے ہیں

فَالْحَذَرَ اَلْحَذَرَ بِذِکْرِ هِمَابِمَافِیْهِ نَقْصٌ فَاِنَّ ذَالِکَ قَدْیُؤْذِی النَّبِیَّ ﷺ ۔ وَلَارَیْبَ اَنَّ اَذَاهُ کُفْرٌ یُقْتَلُ فَاعِلُهٗ اِنْ لَمْ یَتُبْ مِنْهُ خَصُوْصًاوَ هُمَانَاجِیَانِ مِنَ التَّعْذِیْبِ فِی الدَّارِ الْاٰخِرَةِ لِاَنَّهُمَامِن اَهْلَ الْفِطْرَةِ ۔ (الروضۃ الفیحاء فی اعلام النساء:ص32:33)

"آپ ﷺ کے والدین کے جس تذکرہ میں نقص ہو اُس سے بہت احتیاط کرو، کیوں کہ اِس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہو گی، اور حضور ﷺ کو تکلیف دینا کفر ہے جس کے مرتکب کو اگر توبہ نہ کرے قتل کیا جائے گا، بالخصوص جب کہ آپ کے والدین آخرت میں اس لئے عذاب سے نجات یافتہ ہوں گے کہ وہ اہلِ فَترت میں سے ہیں"۔

5. علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م1252ھ) فرماتے ہیں،

وَقَدْاُمِرْنَااَنْ نُّمْسِکَ اللِّسَانَ اِذَاذُکِرَاَصْحَابُهٗ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْهُمْ بِشَیْءٍ یَرْجِعُ اِلَی الْعَیْبِ اَوِالنَّقْصِ فِیْهِمْ فَلَاَنْ نُمْسِکَ وَ نَکُفَّ عَنْ اَبَوَیْهِ اَحَقُّ وَاَحْرٰی،وَلَاخِفَاءَ فِیْ اَنَّ اِثْبَاتَ الشِّرْکِ فِیْ اَبَوَیْهِ اِخْلَالٌ ظَاهِرٌبِشَرَفِ نَسَبِ نَبِیِّهِ الطَّاهِرِ ـــ وَاَمَّااللِّسَانُ فَحَقُّهُ الْاِمْسَاکُ عَمَّا یَتَبَادَرُمِنْهُ النُّقْصَانُ خَصُوْصًاعِنْدَالْعَامَةِ لِاَنَّهُمْ لَایَقْدِرُوْنَ عَلٰی دَفْعِهٖ وَتَدَارُکِهٖ الخ۔

(العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ:ج2ص330دارالمعرفہ،ش)

"ہمیں حکم ہے کہ صحابہ کے تذکرہ کے وقت زبان کو اُن کے عیب و نقص والی بات کے بیان سے روکیں تو حضور ﷺ کے والدین سے متعلق روکیں یہ اَحَق والیق ہے، مسلمان پر حق ہے کہ کسی بھی طرح حضور ﷺ کے نسب کے طعن والی بات سے زبان روکے اوراِس میں شک نہیں کہ آپ ﷺ کے والدین میں شرک ثابت کرنا آپ ﷺ کے پاک نسب کے شرف میں واضح عیب ڈالنا ہے ۔۔۔ حق ہے کہ زبان کو ایسی بات سے روکا جائے جس سے نقص معلوم ہو

خصوصًا عوام کے سامنے کیوں کہ وہ ایسے نقص کا خیال دور نہیں کرسکتے اور تدارک نہیں کرسکتے"۔

6. علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م1270ھ) فرماتے ہیں،

وَاَنَااَخْشَی الْکُفْرَعَلٰی مَنْ یَقُوْلُ فِیْہِمَا رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَاعَلٰی رَغْمِ اَنْفِ عَلِیِّ الْقَارِیْ وَاَضْرَابِہٖ بِضِدِّذَالِکَ۔ (روح المعانی ج10ص135)

"اور جو اِس کے خلاف کہے (کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین مؤمن موحد نہ تھے) ملا علی قاری اور اُن جیسوں کے ناک خاک آلودہوں مجھے ایسے پر کفر کا خطرہ ہوتا ہے"۔

7. علامہ مولانا محمد عبد الحی صاحب حنفی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (م1304ھ) فرماتے ہیں،

"چونکہ اس باب میں دلائل متعارض ہیں، اس وجہ سے سکوت اسلم ہے، اور یہ کہنا کہ والدین رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کافر ہیں یا فی النار ہیں، بڑی بے ادبی و موجبِ اذیت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہے"۔

(مجموعۃ الفتاوی ج1ص249، ط مطبع علوی لکھنو، طبع سنہ 1305ھ)

8. علامہ احمد بن احمد بن اسماعیل حلوانی خلیجی شافعی (م1308ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَبِالْجُمْلَۃِ فَالْقَوْلُ بِکُفْرِ ھِمَازَلَّۃٌ عَاقِلٍ نَعُوْذُبِاللہ مِنْ ذَالِکَ،فَمَنْ تَفَوَّہَ بِہٖ فَقَدْتَعَرَّضَ لِلْکُفْرِ بِاِیْذَائِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم

(مواکب ربیع فی مولدالشفیع:الموکب الثامن ص152،:سن1394ھ)

"حاصل یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کو کافر کہنا عقلمند کی لغزش ہے، جو ایسی بات منہ سے نکالے وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تکلیف دے کر کفر کا سامنا کرتا ہے"۔

9. علامہ شیخ رضوان بن العدل بن احمد بیبرس جزری شافعی مصری رحمۃ اللہ علیہ (م بعد 1315ھ) فرماتے ہیں۔

وَاَبَوَاهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مُؤْمِنَانِ كَمَادَلَّتْ عَلَيْهِ الْاَحَادِيْثُ وَاَمَّامَنْ قَالَ غَيْرَذَالِکَ فَهُوَمُخْطِیءٌ وَيُخْشٰى عَلَيْهِ اَنْ تَشْمُلَهٗ آيَةُ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الله وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ الله فِى الدُّنْيَاوَالْآخِرَةِ وَلَااَذَى اَعْظَمُ مِنْ اَنْ يُقَالَ اَبَوَاهُ ﷺ فِى النَّارِوَاِذَالَمْ يَرْضَ عِكْرَمَةُ بْنُ اَبِىْ جَهْلٍ بِنِسْبَةِ اَبِيْهِ اِلَى النَّارِوَتَأَذّٰى بِذَالِکَ مَعَ اِنَّهٗ جَازِمٌ بِاَنَّهٗ فِيْهَا فَاَوْلٰى اَنْ يَتَأَذّٰى الْمُصْطَفٰى ﷺ بِنِسْبَةِ الطَّاهِرِيْنَ اِلَى الْكُفْرِالَّذِىْ هُوَاَخْبَثُ الْاَشْيَاءِ۔

(خلاصۃ الکلام فی مولد المصطفٰی: ص22:23، ط المطبعۃ الامیریۃ بولاق، مصر، سنہ1313ھ)

"اورآپ ﷺ کے والدین بھی مؤمنین ہیں جیسا کہ احادیث دلیل ہیں، جواِس کے خلاف کہے وہ غلطی کرنے والاہے، اورخطرہ ہے کہ اِس آیت کی وعید میں آتاہو کہ جواللہ اور رسول ﷺ کوتکلیف دیتے ہیں اُن پر اللہ تعالیٰ دنیاوآخرت میں لعنت کرتے ہیں، اوراِس سے زیادہ تکلیف دیناکیاہے کہ کہاجائے کہ آپ ﷺ کے والدین دوزخ میں ہوں گے، جب حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اپنے والدابوجہل کے جہنّمی کہنے سے خوش نہیں اوراُنہیں تکلیف ہوتی ہے توآپ ﷺ کے پاک والدین کوکفرسے منسوب کیاجائے جوسب سے خبیث چیزہے، اِس سے آپ کو بطریق اولیٰ تکلیف ہوگی"۔

10. علامہ محمدیحيٰی بن محمد المختار بن الطالب شنقیطی ولاتی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م1330ھ) فرماتے ہیں،

وَالنَّافِىْ لِذَالِکَ اَىْ وَالْمُكَذِّبُ بِذَالِکَ قَدْهَفَااَىْ زَلَّ زَلَّةً عَظِيْمَةً اِسْتَحَقَّ بِهَااللَّعْنَ

(خلاصۃ الوفاعلی نخبۃ الاصطفافی طھارۃ اصول المصطفٰی: ص3، ط مکتبۃ الرسمیۃ التونسۃ سنہ1314ھ)

" آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاک والدین شریفین قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے نجات پانے والے ہوں گے) اور جو اِس بات کو نہیں مانتا وہ اتنی سخت غلطی سے پھسلتا ہے کہ لعنت کا مستحق بن جاتا ہے "۔

11. علامہ محمد بن جعفر الکتانی حسنی فاسی رحمۃ اللہ علیہ (م 1345ھ) فرماتے ہیں،

وَالْقَائِلُ بِاَنَّ اَبَوَیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَوْ اَحَدًامِنْ آبَائِہٖ فِی النَّارِ عَلَیْہِ مِنَ اللہ مَایَسْتَحِقُّہٗ مِنَ الطَّرْزِ عَنْ مَنَازِلِ الصِدِّیْقِیْنَ وَالْاَبْرَارِ اَوْ ھُوَ مُخْطِیٌٔ فِیْ نَظْرِہٖ وَاجْتِہَادِہٖ نَاقِصُ الْفِکْرِ فِیْ مَرَامِہٖ وَاِبْعَادِہٖ وَلَیْتَہٗ وَلَوْکَانَ مَاقَالَہٗ صَحِیْحًااِسْتَحْیَا ،وَمَا تَبَجَّحَ بِالْمَقَالِ وَالْفَتْیَا وَرَضِیَ اللہ عَنِ الْعُلَمَاءِ الْاَخْیَارِ الصَّادِقِیْنَ فِیْ مُحَبَّۃِ ھٰذَاالنَّبِیِّ الْمُخْتَارِ ﷺ فَاِنَّھُمْ دَافَعُوْا بِالتَّصَانِیْفِ الْکَثِیْرَۃِ عَنْ ھٰذَا الْجَنَابِ الْعَظِیْمِ دِفَاعًامَتِیْنًامُبِیْنًا،وَمِنْھُمْ مَنْ تَلَاقَوْلَہٗ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنُ یُؤْذُوْنَ اللہ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللہ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا،وَاَیُّ اَذًی اَعْظَمُ مِنْ اَنْ یُّقَالَ اَنَّ اَبَوَیْہِ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ فِی النَّارِ۔

(الیمن والاسعاد بمولد خیر العباد: ص8:9، المطبعۃ الاھلیۃ الرباط، سن ط 1345ھ)

" اور جو اِس کا قائل ہو کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین یا آباء میں سے کوئی دوزخی ہے اُس پر اللہ کی طرف سے حسبِ استحقاق صدیقین وابرار بندوں کے درجات سے دوری ہے، یا وہ اپنی فکر و اجتہاد میں خطا کرنے والا، اور اپنے مقصود میں ناقص اور دور ہے، کاش کہ جو اُس نے کہا صحیح بھی ہوتا تو بھی اُس کو حیا کرنی چاہیئے تھی، اور ایسے بول اور فتوے پر فخر نہ کرتا ہوتا، اور اللہ تعالیٰ اُن علماء اخیار سے راضی ہو جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت میں سچے ہیں، جنہوں نے حضور عظیم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات سے مضبوط واضح دفاع میں بکثرت کتابیں لکھیں، اور اُن میں سے کوئی وہ ہیں جنہوں نے یہ آیت بھی پڑھی کہ " بیشک جو اللہ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تکلیف دیتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں

اُن پر لعنت فرمائیں گے اور اُن کے لئے ذلت والا عذاب تیار کیا ہے" اور اِس سے بڑھ کر کیا ایذاء ہو گی کہ کہا جائے کہ آپ ﷺ کے والدین دوزخی ہیں"۔

12. حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م1362ھ) فرماتے ہیں،

"میری زبان پر حضرت ابو طالب کا نام بلا حضرت کے نہیں آتا، اس تلبس کی وجہ سے، جو اُن کو حضور پر نور ﷺ سے ہے اور فرمایا کہ حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں گفتگو بہت خطرناک ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے"،

لَاتَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَتُؤْذُوا الْاَحْيَاءَ

"مُردوں کو برامت کہو کہ اس سے زندوں کو اذیت پہنچاؤ"۔

ظاہر ہے کسی کے والدین کو یہ کہنا کہ بدمعاش کافر تھے، اس سے اولاد کو طبعی رنج ہوتا ہے، تو حضور ﷺ کو بھی اسی قاعدہ سے رنج ہوتا ہوگا اور قرآن شریف میں آیت ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللهُ

"بے شک جو لوگ ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے"۔

(اس) سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے والدین کے بارے میں گفتگو باعث لعنت ہے۔

(حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات: ص303، ملفوظات حکیم الامت ج26ص48، تالیفات اشرفیہ)

13. حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی حنفی دیوبندی (م1394ھ) رحمۃ اللہ علیہ کی امداد الاحکام میں ہے،

سوال: زید اور بکر کا باہم تنازع اس مسئلہ پر ہو رہا ہے، زید کہتا ہے کہ نعوذ باللہ والدین رسول اللہ ﷺ بحالت کفر فوت ہوئے ہیں، ان کے لئے احادیث سے مغفرت ثابت نہیں ہے، اور بکر کہتا ہے کہ نہیں، ان کو حضور ﷺ نے دوبارہ زندہ کیا تھا، اوران کے

واسطے دعاء مغفرت کی جو کہ قبول ہوئی، زید اس فتوی دینے پر اسلام سے خارج ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: زید پر کفر کا فتوی تو نہیں دیا جاسکتا، کیوں کہ ایمان ابوین شریفین میں روایات مختلف ہیں، ایک صحیح روایت میں وہ مضمون بھی ہے جو بکر کہتا ہے، اور جمہور علماء اِسی طرف ہیں، اور بعض صحیح روایات سے اس کے خلاف بھی ثابت ہوتا ہے، اس لئے اسلم مسئلہ میں سکوت و توقف ہے، مگر اس میں شک نہیں کہ زید کے اس قول سے سیدنا رسول اللہ ﷺ (روحی فداہ وقلبی فداہ) کو اذیت ہوتی ہے۔۔۔ پس زید اپنی زبان کو روکے، ورنہ اُس کے ابتلاء بکفر کا اندیشہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم 8 جمادی الاولی، سنہ 48ھ، تھانہ بھون۔ (امداد الاحکام: ج1 ص341)

14. مولانا نجم الغنی صاحب رام پوری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م 1351ھ) فرماتے ہیں،

"ابو طالب کے ساتھ جو کچھ رعایت کی گئی محض آنحضرت ﷺ کے طفیل سے کی گئی، تو اُن کے والدین کے حق میں اس سے بڑھ کر فضل الٰہی ہونا چاہیئے، بمقابلے چچا کے والدین کے حق میں اکرام الٰہی حضرت کی زیادہ خوشنودی کا موجب ہے، طبائع اس پر مجبول ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی کے اہلِ قرابت قریبہ کو ناگفتنی بات کہے تو ضرور اس کا اثر دل پر پڑتا ہے، اور طبیعت پر ناگوار گذرتا ہے، حضرت رسالت پناہ ﷺ ایسے امور سے سخت متأذی ہوتے تھے، اور اپنی ناخوشی ظاہر فرماتے تھے، محب الدین طبری ذخائر العقبی میں ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ سبیعہ بنت ابولہب نے حضرت رسالت میں یوں شکایت پیش کی کہ یا رسول اللہ لوگ مجھے حمالۃ الحطب کی بیٹی کہتے ہیں، اور اس کلمے سے عار دلاتے ہیں، سرور عالم ﷺ اس سے سن کر نہایت غصے ہو کر اٹھے اور فرمایا کہ میری قوم کو کیا ہوا ہے کہ میرے اہلِ قرابت کو عار دلانے اور تشنیع کرنے سے مجھ کو اذیت دیتے ہیں، میری اذیت اللہ تعالیٰ کی اذیت ہے، غور کرنے کا مقام ہے کہ بنصِ

قرآن سبیعہ کو اس عار دلانے سے جو مستلزمِ تحقیر ہے آپ کو ایذاء پہونچی پھر آپ کے والدین کی تکفیر کیونکر باعثِ اذیت نہو گی، تکفیر سے بڑھ کر بھی کوئی بات ایسی ہے جس سے اذیت پہونچے"۔
(تعلیم الایمان شرح فقہ اکبر اردو ص461، میر محمد کتب خانہ کراچی)

15. علامہ معین الدین ابو الحسن عطاء اللّٰہ بن محمد قورصاوی رحمۃ اللّٰہ علیہ (م مابین 1300و1400ھ) فرماتے ہیں،

نَقَلَ الْعَلَّامَۃ مُحَمَّدَامِیْن عَنْ بَعْضِ الْمُحَقِّقِیْنَ اَنَّہٗ لَایَنْبَغِیْ ذِکْرُ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ اِلَّامَعَ مَزِیْدِ الْاَدَبِ،وَلَیْسَتْ مِنَ الْمَسَائِلِ الَّتِیْ یَضُرُّ جَھْلُھَا اَوْ یُسْأَلُ عَنْھَافِی الْقَبْرِاَوْفِی الْمَوْقَفِ فَحِفْظُ اللِّسَانِ عَنِ التَّکَلُّمِ فِیْھَااِلَّابِخَیْرٍاَوْلٰی وَاَسْلَمُ اِنْتَھٰی،وَلِاَنَّ فِیْہِ مِنَ الْخَطَرِمَالَا یَخْفٰی مِنْ سُوْءِ الْاَدَبِ فِیْ حَقِّ النَّبِیِّ ﷺ،قَالَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ لَاتُؤْذُوا الْاَحْیَاءَ بِسَبِّ الْاَمْوَاتِ،وَاَیُّ اِیْذَاءٍ اَعْظَمُ مِنْ نِسْبَۃِ اَبَوَیِ النَّبِیِّ ﷺاِلَی الْکُفْرِ الصَّرِیْحِ،وَقَدْقَالَ اللہ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللہ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللہ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ،وَقَدْکَانَافِیْ فَتْرَۃٍ مِنَ الرُّسُلِ وَمَاتَافِیْ زَمَانٍ عَمَّ فِیْہِ الْجَھْلُ وَلَمْ یَبْلُغْھُمَا الدَّعْوَۃُ،قَالَ فِی التَّمْھِیْدِفِیْ اَھْلِ الْفَتْرَۃَ قَالَ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ اِنْ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَلَایُحْکَمُ بِکُفْرِھِمْ بِتَرْکِھِم الْاِیْمَانَ، لِاَنَّ الْاِیْمَانَ مَاکَانَ وَاجِبًاعَلَیْھِمْ بِدَلِیْلِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَمَاکُنَّامُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا، وَاِنْ کَفَرُوْافَلَایَکُوْنُوْنَ مَعْذُوْرِیْنِ، لِاَنَّ مَنْ عَرَفَ الْکُفْرَلَاَنْ یَّعْرِفَ الْاِیْمَانَ اَوْلٰی اِنْتَھٰی، وَاَبَوَا رَسُوْلِ اللہ ﷺلَمْ یَثْبُتْ عَنْھُمَاالتَّقْصِیْرُفِیْ اِعْتِقَادِالْوَحْدَۃِ فَضْلًاعَنِ الْکُفْرِ الصَّرِیْحِ بَلِ الظَّاھِرُ عَنِ الْاَخْبَارِطَھَارَۃُ اُصُوْلِ رَسُوْلِ اللہ ﷺکُلِّھَاعَنِ الْاَرْجَاثِ(الی قولہ) فَالطَّعْنُ فِیْھِمْ بِالْکُفْرِطَعْنٌ فِیْ حَقِّ اَوْلِیَائِہٖ تَعَالٰی نَعُوْذُبِاللہ تَعَالٰی مِنْ ذَالِکَ، وَکَوْنُھُمَا فِیْ عَصْرِاَھْلِ الشِّرْکِ لَایَدُلُّ عَلٰی اِنَّھُمَا مُطَاوِعَانِ فِیْ ھٰذِہِ الْاَفْعَالِ بَلِ الْاَخْبَارُ الَّتِیْ

مَرَّ بَعْضُهَا يَدُلُّ عَلٰى اِنَّهُمَا بَلْ آبَائُهُمَا وَ اَجْدَادُهُمَا بَرَاءُ وْنَ عَنِ الشِّرْكِ وَعَنِ اَفْعَالِ الشِّرْكِ۔(مختصر المقال علی شرح الفقہ الاکبر ص173:172، ط مطبع الویچیسلاوی سنہ 1307ھ)

”علامہ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ نے بعض محققین سے نقل کیاہے کہ اس مسئلہ کا ذکر مناسب نہیں مگر بہت زیادہ ادب کے ساتھ، اور ایسے ضروری مسائل میں سے نہیں جن کا علم نہ ہونا نقصان دے یا اِس سے متعلق قبر میں یا حشر میں پوچھا جائے، لہٰذا اِس مسئلہ میں سوائے خیر کے گفتگو سے زبان بچانا ہی بہتر اور سلامتی کی بات ہے، اس لئے بھی کہ حضور ﷺ کے حق میں بے ادبی ہونے کا خطرہ ہے جیسا کہ ظاہر ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے مُردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ دو، حضور ﷺ کے والدین کی طرف صاف کفر کی نسبت کرنے سے بڑھ کر کونسی ایذاء ہے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بیشک جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کو ایذاء پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اُن پر لعنت فرماتے ہیں، اور آپ ﷺ کے والدَین تو رسولوں کے وقفہ کے زمانہ میں تھے، اُس زمانہ میں فوت ہوئے جس میں جہالت عام تھی، اور اُن تک دعوت نہیں پہنچی، تمہید میں مصنف زمانہ فترت والوں سے متعلق فرماتے ہیں کہ اہلِ سنت والجماعت کہتے ہیں کہ زمانہ فترت والے اگر ایمان نہ رکھتے ہوں اُن کے ایمان چھوڑنے پر اُن پر کفر کا حکم نہیں لگے گا کیوں کہ اُن پر ایمان واجب نہیں تھا، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ”ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ رسول بھیج دیں“ اگر وہ لوگ کفر کرتے تو معذور نہ ہوتے کیوں کہ جو کفر جانتا ہو وہ ایمان کو بطریقِ اولی جانتا ہو گا، جب کہ رسول اللہ ﷺ کے والدَین سے عقیدہِ توحید میں کوتاہی ثابت نہیں ہے چہ جائیکہ صریح کفر ثابت ہو، بلکہ احادیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کُل اصول پلیدیوں سے پاک تھے۔۔ لہٰذا اُن میں کفر کا طعن کرنا اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں طعن ہے نعوذ باللہ ، اور اُن کا مشرکین کے زمانہ میں ہونا اِس کی دلیل نہیں کہ آپ ﷺ کے والدَین بھی ان کاموں میں اُن مشرکین کے پیروی کرتے تھے، بلکہ جو احادیث ابھی گذریں وہ

دلیل ہیں کہ آپ ﷺ کے والدین بلکہ اُن کے آباءواجداد بھی شرک سے اور شرک کے کاموں سے بری تھے"۔

16. حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ (م1421ھ) لکھتے ہیں،

"یہ مسئلہ بہت نازک اور حساس ہے محققین نے اس میں گفتگو کرنے سے منع کیا ہے، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تین رسائل اس مسئلہ پر لکھے ہیں، جن میں آنحضرت ﷺ کے والدین شریفین کا ایمان ثابت کیا ہے اگر کسی کو ان کی تحقیق پر اطمینان نہ ہو، تب بھی خاموشی بہتر ہے، ان محترمہ سے کہئے کہ ان سے قبر میں اور حشر میں یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ آنحضرت ﷺ کے والدین شریفین کے بارے میں ان کا عقیدہ کیا تھا، اس لیے وہ اس غلط بحث میں پڑ کر اپنا ایمان خراب نہ کریں اور نہ اہل ایمان کے جذبات کو بے ضرورت مجروح کریں"۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ج1ص25)

17. حضرت مولانا خورشید عالم صاحب (استاذ دار العلوم دیوبند) حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"یہ مقام نہایت ادب و احتیاط کا ہے کھلم کھلا کفر کی نسبت ان (حضور ﷺ کے ابوین شریفین) کی طرف کرنی شان ایمانی کے سراسر خلاف ہے اور کسی طرح زیبا نہیں اگر اس باب میں انسان کو کچھ ادلہ بھی ملیں اور خیال ادھر جھکے تو پھر بھی سکوت ہی قرین مصلحت ہے موافق ادب، کیونکہ چھوٹا منہ بڑی بات مسلمان کو کہاں زیبا ہے کہ سرور کائنات و سرکار دو عالم کے ماں باپ کو (جن کی پوری نوع انسانی ممنون ہے اور مرہون احسان) کفر کا مصداق ٹھہرائے۔ پھر یہ ان مسائل میں سے نہیں کہ جن پر ہر مسلمان کو کچھ نہ کچھ فیصلہ کرنا ہی ہو کہ بغیر اس فیصلہ کے اس کا ایمان ناقص رہے۔ لہذا کیا ضرورت ہے کہ ایک غیر ضروری مسئلہ میں پڑ کر اپنی زبان گندی کرے، دل میں شکوک لائے اور ایمان کو ٹھیس لگائے"۔ (شرح مسند امام اعظم:289)

لہٰذا ان فتاوٰی جات کی روشنی میں آپ ﷺ کے والدَین کے خلاف کہنے اور لکھنے والے باز آئیں اور نبی کریم ﷺ کی ایذاء کا سبب نہ بنیں۔

فائدہ: مفتی رضوان صاحب ایک جگہ حاشیہ میں کہتے ہیں

”معترض صاحب نے ایک نرالے اجتہاد کا بھی بعض لوگوں کے سامنے اظہار کیا اور اُنہوں نے دعوی کیا کہ آباء النبی ﷺ کے متعلق توحید سے محروم ہونے کا حکم لگانے سے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے، جیسا کہ بعض اکابر اور بزرگوں نے فرمایا ہے، حالاں کہ یہ بات ہم بار بار ذکر کر چکے ہیں کہ بزرگ تو بہت کچھ فرماتے رہتے ہیں اس سلسلہ میں اصل حجت قرآن وسنت ہے“۔ الخ

(علمی رسائل ج21ص814)

ابھی قارئین نے اکابرین علماء کرام کی عبارات پڑھ لیں، اور اُن عبارات میں سوءِ خاتمہ کے خطرے سے متعلق قرآن واحادیث کا ذکر بھی ہوا ہے، اوپر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بھی ذکر ہوا کہ اُنہوں نے نبی کریم ﷺ کے والد کو غیر مسلم کہنے والے پر کس درجہ غصہ فرمایا ہے؟ ہم تو محض ناقل ہیں، اکابرین کی بات کو اکابرین کے اجتہاد کا نام دیا جائے تو بجا ہے، مگر اُس کو ناقل کے اجتہاد کا نام دینا کسی ذی شعور کا کام نہیں معلوم ہوتا، خیر مفتی محمد رضوان صاحب جانیں اور اُن کا کام جانے۔

نبی کریم ﷺ کے والدین شریفین کو نجات یافتہ ماننے والے اہلِ علم کی فہرست:

اس ساری بحث کو سامنے رکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اسلاف علماء کی بڑی تعداد اور جمہور علماء نبی کریم ﷺ کے والدَین کے نجات یافتہ ہونے کے قائل ہیں جیسا کہ علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں ہے، البتہ نجات کے سبب میں مختلف اقوال ہیں، ایک یہ کہ وہ موحد مؤمن تھے، دوسرا یہ کہ وفات کے بعد زندہ کئے گئے، اور ایمان لائے، اور خصوصیت کی بناء پر اُن کا یہ ایمان نافع ہے، تیسرا یہ کہ وہ زمانہ فترت کے اُن لوگوں میں سے ہیں جو نجات پائیں گے، نجات

کے قائل علماء کے اسماء گرامی کی فہرست صدی وار درج کرنا مناسب معلوم ہوا ہے، تاہم فہرست بناتے وقت جتنا ہوسکا حوالے بھی دے دیئے ہیں۔

1. امام عمر بن احمد بن عثمان ابن شاہین بغدادی (م385ھ) (ناسخ الحدیث و منسوخہ)
2. امام ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی (م581ھ) (الروض الانف)
3. احمد بن عبد اللہ محب الدین طبری (م594ھ) (خلاصۃ سیر سید البشر)
4. شیخ محیی الدین بن عربی (م638ھ) (انباء الاصطفا فی حق آباء المصطفیٰ مخطوطہ: ص22 تا 24)
5. شمس الدین یوسف ابن عبد اللہ سبط ابن الجوزی (م654ھ) (سِداد الدِین وسَداد الدَّین)
6. امام ابو عبد اللہ قرطبی (م671ھ) (التذکرۃ فی امور الآخرۃ)
7. امام ناصر الدین بن المنیر مالکی (م683ھ) (المقتفی فی شرف المصطفی)
8. امام ابن سید الناس محمد بن محمد بن محمد بن احمد ربعی (م734ھ) (عیون الاثر)
9. امام صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبد اللہ صفدی فلسطینی (م764ھ)
10. امام محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف کردری بزازی حنفی (م827ھ) (مناقب الامام ابی حنیفۃ)
11. امام ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ الاُبِّیّ مالکی تیونسی (م828ھ) (مسالک الحنفا، شرح مسلم)
12. علامہ شمس الدین محمد بن عبد الدائم برماوی شافعی مصری رحمۃ اللہ علیہ (م831ھ) (اللامع الصبیح)
13. محمد بن محمد جزری شافعی (م833ھ) (الرسالۃ البیانیۃ فی حق ابوی النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)
14. امام شمس الدین محمد بن ابی بکر بن محمد بن احمد ابن ناصر الدین دمشقی (م842ھ) (المورد الصادی)
15. الشیخ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن موسی العبدوسی مالکی (م849ھ) (ازھار الریاض)
16. علامہ بدر الدین محمود بن احمد بن موسی عینی حنفی (م855ھ) (عمدۃ القاری، شرح ابی داوٗد)

17. علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی (م861ھ) (تحریر الاصول)
18. امام شرف الدین یحیی بن محمد بن محمد مناوی شافعی قاہری (م871ھ) (سِدادالدِین وسَدادالدَّین)
19. امام ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن یوسف سنوسی حسنی (م895ھ) (شرح مسلم)
20. علامہ جلال الدین سیوطی شافعی مصری (م911ھ) (التعظیم والمنۃ وغیرھا)
21. ابو عبد اللہ محمد بن علی بن ابی الشرف حسنی تلمسانی (م بعد 919ھ) (نزھۃ الافکار فی شرح قرۃ الابصار، السبل الجلیۃ)
22. زین الدین محمد شاہ بن محمد زینی حلبی فناری حنفی (م926ھ یا 929ھ) (رسالۃ فی ابوی النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)
23. علامہ محمد بن عمر بن مبارک حمیری شافعی بحرَق (م930ھ) (حدائق الانوار)
24. امام شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی مصری (م932ھ) (المواھب اللدنیہ)
25. علامہ احمد بن سلیمان بن کمال باشا حنفی (م940ھ) (رسالۃ فی تفصیل ما قیل فی ابوی النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)
26. علامہ ابن الخطیب محمد بن قاسم بن یعقوب آماسی رومی حنفی (م940ھ) (انباء الاصفیاء فی حق آباء المصطفٰی)
27. علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی (م942ھ) (سبل الھدی والرشاد)
28. علامہ ابو الفضل مالکی جارحی سعودی (م بعد 942ھ) (شرح القصیدۃ الھمزیۃ مخطوطۃ)
29. علامہ محیی الدین محمد بن بہاء الدین رحماوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م952ھ) (القول الفصل شرح الفقہ الاکبر)

30. علامہ ابن طولون محمد بن علی بن احمد دمشقی حنفی (م953ھ) (منھاج السنّۃ فی کون ابوی النبی فی الجنۃ)
31. علامہ حسین بن محمد بن الحسین دیار بکری (م966ھ) (التاریخ الخمیس)
32. علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم حنفی (م970ھ) (الاشباہ والنظائر)
33. شیخ محمد بن محمد زین العابدین سبط مرصفی شافعی (م970ھ) (تنزیہ الکون عن اعتقاد اسلام فرعون)
34. علامہ شیخ عبد الوہاب بن احمد بن علی شعرانی شافعی (م973ھ) (الیواقیت والجواھر)
35. علامہ احمد بن محمد بن علی ابن حجر ہیتمی شافعی (م974ھ) (المنح المکیۃ، الزواجر، الفتاوی)
36. علامہ نورالدین علی ابن الجزار حنفی مصری (م984ھ) (تحقیق آمال الراجین فی ان والدی المصطفی من الناجین)
37. نجم السنۃ امام محمد بن احمد بن علی نجم الدین غیطی شافعی (م981ھ یا984ھ) (مولد النجم الغیطی)
38. علامہ شمس الدین محمد بن شہاب الدین احمد بن علی بن یوسف حصکفی حلبی شافعی (م1010ھ) (رسالۃ فی اسلام والدی النبی ﷺ)
39. شیخ علامہ احمد بن محمد بن احمد بن یحیی تلمسانی (م1041ھ) (ازھار الریاض)
40. شیخ الاسلام الحبر نورالدین علی بن ابراہیم بن احمد حلبی شافعی (م1044ھ) (السیرۃ الحلبیۃ)
41. حضرت شیخ عبد الحق بن سیف الدین حنفی محدث دہلوی (م1052ھ) (اشعۃ اللمعات)
42. محمد بن عبد الرفیع حسینی الرفیعی مالکی (م1052ھ) (الانوار النبویۃ فی آباء خیر البریۃ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)
43. عارف باللہ مولانا عبد اللہ عبدی بن محمد بوسنوی رومی (م1054ھ) (مطالع النور السنی المنبئی عن طھارۃ نسب النبی العربی)

44. صالح بن محمد تمر تاشی غزی حنفی (م1055ھ)(الجوھرۃ المضیئۃ فی حق ابوی خیر البریۃ)

45. علامہ محمد بن علان صدیقی شافعی مکی (م1057ھ)(الفتوحات الربانیۃ علی الاذکار النوویہ)

46. عبدالاحد بن مصطفی بن اسماعیل حنفی سیواسی استنبولی نوری (م1061ھ) (تادیب المتمردین فی حق الابوین، رسالۃ فی نجاۃ ابوی المصطفٰی)

47. علامہ علی بن محمد اُجہوری مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م1066ھ)(الفواکہ الدوانی)

48. علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی مصری (م1069ھ)(طراز المجالس، نسیم الریاض)

49. الشیخ علامہ علی بن احمد بن محمد عزیزی مصری شافعی (م1070ھ)(السراج المنیر)

50. البدیعی یوسف بن عبداللہ الدمشقی حلبی حنفی (م1073ھ) (ھدایا الکرام فی تنزیہ آباء النبی ﷺ)

51. احمد وجدی آفندی رومی حنفی (م1082ھ)(روضۃ الصفا فی والدی المصطفٰی)

52. علامہ نورالدین علی بن علی شبر املسی مصری شافعی (م1087ھ)(بلوغ المآرب فی نجاۃ آبائہ ﷺ، نہایۃ المحتاج)

53. علامہ ابوالعباس احمد بن محمد مکی حموی حنفی (م1098ھ)(غمز عیون البصائر)

54. علامہ محمد بن عبدالرسول بن عبدالسید حسنی برزنجی شافعی (م1103ھ) (سَدادالدِین وسِدادالدَّین فی اثبات النجاۃ والدرجات للوالدین)

55. علامہ عبدالرحیم بن ابی اللطف اسحاق بن محمد حسینی حنفی (م1104ھ)(خلاصۃ الاثر فی سیرۃ سیدالبشر)

56. علامہ محمد مہدی بن احمد بن علی ابوعیسی الفاسی فہری مالکی (م1109ھ)(مطالع المسرات)

57. علامہ ابوالبقاء حسن بن علی بن یحیی عجیمی مکی حنفی (م1113ھ) (تحقیق النصرۃ للقول بامان اھل الفترۃ)

58. علامہ قاری احمد بن محمد بن احمد دمیاطی البنّاء(م1117ھ)(اتحاف فضلاء البشر)
59. علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی(م1122ھ)(شرح المواھب اللدنیۃ)
60. ابراہیم بن مصطفی بن محمد وحدی رومی حنفی (م1126ھ) (مرشدالھدی فی نجاۃ ابوی المصطفی ﷺ)
61. علامہ احمد بن غانم بن سالم ابن مہنا شہاب الدین ازہری مالکی (م1126ھ) (الفواکہ الدوانی)
62. مولانا اسماعیل حقی بن مصطفی حنفی استنبولی(م1127ھ)(روح البیان)
63. علامہ ابومدین احمد بن محمد بن عبد القادر بن علی الفاسی (م بعد1132ھ) (مستعذب الاخبار)
64. مولانا ابوالحسن محمد بن عبد الہادی سندھی(م1138ھ)(حاشیہ ابن ماجہ، فتح الودود)
65. علامہ محمد بن محمد بن محمد بن احمد بدیری دمیاطی شافعی(م1140ھ)(فتح الغفور شرح اظہار السرور فی مولدالنبی ﷺ مخطوطہ)
66. محمد بن ابی بکر مرعشی حنفی(م1145ھ)(السرور والفرح فی حق ابوی الرسول ﷺ)
67. علامہ محمد بن محمد ابن شرف الدین خلیلی شافعی(م1147ھ)(فتاوی الخلیلی)
68. علامہ احمد بن ابی بکر بن احمد بن محمود عریضی بطحیشی حنفی (م1148ھ) (خلاصۃ الاثر فی سیرۃ سیدالبشر)
69. ابوالعباس احمد بن عمر دیربی غنیمی شافعی (م1151ھ) (القول المختار فیمایتعلق بابوی النبی المختار،تحفۃ الصفافیمایتعلق بابوی المصطفی)
70. علامہ اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی عجلونی دمشقی(م1162ھ)(کشف الخفا)

71. علامہ حسن بن علی بن احمد بن عبداللہ منطاوی مدابغی شافعی مصری (م1170ھ) (مختصر مولدالنجم الغیطی مخطوطہ)

72. علامہ عطاء اللہ بن احمد بن عطاء اللہ بن احمد ازہری مصری مکی شافعی (م بعد 1170ھ) (شرح القصیدة الهمزية مخطوطة)

73. ابوالنجاح احمد بن علی المنینی دمشقی الحنفی (م1172ھ) (مطلع النیرین فی اثبات نجاة ابوی سیدالکونین ﷺ)

74. علامہ جعفر بن حسن بن عبدالکریم برزنجی شافعی مدنی (م1177ھ) (مولدالبرزنجی)

75. علامہ احمد بن محمد بن علی حسنی سحیمی قلعاوی شافعی (م1178ھ) (المنہل العذب المورود، المزیدعلی اتحاف المرید شرح جوہرة التوحید)

76. علامہ محمد بن سالم بن احمد حفنی یاحفناوی (م1181ھ) (انفس نفائس الدررحاشية على شرح الهمزية مخطوطة ص32)

77. علامہ محمد بن اسماعیل بن صلاح کحلانی صنعانی (م1182ھ) (التنویر شرح الجامع الصغیر)

78. علامہ محمد بن قاسم بن محمد بن قاسم بن احمد جسوس فاسی مالکی (م1182ھ)

79. احمد بن حسن بن عبدالکریم ابوالعباس قاہری جوہری شافعی (م1182ھ) (رسالة فی ایمان والدی المصطفٰی)

80. علامہ محمد بن احمد بن سالم سفارینی حنبلی (م1188ھ) (البحور الزاخرة)

81. حسن بن عبداللہ بن محمد البخشی حلبی (م1190ھ) (الردعلی من اقتحم القدح فی الابوین المکرمین)

82. علامہ محمد بن الحاج حسن الآلانی کردی شافعی (م1189ھ یا1190ھ) (رفع الخفا شرح ذات الشفا)

83. شیخ محمد بن عبادہ عدوی مالکی (م1193ھ)(حاشیۃ علی مولدالمدابغی،قرۃ العین بفتاوی الحرمین)

84. شیخ محمد بن یوسف بن یعقوب غزالی حنفی، سبیری مفتی حلب (م1194ھ) (ذخر العابدین وارغام المعاندین فی نجاۃ والدی المکرمین لسیدالمرسلین)

85. علامہ محقق مفسر علی بن صادق داغستانی آفندی شماخی حنفی (م1199ھ)(اثباۃ النجاۃ والایمان لوالدی سیدالاکوان)

86. فاضل ادیب شیخ یوسف بن عمربن عبداللہ حنفی طرابلسی آفندی ذوق (ولادت 1125ھ، وفات غیر معلوم)(سلک الدررفی اعیان القرن الثانی عشر)

87. مولاناعبدالرحمن بن سید احمد بن سید محمد بن سید احمد ادریسی حسنی مجحوب مغربی مکی (م مابین 1100ھ و1200ھ)(تحقیق النصرۃ للقول بامان اھل الفترۃ مخطوطہ)

88. الشیخ عبدالرحمن بن عبدالمنعم خیاط مالکی (م1200ھ)(مولدالنبی ﷺ)

89. شیخ یحیی بن محمد الحسینی العطار (ولادت 1202ھ، وفات غیر معلوم)(البھجۃ السنیۃ فی مناقب السیدۃ آمنۃ القرشیۃ مخطوطہ)

90. علامہ ابوالفیض محمد بن محمد بن محمد مرتضٰی زبیدی ہندی حنفی (م1205ھ)(الانتصار لوالدی النبی المختار:وحدیقۃ الصفا)

91. الشیخ عبداللہ شاذلی بحری (م بعد 1203ھ)(الجواہر السنیۃ فی شرح الھمزیۃ مخطوطہ ص14)

92. مفتیِ شام علامہ ابوالفضل محمد خلیل بن علی بن محمد الحسینی مرادی حنفی (م1206ھ) (سلک الدررفی اعیان القرن الثانی عشر)

93. علامہ محمد بن احمد بنیس فاسی (م1213ھ) (لوامع انوارالکوکب الدری شرح القصیدۃ الھمزیۃ)

94. علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی(م1213ھ)(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار)

95. شیخ علی حرازم بن العربی برادہ مغربی فاسی (م1218ھ) (الارشادات الربانیۃ بالفتوحات الالٰھیہ ص17)

96. علامہ محمد بن محمد بن احمد سنباوی ازہری مالکی (م1223ھ) (حاشیۃ علی شرح جوہرۃ التوحید)

97. مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی(م1225ھ)(تفسیر مظہری، تقدیس آباء النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)

98. بحر العلوم علامہ عبد العلی محمد بن نظام الدین سہالوی لکھنوی (م1225ھ) (فواتح الرحموت)

99. علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی(م1227ھ)(فتاوی عزیزی)

100. علامہ یاسین بن خیر اللہ بن محمود بن موسٰی الخطیب العمری(م بعد1232ھ)(الروضۃ الفیحاء فی اعلام النساء)

101. شیخ محمد قش بن یوسف بن ابراہیم غرقی زکی شافعی اومالکی(م1232ھ)(حاشیتہ علی مولدابن حجر مخطوطۃ ص45:50)

102. علامہ محمد بن علی بن منصور شنوانی شافعی مصری (م1233ھ) (حاشیۃ علی مولدالمدابغی مخطوطہ ص45،حاشیۃ الشنوانی علی شرح اللقانی علی جوھرۃ التوحید مخطوطۃ ص56)

103. علامہ عبد اللہ بن علی بن عبد الرحمن دمیلجی شافعی سویدان (م1234ھ) (شرح مولد ابن حجر مخطوطہ)

104. علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی(م1241ھ)(شرح جوہرۃ التوحید)

105. شیخ یوسف بحری رومی (م1245ھ) (رسالہ فی نجاۃ ابوی الرسول)
106. علامہ محمد امین ابن عابدین دمشقی حنفی (م1252ھ) (ردالمحتار، تنقیح الفتاوی الحامدیۃ)
107. محمد بن عبدالرحمن الاھدل حسینی حنفی (م1258ھ) (القول المسدد فی نجاۃ والدی محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)
108. علامہ محمود بن عبداللہ حسینی آلوسی بغدادی حنفی (م1270ھ) (روح المعانی)
109. شیخ امام حسن بن عمر بن معروف بن عبداللہ بن مصطفی دمشقی حنبلی (م1274ھ) (حلیۃ البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر)
110. الشیخ ابراہیم بن محمد بن احمد بیجوری شافعی (م1277ھ) (حاشیۃ علی جوہرۃ التوحید)
111. شیخ حسنین بن مصطفی غانم (مدرس حرمِ نبوی، م بعد 1277ھ) (الجواہر الثمینۃ فی بعض مناقب سیدۃ الامہات السیدۃ آمنۃ الامینۃ مخطوطہ)
112. علامہ محمد بن عمر البالی مدنی حنفی (م بعد1285ھ) (سبل السلام فی حکم آباء سید الانام صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)
113. مولانا نواب قطب الدین بن محیی الدین دہلوی حنفی (م1289ھ) (مظاہر حق)
114. علامہ رفاعہ رافع بن بدوی طہطاوی (م1290ھ) (نہایۃ الایجاز)
115. علامہ حسین بن ابراہیم مغربی مصری مالکی (م1292ھ) (قرۃ العین فتاوی الحرمین)
- الشیخ مصطفی بن محمد عفیفی شافعی (م بعد1292ھ) (فتح اللطیف بشرح نظم المولد الشریف للبرزنجی ص14 تا16، ط مطبعۃ عامرہ قاہرہ، مصر)

116. علامہ داؤد بن سلیمان بغدادی حنفی (م1299ھ) (روض الصفا فی مناقب والدا المصطفٰی)
117. مولانا ملک احمد بن ملک پیر محمد فاروقی گجراتی (من علماء القرن الحادی عشر) (زاد الاحباب فی مناقب الاصحاب ص37 تا60)
118. علامہ شیخ حسن العدوی حمزاوی مالکی (م1303ھ) (النفحات الشاذلیۃ)

119. علامہ احمد بن احمد بن اسماعیل حلوانی خلیجی شافعی (م1308ھ) (مواکب ربیع فی مولد الشفیع)

120. احمد فائز بن محمد بن احمد بن عبدالصمد شہرزوری کردی برزنجی (م1315ھ) (السیف المسلول فی القطع بنجاۃ آل الرسول)

121. علامہ شیخ رضوان بن العدل بن احمد بیبرس جزری شافعی مصری (م بعد1315ھ) (خلاصۃ الکلام فی مولدالمصطفٰی)

122. علامہ محمد بن عمر نواوی جاوی حجازی شافعی(م1316ھ)(مراح لبید،مدارج الصعود)

123. علامہ سید جعفر بن اسماعیل بن زین العابدین بن محمد برزنجی حسینی شافعی مدنی(م1317ھ)

124. علامہ محمد الفضیل بن محمد شبیہی زرہونی مالکی (م1318ھ) (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع)

125. علامہ ابن المؤقع سید محمود بن عبدالمحسن حسینی آفندی شافعی دمشقی (م1321ھ) (حصول الفرج وحلول الفرح فی مولدمن انزل علیہ الم نشرح)

126. علامہ محمد بن محمد خیر الدین بن عبدالرحمن حنیفی حلبی (م1324ھ)(المنہاج السدید شرح جوہرۃ التوحید)

127. علامہ وکیل احمد بن قلندر حسین سکندرپوری(م1322ھ)(الکلام المقبول،مہرانور)

128. علامہ علی انور بن علی اکبر بن حیدر علی حنفی کاکوری(م1324ھ)(الدر الیتیم)

129. علامہ محمد یحیی بن محمد المختار بن الطالب عبداللہ مالکی (م1330ھ)(خلاصۃ الوفا، الاصطفافی طہارۃ اصول المصطفٰی)

130. علامہ سید محمد عبداللہ حردانی شافعی(م1331ھ) (فتح العلام شرح مرشدالانام)

131. علامہ عبدالرزاق بن حسن بن ابراہیم بیطارد مشقی (م1335ھ) (حلیۃ البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر)

132. علامہ عبدالقادر بن محمد بن محمد سالم مالکی اشعری شنقیطی (م1337ھ)(نزھۃ الافکار فی شرح قرۃ الابصار)

133. مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی حنفی (م1340ھ) (شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام)

134. فقیہ عبدالرحیم بن عبدالرحمن بن محمد سیوطی جرجاوی مالکی (م1342ھ) (تلحین الصنج شرح مولدالبرزنجی ص7)

135. علامہ محمد بن جعفر الکتانی حسنی فاسی (م1345ھ)(الیمن والاسعاد)

136. علامہ ابراہیم بن احمد بن سلیمان مارغنی تونسی مالکی (م1349ھ)(شرح جوہرۃ التوحید)

137. مولانا نجم الغنی خان صاحب رام پوری حنفی (م1351ھ)(تعلیم الایمان شرح فقہ اکبر اردو)

138. علامہ محمود بن محمد بن احمد بن خطاب سبکی ازہری (م1352ھ) (المنہل العذب المورود)

139. ادریس بن محفوظ الشریف بکری دلسی (م1354ھ)(بلوغ المرام فی آباء النبی ﷺ)

140. لشیخ علامہ سید ابوالعزائم محمد ماضی مصری شافعی (م1356ھ) (بشائر الاخبار فی مولدالمختار)

141. علامہ عبدالحمید بن محمد بن بادیس صہناجی (م1359ھ) (تفسیر ابن بادیس)

142. علامہ عبدالرحمن بن محمد عوض جزیری (م1360ھ) (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ)

143. محمد علی بن حسین مالکی مکی (متوفی 1367ھ)(سعادۃ الدارین فی تایید القول بنجاۃ الابوین)

144. علامہ احمد بن عبد الرحمن بن محمد البنا الساعاتی (م1378ھ) (الفتح الربانی لترتیب مسندالامام احمدالشیبانی)
145. شیخ محمد طاہر بن عاشور مالکی تونسی (م1284ھ)(شفاء القلب الجریح بشرح بردة المدیح ص57:58، طالمطبعة الوھبیة 1296ھ)
146. علامہ محمد بن احمد بن احمد ابوزہرہ (م1394ھ) (خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)
147. مولانا محمد ادریس کاندھلوی حنفی دیوبندی (م1394ھ) (التعلیق الصبیح)
148. علامہ عبد القادر بن ملاحویش السید محمود آل غازی العانی (م1398ھ) (بیان المعانی)
149. علامہ معین الدین ابوالحسن عطاء اللّٰہ بن محمد قورصاوی (م مابین1300ھ و1400ھ) (مختصرالمقال علی شرح الفقہ الاکبر)
150. علامہ سعید بن محمد بن دیب بن محمود حوی اردنی (م1409ھ)(الاساس فی السنة و فقھھا)
151. شیخ محمد متولی شعراوی شافعی (م1418ھ) (تفسیر الشعراوی)
152. علامہ ابو محفوظ الکریم معصومی ہندی حنفی (م1430ھ) (حدیقة الصفافی والدی المصطفٰی)
153. مولانا رطب علی الہ آبادی مرحوم (م1431ھ) (انبیاء کرام کے والدین ایک تحقیقی مطالعہ)
154. علامہ حسین بن عمر بن علی بن علوی فلمبانی (وفات غیر معلوم) (فتح المجید شرح جوھرة التوحید)
155. الشیخ ابراہیم خلیل یمنی زبیدی (شرح المولدالکوکب الانور)
156. علامہ احمد احمد غلوش (السیرة النبویة فی العھدالمکی)

157. محقق علامہ احمد بن عبد العزیز بن مقرِن القصیر سعودی (الاحادیث المشکلۃ)

158. علامہ ابو عمر عبد العزیز عبد اللہ عرفہ السلیمانی (فتح العلیم فی نجاۃ ابوی النبی الکریم)

159. محمد بن السید اسماعیل (نخبۃ الافکار فی تنجیۃ والدی المختار ﷺ)

160. محمد بن محمد التبریزی (ایجاز الکلام فی والدی النبی ﷺ)

161. دکتور محمود احمد الزین (منھاج الوفا فی نجاۃ والدی المصطفیٰ)

162. الشیخ عبد اللہ بن محمد العلی حسینی شافعی اردنی (تکحیل العین بادلۃ نجاۃ الوالدین)

163. الشیخ محمد عبدہ یمانی (النبی ﷺ و والدہ الکریمان، اجدادالنبی ﷺ)

164. السید مولانا داؤد الموسوی الشافعی (مناقب سیدناعبداللہ والدسیدنارسول اللہ ﷺ)

165. الشیخ عمران بن احمد بن عمران مالکی شاذلی سیوطی (غایۃ الوصول فی نجاۃ ابوی الرسول ﷺ)

166. الشیخ عدنان بن عبد اللہ زھار (ابو النبی و امہ ناجیان)

167. شیخ علامہ ڈاکٹر یوسف قرضاوی (کیف نتعامل مع السنۃ النبویۃ)

168. شیخ قرضاوی صاحب مرحوم کے استاذ شیخ محمد غزالی (کیف نتعامل مع السنۃ النبویۃ)

169. السید احمد السائح حسینی (نشر الاعطار ونشر الازھار فی نجاۃ آباء النبی الاطھار)

170. الشیخ عبد المنعم فرج درویش ازہری (نشر الاعطار ونشر الازھار)

171. ابو الفضل احمد بن منصور بن اسماعیل فلسطینی مالکی (انباء الاتقیاء فی حق آباء المصطفیٰ)

172. الشیخ سید محمد زکی ابراہیم مصری (عصمۃ النبی ﷺ)

173. مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب دامت برکاتہم (تحفۃ المنعم شرح صحیح مسلم)

174. مولانا عبد المجید صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (تبیان الفرقان)

175. مولانا رفیق احمد صاحب مہروی پٹیوی دامت برکاتہم (ایضاح المشکوٰۃ)

176. حضرت مولانا شبیر الحق صاحب (ملتان)(خیر المفاتیح)

177. شیخ ابو یوسف محمد زاید (عبادیحبہم الغفار ص255)

178. مفتی اعظم مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی (درس مسلم)

179. مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (امدادالمفتیین)

180. مولانا محمد عاقل صاحب (مظاہر العلوم سہارنپور، انڈیا)(الدر المنضود)

اگر بندہ اپنے کو اِسی مسئلہ کے حوالوں کی تلاش کے لئے وقف کر دے تو شاید اِس سے بھی زیادہ تعداد میں اُن علماء اسلاف واخلاف کے نام جمع کئے جاسکتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے والدَین کی نجات کے قائل ہیں، اِس فہرست سے قارئین اندازہ لگاسکتے ہیں کہ جب 9ویں صدی سے اِس مسئلہ کا زور شور ہوا (جب کہ بیان کرنے والوں نے اِس سے پہلے بیان کیا) تب سے بلکہ 9ویں صدی سے ایک صدی پہلے 8ویں صدی سے لے کر اب 14ویں، 15ویں صدی تک کتنے اکابر اسلاف واخلاف چلے آرہے ہیں جو آپ ﷺ کے والدَین کو نجات یافتہ مانتے اور لکھتے آئے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے والدین کی نجات پر لکھی جانے والی کتابیں اور تحریرات:

آخر میں قارئین کے سامنے بعض کتابوں اور رسائل کی فہرست بیان کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو اسلاف واخلاف نے آپ ﷺ کے والدین کے ایمان اور اُن کے نجات یافتہ ہونے کو بیان کرنے کے لئے لکھے ہیں، اُن کتابوں اور رسائل میں سے بعض کتابوں اور رسائل کا صرف ذکر ملتا ہے، اور بندہ اُن کے مطبوعہ یا مخطوطہ نسخے حاصل نہ کرسکا، لیکن اُن میں سے بہت سے رسائل اور کتابیں بندہ نے انٹرنیٹ سے ڈاؤن لوڈ کرلی ہیں، اِن میں سے بہت سے رسائل اور کتابوں کا ذکر مکتبہ شاملہ میں تلاش سے ملتا ہے، اور انٹرنیٹ پر بھی تلاش کی جاسکتی ہیں، کوئی چاہے تو ریسرچ کرلے۔

1. الرسالۃ البیانیۃ فی حق ابوی النبی ﷺ: محمد بن محمد جزری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م833ھ)
2. مسالک الحنفافی والدی المصطفیٰ ﷺ: علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م911ھ)
3. الدرج المنیفۃ فی الآباء الشریفۃ
4. التعظیم والمنۃ فی ان ابوی الرسول فی الجنۃ
5. المقامات السندسیۃ فی النسبۃ المصطفویۃ
6. السبل الجلیۃ فی الآباء العلیۃ یا سبیل النجاۃ
7. نشر العالمین المنیفین فی احیاء الابوین
8. رسالۃ فی ابوی النبی ﷺ: زین الدین محمد شاہ بن محمد زینی حلبی فناری حنفی (م926ھ)

.9 انباء الاصفیاء فی حق آباء المصطفٰیﷺ :علامہ محمد بن قاسم بن یعقوب اماسی ابن الخطیب حنفی(م940ھ)

.10 رسالۃ فی تفصیل ماقیل فی ابوی الرسول ﷺ :علامہ احمد بن سلیمان بن کمال پاشا حنفی(م940ھ)

.11 منهاج السنّۃ فی کون ابوی النبی فی الجنۃ :علامہ ابن طولون محمد بن علی بن احمد دمشقی حنفی(م953ھ)

.12 تحقیق آمال الراجین فی ان والدی المصطفی من الناجین:علامہ نورالدین علی ابن الجزار حنفی مصری(م984ھ)

.13 الانوارالنبویۃ فی آباء خیرالبریۃ ﷺ: محمد بن عبدالرفیع الحسینی الرفیعی مالکی(م 1052ھ)

.14 الجوھرۃ المضیئۃ فی حق ابوی خیرالبریۃ:صالح بن محمد تمرتاشی،غزی حنفی (م1055ھ)

.15 رسالۃ فی نجاۃ ابوی المصطفٰی ﷺ:عبدالاحد بن مصطفٰی بن اسماعیل نوری(م 1061ھ)

.16 ھدایاالکرام فی تنزیہ آباء النبی ﷺ:یوسف بن عبداللہ الدمشقی حلبی بدیعی حنفی (م1073ھ)

.17 روضۃ الصفافی والدی المصطفٰیﷺ:احمدوجدی آفندی رومی حنفی(م1082ھ)

.18 سَدادالدِین وسِدادالدَّین فی اثبات النجاۃ والدرجات للوالدین :سید محمد بن رسول برزنجی شافعی(م1103ھ)

19. منحۃ الباری فی اصلاح زلۃ القاری:حسن بن علی بن یحیی حنفی عجیمی مکی (م1113ھ)

20. مرشدالھدی فی نجاۃ ابوی المصطفیﷺ(ترکی):ابراھیم بن مصطفی بن محمد وحدی رومی حنفی(م1126ھ)

21. السرورالفرح فی حق والدی الرسولﷺ:محمد بن ابی بکر مرعشی حنفی (م1145ھ)

22. القول المختار فیما یتعلق بابوی النبی المختارﷺ:ابو العباس احمد بن عمر دیربی غنیمی شافعی(م1151ھ)

23. تحفۃ الصفافیمایتعلق بابوی المصطفی ﷺ:ایضًا۔

24. مطلع النیرین فی اثبات نجاۃ ابوی سیدالکونین ﷺ:ابو النجاح احمد بن علی منینی دمشقی الحنفی(م1172ھ)

25. رسالۃ فی ایمان والدی المصطفٰیﷺ:احمد بن حسن بن عبد الکریم ابو العباس قاہری جوہری شافعی(م1182ھ)

26. الردعلی من اقتحم القدح فی الابوین المکرمین :حسن بن عبد اللہ بن محمد بخشی حلبی(م1190ھ)

27. ذخرالعابدین وارغام المعاندین فی نجاۃ والدی المکرمین لسید المرسلین: شیخ محمد بن یوسف بن یعقوب غزالی حنفی،اسیری:(م1194ھ)

28. اثباۃ النجاۃ والایمان لولدی سیدالاکوان:علی بن الحاج صادق بن محمد بن ابراھیم داغستانی(م1199ھ)

29. البهجة السنية فی مناقب السيدة آمنة القرشية: شیخ یحیی بن محمد الحسینی العطار (ولادت 1202ھ وفات غیر معلوم)

30. الانتصار لوالدی النبی المختار: وحدیقۃ الصفا: علامہ ابوالفیض محمد بن محمد بن محمد مرتضٰی زبیدی ہندی حنفی (م 1205ھ)

31. تقديس والدی المصطفی ﷺ، مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م 1225ھ)

32. القول المسدد فی نجاة والدی محمد ﷺ: محمد بن عبد الرحمن الاھدل حسینی حنفی (م 1258ھ)

33. تنبیہ الغفول (اوالعقول) فی اثبات ایمان آباء الرسول ﷺ: مولانا قاضی ارتضا علی خان حنفی (م 1270ھ)

34. سبل السلام فی حکم آباء سیدالانام ﷺ: محمد بن عمر بالی مدنی حنفی (م بعد 1285ھ)

35. روض الصفا فی بعض مناقب والد المصطفٰی: علامہ داؤد بن سلیمان بغدادی خالدی شافعی (م 1299ھ)

36. خلاصة الوفا فی طھارة اصول المصطفی ﷺ من الشرک والجفا: محمد یحیی مغربی تیونسی رحمۃ اللہ علیہ (م 1314ھ)

37. السیف المسلول فی القطع بنجاة آل الرسول ﷺ: احمد فائز بن محمد بن احمد بن عبد الصمد شہرزوری کردی برزنجی (م 1315ھ)

38. الکلام المقبول فی اثبات اسلام آباء الرسول ﷺ: علامہ وکیل احمد سکندرپوری (م 1322ھ)

39. الدر الیتیم فی ایمان آباء النبی الکریم ﷺ: علامہ علی انور بن علی اکبر بن حیدر علی حنفی کاکوری (م 1324ھ)

40. بلوغ المرام فی آباء النبی ﷺ:ادریس بن محفوظ الشریف بکری دلسی(م1354ھ)
41. سعادة الدارین فی تاییدالقول بنجاة الابوین: محمد علی بن حسین مالکی مکی (م1367ھ)
42. سعادة الدارین فی تاییدالقول بنجاة الابوین:علامہ محمد علی بن حسین مکی مالکی(م1367ھ)
43. بلوغ المآرب فی نجاة آبائہ علیہ الصلاة والسلام:علامہ سید سلیمان لاذقی ازہری شافعی(م1404ھ)
44. حدیقۃ الصفافی والدی المصطفٰی ﷺ:علامہ ابو محفوظ الکریم معصومی ہندی حنفی (م1430ھ)
45. غایۃ الوصول فی نجاة ابوی الرسول ﷺ، شیخ عمران بن احمد بن عمران مالکی، شاذلی، سیوطی
46. نشر الاعطارونثرالازھارفی نجاة آباء النبی الاطھار:السید احمد السائح حسینی
47. نخبۃ الافکارفی تنجیۃ والدی المختار ﷺ: محمد بن السید اسماعیل حسنی
48. منہاج الوفا فی نجاة والدی المصطفی ﷺ:دکتور محمود احمد الزین
49. تکحیل العین بادلۃ نجاة الوالدین ،عبداللہ محمد العلی حسینی شافعی اردنی۔
50. رفع المَین عن حدیث احیاء الوالدین،ایضًا۔
51. اتحاف الماجدین بنفحات قولہ تعالیٰ وتقلبک فی الساجدین،ایضًا۔
52. النبی ووالداہ الکریمان : محمد عبدہ یمانی۔
53. اجدادالنبی ﷺ، ایضًا۔

54. انباء الاتقیاء فی حق آباء المصطفیﷺ،احمد عمر عبد یلی شافعی صومالی۔

اِن حضرات حنفیہ شافعیہ مالکیہ حنبلیہ کے مقابلہ میں حضور ﷺ کے والدین کے جہنّمی ،مشرک وکافر ہونے کو ثابت کرنے کے لئے کسی نے قلم کو حرکت دی تو ایسے صرف چند آدمی ہیں ،وہ مسئلہ جو دسویں، گیارہویں، بارہویں صدی میں زور شور سے اٹھارہا تھا، مفتی رضوان وغیرہ کئی لوگ اِس صدی میں بھی اُسی زور شور کے متمنی ہیں، مگر اُن کی بھول ہے کہ اہلِ علم ایسے حساس معاملہ میں اِن کے پیچھے چلیں گے، بس اپنے قلم کو روک رہا ہوں، قارئین کی معلومات کے لئے اس قدر کافی ہے، اور نہ ماننے والے کا کوئی علاج نہیں۔

مفتی رضوان صاحب نے اس کا اظہار کیا کہ اگر ہماری مزید تحریر سامنے آئی تو وہ مزید جواب لکھیں گے، ان کی اس قدر ضد اور ڈھٹائی پر حیرت ہے، اگر انہوں نے جواب لکھا تو ہمارے نزدیک کچھ قابلِ التفات نہیں ہو گا، اتنا ہی عرض کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کرو۔:۔ ہم اگر کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

فائدہ:۔ بندہ نے کوشش کی ہے کہ مضمون میں کوئی حوالہ غلط نہ ہو، اور بالواسطہ کے بجائے براہ راست اصل ماخذ کا ہو، اگر بندہ سے کہیں کوئی غلطی ہوئی ہو، اہلِ علم سے اصلاح کی درخواست اور امید کے ساتھ تحریر کو ختم کرتا ہوں۔

اقول قولی ہذا واستغفر اللہ العظیم وبہ تم ہذاالتحقیق الانیق یوم السبت لسابع عشر من الجمادی الثانیۃ سنۃ1442ھ۔۔وتم النظر الثاني فی الثامن عشر من شعبان المعظم سنۃ 1444ھ،والنظر الثالث فی السابع من رمضان المبارک سنۃ 1445ھ، باضافات مع التصحیح والحذف وارجو من اللہ ان یجعلہ شفاء لکل سقیم وذریعۃ لازدیاد ایمان کل فہیم۔

وانا العبدالضعیف مجیب الرحمن عفاعنہ الرحمٰن وعن والدیہ واساتذتہ الکرام